

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_222969

UNIVERSAL
LIBRARY

OUP—881—5-8-74—15.000

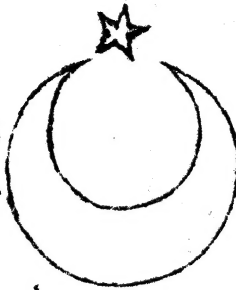
OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. 191545.5
Accession No. 1397

Author

Title من جلد دوم
—1.

This book should be returned on or before the date last marked below.



فان اللہ یوتی کل قوم
سعودی الارض حاصل و کرام

عینونی اذ احسن امرا
یا اخطت فاقونی حلا

بیت ماہ لافہ

مضامین

صفحہ

ہندوستان میں کس قسم کے انشا پر دازوں
اور کس قسم کی انشا پر دازیں شائستگی اور
آسودگی پیل سکتی ہے۔

یورپ میں شاعت اسلام
فولگو گرافی

از عابدین بک و نورنگ بک (۲۱)

از عابدین بک و نورنگ بک (۲۲)

از مولوی مسیح جلال حیدر (۲۳)

خط ستر کریم - نور بک (۲۴)

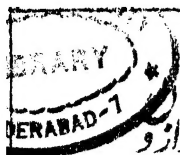
حکیم سقراط کے مختصر حالات
ضمیمہ

حیدر آباد دکن

مطبع حسن میں چپا

”حسن“

اہل ملک کی مختلف بلیقوں کی غیر مترقبہ قدر دانی سے جو اس حقیر رسالہ پر روز افزون ترقی کے ساتھ ہو رہی ہے رسالہ حسن کو اسلئے کی بڑی امیدوں کے ساتھ اپنے آپ کو مبارکباد دینے اور قومی شکریہ ادا کرنے کا جائز موقع ہے۔ ملک کے نامور دانشور اور فنکاروں نے اسے خیالات فراغ کا مرکز رسالہ کو بنایا۔ علم و دست حضرات قدر دانی سے وسائل تفریح و تفریح اور ذرائع حصول معلومات مختلفہ اسی ناچر رسالہ کے صفحوں میں کامیابی سے دستبرد لگے۔ رسالہ حسن کو اپنے مغز فریادوں کی جھلیل فہرست پر جائز طور سے جھٹکا ہے وہ دوسروں کے لیے رو نہیں۔ اس حجم اور ترتیب کا مختلف لحاظ میں سب سے تمام ہندوستان میں ہی ایک رسالہ ہے۔ ہمارے دعوے کے ثبوت میں ملک کے پبلک اخبارات اور کثیر تعداد خانگی خطوط اہل مذاق کے ہیں۔ بوجہات بالا عام علمی افادات کے سوا تو وسیع تجارت کیلئے یہ رسالہ ایک نہایت ضروری اور مفید ذریعہ ہے۔ تاجروں کے اشتہارات وسعت اور رعایت کے ساتھ درج رسالہ ہو سکتے ہیں۔ نرخ کا تصفیہ درخواست بھیج کر ممکن ہے۔ قیمت رسالہ مبلغ بارہ روپے اور کم آمدنی والوں سے نو روپے سال۔



ہندوستان میں کس قسم کے اُتار پر دازو

اور کس قسم کی اُتار پر دازی سے شائستگی اور

آسودگی پھیل سکتی ہے

کسی ملک کے علم ادب کی خوبیوں اور نیکیوں کا اندازہ اور تہذیب نہیں ہو سکتا جب تک یہ علم ہو کہ اہل ملک کی ذہانت، خیالات اور تصورات کو کس حد تک آزاد ہی گورنمنٹ نے عطا کی ہے اور کہاں تک انکو روک کر قید کر رکھا ہے یہاں ہندوستان میں پہلے زمانہ میں آریا فرمانروا تھے۔ انہوں نے تو آزادی کا قافیہ بیان تک بند کر رکھا تھا کہ کوئی اس کی تائید ہی نہیں لکھ سکتا۔

بعد ازاں مسلمان حکمران ہو گئے۔ ان کے یہاں کوئی سخت قید نہ تھی مگر کوئی شخص آزادانہ اسے ہمت ملکی اور تہذیب اخلاق میں نہیں ظاہر کر سکتا تھا۔ ان دونوں سلطنتوں کے اندر انسانوں کی تہذیب اور شائستگی اور اخلاق میں وہی سکتا لکھے جاسکتے تھے کہ جنگی اجازت و رخصت بادشاہ دیتا تھا۔ اس لیے ان دونوں علم ادب میں عالم خارجی کا اتنا بیان نہیں پاتے جتنا کہ عالم خیالی کا۔ زیادہ اس میں تصورات مصنوعی اور خیالات اختراعی ہیں۔ ادیب زیادہ تر خیالی

مضامین کے پیچھے پڑے رہے سوائے چکنی چٹیری باتیں بنانے اور جو بے
 بے اصل منصوبے باندھنے کے واقعات نفس الامری پر کم توجہ کی۔
 اب اس مسئلے میں انگریزی عہداری ہے۔ آزادی کا دروازہ ہمارے
 لیے کھلا ہے کہ جو چاہیں سوچیں اور جو چاہیں کہیں نکمیں کوئی حلق کے لیے
 دربان نہیں بٹھا کہ وہ گلا گونٹ کر ہمارے خیالات کو باہر نہ نکلنے دے
 فقط اتنی قید ہے کہ ہم اپنی ذہانت اور عقل و فہم و خیال کو اور وکے نقصان
 اور مضرت پہنچانے میں کام میں نہ لائیں۔ بس یہی سندوستان میں عہداری
 ایسی ہوئی ہے کہ ہم اپنے ملک کی شایستگی اور راستگی اور آسودگی و بہبود
 کے جو خیالات دل میں سوچیں انکو آزادانہ اور بے باکانہ طور پر اُستہار
 دیدیں جس سے کہ عوام تک ان خیالات کا اثر پہنچا دیں۔ غرض اس تہیہ سے
 یہ ہے کہ گورنمنٹ کے طرف سے کوئی روک ٹوک ہماری انشا پردازی کے
 واسطے نہیں ہے اور انشا پردازوں کے واسطے وہ قید نہیں ہیں کہ انکو کڑوائی
 فقط گہر بار کی خوشیوں اور تمدن کی نعمتوں کا ذکر اتنا ہی کریں جتنا کہ مقبہ
 اجازت دے۔ اس میں شک نہیں کہ تصنیفات اس قید مذہبی کے
 ساتھ نہایت نفاست و بلاغت کے ساتھ کی گئی ہیں۔ مگر وہ زمانہ
 کی مصلحت کے موافق نہیں اس لیے وہ کار بر آری اچھی طرح نہیں کرتیں
 مذہبی کتابوں کا شمار کراتوں شکل ہے ان کے انبار کے انبار کتب خانوں پر

موجود ہیں۔ مگر اصل کتابین اور مول پتلیں چہین وہ ہماری ماوری زبان میں نہیں۔ ان کے ترجمے اور تفاسیر و تشریح جو ہماری زبان میں ہوتی ہیں تو وہ ایسی تاریک اور باریک محاوروں میں ہوتی ہیں کہ وہ خواص کی سمجھ میں آتی ہیں عوام کی فہم ان تک نہیں پہنچتی۔ ان کتابوں کا بڑا احسان انسان پر ہے کہ وہ بڑی بڑی برائیوں سے بچنے کی اور عمدہ اور اعلیٰ درجے کی نیکیوں کی ہدایت اور تعلیم کرتی ہیں اور جہاں سب کو جانا ہے وہاں کا حال خوب بیان کرتی ہیں ایسے انسان انکو خوب کان لگا سکتا ہے کیونکہ جہاں آدمی کا جانا ہوتا ہے وہاں کے حال سننے کا اشتاق بہت ہوتا ہے۔ مگر انسان کو اپنی ساری زندگی میں بڑی بڑی برائیوں اور نیکیوں کے کرنے کا توڑ ہی اتفاق ہوتا ہے۔ وہاں ان احکام کا اثر کچھ ہوتا ہے مگر روزمرہ کے چوٹے چوٹے بڑے بڑے کاموں میں جو زمانہ کی مصلحت کے موافق کیے جاتے ہیں ان کے احکام کا اثر کچھ عوام پر نہیں پڑتا گو جہاں ہارت میں لکھا ہو کہ جو زبان خدا کا نام نہ لے وہ شیڈک ہیں جو برسات میں ٹراتے ہیں۔ جو ہاتھ دان نہ دے وہ کاشعہ کا کر چاہے۔ جو کان نصیحت نہ سنے وہ سانپ و بچہ کا بلی ہے۔ جو پاؤں جابر کو نہ جالے وہ درخت کا تنہ ہے۔ جو آدمی خدا کا خیال نہ کرے وہ گھوڑا لگد ہا ہے۔ یا زندہ مردہ ہے۔ مگر مذہبی کتابوں میں لکھا ہے کہ جوٹ بولنے کی بر

کونسی پاپ نہیں جو جوٹ بولے گا اور سپر خدا کی لعنت ہو گی اور جہنم کے اہل انسان
 ملتے ہیں اور ترک کے پامال میں پڑے گا مگر ان احکام کا اثر جو ہم پر ہو رہا ہے
 وہ عیان ہے۔ کیا یہ احکام مذہبی ہکو جوٹ بولنے سے باز رکھ سکتے ہیں۔
 اگر نہیں۔ اگر وہ رکھ سکتے ہیں تو ہماری بدنامی ساری دنیا میں جوٹ کے
 سبب سے کیوں ہوتی۔ کیوں اس ملک میں جوٹ اس قدر رواج پاتا
 کہ سچا آدمی ڈھونڈنے سے ملتا ہے۔ حقیقت میں اس ملک میں جوٹ تھا
 بولا جاتا ہے کہ اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا اسلئے کہ جوٹ سے نقصان
 تو جب ہو کہ کوئی اس کو سچ جانے۔ بس اسب انشا پر داز کا جو اخباروں یا
 رسالوں کے ذریعے سے تہذیب ملکی چاہتا ہے یہ کام ہے کہ اپنے
 اہل ملک کی حالت پر غور کرے کہ زمانے نے کیوں ہکو اتنا جوٹ بولنے
 پر مجبور کر رکھا ہے اور کیا اس سے نقصان ہوتا ہے اور اس مجبوری کی
 قیدوں سے کیونکر آزاد ہو کر بے قیدی سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور
 مذہبی کتابوں کے احکام کیوں ہم پر اثر نہیں کرتے۔ انکی بے اثری کا
 سبب کیا ہے۔ پس یہ عاقل۔ دانشمند۔ فزانہ۔ انشا پر دازوں کا
 کام ہے کہ وہ ایسے مضامین لکھیں کہ ان احکام مذہبی میں جان پڑ جائے
 اور احکا اثر ہونے لگے اور عوام کو اس برائی سے نجات ہو۔ غرض جو عظ
 مہر دن پر جلوہ افروز ہو کر آدمیوں کو نہیں سمجھا سکے وہ اپنی تحریر سے

سمجھاوے تو انشا پر داز ہے ورنہ پیر کیا ہے۔ سفید کا غذا کا منہ لاکر نیوالا
 بعد ان مذہبی کتابوں کے۔ اخلاق۔ حکمت۔ فلسفہ۔ تصوف۔ کی بہت سی
 کتابیں ہیں (تصوف اعلیٰ درجے کا ایک فلسفہ ہے) اور انکو بڑے زبرد
 ارباب کمال۔ اور متبحر عالموں۔ اور فاضلوں۔ نے لکھا ہے۔ اور دلائل
 ساطع اور براہین قاطع ان میں مندرج ہیں۔ اور بہت اچھی طرح بتایا اور
 سکھلایا ہے کہ انسان کے نفس کی تکمیل کیونکر ہوتی ہے اور کس طرح رذائل سے
 خالی اور فضائل سے معمور ہوتا ہے۔ نفس نامہ کی آفات و مملکت سے
 نجات پاتا ہے۔ اور نفس لوازمہ اور نفس مطمئنہ کے پیدا کرنے کے طریقے
 بتلائے ہیں۔ قوائے غضبی۔ ملکی۔ بہیمی۔ سخی۔ کی بحث خوب
 لکھی ہیں۔ امراض روحانی کی تشبیح اور معالج عمدہ عمدہ تحریر کیے ہیں اور
 انکا اثر خواص پر ہوتا ہے۔ مگر یہ ایسے محاورات۔ و زبان میں مرقوم ہیں
 کہ وہ عوام کی سمجھ میں نہیں آتے۔ بعض سایل وہ دقیق اور باریک ہیں
 کہ جو ان کے مصنف ہیں وہ بھی دوچار ہی دفعہ عمر بھر میں انکو سمجھے ہونگے
 اور اس دوچار دفعہ میں ہی بطرح ایک دفعہ سمجھے ہونگے اس طرح دوسری
 دفعہ نہ سمجھے ہونگے۔ گو مختلف اوقات میں وہ ان سایل کو لکھتے تو ضرور
 انکے معانی میں اختلاف بیان ہوتا۔ غرض یہ سایل عالیہ و چالیہ روزہ
 زندگی کے کاموں میں زمانہ کے موافق کام میں نہیں آسکتے۔ ان کے کلیات

آجکل کے معاملات کے خریات میں نہیں استعمال ہو سکتے۔ بس آجکل مضامین نگاروں کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ دیکھیں کہ اس ملک کے قواے نصانی اور شہوانی وہیسی کیا کیا عمل اس زمانے کی مجبوری سے کر رہے ہیں اور وہ کیا کیا اپر رنگ و رنگ دکھاتے ہیں۔ بس انکو سمجھکر مضامین عام فہم اور خاص پسند نگہین کہ وہ اہل ملک کو نفس کی ناشتوں سے بچائیں اور اگر یہ نہیں تو پھر کیا مضمون نگاری ہے۔

اب ان دوسوں کی کتابوں کے بعد قوانین و آئین ملکی کی کتابیں ہیں۔ وہ ہماری مادری زبان میں بہت تھوری ہیں۔ قوانین ملکی جو ایم عظیم کا انسداد کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی کسیکو قتل کر ڈالے تو قاتل کو رسی میں لٹکا دیتے ہیں۔ مگر بیچ سے شام تک جو ایک آدمی دوسرے آدمی کو بچ دیا اور زندگی تلخ کرتا ہے اور ناک میں دم کرتا ہے تو اسکا علاج قوانین ملکی سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بس مضامین نگار کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے مضامین سحر بیان لکھیں کہ وہ ان برائیوں کو دور کریں جنکا دور کرنا قوانین ملکی کے احاطہ اختیار سے باہر ہے۔ وہ ہماری روزمرہ کی گفتگو اور حرکات میں بتلائے کہ اگر ان راہوں میں چلو گئے تو ڈھلے اور تپھر ایسے تمہارے پاؤں تلے آئیں گے کہ ٹھوکرین کہا کہا کے زمین پر اونڈھے منہ گر گئے ان راہوں کا صاف کرنا۔ تپھروں اور ڈھیلوں کا اوٹھا کر ایک طرف

بڑے بڑے حجم کی کتابوں کا ہجوم ان مضامین کا دیکھتے ہیں جو شائع ہونے
 ہماری تفریح طبع اور دل بہلانے کے لیے لکھے ہیں۔ اس میں شک نہیں
 کہ بعض شاعرانہ سوچ بیان نے قراء باطنی کے بیان کرنے میں اور ان کے
 اثر سے جو افعال خارج میں سرزد ہوتے ہیں یا خیالات میں پیدا ہوتے
 ہیں ان کی بولتی چلتی پھرتی تصویر بنانے میں اعجاز کیا ہے اور
 عیض و غضب کا بیان ہے تو وہ غضب کا ہے کہ کوئی بات چھوڑی نہیں
 جو غضبناکوں پر اثر نہ کرتی ہو۔ اگر انتقام کا بیان ہے تو ساری اسکی دشنام
 حرکتوں کو آئینہ بنا دیا ہے۔ مگر یہ سب شاعرانہ مضامین ان سلیٹوں کی نسبت
 ہیں جنہیں وہ پرلے درجے کا اثر کرتے ہیں۔ وہ روزمرہ کی زندگی کے
 کاموں کے اندر کچھ اپنا اثر نہیں رکھتے۔ انسان کو جو چوٹی چوٹی باتوں
 میں غصہ آتا ہے اور وہ مفاسد میں مبتلا ہو کر فاضل میں اپنا جہاد
 لگ دکھاتا ہے اور پھر خوشامد کا اثر جو ابھر ہوتا ہے ان کے علاوہ
 ذکر ان میں کچھ نہیں ہوتا۔

عشق و محبت کا جذبہ ہر انسان کے دل میں کچھ نہ کچھ ہوتا ہے
 وہ زمانے کی ساری حالتوں میں اپنا ایک ہی اثر کرتا چلا آتا ہے۔ مگر
 اسکے قاعدے اور دستور بھی زمانہ کے رسم و رواج و عادات کے موافق
 مقرر ہوئے ہیں۔ کچھ قوافل نفسانی و شہوانی نے انہیں نہیں مقرر کیا۔ اس

شاعر عشق کی تاثیرات بیان کرنے میں سحریائی کرتے ہیں مگر اسکے ساتھ نہ
 انکی رسم و عادات و حالت کو جو اس پر اثر کرتی ہے وہ نہیں بیان کرتے۔
 رشک و حسد کے مضامین کا بیان جو عشق میں ہوتا ہے خوب صفائی سے بیان
 کرتے ہیں مگر عشق بازی میں جو روزمرہ دلوں کی چوٹی چوٹی باتیں چٹکیان لیتی
 ہیں اور تیر چہوتی ہیں ان کا بیان قلم انداز ہوتا ہے۔ اب بعضوں نگار کا فرض
 یہ ہے کہ وہ پہلے اپنے روزگار میں دیکھے کہ روزمرہ کے کاروبار میں رشک
 و حسد سے لوگ کس طرح رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں۔ عشق کا تیر کیونکر کھجوں سے پیا
 ہوتا ہے۔ ضعیف و قوی دلوں پر اسکا اثر کیا ہوتا ہے۔ کیسی کیسی سازشیں
 اور کارسازیاں اپنے محبوب و مقصود کے جاصل کرنے کے لیے کرتے
 ہیں۔ پھر ایسے مضامین لکھے کہ جنے انکی برائیاں اور بہلائیوں پیدا ہوں
 سب سے زیادہ ارفول تصنیفات ہمارے ملک کے قلمی ہیں جو
 بکثرت ہیں گو وہ ہمارا دل بہلاتے ہیں مگر اسکے ساتھ ہی خرابیاں پہلاتے
 ہیں۔ وہ ہتھیہ خوب سکھاتے ہیں کہ بدکاری کی محبت میں ساری ہماری
 مسرت ہو اور برے کاموں سے نفرت کرنے کی برابر کوئی مضرت اور
 حماقت نہیں۔ جن لوگوں نے ناکون اور مقصود کو یہ سمجھا ہے کہ وہ قوم کی
 اصلاح اور فلاح کرتی ہیں وہ بڑی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ تاریخ

خوب اچھی طرح شہادت دیتی ہے کہ تماشاگر۔ قصہ طراز کبھی مصلحان قوم بن
سے ہوئے نہیں۔ ان سب کی تاریخ اور احوال کو پڑھتے تو سوائے
نمایشی اوباشی رند مشرعی کے ان سے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوا اگر یہ تشر
ان تحریروں کے نہ ہوں تو ان کے باغ و بوستان سارے بجز نظر آئے
ہیں۔ طرافت و لطیفہ سنجی جو عصیان و گناہ میں ہی داخل نہیں سب سے
وہ ہم میں نہیں اور ٹپٹے کرنے کی عادت ڈلاتی ہے جس سے کوئی غم اور
سچ ایسا کہ نہیں پیدا ہوتا جسکا حمیازہ عمر بہرہ گنتا پڑے مگر ضرور ان سے
ہماری طبیعت گھنٹوں مغموم اور در ماندہ رہتی ہے۔ یہ جو نقشے کی آواز ہیں
ان میں سننے کی آتی ہیں وہ حقیقت میں ایک مرض ہے کہ جس سے
منہ کھل جاتا ہے اور دانت نکل آتے ہیں اور تھاقہ تھاقہ کی آواز نکلنے لگتی
ہے۔ وہ کوئی مسرت و انبساط نہیں ہے کہ جس سے ہنسی آتی ہے۔
تھیٹر و تماشا گاہ کبھی مدرسہ و خانقاہ نہیں بن سکتے کہ جسے تعلیم و ہدایت کی
توقع کی جائے۔ ان میں وہ باتیں بیان ہوتی ہیں جو انسان پر روزمرہ گذرتی
ہیں کوئی ایجاد و اختراع نہیں ہوتا۔ ان میں اوصاف انسانی اور اطوار مشہور
کی تصویر اتاری جاتی ہے کوئی ان کی اصلاح نہیں کی جاتی ہے۔

کچھ تعجب نہیں ہے کہ وہ ہمارے اخلاق کو بد سے بدتر کر دیں۔ کتابین
اس تمام اوپر کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ ہماری مذہبی
نہ ہماری اخلاقی و فلاحی حکمت و تصوف کی کتابین نہ ہماری نظم و نسق
کتابین اس بات کے لیے کافی ہیں کہ وہ ہمارے دل و رنج تکالیف کو جوڑا
کے موافق ہمارے روزمرہ کے چوڑے چوڑے کاموں میں پیش آتی
ہیں دور کر سکیں۔

زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے وہ ہر چیز کو نسا تارتا ہے۔ ایک سی بات
وہ ہمیشہ قائم نہیں رکھتا۔ بس انشا پر داز اور مضمون نگار وہی ہمیشہ کام کے
ہوتے ہیں جنہوں نے زمانے کی چال ڈھال دیکھ کر اس کے موافق انسانوں
کی روزمرہ کی زندگی کے چوڑے چوڑے کاموں کو بنوایا ہے۔ جسے انسان
کی تکلیف کم اور راحت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی ہماری تحریر سے یہ سمجھے
کہ ہم احکام مذہبی کو بالاسے طاق رکھتے ہیں تو اس کی غلط فہمی ہے بلکہ ہم تو
اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ مذہب کی اصلی احکام کو جو درحقیقت عبادات و عقائد
سے متعلق ہوتے ہیں سب کاموں پر مقدم جانیں۔

غرض اس جنگ کی اصلاح و فلاح ایسے مضمون نگاروں اور
انشا پر دازوں کی جماعت پر موقوف ہے کہ ان کے کلام میں فصاحت
بلاغت ہو اور ان کی زبان میں تاثیر ہو۔ ان کا مذاق سخن صحیح اصول پر مبنی ہو

اور بالطف و فرہ ہوں۔ گوانکے مخالف ہی ایک گروہ ایسا ہو کہ وہ اپنی نکتہ چینی اور غیبتی و غلط نمائی ایسے شد و مد کے ساتھ کرتا ہو کہ وہ ان کو گوان کے دلون سے بہلانا اور انکے نام کو مٹانا چاہتا ہو۔ دنیا میں دیکھتے ہیں کہ کاموں کو رونق و خلعت سے بہت ہو جاتی ہے۔

انسان کے مذاق سخن خواہ کیسے ہی انقلاب واقع ہوں مگر مجموعہ سخن کہ فصاحت بلاغت ملاحمت اور حلاوت رکھتا ہے وہ ہمیشہ محفوظ کا یادگار روزگار رہتا ہے۔ جو عارف سخن کامل اوستاد گذرا ہے زمانہ جب اس کا نام لیتا تو عظیم و تکریم سے۔ کوئی اسکے نام کو صفحہ دہرے سے مٹا نہیں سکتا۔ گوار اسکے سیکڑوں متقلدین کے کلام اور نام زمانہ کی لوح خاطر سے دہل جاتے ہیں۔ مگر اس اصل امام کا نام نقش کا لکھ رہتا ہے۔

جب اس ملک میں ایسے انشا پر دازوں کی جماعت پیدا ہوگی کہ وہ اپنے زمانہ کی حالت کے سمجھنے کی بیانت رکھتی ہوگی اور یہ جانتی ہوگی کہ ہمارے زمانے میں کیا ہو رہا ہے اور اہل زمانہ پر کیا گزر رہا ہے اور انسان کی زندگی کے روزمرہ کے حالات پر پورا علم رکھتی ہوگی۔ جذبات انسانی کی حرکت واقف ہوگی۔ نشانیات قوموں کی بھی تمام نشانیات تکیوں سے خوب ماہر ہوگی۔ وہ یہ خوب سمجھتی ہوگی کہ کہاں بولنا چاہئے اور کہاں چپ رہنا چاہئے کس طرح کسی چیز کو قبول کرنا چاہئے کس طرح انکار کرنا۔ علم و سخن سچی میں یہ قدرت

اور ملکہ رکھتی ہوگی کہ وہ تمام فلسفہ و حکمت و مذہب کی کتابوں اور کتب خانوں سے
 عجم کو نکال کر عوام کے جلسوں اور سوسائٹیوں اور کلبوں کے سامنے رکھ دے
 اور ایسے مختصر مضمون لکھنا جانتی ہوگی کہ جنکو کاہل بے کار اور قلیل الفہم بابر
 ہی پڑھ لیں اور سمجھ لیں کہ کیا لکھا ہے اور ان مضامین میں حکیمانہ و فاضلانہ
 عالمانہ دقیق محاوروں اور طرز بیان کو چھوڑ گی اور بات کو اول سمجھ گئی کہ میرے
 اہل ملک کا اختلاف جو غیر قوموں کے ساتھ ہو رہا ہے وہ کیونکر اذکی صحبت سے ساری عمدہ باتیں
 اسکو بالکل شرم و حیا باپ دادا کی ایسی باتوں کے بتلانے میں نہ ہوگی کہ انہوں نے
 دانشمندوں کے تہیاردن اور لباسوں اور اوضاع و اطوار کو ناپسند کیا تھا سچلے وہ
 انکی اولاد کے حق میں ہی مضر ہیں۔ ہمارے لیے وہ تہیاردن۔ لباس۔ اوضاع
 و اطوار مفید و بکار آمد ہیں جنے کہ وہ نذر آتھے۔ انہیں نذر گون کی حماقت
 سے بہت سی جھوٹی بنیادیں اور بے حیاتی کی باتیں خواص و عوام میں داخل
 ہو گئی ہیں۔ انکو صحیح باتوں پر علم نہ تھا۔ انکی اس لاعلمی نے اولاد کو یہ بُرا اثر دے دیا
 کہ نہ دولت ہو نہ عزت ہو نہ حکومت ہے۔ بلکہ سراسر ذلت ہے۔ جب یہ سب
 باتیں جمع ہو گئی تو وہ ایسی حکیم بیگمی کہ جن امراض کے لیے تعلیم کا طبیب بھی
 دو انہیں تجویز کر سکا۔ وہ اسکا علاج کر دیگی۔ اس جماعت کو ان باتوں کی طرف
 توجہ کرنی پڑیگی۔ تجارت کو دیکھئے کہ ملک پر وہ کیا اثر کر رہی ہے۔ کس کس

قسم کی نئی فصدت کے آدمی وہ بناتی ہے۔ آزادانہ تجارت کے طریقے روزمرہ بڑھتے جاتے ہیں یا نہیں۔ زمانے میں مجاہدین کا فعل و معبودان اور جلسوں کے کیا رنگ و ڈھنگ ہیں ان میں آزادانہ رایوں کا باہم مبادلہ ہوتا ہے یا نہیں۔ عورت۔ مردوں میں اخلاط کی کیا صورت ہے۔ شادی و غمی کے رسوم میں کیا کیا برائیاں بہلائیاں ہیں۔ حلوں و دولت کے کیا کیا طریقے ہیں۔ ورثہ ترکہ کی مالش کرنے کے واسطے دہرم شاستر۔ اور شرع و فرائض کی تلاش میں کتنے آدمی پہر رہے ہیں۔ آدمیوں کے خصایل کے کیا طرز ہیں کتنے عقل کی پابندی سے کام کرتے ہیں اور کتنے اپنی خواہش ہائے نفسانی پر مرتے ہیں۔ قوائے غضبی اور نفسانی کے سبب کچھ کیا حرکات لوگ کرتے ہیں۔ غصہ آدمیوں سے کیا کیا حرکات کرتا ہے۔ جبکی ذہن گناہ تک پہنچتی ہے۔ اور غصے کی کیفیت کو دیکھیں کہ وہ لوگوں کے دلوں میں کیسے کیسے انتقام کے جوش پیدا کر رہا ہے۔ اور محبت و مودت کے اثر و کربانے کو دیکھیں کہ کیسے دوستی کے جوش طبایع میں پیدا کر رہی ہیں۔ آدمی کیونکر دوستی کا انتخاب بغیر غلطی کے کر سکتے ہیں۔ دوستی کے انواع کیا ہیں۔ ظاہری اور باطنی دوستی کی تمیز کیونکر ہوتی ہے۔ دوستوں کی باتوں سے

کیا کیا اذیتیں اور مضر ترین پہنچتی ہیں۔ بدکاروں۔ کابلوں۔ عیاشوں۔ اور
 اوہ باشندوں کا یا رانہ کیا نتیجہ دیتا ہے۔ اور نیکوں کی صحبت کا ثمرہ کیا ہوتا ہے
 دوستوں میں باہم مایوسی کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ قصوں کے اثر و نگوہ کیسے
 کہ وہ کیسے طبیعتوں پر ہوتے ہیں۔ ننگے دیر یہ اثر ٹھرتے اور کیونکر مٹ جاتے
 ہیں۔ لباس کے طرز مذاق پر غور کرے۔ مکانوں کی آرائش اور لباس
 کی زیبائش کو دیکھے کہ لوگوں کے دلوں پر کیا تاثیر کر رہی ہے۔

شاید کیا بلکہ ضرور لوگ کہیں گے کہ میں یہ کیا بک رہا ہوں۔ جن باتوں کو
 کہتا ہوں ان میں سے کوئی علم اخلاق کے لکھنے والوں نے چوڑی نہیں اور
 سب اخلاق کے جزئیات و کلیات بیان کر دے ہیں میں بھی کونسا کما ہاں
 انہوں نے یہ ضرور علی العموم بیان کیا ہے کہ۔ غرور۔ حسد۔ انتقام۔ غیور
 ایسی برائیاں ہیں کہ خدائے تعالیٰ ناپسند کرتا ہے جبکہ جہنم کی آگ
 میں جلا سہ وہ انکو اختیار کرے۔ مگر یہ بیان ہمارے زمانے کے موافق
 ایسا عام فہم نہیں کہ وہ ہماری زندگی کے روزمرہ کے چوٹے چوٹے کاموں
 میں جو کثرت ہو زندگی بہر کرنے پرستے ہیں کام آئین۔ سوائے اسکے
 جن کتابوں میں ان کا بیان ہے وہ ہماری زبان میں ہیں نہ ہمارے
 ہاتھ لگ سکتی ہیں نہ انکے مضامین عوام کے دماغ میں ساکتے ہیں۔
 علم اخلاق اور مذہب کی کتابوں کے مصنفوں میں اور حال کے

مضمون نگاروں میں بڑا فرق یہ ہونا چاہئے کہ یہ زمانہ کے موافق سب
 باتوں کو اس طرح لکھیں کہ ایک نا سمجھ کی بھی سمجھ میں آجائے۔ حد و رشک
 کا فوق۔ غور و عالی جو ملگلی میں تمیز۔ انتقام و عدالت کا تفاوت وغیرہ
 روزمرہ کے کاموں میں بتلانا ان مضمون نگاروں کا کام ہے۔ وہ اپنے
 زمانے میں بتلائیں کہ فلاں فلاں نے یہ کام اس سبب سے کئے تھے
 اسلئے ان کے نتیجے یہ ہوئے۔ مثلاً ہمارے ملک کے اخبار ایسے ہیں
 کہ ان کے اوٹیر ایسی ایسی لیاقت کے مضمون نگار ہیں۔ ان میں سے جنوں
 نے شیوہ بد اختیار کیا ان کو عدالت فوجداری سے ایسی ایسی سزائیں
 ملیں کیا تعجب ہے کہ اگر ایسے طریقے کو وہ جلدی رکھیں گے تو سزا یافتہ
 اوٹیروں کی تعداد بے سزایافتوں سے توڑے دونوں میں زیادہ ہو جائے
 غرض وہ انسان کی اصل زندگی کا حال من و عن لکھیں گے۔ اور جسطرح
 ان کے زمانے میں تو اوغضب، بیہوشی، وسوسہ، اپنے جوسے دکھا رہی
 ہیں۔ اسکی جو تصویر بنائینگے۔ وہ سارے امرائے رومانی کی تشبیہیں
 کر کے اسکے ساتھ دربان بھی بتلائیں گے۔ مثلاً وہ لکھیں گے کہ انتقام کی
 وجہ سے دونوں جو انمردی اور نامردی کے کام آدمی سے صادر ہوتے ہیں

اور یہ جو انہر دی اور نامردی اسکے دو وصف ہیں کہ انون نے انسان کو
دو متضاد قسمون میں تقسیم کر دیا ہے اور یہ دونوں ہمسایہ ہیں۔ ایسی ہی
جلی ہتی ہیں کہ اسکے اندر امتیاز کرنے میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔ سچی
شجاعت۔ انسان کو جو ٹلی چمک دیک خوشامد چاہو سہی سے دور رکھتی ہے
اور دل میں وہ جروت اور ہمت پیدا کرتی ہے کہ زمانے سے رسم و رواج سے
مقابلہ کرنے سے وہ نہیں ڈرتی ہے۔ گورسم و رواج۔ زمانہ کا فرمانروا ہے
کہ جسے مقابلہ کرنا ٹرسے دلیری کا کام ہے۔ اور بت ہی شکل ہے کہ اگر
انتہائی ہو۔ مضمون نگار کو ٹری توجہ اسی پر چاہئے کہ وہ زمانہ کی مضر رسم و
روح کے مقابلے میں خم ٹھوک کر کٹرا ہو جائے۔ اور اسی کام میں نامور و
مشہور ہونا چاہئے۔ اگر وہ یہ کام نہ کر سکیں گے تو وہ اپنی جو ٹلی غرت
کے خیالات سے اپنے سین ڈبو دین گے۔ پھر کس منہ سے عوام کی تہذیب
پر طعنہ دتی۔ اپنی بد اعمالی کی معذرت یا حایت کرینگے
امورات خانگی کے اوفشاء و اطوار میں آمد و خج بڑے سے بد کام مضمون ہے
اسپر بت غور کرنا چاہئے کہ کون سے خج ایسے ہیں کہ چمکے کرنے پر ہم کو زمانہ
کے رسم و رواج کی پابندی نے مجبور کر رکھا ہے۔ لباس کی زیبائش
نکاحات کی آرائش۔ اسباب کی نمائش۔ دسترخوان کی الوانیت
ہن سب باتوں کو سوچنا چاہئے۔ سب آدمیوں کو دیکھنا چاہئے کہ ان میں

کوئی ایسے ہیں کہ وہ درجے اور رتبے کا خیال بہت رکھتے ہیں۔ بعض
 کو بیان تک اپنی وجاہت ظاہری کا خیال ہوتا ہے کہ وہ اپنے اور آپ
 سے کم درجے کے افسران کے درمیان کوئی چیز مشترک ہی نہیں رکھتے۔
 بعض اپنی شرافت نسب و جاہت ہی پر مرتے ہیں۔ کوئی اپنی شان و
 کے دکھانے میں جان دیتا ہے۔ کسی کو یہی شوق ہے کہ اسکے چوٹے
 چوٹے کاموں کی شہرت ہوتی رہے تو لطف زندگی ہی نہیں موت ہے
 بعض آدمی میرانی باتوں کو بہت عزیز رکھتے ہیں اور ان کی طرنداری میں
 برا تعصب کرتے ہیں۔ بعض ذلیل ذلیل حالت کے آدمی تجارت کی
 بدولت دولت مند ہوتے ہیں اور اپنا امیرانہ ٹھکانہ جاتے ہیں
 اور ساری شان شریف امیروں کی اپنے مکان۔ پوشاک۔ اسباب
 وضع میں دکھاتے ہیں۔ جس سے امیروں کے ہر مین پیگے لگتے ہیں اور
 انکو دیکھ دیکھ جلتے ہیں۔ مگر یہ الکا جتنا حق ہے۔ اس تقلید میں اگر کوئی
 شیخی۔ نمود۔ بیہودگی۔ بیوقوفی نہیں ہے تو اسکے کرنے میں کوئی گناہ
 نہیں۔ مگر بعض ڈینگے نمود لئے شیخی کے مارے اپنے مقدر سے باہر
 سب امیروں کی ریس کر کے اپنا سیتا ناس ملا دیتے ہیں۔ اور اپنی
 انسی اوڑھتے ہیں۔ تہار بازی اور بادہ خواری کی ہی خبر رکھنی چاہئے
 کہ ان دو برائیوں سے جیسی ملک میں بدکاری پہلنی جاتی ہے ایسے

اور برے کاموں سے نہیں۔ تیک لکھد جوے کے قرضے کے۔ ویلے
کو اوکرنا بعض آدمی اصلی قرضے کے اوکر نے سے او سے افضل سمجھتے
ہیں۔ اس قرض کے نہ اوکر نے کو بڑا گناہ اور ترک فرض اپنے مذہب
میں جانتے ہیں۔ ان دونوں برائیوں پر مذہب و قانون ملکی بے غتی کا
فتوے دے رہا ہے۔ ان دونوں برائیوں کی مذمت گو ہمیشہ سے چلی آئی
ہے مگر اسکی حد مقرر کرنی نہایت ہی مشکل ہے۔ گو کوئی بد اخلاقی و
ناخدا پرستی ایسی نہیں ہے کہ مذلت اور بے وقت تباہی صبر پر نہ لاتی ہو
مگر جن لوگوں نے اپنا دل سخت چھربا لیا ہے وہ سب کام اصول اخلاق
کے خلاف کرتے ہیں۔ اور تمام شایستہ قوموں کے قوانین اور اخلاق و عادات
و عادات کو زشت و زبون ٹھہراتے ہیں۔ غرور و بے حیائی نے ان کو پا
شہدا بنا دیا ہے۔ ان پر تو نہ دلائل عقلی و شرعی۔ نہ ذکاوت و فراست
اثر پذیر ہوتی ہیں۔ وہ تو چکنے گھڑے ہیں کوئی بوند ان پر ٹھرتی نہیں
مضامین نگار و نگو چاہے کہ ان کی تحقیر حق الامکان کریں۔ اور یہ جان لیں
کہ اس تحقیر کی تاثیر ان شک وں بے حیادوں پر تو ہونے کی نہیں۔ مگر
ان پر تجارت و مذلت دیکھ کر اور بہت سے آدمی جو بد کاریوں میں شامل
ہوئے و اے تھے وہ رک جائیں گے ان سے بچ جائیں گے۔ یہ حنفیہ

تقديم ہے

خلاصہ

اس تمام مضمون کا خلاصہ ان چند فقروں میں ہے کہ مذہب اور اخلاق کی کتابوں میں جو کلیات لکھے ہیں۔ انسان کے کاموں کے جزئیات میں زمانہ کے موافق ہر زمانے میں کارگر نہیں ہو سکتے۔ پس اخباروں اور رسالوں اور کتابوں میں جو انشا پر دازی کیا کریں وہ تمام برائیوں کو جو روزمرہ کے کاموں کو گھاڑ رہے ہیں اور ہمارے اوضاع و اطوار میں خرابیاں کر رہے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف پہنچا رہی ہیں وہ سب دور ہونا اور وہ اسباب جمع کیے جائیں کہ اپنے روزانہ کاموں سے راحت و آرام و چین ملے۔ ان سب باتوں میں مذہب مقدم سمجھا جائے۔ جزئیات کے لیسان میں کہیں کلیات مذہبی سے انحراف نہ ہو۔ مذہب کی برابر کسی چیز کا اثر انسان پر نہیں ہوتا۔ چاہے کہ ان جزئیات کی اعانت کلیات مذہبی کریں نہ مخالفت۔ اپنی تحریر دن سے لوگوں کو دنیا کے جزئیات کی بلویں سے نجات دلاؤ۔ اور مذہب کی کلیات سے شجہ کنی راہ دکھاؤ فقط

راقم

محمد زکریا

یورپ میں اشاعت اسلام

ابھل برادران دینی کی توجہ یورپ میں اسلام کی اشاعت کی جانب نہایت کمال سے ہو رہی ہے۔ اور بہت سے اخبار دن اور مجلسوں نے اس کا رخیہ کجا نب انہی خاص توجہ مبذول کی ہے ایسے موقع پر ہم قدم درمے سخنے غرضکہ جو کچھ ممکن ہو تاہم کرنے کے لیے حاضر ہیں۔ اگرچہ اس رسالہ اور اسکے اوٹیر کو مذہبی مباضوں سے کوئی سروکار نہیں۔ اور نہ اپنے اصول معینہ کے خلاف کوئی کام کرنا پسند کرتے ہیں۔ مگر سابقین مصلحین مذاہب (خواہ وہ کوئی ہوں) کے بعض تاہنجی حالات پیشکش ناظرین کرتے ہیں اور نتیجہ اونہیں کی رائے پر چوڑتے ہیں۔ اس معنوں سے واضح ہوگا کہ اسلام کے پہلے یورپ میں بہت پرستی کے خلاف اشاعت عیسویت میں کس قدر تکلیف ہوئی اور پھر اس عیسویت کو رفتہ رفتہ جو یورپ پرستی تھی کیونکر زوال ہوا اور لوگوں کی آنکھیں روز بروز باوجود صد ہا مصائب کے کیونکر کھلتی گئی مگر جس حد تک لو تھیں اور اسکے حواریوں نے کارروائی کی وہ موجودہ اسلامی انگلستانی تحریک میں نقص سے غالی نہ تھی اور غالباً اب وہ قریب آگیا ہے کہ بقیہ نقائص بھی جلد دور ہو جائیں اور شکایت کی عرض سرزمین یورپ توحید کے بارعب اور سچے اصول سے سرفراز ہو۔ اور جس امی تہب نے

یہ توحیدی چراغ گہری تاریکی میں جلایا اور ایک عالم کو سوز کیا اور کسی تقلید کی توفیق ہو جو عین انصاف اور کائنات کی ہدایت ہے۔

انجیل کی جرمیون میں اشاعت

یہ کس قدر حیرت سے معلوم ہوگا کہ آئرش قلمی انجیلین پہلے پہل آئرلینڈ میں نہیں بلکہ سوٹ رزلینڈ اور جرمنی میں انجیل کے ابتدائی و غطا جرمنی میں آئرلینڈ کے باشندے تھے۔ چھوٹے اور ساتویں صدی عیسوی میں مجرور فقراے خائفہ نشینان آئرلینڈ کو مذہبی و غطا کرنے کا شوق ہوا۔ یہ واعظ خیال کرتے تھے کہ گویا اہل جرمنی باوازمند اور انکی جانب چلا رہے ہیں کہ مگر (مذہبی) روشنی پھونچاؤ۔ اور تاریکی سے نکالو۔ بعدہ ان واعظوں نے ایک ٹوٹے ہوئے کشتی پر جو چمڑے اور ٹہنیوں سے بنی ہوئی تھی سوار ہو کر دانڈے مار تے ہوئے یا خود ہوا سے ہتی ہوئی انگلنڈ پھونچی۔ وہ انگلنڈ سے کشتی پر سوار ہو کر دیا سے رائن اور رینلڈ وغیرہ سے ہوتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں لوگ بالکل بت پرست تھے۔ اور اس مقام پر یہ متقل سکونت اختیار کر کے سرگرم تعلیم و تفہیم ہوئے۔ سن ۵۹۷ء میں سنٹ کولمبس نامی ایک پادری

بادشاہ برگنڈی کے دربار میں حاضر ہوا۔ وہ آرٹسٹ سی انگر گزلیوں میں بہت
 اختیار کی اور برب وہاں سے ہی اخراج ہوا تو باہر واقع شمال اٹلی میں قیام کیا
 اس کے شاگرد سنٹ گال نے سوئٹزرلینڈ کے ایک جنگل میں بودو باسنس اختیار
 کی اس نے کانسیٹنس نامی تالاب واقع بری جزیرہ و غطا کرنا شروع کیا اور
 جب قدرت اس کو ملے تالاب میں پھینک دے۔ ایک دوسرا آرٹسٹ کا باشندہ
 جزیرہ سکلیجن واقع دریائے رائن میں مقیم ہوا۔ ایک دوسرے نے ایک غار میں
 رہنا اختیار کیا۔ اس کے سوا ایک اور فنکار نامی تھا جو کورنر گرافار کے
 بنیچیم لے گئے تھے وہ وہاں سے ہاگ کر دریائے رائن سے ہوتا ہوا مقام
 رہیاؤس میں پہنچا۔ جہاں بت پرستوں کو راہ خدا کی تعلیم دینے میں مشغول
 رہا۔ اسطرح فوٹین اور الٹن دو آئرش بھائی تھے جو دریائے سیور پر رہے
 لگے۔ کلین۔ کالین اور ٹامین نے مقام اورز برگ کو اپنا تعلیمی مرکز
 بنایا اور اسی مقام پر کلین شہید بھی ہوا۔ ایک شخص مسے فرجیدین اور آگے
 ملک پہنچا اور فرسی نے فرانسیسیوں میں بمقام لیگنی جو بیرس سے کسید تھا
 میں ہے و غطا کرنا شروع کیا۔

پس اس طرح سے ملک جرمنی اور فرانسیسی عیسوی مذہب کا گواہ

ہوا۔ سیکسن بت پرست تھے۔ تھے ہذا القیاس فریزی جو موجودہ ہالڈ پر قابض
ہیں بت پرست تھے۔

بعدہ سینٹ بونی فیس پینڈنٹن اور مگر کم آدمیوں کو ہمراہ لیکر براہ تری
پورٹس منہ سے جرمنی پہنچا۔ اوسے دیکھا کہ جرمنی میں بسقند عیسیت ہی وہ بت
اونے درجہ کی ہے۔ پس وہ رومیہ گیا تاکہ یوپ سے اختیار حاصل کر کے جرمنی
مگر جلد میں ادکام جاری کرے اب اختیار مل جانے اور تمام پینٹر کے اسباب
ہو جانے اور یوپ کو بنی فیس لینے نیکوکار کے لقب پانے پر وہ جرمنی واپس آیا
اور اپنے وطن انگلنڈ سے مددگار طلب کیے۔ چنانچہ بہت سے مرد و عورت پہنچے
اون لوگوں کو اسنے باجاء حسب موقع اصلاح و تلقین کی غرض سے مقرر کیا مقام
گیمار واقع ہسی میں ایک بڑا اور پُرانا بلوط کا درخت تھا جو ڈوئز دیو کے
نام سے مشہور تھا اور بت پرست اس درخت کی زیارت کرتے تھے۔ یہاں
کہ وہ انکے نو عیسائی ہی اس درخت کو مذہبی خوف سے دیکھتے تھے اور
وہ انکے باشت مذہب میں اس درخت کی نسبت عجیب و غریب قصہ مشہور
تھے اور اس درخت کی شاخوں کی حرکت سے جو آواز پیدا ہوتی تھی اس کے
سننے کے لیے لوگ جایا کرتے تھے۔ ایک روز جبکہ تقریب جشن ڈوئز مذکور
اس درخت کے نیچے بڑا ازدحام تھا۔ بونی فیس داغڈ بلا لحاظ مجمع اور
مسلم آدمیوں کے ایک تہرائتمہ میں ایسے ہوسے پہنچا اور ان بت پرستوں کے

بڑے مجمع کی پروانہ کر کے اس درخت کو تبر سے کاٹنا شروع کیا وہاں کے لوگ
یہ حال دیکھ کر بڑے اضطراب اور وحشت میں بہا گئے لگے اور یہ خیال کرتے
تھے کہ اس بے ادبی کی عوض عنقریب پاڑی پڑجلی گرگی اور اسکو جلا کر خاک
کر دے گی۔ جب تک درخت کٹ کر زمین گرا بونی فیس باز نہیں آیا جب وہ درخت
کٹ کر بڑے زور سے زمین پر گرا اسوقت بت پرستوں نے اپنے دیوتا کا صف
دیکھا اور بلوٹ کے گرتے ہی بتوں سے اونکا ایمان ہی پھر گیا۔

بونی فیس صرف و غطی کا پابند نہیں رہا اور سنے دیکھا کہ تا وقتیکہ
ہاں جرمن کو تعلیم تہذیب نہ ہوگی اسوقت تک وہ لوگ اچھے عیسائی نہ ہو سکیں گے
پس انہوں نے مدرسے اور خانقاہیں قائم کیں ملک (موجود زہا و خانقاہ نشین)
تعلیم دیتے تھے۔ یہ پادری نہ صرف کتاب پڑھاتے تھے بلکہ آب پاشی کرتے
درخت کاٹتے۔ زمین جوتے۔ تخم زیری کرتے۔ سیوہ دار و درخت لگاتے
اور مختلف تجارت کرتے تھے۔ جو لوگ عیسائی ہوتے جاتے تھے وہ پریسٹ
کے جوڑوں میں آباد ہوتے جاتے اسطرح سے رفتہ رفتہ یہ نوآبادیان
شہر کے برابر ہو گئیں۔ جب بونی فیس بوڑھا ہوا تو اسنے فریئرین بت پرستوں

ہارے داو علیہ السلام کو بھی جنوں نے دین برحق کے پہلے لے کر روانہ کی اچھوت ہیں
قدم پڑھانے کا ارادہ کیا ہے بڑے بڑے شکلات کا سامنا ہو گیا کہ سابق میں ہو چکا ہے
باوایان دین اور سران مذہب میں سے اسید کی جاتی ہے کہ راہ خدا میں ہر قسم کے کھٹکا
بطور تمام برداشت کریں گے اور اشاعت دین میں وہی تدابیر مدد بخشنے میں لائیں گے

میں انجیل کی سادی کرنی چاہی وہ بت پرست اوسے پر حملہ آور ہوئے اور
 ۵۵۰ عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔

مذہب رومن کیتھولک سے پروٹسٹنٹ مذہب کا اہونا
 دین عیسوی کے شیوع سے تمام یورپ میں مذہب کیتھولک نہایت قوت سے
 جاری رہا اور اس مذہب کے پیروا جنکو یوپ کہتے ہیں شاہانہ شان و شوکت
 سے مذہبی اور دنیوی حکومت کرتے رہے مگر سب سے پہلے جرمنی کے لوگ
 یوپوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ گئے تھے اور بادشاہ کی حکومت جو دنیوی حکومت
 سمجھی جاتی تھی بمقابلہ یوپوں کے مٹی جاتی رہی تھی رفتہ رفتہ یہاں تک کہ نوبت یہودی
 کہ دو دینے یوپ اور بادشاہ کی مشترک حکومتوں سے اہل جرمن تنگ آ گئے
 اور انواع اقسام کی ملکی اور تمدنی تکلیفیں اور جان و مال کا نقصان اٹھانا
 اور ذلیل غلامانہ حالت اٹھانے اور ہٹاتے بالآخر جرمنیوں کو معلوم ہوا کہ
 کہ یوپ ہی مایہ فساد اور قومی اتحاد کا دشمن ہے اور یوپ پر اس الزام

تقریباً نوٹ صفحہ ۲۵۔ جس میں ہارے سابقین کا سیاب ہو چکے ہیں۔ تمام یورپ میں
 قرآن کی سادی کرنیکے واسطے کہ ایک دو اعظا یا رہبر مذہب عیسائی ہیں بلکہ یسوعون نیراون سلمان راجھا
 میں مارک الوطن ہوا دین اور ہر ایک شہر میں اپنا قیام اور اپنی قبریں بنالین تب کہیں تکلیف کو فرم
 سے بدولیا ممکن ہوگا اسکا یہ خدا سے مدد مانگین اور یہ فقہ و دین زبان دول رکھین کہ السعنی دلا تمام
 من اللہ تعالیٰ۔

لگانے کا باعث یہ تھا کہ جب کوئی بادشاہ دعوے سلطنت بنیپس اور سکی
 کرتا۔ یا اپنے تئیں وارث تخت لہارڈی اور روسیہ ظاہر کرتا تو پوپ کو
 نہایت درجہ بے چینی ہوتی۔ کیونکہ اس کے قلب ملک پر علامہ اور وعیداران
 و فرمانروایان سلطنت کے بادشاہ جرمنی کی حکومت قائم ہونے کا اندیشہ ہوتا
 اس لیے پوپ بادشاہ کے اس واجبی ارادے سے ہر طرح مخالف و مفرح ہوتے
 وہ یہ نہیں چاہتے تھے کہ شہنشاہوں کے محکوم ہو کر رہیں بلکہ وہ ان کی
 پوری مخالفت پر تلے ہوئے تھے اور چونکہ جرمنی کی ریاستیں ایک دوسرے
 سے متفرق آباد تھیں جہاں ہر ایک شہزادہ خود مختاری کا دم بہرتا اور خود
 بہت سے بشپ اور ابٹ (مذہبی سردار) مختلف صوبوں کے حکمران تھے
 اس طرح کی دینی اور دنیوی حکومت کے مشترک ہونے سے عوام الناس
 سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ چارلس اعظم نے بعض آرج بشپ اور بشپ کو
 جو اعلیٰ درجے کے بارعب رہنا سے مذہب تھے بعض مقاموں کی حکومت
 اس غرض سے دے رکھی تھی کہ وہ بوقت ضرورت دوسرے چوٹے
 چوٹے باغی حکمرانوں کے مقابلے میں بادشاہ کی طرف سے سینہ سپر ہ سکیں
 مگر بجائے اسکے وہ لوگ بھی پوپ ہی کا دم بھرنے لگے چنانچہ بہت سے
 آرج بشپ اور بشپ اور دوسرے متوسط درجے کے مذہبی رہنما جنکو بعض
 مقامات کی مصلحتاً حکومت دیدی گئی تھی سب کے سب بادشاہ سے کوئی

واسطہ نہیں رکھتے تھے بلکہ بالکل خود مختار تھے ہاں توڑی سی متابعت برائے نام ضرورتی۔ ان طوائف الملوکی سے بادشاہت صرف بڑے لفظوں میں باقی رہ گئی تھی اور کچھ نہ تھا۔ اگرچہ اس وقت بھی برائے نام بادشاہ ریاستوں کا امیر تو تسلیم کیا جاتا تھا لیکن ماتحت ریاستیں خود مختاری کا علم بلند کیے ہوئے تھیں جس سے ناقابل برداشت حالت ہو رہی تھی۔ نہ انتظام تھا اور نہ قانون کی پابندی۔ آخو کار اہل جوہنی اس ناقابل برداشت تکلیف سے نجات پانے کی تدبیر سوچنے لگے۔ اور فوراً اس ملکی خرابی کو دور کرنے کا ارادہ مصمم کر لیا اور پوپ کی محافت اور فراحت کا آغاز کیا گیا۔ ارج پشپ اور ایباٹ (سرداران خانقاہ) جو پوپ کے طرفدار اور ہم آواز تھے ان کا یکبارگی خاتمہ کرنا چاہا۔

اس وقت اتفاقاً پوپ کو روپیہ کی اس قدر ضرورت پڑی تھی اور پوپ کا یہ قہر تھا کہ رومیہ میں سنٹ پیٹر کا گرجا ایسا عظیم الشان تعمیر کرے جو دنیا بھر کے تمام گرجاؤں سے زیادہ با شان و شوکت ہو اور تمام عیسائی دنیا کا یہی قبلہ تصور کیا جائے اور نئے انجمنی یعنی امرزشن نامہ فروخت کر کے

پوپ نے روپیہ وصول کرنے کا یہ نیا اور کار آمد ڈھنگ اختیار کیا تھا کہ حسب غنیت لوگوں سے روپیہ لیکر ان کے عقائد تمام عمر کے معافی کر دیا کرتے تھے اس معافی نامہ کو انجمنی کہتے تھے۔

روپیہ جمع کرنے کی کارروائی شروع کی۔ اور اپنے مخصوص و مقبر آدمیوں کو اس قسم کے امزشناسی و دیگر تمام عیسائی ملکوں میں فروخت کے لیے روانہ کیا۔ چنانچہ جرمنی میں بھی ایک پوپ کا سفیر سٹیرل نامی پہونچا جو کسی خانقاہ کا ایک گوشہ نشین عابد تھا۔ اس شخص نے یہاں بہت سے بخشش نامے فرست کیے اور اثنائے فروخت میں بے مہابا اور بے تکلف لوگوں کی جہالت اور ضعف اعتقادی سے کام نکالا۔ مگر اس سفیر کے بے تکلف اور ناجائز باتوں سے واقفکار اور راست خیال لوگوں کو سخت صدمہ پہونچا۔ اس موقع پر اس بات کا جاننا ضرور ہے کہ کیتھولک مذہب کے موافق جب کوئی شخص کسی فعلِ قبیح کا مرتکب ہو تو اسکے دوستیجے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ وہ خدا کی نظر میں گناہ گار ہوتا ہے۔ دوم شخص مرتکب کو کچھ نہ کچھ جسمانی تکلیف بھی دنیا میں ہو جاتی ہے۔ مثلاً۔ شراب پینے والا گناہ گار بھی ہوتا ہے اور جسمانی تکلیف لینے و درد وغیرہ میں بھی مبتلا ہوتا ہے پس کیتھولک مذہب کی یہ تعلیم تھی کہ تمام گناہوں کے ساتھ اذیتِ بدنی وابستہ ہے۔ اور اگر گناہ گار کا گناہ معاف بھی کر دیا جائے تو تکلیفِ جسمانی ضرور قائم رہے گی یا ہے وہ تکلیف حینِ حیات میں ہو یا بعد الموت۔ پوپ کی یہ رائے

کہ گناہ کی معافی تین طریقوں سے ہونا ممکن ہے۔ اول توبہ کرنا۔ دوسرا اقرار کرنا۔ تیسرا اصلاح کرنا۔ اگرچہ معصیت کی تلافی توبہ سے ہو سکتی ہے اور خدا کا گناہ معاف کر کے گنہگار کو اپنی مہربانی میں لے سکتا ہے مگر تب ہی تو شخص سزا سے بالکل مبرا نہیں ہو سکتا۔ پس پوچھو کہ وہ عوے تھا کہ وہ گنہگار نہ ہو کی سزاؤں کو جو لابدی ہے خود معاف کر سکتے ہیں اور یہ بخش نام نہ نہ اسی غرض سے نافذ ہوئے تھے۔ لیکن یہ بخش نامے بشر ایسا جند عطا کئے جاتے ہیں لیکن سچے دل سے توبہ کرنا۔ جسکی مکمل شرطیں انہیں کاغذ پر چپی ہوئی رہتی تھیں یا ہاتھ سے لکھی جاتی تھیں غرضکہ پوپ کی طرف سے ایسے عوے کے ساتھ بخش نامے جاری کرنا حیرت انگیز امر تھا۔

وٹن برگ کے ایک درویش خانقاہ نشین نے جسکا نام مارٹن لوتھر تھا اس نے آج بشپ نینر کو لکھا کہ بخش نامے فروخت ہونے سے جہولوں میں سخت نقصان پیدا ہوگا بعدہ اس نے ۹۵ دلیلین بخش نامے کے خلاف لکھ کر وٹن برگ سکے گرجے کے دروازے پر اوڑھ کر دیں اور یہ بیان کیا کہ یہ دلیلین برابر قائم رہیں گی۔

یہ آغاز اس بڑے جھگڑے کا تھا جس میں تمام مغربی عیسائی دنیا بہت جلد شامل ہو گئی۔ سین تک کچھ خاتمہ نہیں ہوا۔ لوتھر نے ایک نئی تعلیم جاری کی جو اپنی اشاعت میں ایسی ہی تیز رفتار تھی جیسے ڈنامٹ۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ عیسائی مذہب میں بہت بڑا اتفاق اور تفریق ہوئی اور مذہب گنہگار کو سوا پلٹنے کا پیداموگر پہلا زمانہ رہا۔ بخش نامے کے نام سے مشہور ہے۔

کیتو تک مذہب کی یہ تعلیم تھی کہ کسی شخص کے قطعی گناہوں سے اسی وقت معافی ہو سکتی ہے جبکہ وہ سچے دل سے توبہ کرے۔ (۲) اس طرح اقرار اور اعتراف ہو (۳) اور اصلاح اور تباہی مرتکبہ کا معاوضہ کرے۔ انسان کی گناہوں سے مخلصی باعث خوشنودی خالق ہے۔ پس انسان تمام عمر خدا پر ہر دم اور اس کی مہربانی پر اعتماد کر کے مخلصی کی فکر نہایت جانفشانی سے کرتا رہے۔ اور اصطلاح ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو انسان کو تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ اور یہ بھی چند شرطوں پر محمول ہے۔ اور نجات بھی تا وقتیکہ انتہائی استقلال نہ ہو کسی شخص کے لیے قطعی نہیں۔ پس ٹرٹن کو تہر جو ٹرا مضطرب الحال اور پر آرزو شخص تھا اور کبھی اس کو ان باتوں سے تسکین نہیں ہو سکتی تھی تا وقتیکہ اس کو معافی۔ مخلصی۔ اور نجات دوامی کا قطعی ہر دسا نہ ہو جائے۔ اور چونکہ وہ اپنی برہم فراہی سے خوب واقف تھا اس لیے اس کو گنہگار ٹرٹرنے اور بہشت سے محروم رہنے کا بڑا اندیشہ تھا پس وہ سخت مصیبت قلبی میں مبتلا تھا۔ لیکن ایک بارگی اور سکے دلیمن چند ایسے خیالات جدید جا لائے ہوئے جس سے اس کے اضطراب و مشکلات یکبارگی جاتی رہی وہ یہ بات سمجھ گیا کہ اگر کسی شخص کو ہر دسا ہو گیا کہ وہ

معاف کیا گیا۔ مخلصی دیکھی۔ اور نجات دہامی سے مالا مال کیا گیا اور سکا
 یہ خیال بجائے خود قطعی ہے۔ اور سنئے اس اطمینان بخش خیال کا نام ایمان
 رکھا۔ یعنی کسی شخص کے اپنے اچھے برے افعال کی پوری جانچ کا نام ایمان
 ہے۔ اور اس طرح غیر اطمینان نجات کو مستقل اور قطعی نجات اور رستے فیصلہ
 خود قرار دیا اور اس نے جان لیا کہ اپنے ایمان کے زور سے مخلصی ہوتی ہے
 اس میں نہ کسی شرط کی ضرورت اور نہ محرومی کا کوئی موقع باقی رہا۔ اس تعلیم
 کی بہت دور تک اشاعت اور بڑی خواہش مقبول عام ہوئی اس تعلیم
 کی رو سے اصطلاح اور مذہبی سرداروں کی ضرورت باقی نہیں رہتی کیونکہ مدد
 اور طالب ہند او کو درکار ہوتی ہے نہ کہ مستحکم اور مستقل آدمی کو۔ لہذا اگر
 اصطلاح اور سرداران مذہب کی ضرورت باقی نہ رہی تو بپ ہی بیکار ہے
 آخر کار جرنیوں کی نظروں میں بپ کا قیام فضول ٹھہرا۔ اور اس بات کا
 علم عموم بہت شک و شبہ کے ساتھ چرچا ہوا کہ آیا جرمنی میں بپ ضروری
 یا نہیں۔ جان وہ شاہانہ عیش و عشرت میں بسر اوقات کرتے اور مذہبی فرائض
 بجا آوری میں غفلت کرتے۔ یا اس میں نصیحت مذمت کو دوسروں کے سپرد
 کر دیتے ہیں۔ اگر ناظرین کو کبھی ملک واقعہ بالائے دریائے رائن میں
 اتفاق سفر ہوا ہو تو مینر کے عبادت خانہ کے سنجے تیسری شہرہ کے ستونوں
 پر تنوے کوچ بپوں کی یادگارین دکھائی دینگے۔ اونکی تصویریں اس طرح

بنی ہوئی ہیں کہ زرہ بکتر تو لباس ہے۔ ایک ہاتھ میں تلوار ہے دوسرے ہاتھ میں گلہ بالون کا ہتک اوسکے سر میں پر مجتہدانہ ٹوپی ہے جسکے گرد تاج ہی ہے اونیکے ان یادگار تصویروں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اوج بشپ کس قسم کے ہوتے تھے فی الحقیقت وہ پورے دنیا دی امرا کی سی زندگی بسر کرتے تھے۔ گھوڑوں پر سوار ہوتے زرہ بکتر استعمال کرتے اور از روئے مذہب صرف مجتہدانہ ٹوپی دیتے۔ جرمنیوں نے بشپوں کی یہ کیفیت دیکھ کر اونکو ایک ڈکھوسلا سمجھا اور کہا کہ یہ لوگ اپنے گلہ کی گلہ بانی نہیں کرتے بلکہ بشپ کے پردے میں بادشاہی کرتے ہیں اسوقت مذہبی تحالف بڑی ترقی پر تھا۔ پوپ لیو دہم نے سنہ ۱۵۲۰ء میں ایک بل یعنی فرمان نامہ لکھا جسکی رو سے تو تھہر کو خارج از مذہب کیا اور کہیو کہ مذہب سے بالکل جدا کر کے ملحد قرار دیا۔ اور تمام عیسائی ملکوں اور حکمرانوں کو اوسکے سایل سے مطلع کیا اور تاکید کی کہ اوسکو گرفتار کرنا اور اوسکی تعلیم کا اندازہ کرنا چاہیے۔ اسی سال دسمبر کے مہینہ میں بوقت صبح تو تر نے ڈنبرگ کے جنوبی پہاٹک پر لکڑیوں کا بہت ڈھیر کر کے پوپ کے اعلان کو علی الاعلان نذر شعلہ کر دیا اوسنے یہ کارروائی جذامی ہسپتال کے قریب کی تھی جہاں جذامیوں کے آلودہ اور ملوث چہرے جلانے جاتے تھے ایسے موقع پر پوپ کے اعلان جلانے کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کو زیادہ تر نفرت اور تحارت پوپ کے اعلان

کی ہودوسرے روز تو ترنے گرجا کے ممبر پر چڑھ کر بیان کیا۔ کہ جو اعلان کل جلا یا گیا وہ بہت خفیف بات تھی بہتر ہوتا اگر خود پوپ جلا کر خاکستر کیا جا یا کل حکومت رومیہ (مذمت پوپ) جلا دی جاتی۔

اس تملکہ کو موقوف کرنے کے لیے شہنشاہ چارلس نے غیم نے مختلف ریاستوں سے لوگوں کو دعوت دیکر مقام دورس میں جمع کیا۔ یہ عظیم الشان مجمع ۶ جنوری ۱۸۷۱ء کو ہوا۔ تو تر کو اس مجمع طلب کیا۔ ریاستوں کی جانب سے بڑی لمبی فہرستیں شکایتوں کی جو بہ مقابلہ پوپ تین پیش ہوئیں جنکی شنوائی اور تمیل کی شہنشاہ سے استدعا تھی۔ تو تر کا سفر دورس بہت فتمندانہ جلدوس کے ساتھ تھا جہاں پہونچتا ایک جم غفیر کیرتیا اور بڑے زور سے نوع خوشی بلند ہوتا۔ جب دورس پہونچا تو اوسکی سواری کے گرد بڑے نامی گراجی مغز دن کا جگٹھا ہو گیا جب وہ مجمع میں داخل ہوا تو اوسنے اپنی اسے واپس لینے سے بالکل انکار کیا۔ شہنشاہ چارلس نے دیکھا کہ بہت سے روسا و شاہرا دے خاصکر سیکسنی اور ہوگیز نامی روسا و دایان ملک تو تر کے طرفدار ہیں لہذا وہ مجبوراً تو تر کے خلاف کوئی اعلان اوسوقت تک جاری نہ کر سکا جب تک کہ وہ مجمع سے ہٹ کر جلا نہیں گیا۔ چونکہ چارلس نے تو تر سے پوری حفاظت کا وعدہ کر لیا تھا اسلئے پوپ چاپ خباہی کارٹو کی محافظت میں روانہ کر دیا۔ جیون ہی تو تر نے ان

افسر و نکر واپس کیا اور اسکی حفاظت کو چند دوسرے روپوش سوار پہنچائے جو اس کے
 دوست اور سرپرست والی یکنی کے بھیجے ہوئے تھے۔ ان مخالفوں نے تو تھر کو
 دارشن برگ قلعہ میں پہنچایا جہاں ۹ مہینہ تک ختمہ سہراوقات کی۔
 جب وہ یہاں اسطرح چپا ہوا تھا اور سکا ایک شگرد باغی لوگوں کو
 جہاز سیکر وشن برگ کے گرجے میں پہنچا جہاں ان باغیوں نے قدیم صلیب
 اور تھر کو پاش پاش کر دیا۔ ایسی کارروائیوں کو تھر کی خواہش اور پسندیدگی سے
 ہی انجام دیتے تھے اسلئے وہ اپنی خفیہ گاہ کو چھپ کر کیا رکھی وشن برگ پہنچا اور
 ان بد اخلاقیوں کا خاتمہ کیا۔

حسن

فوٹو گرافی

موجودہ زمانے میں اکثر احباب کی طبیعت کا رجحان فن تصویر کشی کے حاصل کرنیکی طرف پائا گیا۔ لہذا راقم اپنے تجربات کو جو اسکے متعلق تھے ایک رسالہ کے پیرایہ میں منسلک کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہے۔ اگر کہیں غلطی رہ جائے تو اسکی اصلاح فرمائی جاوے

زائمانہ سابق میں پلٹ یعنی آئینہ تصویر کشی کے تازہ تیار
Plate کے جاتے تھے اور انکا ڈیوی لاپ لینے ان تصاویر
Develop کے آئینہ پر مصالح ڈالکر نمودار کرنا اوسیرت ضرور
 سمجھا جاتا تھا اور ان کا موٹکی انجام دہی کے لیے
 ایک چوڑا ٹیبلٹ یا رول کا ہر ماحبین ڈالکر روشنی لگایا
 نمودار نہ ہوتی ہو ضرور تھا۔ مگر اب ڈرائی پلیٹ
Dry Plate یعنی مصالحہ کے خشک آئینہ ولایت سے ایسے تیار
 ہو کر آئے ہیں جسے تصویر کا لینا جو رجھا آسان ہو
 اوسکونہ ڈیر سے کئی ضرورت بھی نہ تازہ پلیٹ بنانے کی
 اسیرین تک نہیں کہ زائمانہ سابق میں لوگ جو اسکا

بہت کم کر گئے تھے۔ انکو اس میں برابر ہادقتیں پیدا
 ہوتی تھیں۔ اور جب سے کہ خشک پیٹ آئے لگے
 برابر ہاتھوں نے اس فن کے حاصل کرنے کا شوق کیا
 ہے اور انکو برابر کامیابی ہو رہی ہے۔ اس میں تین
 ترکیبیں ہیں۔ بعض صاحب تو تصویر لیکر اسکو ایک ایسے
 صندوق میں جس میں روشنی نجا سکے تصویر کو بند کر کے پیشہ
 تصویر کش پاس روانہ کرتے ہیں۔ اور بعض صاحب تو
 اس خشک آمینہ سے تصویر لیکر آمینہ پر دو اوٹا لکڑیاں
 کے چیلے پیشہ در تصویر کش کے پاس روانہ کر دیتے
 ہیں اور بعض توفیق حضرات ایسے ہیں کہ کل تصویر کشی
 کا کام خود ہی انجام دیتے ہیں۔ لہذا میں اس فن کے
 رسالہ کو چند فصلوں پر تقسیم کرتا ہوں اور میں سادگی
 تصویر کشی کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس کو آخر
 فصل میں تفصیل کے ساتھ بیان کر دوں گا۔

فصل اول

(گہ نکس کا جانا)

یہ دو قسم کے ہوتے ہیں بعض آ لے تو ایسے ہیں کہ صندوق میں بند رہتے ہیں۔ اور بعض آ لے خود صندوق نہا ہن۔ جو آ لے کہ صندوق نہا ہن ہن اونسکے جانے میں کسٹر علی وقت واقع نہیں ہتی یعنی صندوق کو اوٹھا کر تپائی یعنی سہ پایہ پر رکھ دیا جاتا ہے اور جہلوت کہ صندوق کے نیچے گرفت کیلئے بنا رہتا ہے وہ پیر دیتے ہن۔ اور جو آلہ کہ صندوق کے اندر رکھا جاتا ہے اوسکے بازو کے لمبوت کو بکر بڑا کرتے ہن اور پھر تپائی پر جا کر نیچے کا لمبوت پھیرتے ہن۔ سوا سے ان دو کیا مروں کے ایک حال میں نیا کیمرا ایجاد ہوا ہے جسکا نام کو دیکھ کر کیمرا ہے اور یہ ایسی مین ٹریجیچر انڈسٹریس کی دو کالونج

ہدست ہوتا ہے۔ اس کیمز مین ساٹھ پلیٹ جمی ہو رہتے ہیں۔ اور اس کیمز سے فوکس کے لینے مین کسی قسم کی محنت نہیں ہوتی اور آسانی یہ ہے کہ کیمز ایک چوڑے سے پاؤگز پلےز کے صندوق مین بند رہتا ہے اور ایک گٹر مین ۶۰ تصویریں اس کیمز سے آسانی کے ساتھ کھینچی جاسکتی ہیں گو اسکا ڈیولپا وغیرہ کس قدر مشکل ہے لیکن لازماً دین ویل وغیرہ فوٹو گرامر اس کام کو انجام دیکر رہے ہیں۔

Develop

فصل دوم

(تصویر کشی کا مقام اور وقت)
تصویر کشی کے لیے مقام اچھا تجویز کرنا چاہئے جو لوگ کہ اسکا پیشہ کرتے ہیں اور شہر مین وہ اس کام کے لیے اپنے مکان مین ایک کمرہ آمینہ کا بناتے ہیں اور اسی مین نیلے رنگ اور سفید رنگ کے ملل کے پردے دھوپ کی آڑ کے لئے لگاتے ہیں کیونکہ

جب تک روشنی بند ہی ہوتی تصویر کھجوانے والی کی
چہرے پر نہ پڑی گی اور اس کا عکس برابر نہ اترے گا
بعض کم معمول تصویر کش بانس کے ٹٹون کے مکان
تیار کرنے پر دے لگاتے ہیں۔ اگر کسی مکان یا کسی
ہیٹ یا کسی دوسرے مقام کی تصویر یعنی منظور ہو تو
ایسی حالت میں تصویر یعنی چاہے کہ آفتاب نہ تو ہے
ہو اور نہ نشت پر کھینچنے والے کے ہو بلکہ دائیں یا بائیں
طرف ہو اگر کسی شخص کے مکان میں جا کر اس کی تصویر
لینے عکس کا لینا منظور ہو تو ہمیشہ آفتاب کا رخ چھوڑ
جائے اور جس جانب میں کہ زیادہ سایہ ہو وہ جگہ
تصویر اڑھانے کے لیے پسند کیا وے مگر صورت کو
ضرور ہے کہ صبح کے وقت یا بجے سے ایک اگر
تصویر لی جائے تو تصویر کھجوانے والی کی نشت شرق
کی جانب اور نہ اور اس کا مغرب چھم کی طرف رکھو
بشرطیکہ مکان جس کے مقابل میں تصویر کھینچی جاوے
استقرار بلند ہو کہ اس کے سامنے آہرہ سکے آفتاب
یکے شعاعیں ہمیش کے منہ پر گرنے نہ گزرنے پڑے

hens

آسمانی روشنی بچانے کے لیے ایک چھتری آگ پر لگا
 واجب ہے اور اگر شام میں ۴ بجے سے ۶ بجے
 تک تصویر کا لینا منظور ہو تو اس کے خلاف لینے
 پشت مغرب کی طرف اور منہ پورب کی جانب رکھ کر
 تصویر کشی کے وقت کے لیے اکثر مہر یہ بتلاتے
 ہیں کہ صبح کا وقت نہایت عمدہ ہے اور شام کی وقت
 اگر ایسی ہی ضرورت واقع ہو تو تصویر لیجائے اور
 اگر تمام روز ابر گھٹا رہے اور وہ ابر سفید ہو تو ایسی
 حالت میں ۱۲ بجے ہی تصویر لیجائے تو کوئی تباہی
 مانع نہ ہوگی اور صبح کا وقت اسلئے بہتر سمجھا گیا ہے
 کہ اس وقت خشکی اور روشنی بھی تیز رہتی ہے بعض
 تصویر کش شب کے وقت برقی روشنی میں بھی تصویر
 سیتے ہیں۔

فصل سوم

(فکس لینے کے طریقہ کا بیان)

یہ ایک شکل بات ہے تصویر کی عکاسی کا دار و مدار

Focus. فوکس پر رکھا گیا ہے۔ اگر فوکس خراب قائم کیا جائے نہ تصویر اچھی اڑھتی ہے اور نہ اسکو مصور کسی مصالح سے درست کر سکتا ہے۔ اس کام کو نہایت تہیاری اور احتیاط سے کرنا چاہئے اور اس میں کیقدر جلدی

Camera نہ ہونی چاہئے جب فصل اول اولاً تپائی پر کیمرا یعنی آلہ تصویر کشی کا جانا چاہئے جسکی تصویر یعنی منظر ہو جس کا منہ اوسکی جانب کرنا چاہئے۔ سیاہ کپڑا جو علاحدہ اڑھتا ہے اپنے سر اور کیمرا پر ڈالکر لئیس کا منہ جو ایک ٹوپی سے بندرہتا ہے کھول دینا چاہئے۔ اب

Focus Screen فوکس اسکرین لیئے اونڈ ہائیشم جو کیمرا کی پشت پر لگا ہوا ہے دیکھنا چاہئے اس پر شبیہ اوٹھی دکھائی دے گی اور ایک چم کے آگے پیچھے کھانسی تصویر اس آئینہ پر نمودار ہوگی جب شبیہ بالکل صاف دکھائی دینے لگے گی لئیس کا منہ بند کر دیا جائے۔ اور نیچے کا پیچ مضبوطی کے لئے کھادیا جائے۔

فصل چہارم

(تصویر کا لینا)

تصویر لینے کے واسطے آئینہ کا ڈارک سلائیڈ مین *Dark slide* رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ اس کے رکھنے کے دو طریقہ ہیں۔ ایک طریقہ تو وہ ہے کہ کالر ڈیس مین یا یہ کہ بے روشنی کے حجرے مین ڈارک سلائیڈ مین آئینہ رکھا جاتا ہے اور دوسرا طریقہ وہ ہے کہ کلبس کے اندر ڈارک سلائیڈ مین آئینہ رکھا جاتا ہے۔ اس

انتظام سے غرض یہ ہے کہ وہ جو ڈرائی پلیٹ یعنی *Dry Plate* سیکھے مصاحفہ کے آئینہ مین اوکونز اندر روشنی کسی قسم کی نہ لگنے پائے۔ اگر حجرے مین روشنی کرنی منظور ہو اس کام کے واسطے سبز رنگ کے آئینہ کی لائٹن کے اندر لمپ یا موم تہ کی روشنی درکار ہوگی ڈرائی پلیٹ کو سلائیڈ مین رکھتے وقت اس امر کا لحاظ ضرور ہے کہ جطرف مصاحفہ

لگا ہوا ہے وہ نیچے رہے اور پشت جبکی جگہ
 زیادہ ہوتی ہے اوپر کی طرف رہے ڈارک اینڈ
 Camera کو سیاہ کیٹری سے آئینہ لڑکھٹے تک بعد اوس میں پیکر کیمرہ
 کے نزدیک لانا چاہئے اور جو فوکس لیا ہوا ہے
 Focus Screen اوسکو مکرر دیکھ لینا چاہئے۔ فوکس اسکرین یعنی
 اوڈے شیشہ کو کیا مرا سے علیحدہ کر کے اوسکی
 جگہ یہ ڈارک اسلاٹ جا دینا چاہئے اور سنہ یعنی
 اینس پر ٹوپی لگا دینا چاہئے۔ بعد ازاں وہ
 کاسہ یعنی دوسری طرف کا ڈکھن جو کہ اوپر کیٹری
 یا بازو میں کھینچنے سے نکل آتا ہے کھینچا چاہئے
 Ready جو وقت کہ تصویر یعنی منظور ہو لفظ تیار یا ریڈی
 پکار دینا چاہئے تاکہ جبکی تصویر اترتی ہے وہ
 بے حس و حرکت بیٹھ جائے اور اپنی جگہ ہر شیا
 Lens ہوجائے اسکے بعد اینس پر سی ٹوپی بہت آہستگی
 سے ایک بازو کر لینا چاہئے۔ یہ اور تجربہ سے

دیکھا گیا ہے کہ جب عکس لیا جاتا ہے اور سین وقت
کا متور کرنا ہر شخص تجربہ سے حاصل کرتا ہے چونکہ یہ امر
روشنی کی تیزی اور تیزاب کے شیشہ کی طاقت اور
سینس کی خوبی پر منحصر ہے۔ مگر تجربہ سے یہ دیکھا گیا ہے
کہ ایک سکند سے دس سکند میں تصویر اوشتی ہے۔
اگر عمدہ سامان اور عمدہ روشنی رہے تو ایک سکند
میں تصویر اوشتی ہے اور اگر سامان کچھ خراب رہا
یا روشنی خراب رہی تو دیر میں

فصل پنجم

(ظہور تصویر)

جب کہ ڈارک اسلٹ بعد ان فرائع تصویر کیمہ سے
عکس لیا جائے تو سیاہ کیمہ پر ڈارک روم *Dark Room*
میں لیجانا چاہئے اور وہاں بعد دروازہ بند
کر دینے اور پردہ چھڑو دینے کے ڈارک اسلٹ
سے باہر نکال کر جو تصویر کہ آئینہ ہر او سکوا دلا

پانی میں ڈالنا چاہیے جو کہ اس کام کے لیے ایک صاف چینی کے برتن میں تیار رہتا ہے یہ عمل اول ہے۔ اسموتھ پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ آئینہ ولایت سے مختلف لوگوں مثل الغورڈ وغیرہ کے تیار کئے ہوئے آتے ہیں اور اسکے ڈیوی لاپنگ کے تختہ چمکا دے۔
 ہی ملحدہ ہین اور ڈیوی لاپنگ سولیشن بمبئی کے کسٹرن کے پاس ملتا ہے وہاں سے طلب کر کے استعمال کرنا چاہئے در نہ مکان پر حسب ذیل سولیشن رابر وزن کر کے بنانا چاہئے۔

(نمبر اول)

Stock solution

Pyrogalllic acid

Ammonium
Bromide

۱۔ اونش

۶۰۰ گریں

۶۔ اونش

اسٹاک سولوشن

پیروگیا لک اسڈ

امونیم برومائیڈ

بقیہ آب بقدر

جب یہ سلوشن تیار ہو جائے اور س وقت

Pure Nitric acid

۲۰ منٹ پور ٹھہرک اسڈ ملانا چاہئے۔
 واضح ہو کہ یہ سولوشن ایک عرصے تک کارآمد ہو سکتا ہے۔

(نمبر دوم)

*Strongest Ligator**Ammonia* عمدہ ترین لکڑی آمونیا جسکی قوت ۵۰۰ سے کم نہ ہو ۳۰ ڈرام

آب : ایک پائینٹ pint

اس سلوشن کو ایک کاسخ کی شیشی میں کارک سے بند کر کے رکھنا چاہئے تو کچھ عرصے تک یہ سلوشن کام دیتا ہے
(نمبر سوم)

سلوشن نمبر (۱) اولس

آب ۱۹- اولس

یہ سلوشن چند گھنٹے تک کارآمد رہے گا۔

Develop واضح ہو کہ ڈیکلومی لاپ کرنے کے لیے سلوشن نمبر ۲۲
ہموزن لیا جائے۔

اگر آئینہ پر طور تصویر کا اثر زیادہ ہو گیا ہو تو رکابی

سے آئینہ فوراً نکال کر ایک یا دو دفعہ سلوشن نمبر ۳

اوپر ڈالو جو سلوشن آئینہ پر سے بہ کر رکابی میں گرے

وہیں گرنے دو اس عمل کے بعد جب آئینہ کو رکابی

مین رکھو تو زیادتی کا اثر جاتا رہے گا۔

جب سلوشن ڈالنے سے تصویر ۳ حصہ نمودار ہو جائے
اوس وقت سلوشن نمبر ۲۔ اگر ڈالو گے تو جلد نمودار
ہوگی۔ پشکری کے پانی میں آئینہ کا ڈالنا فلنگ کے

Fixing

اول و بعد ضرور ہے لیکن فلنگ سلوشن میں کبھی
پشکری یا دوسری چیز نہ ملائی جائے۔

اور عموماً تو بعد عمل اول کے یہ عمل کیا جاتا ہے کہ
نشیہ کو ایک چینی کی رکابی میں رکھ کر تیزاب ذیل
جو سابق سے بنا ہوا ہے ڈالنا چاہئے۔

(نسخہ)

Citric acid آدھا ڈرام

(۱) شکر اسٹ

Pyrogalllic acid ۳ ڈرام

پیرو گالیک اسٹ

۱۲ ادس

آب مقطر

Pre solution

نسخہ مندرجہ بالا کو پیرو سلوشن کہتے ہیں اور
یہ سب سے پہلے نشیہ بعد پانی ڈالنے کے ڈالا جاتا ہے

Ammonium ۳ ڈرام
 R. Romide
 Liqueur Ammonia ۴ ڈرام

۱۲ - اولس

امونیم پرومائیڈ

لیکچر امونیا

اب مقطر

یہ نسخہ دوم ہے جبکہ امونیا سلوشن کہتے ہیں یہ نمبر
 دوم کا جو بعد پیر سلوشن کے ڈالا جاتا ہے یہ دونوں
 سلوشن بوزن ایک ایک ڈرام نمبر (۱ و ۲) اول
 و دوم اوسمین ۲ - اولس پانی ڈالکر گلاس میں
 ملا کر شیشہ پر ڈالنا چاہئے مگر اولاً آدھے سے زیادہ
 اسطرح ڈالنا چاہئے کہ کل سطح پر یکساں رہے ورنہ
 داغ پڑنے کا خوف ہے بعد ازاں رکابی کو آہستہ
 آہستہ ہلانا تاکہ تیزاب شیشہ پر اوپر اودھر پھیرتا رہے
 قریب منٹ یا آدھ منٹ کے شیشہ پر تصویر نمایاں ہوگی
 اور سیاہ ہو جانا شروع ہو جائیگی جب کچھ سیاہ
 ہو جائے رکابی میں اوس شیشہ کو نکالکر سرخ
 روشنی کہ اوس حجرے میں رکھی جاتی ہے اوسکی
 طرف شیشہ کی پشت کر کے دیکھنا چاہئے اگر تصویر
 درست دکھائی نہ دے تو تھوڑی دیر کے واسطے

Plate

اوسى تيزاب مين ڈال ديا چاہئے۔ جب تصوير
بالکل صاف نظر آئے اور پيلامين زيادہ نظر
نہ آوے فوراً نکالنا چاہئے بعد اوس کے
اس پلیٹ سے شیشہ کو باہر نکال کر پانی ٹوٹی
کی دھار سے جھٹک کر شیشے مين مصالحہ لگا دیا
ڈالنا چاہئے۔ جب اس سے فراغت ہو جائے
دوسری رکابی مين جہين پشکری کا پانی تیار ہے
ڈالنا چاہئے جو حسب ذیل مرکب ہوتا ہے۔
پشکری سائیدہ دو چٹانک۔ آب ایک کٹار
ان دونوں کو ملانے سے پشکری کا تیزاب تیار
ہوتا ہے جب شیشہ اس تیزاب کی رکابی سے
قریباً ۵ منٹ کے بعد دور کیا جائے تو فوراً
شیشہ کو پانی سے صاف کرنا چاہئے۔ اب شیشہ
کو تیسری رکابی مين جہين ہائیڈروسلوشن بنا ہوا ہوتا ہے
تیار رہے ڈالنا چاہئے اس قدر ڈالا جائے

کہ وہ شیشہ ڈوب جائے اس تیزاب میں ڈالنے
 سے شیشے کی پشت کی سفیدی یعنی پیلاہن کٹ
 جا گیا اور جب پشت بالکل سیاہ ہو جائے تو
 شیشہ نکال لیا جائے اور اس شیشہ کو ہاتھ میں
 لیکر ہ منٹ تک برابر پانی کی دھار اور سپر جوڑی
 چاہئے بعد ازاں اس شیشہ کو صاف پانی میں
 چند عرصے تک ڈوبا ہوا رہنے دینا چاہئے بعد ازاں
 نکال کر دھو کر خشک ہونے کے لیے جہاں پر گرد و غبار
 نہ ہو کسی چیز کے سہارے سے کھڑا کر دینا چاہئے
 جب بخوبی خشک ہو جائے اور سپر روغن لینے وارنش
 ڈالنا چاہئے تاکہ چاہنے میں خراب نہ ٹھہلے یا نہ
 وارنش ڈالنے کا یہ طریقہ ہے کہ اول آئینہ کو
 صاف کوئلہ کی آگ پر استعد گرم کرنا چاہئے کہ ہاتھ
 برداشت کر سکے بعد اسکے آئینہ کو بائیں ہاتھ
 میں پکڑ کر داہنے ہاتھ میں شیشہ وارنش کے
 آئینہ کے درمیان استعد وارنش ڈالا جاوے
 کہ وہ کل آئینہ پر پھیلنے کے لیے کافی ہو اوسکو

آہستہ سے آئینہ پر پھیلاتے ہوئے ایک کونہ پر لاکر
باقی کو شیشہ میں لینا چاہئے آئینہ کو جوار حرکت
دینا چاہئے تاکہ وارنش کے خط نہ ہونے پاوین
اسکام کے لیے شوق ورکار ہے کسی پیشہ ور معور
کو اسکام کے کرتے وقت دیکھنا ضروری ہے۔

فصل ششم

(کاغذ پر تصویر کا چا پنا)

Duplicate کاغذ پر تصویر کا چا پنا بہ مقابلہ شیشہ ڈیوپلیکٹ
کرنے کے نہایت آسان ہے اس کے واسطے چاندی
کا تیزاب چڑھا ہوا کاغذ جس کے بنانے کی ترکیب
نیچے لکھی جاتی ہے ورکار ہوتا ہے اور اس کو
Albumenated paper انگیزی مین الیومینا تریڈ پیپر کہتے ہیں۔ اول تو
کاغذ کے ٹکڑے شیشہ کرنا پ کے کاٹنا چاہئیں۔

اونکو روشنی سے بچانا چاہئے اور ایک کاغذ کے
 اکس میں رکھ کر اسکو سیاہ کپڑے سے لپیٹ دو۔
 جب تصویر کاغذ پر بالکل سوکھ جاوے تو اسکو
 پرٹنگ فریم میں رکھو اور اس کے مصالحہ کے سطح کے *Printing frame*
 اوپر اور اس کے اوپر اس کاغذ میں سے ایک ٹکڑا لیکر
 جسکو چھیدار سطح شیشہ کے مصالحہ کی طرف ہونی چاہئے۔ لیکو
 اس کے اوپر چار پانچ تہ سیاہی چٹ کاغذ لگا دو
 تاکہ کاغذ شیشہ پر ہموار ہو کر لگ جائے۔ اب چوکٹہ
 کو باہر لاکر رکھ دو۔ جب شیشہ پر روشنی پڑے
 تو اندر کے کاغذ پر عکس آنا شروع ہو جاوے گا
 چوکٹہ کو ایک دو مرتبہ کو لکرا امتحان کر لینا چاہئے
 تاکہ کاغذ پر تصویر زیادہ سیاہ نہ ہو جائے اور
 اسکی ترکیب یہ ہے کہ چوکٹہ کی آدھی طرف کے
 ڈھکن کو کھول کر آدھی تصویر ایک مرتبہ اور اوپر
 آدھی تصویر دوسری مرتبہ دیکھ لینی چاہئے اگر کافی
 سے سیاہی نہ آئی ہو تو پھر بند کر کے دہوپین

رکھ دو۔ اگر آئینہ ہلکا یعنی گہری سیاہی نہ ہو
تو اس کو سیاہی میں رکھ کر چاہنا واجب ہے ورنہ
تصویر زیادہ سیاہ ہو جائیگی۔ اسبطرہ جقدر
تصویریں چاہنی منظور ہوں چاہ پ کر اسی کاغذ
کے کبس میں بند کر کے رکھ دو۔ جب دس پندرہ
تصویریں چمک پتیار ہو جاوےں ایک بڑی رکابی
میں صاف پانی بھر کر ان تصویر ونگو اس کے
سطح پر ادٹا دینا چاہئے اور ہاتھ سے تھپ تھپانا
چاہئے کل پانی سفید رنگ کا ہو جائے گا اس
پانی کو کئی مرتبہ بدلنا چاہئے جب بالکل سفیدی

مکمل جاوے تو تصویر ونگو ٹوننگ سولیوشن میں
ڈالنا چاہئے۔ اس سولیوشن بنانے کے لیے
یہ نسخہ ہے۔

(نسخہ ٹوننگ سولیوشن)

کلورائیڈ آف گولڈ ۵ ڈرام یعنی ۵ گرام
Chloride of gold

۲۔ ڈرام
Acetate of Soda

۱۵۔ انوس

اسٹ آف سوڈا

اب مقطر

اسکو ایک روز پیشتر استعمال کے بنانا چاہئے اور کام
بدرجائے کے بعد ٹینے میں بھر کر آئندہ استعمال کے
لیے رکھ دینا واجب ہے جب ضرورت ہو تو صرف

Chloride of Gold.

سونسے کا تیزاب یعنی کلور اید ان گولڈ بمقدار
تصویر دکنے ملا کر کام لانا چاہئے ایک تختہ کاغذ

Gold Solution

کے لیے ایک گرین گولڈ سولوشن کافی ہوتا ہے

تصویریں جب وقت دھو کر پانی سے نکالی جاتی ہیں
اور وقت سے رخ رنگ کی ہوتی ہیں اور ٹوننگ سلوشن
میں ڈالنے سے سیاہی شروع ہو جاتی ہے
جب تصویریں جاسنی رنگ پر آجاوین تو اون کو

مکال ہو اور پھر کئی مرتبہ پانی سے دھونا چاہئے

Toning Solution

تاکہ ٹوننگ سولوشن کا اثر جاتا رہے اس کے

Fixing Solution

بعد ایک رکابی میں فلکسنگ سولوشن بھر کر

تصویر دنگواو سین ڈالو اور قریب پندرہ منٹ کے
اوسین پڑا رہنے دو اور ہلانے رہو تاکہ علیحدہ ہو

رہیں اور مصالح کا اثر سب پر برابر ہو جیت۔
بالکل صاف نظر آنے لگیں تب اونکو باہر نکال کر
خوب بھی طرح پانی میں دھونا چاہئے اور ایک
دوسری رکابی میں صاف پانی بہر کر رات بھر آئین
پڑا رہنے دو صبح کے وقت پانی سے نکال کر سفید
سیاہی چٹ کاغذ میں داب کر خشک کر لو اگر تصویر
پر ہائی لیفے فلکس سولیوشن کا ذرا بی اثر باقی
رہ جاوے گا تو خشک ہونے کے دو ایک روز بعد
پیلی ٹر جاوین گی۔

فکسنگ سولیوشن بنانے کی ترکیب
Fixing solution
۴ انس H_2SO_4 ۲۰ انس
۲۰ انس $\text{Na}_2\text{S}_2\text{O}_3$ ۲۰ انس
آب

اسکو کام میں لا کر پیکد بنایا جائے مہر وقت تازہ بنانا
چاہئے اب ان تصویروں کو چھوڑ کر کائیکارڈ پر چھپانے
کر لیا جائے۔ تصویریں چھپانے کے واسطے
اراروٹ استعمال کرنا چاہئے۔

فصل ہفتم

(آلات و تیزاب جو کہ تصویر کھینچنے میں درکار ہوں گے)

Camera, lens + tripod	(۱) کیمرا منس و تپائی
Calico	(۲) سیاہ کالیگونو کس لینے کے واسطے ۷ درجہ
	(۳) بوتل خمد شیشہ و آب کے ۴ عدد
	(۴) ایضاً کھان ۴ عدد
	(۵) تانبے کا گلاس چار اونس کا ۱ عدد
	(۶) ایک اونس کا ۱ عدد
Printing frame	(۷) پرنٹنگ فریم یک
	(۸) رکابے خورد ۱ عدد
	(۹) ایضاً کھان ۲ عدد
	(۱۰) سرخ شیشے کی لائین یک
Dry plate	(۱۱) ڈرائی پلیٹ یک ڈر
Albumenized paper	(۱۲) البومنائزڈ پیپر ۳ تکتہ
Nitrate of silver	(۱۳) نائٹریٹ آف تسور یک اونس کا

822 rev

اعدد	(۱۳) ۱۳ سببے کا گلاس دو اولس
اعدد	(۱۵) ریلو اس
<i>Pyrogallie acid</i>	(۱۶) ہارڈ گلیک اسٹ
<i>Citric acid</i>	(۱۷) مشرک اسٹ
<i>Hypo sulphate of Soda</i>	(۱۸) ہائپوسلفٹ آف سوڈا
	(۱۹) آب مقطر
<i>Ammonium B romide</i>	(۲۰) امونیم بروائیڈ
<i>Liquor ammonia</i>	(۲۱) لیکر امونیا
<i>Chloride of gold</i> ۱۵-گرین	(۲۲) کلورائیڈ آف گولڈ
<i>Acetate of Soda</i>	(۲۳) اسیٹٹ آف سوڈا
اعدد	(۲۴) ترازو معہ اوزان انگریزی
تختہ ۱۲	(۲۵) سیاہی چٹ کاغذ
<i>Card</i>	(۲۶) کارڈ تصویر چاہنے کے واسطے
<i>Letter paper</i>	(۲۷) نشیہ کے کیپ معہ قلم پیچ
	عربا تصویر کھینچنے کے نشیہ مفصلہ ذیل نام کے ہوتے ہیں۔
<i>Cart de maitre</i> کارڈی دو شیشے	۱۲ تختہ + ۳

Cabinet	کابینہ	۶	۱	۲	۳
	عمار قون اور دیواروں کے	۷	۱	۵	۰
Full plate	فل پلیٹ یعنی پورے ٹاپ کی	۸	۱	۶	۱
(۱۶ + ۱۶) (۱۵ + ۱۶) (۱۰ + ۸)					
(۲۳ + ۳۰) وغیرہ وغیرہ -					

Albuminised Solution چھانے کا کاغذ جسکو انگریزے میں البومینائزڈ پیپر کہتے ہیں اس کے اوپر چاندی کا سلوشن لگایا جاتا ہے اور اس کے بنانے کی ترکیب -

Nitrate of silver نیٹرٹ آف سلور
اب مقطر ۳۰-اونس
Grain ۶۰ گرین فی اونس آب مقطر اسکو
Dish ایک آئینہ کے ڈش لینے رکابی میں چھانکر اس کے
اور پر کاغذ گذر کر ہالا کو جطرف انڈے کی سفیدی
کا روغن رہتا ہے۔ سلوشن آہستہ ڈالنا چاہئے

اور اوستے کو نو نیپرا دیکھو کہ اٹھارے سے
 ایک منٹ تک دبائے رہنا چاہئے تاکہ لڑکے
 گول نہ ہو ورنہ بعد میں وہ خور پانی کے اثر
 سے سیدھا پیل جادو سے گھبرا جائے گا
 تک موافق ہو کر دیکھو کہ سلسلہ میں
 چاہئے اس عرصے میں ایک کونا اوٹھا کر دیکھنا چاہئے
 کہ بلبہ تو نہیں آگیا اگر آیا تو اسکو ہونک کر مٹا دینا
 چاہئے بعد ازاں کاغذ کو آہستہ سرکابی کے
 کنارے کے سہارے سے باہر کھینچ لینا چاہئے
 پھر اسکو سیاہی چٹ کاغذ کے اندر دبا کر غمی کو
 نکالنا چاہئے اور ایک چٹ لکڑی کا جو کہ ایک
 رسی میں لٹکا رہا ہے اس میں کنا رے پر لگانا
 چاہئے جب اچھی طرح سے سوکھ جادو اسکو
 کاٹ کر حسب ضرورت کام میں لایا جادو ہے۔

ما قسم
 راجہ مرلی منوہر

ہم کو مسیح سے محبت رکھنا اس وجہ سے واجب نہیں ہے کہ اُس نے اپنی زندگی ہماری بہتری میں صرف کی بلکہ اس لئے واجب ہو کہ ہمارے لئے اپنی جان قربان کر ڈالی۔

علامہ ان صریح اعتراضوں کے جوہر ایک ایسی تعلیم کی رو سے جو کسی قسم کی معقولیت کا دعویٰ کرتی ہو اس خونی قربانی کے نسبت جو ایک رحیم و رحمان خدا کے لئے عمل میں اسے عاید ہو سکتے ہیں خود اس قربانی کے خیال میں اس کی ایک ایسی تردید موجود ہے کہ جس کو رفع کرنا ناممکن ہو کیونکہ انسان کو زندگی بہت پیاری ہے اور خواہ اس کو کیسا ہی قوی اعتقاد معا د کے نسبت کیوں نہ ہو تو بھی بنی نوع انسان کے کسی بھلائی کے کام میں اپنی جان قربان کر ڈالنا ہمیشہ ایک نہایت ہی قابل احترام اور ولیوں کا کام سمجھا گیا ہے اور بیشک ایسا ہی سمجھا جانے کے لائق ہے پس اگر مسیح فی الحقیقت خدا تھا اور وہ اس بات کو جانتا تھا جو اس نے ہم کو سکھائی ہے تو اس کا اپنی جان دینا ہرگز قربانی نہیں کہا جاسکتا بلکہ صرف یہہ کہا جاسکتا ہے کہ یہہ ایک تکلیف دہ کام کا انجام بخیر تھا اور ایک اوی آسمانی حالت کی طرف بازگشت تھی جس سے اس نے منزل کیا تھا۔

الفرض پر ٹسٹنگ لوگوں کے گواہ اپنے مذہب کے زیادہ دلچسپ توہمات کی اصلاح کی مگر ان عجیب و غریب اور ناقابل فہم بلکہ ناقابل

قبول مذہبی مسئلوں کو باقی رکھ لیا جو اخیر زمانہ کے یونانیوں کے
 خراب شدہ باریک ذہنوں کا ایجاد ہیں ہم چاہتے ہیں کہ وہ لوگ
 جو ہمارے مذہب میں آئیں اس عجیب و غریب مسئلہ کو نہ صرف عیسیت
 کا ضمیمہ سمجھ کر مانیں بلکہ خاص سیکو عیسائیت سمجھیں اور ہم ان مسائل
 کو لوگوں کے سامنے نہ ایسے سرگرم واعظوں کی زبان کے ذریعہ سے
 پیش کرتے ہیں جو ان مسکینانہ نگوئیوں پر عمل کرتے ہوں جنکی کتاب
 مقدس تعلیم کرتی ہے اور غریبوں اور مظلوموں کو تسلی دیتے ہوں
 بلکہ ایسے مشنریوں کے وسیلہ سے پیش کرتے ہیں جنکو ہر طرح کا آرام
 حاصل ہے اور عمدہ تنخواہیں پاتے ہیں اور لوگوں سے اس امر کے
 خواہشمند ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے زمانہ حال کی اس سوسائٹی میں
 داخل ہوں جس میں ذات کا امتیاز نہایت ہی ہو اور انسان
 کا اعزاز و اقتدار صرف اسکی دولتمندی پر منحصر ہو لیں کیا یہ کچھ
 تعجب کی بات ہو کہ اس قسم کی تعلیم سید ہو سادہ و اور مخلص اور تعلیم
 یافتہ لوگوں کو کم مرغوب ہو اور تعلیم یافتہ ہندو اس کو بالکل قبول نہ کرے۔
 رسوم و دستورات کے معاملہ میں بھی ہم مسلمانوں سے اب تک
 بہت پیچھے ہیں ہم لوگوں میں ایک روز افزون میلان آرائشی
 و زیبائشی پرستش پرور گانے بجانے اور رنگین کھڑکیوں (گریم)
 کی کھڑکیاں (مراد ہیں) وغیرہ اور ایسی رسوم کی طرح منہ ہو جو خداوند تعالیٰ

کے اس اعلیٰ درجہ کے تصور سے جسکا اظہار مسلمان اپنی سادہ طرز عبادت میں کرتے ہیں موافقت نہیں رکھتا۔ ہم انسان کی مرغوبات رشتوں کی طور پر دیکر لوگوں کو اپنے عبادت خانوں میں بلائے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں فی الجملہ کامیابی بھی ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس کو بہ تعمق نظر دیکھیں تو یہ طریقہ ایک معقول طور کی پرستش الہی کے کی طرح موافق نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ اگر ہم اور لوگوں کو عیسائی بنانا اور انکی اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ہمکو پہلے خود اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور یہ اصلاح کا کام اس حد سے بہت زیادہ بڑھ کر نہ چاہئے جہاں کہ اسوقت ہوا تھا جسکو ”ریفارمیشن“ کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اول ہمکو اپنے ہشیون۔ پادریوں۔ مشنریوں۔ اور عام عیسائی لوگوں کو عیسائیت سکھانی چاہئے پھر البتہ ہم کافروں کو عیسائی بنانے کی امید کر سکتے ہیں۔ اس بات کے کہنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ جن مسائل مذہبی کے نسبت ہمکو اعتراض ہے، ان میں سے کسی ایک مسئلہ کو بھی ایک سیدنا سادہ آدمی مسیح کی زندگی کے ان حالات سے جو انجیل ثلاثہ میں مذکور ہیں نہیں سیکھ سکتا۔ کیونکہ ان میں اس کو یہ بتایا جاتا ہے کہ ”صرف ایک ہی خدا ہے جو رحیم و رحمان ہے اور جسکا حکم دنیا کے لئے یہ ہے کہ انسان محبت و بھی خواہی کے مسئلہ پر عمل کرے جو کل مسائل کا اصل اصول ہے اور یہ کہ اپنی بری

خواہشوں کو روکے اور اپنے بنی نوع سے مہربانی سے پیش آئے، اور انسان کا مذہب حق بھی ہے۔ باوجود اُن تمام خوبیوں کے جو اسلام نے عیسائیت سے اخذ کر لی ہیں ہمارا عیسائی مذہب اس صورت میں کہ جس کی تلقین اسکے شروع میں کی گئی تھی اب بھی اپنے عجز و فروتنی اور ملائمت اور بھی خواہی اور خیر اندیشی میں اسلام سے بدرجہا بڑا ہوا ہے اور خود مسیح ایک محبوب ترین نمونہ اُن خوبیوں کا ہے اور اُن معجزوں کے لحاظ سے مسیح سے محبت کرنا بیشک ایک پسندیدہ اور ایسا خیال ہے جو انسان کیلئے موجب شرف ہے اور جبکہ ہم ”مسیح کی محبت“ کے مسئلہ پر بڑا زور دیتے ہیں تو اگر اس محبت سے صرف یہی مراد ہوتی جو ہم نے بیان کی ہے تو بہت ہی خوب ہوتا مگر غضب تو یہ ہے کہ اُس سے یہ مراد بھی جاتی ہے کہ ہم کو اس سے اسلئے محبت رکھنی چاہئے کہ اُس نے ہماری خاطر اپنی جان قربان کر ڈالی۔

مسیح کا سچا مذہب ایک ایسے زمانے میں آتا رہا گیا جو طرح طرح کے مذہبوں اور فلسفوں سے معمور تھا اور جو نہین اسکا مالک دنیا سے ہمارا ہر قسم کی لغویات اور مزخرفات سے اوسکو منہ دیا گیا اور وہ لغویتیں روز بروز یہاں تک بڑھتی چلی گئیں کہ اُس کا بالکل ستیاناس ہو گیا۔ جب اٹھائیس لکھ لاکھ ایرمی یس پر فتح پائی تو بہت سی باطل پرستشیں اور توہمات سب اطراف و جوانب سے مذہب کے ساتھ

چمٹا دئے گئے یہاں تک کہ عیسائیت ایک ایسا ذلیل توہم بن گئی کہ اگر اسکو اسکا بانی دیکھتا تو پہچان نہ سکتا۔ اسلام اصلاح یافتہ عیسائیت کی شکل میں اور اس کی خرابیوں کی نسبت اعتراض اور ایک زیادہ پاک مذہب کی صورت میں جو پرانے پاک نمونوں پر مبنی تھا اور جو قدیمی اصول حقہ کی طرف ایک بازگشت تھی دنیا میں آیا۔ اگرچہ یہ اُس عیسائیت کی طرف جیسے کہ ابتدائیں تھی ایک کامل بازگشت نہ تھی کیونکہ اس نے مسیح کی فروتنی صلح پسندی اور عجز و انکسار کو پورا پورا اختیار نہیں کیا اور وہ شاید انیسویں سے ہماری ناقص فطرت کیلئے زیادہ تر باعث میل و رغبت ہوا لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے بھی بیان کیا ہے اسلام میں بمقابلہ اس زمانہ کے سخت توہمات کی پوری پوری معقولیت موجود تھی اسلئے اس کو ایک بڑی کامیابی کا حاصل ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اور جن لوگوں نے اس کو قبول کیا اس میں بہت سے پہلے ہی ایک قسم کی حد سے گزرے ہوئے پروٹسٹنٹ عیسائی تھے۔ مثلاً بعض ایشیائی فرقے اور بسنیا کہ رہنے والے اہل یورپ اور گواہ ہم اس امر کا امتثال نہیں مگر ہر یون ہی کہ اسلام نے اس زمانہ کی تقریباً کل مہذب کر سچن دنیا اور کل ایشیائی ایشیا و افریقہ کو نکل لیا اور اپنے میں جذب کر لیا اور وہ خواہ مخواہ مذہب جسکو غلطی سے عیسائیت کہا جاتا ہے یونانیوں اور رومیوں کے اُس گئے گئے گزرے بقیہ کے علاوہ جو قسطنطنیہ اور رومائیز

موجود تھا صرف یورپ کے وحشیوں یعنی قوم کا تھا اور روسیوں وغیرہ کے پاس رہ گیا جو اپنی کم عقلی کی وجہ سے اس قابل تھے کہ متوہانہ اعمال و افعال بجا لائیں اور اپنی قوم کے سرداروں کے کہنے سے ایک غول کے غول عیسائی ہو جائیں جب مسلمانوں نے سلطنت متحدہ یونان و روم کے مہذب ملکوں پر قبضہ کیا تو وہ اس سلطنت کی تہذیب و شایستگی اور علوم و فنون کے بھی وارث ہو گئے اور یہی وجہ تھی کہ انہوں نے دنیا کو نہ صرف ایک بہتر مذہب ہی عطا کیا بلکہ اس کے ساتھ قوانین اور علوم و فنون اور لٹریچر سے بھی اس کو بہرہ ور کیا حالانکہ ہمارے بزرگ اس وقت تک بالکل وحشی تھے اور اسطرح اسلام کے دنیا میں قائم ہونیکے بعد ایک ہزار برس سے زیادہ عرصہ تک ہر ایک بات مسلمانوں کی مسلسل ترقی کا باعث رہی اور وہ اب بھی دنیا کے کم تہذیب یافتہ حصوں خصوصاً افریقہ میں ترقی کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک ٹھیک کہنا بہت مشکل ہے کہ اسلام کیا ہے کیونکہ وہ ہمارے مذہب کی طرح جو تمامہ اناجیل ثلاثہ میں منحصر ہی صاف اور واضح طور پر ایک مختصر دائرہ کے اندر محدود نہیں ہے اس لئے غیر مذہب کے لوگ اسکا اندازہ صرف اس کے نتیجوں سے کر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس کی عام حالت تو بیان ہو چکی ہے اور کچھ شک نہیں ہے کہ وہ لوگوں کی طرز زندگی

اور اُن کے چال چلن کے ظاہر اِستِیساہ اور مغر زبانی میں بہت موثر معلوم ہوتا ہے اور ایک بہت بڑی خوبی اُس میں یہ ہے کہ اس میں نہ تو کچھ مشکل مسئلے ہیں اور نہ وہ شروع ہی سے لوگوں کو ایسے عقائد پر مجبور کرتا ہے جو عقل اور ہر ایک انسان کی معمولی سمجھ کے برخلاف ہوں اور اسی وجہ سے مسلمانوں میں اپنے مذہب پر چلنے کا سیلا بہت ہی کم ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذہب اسلام کے پیرو اس کی نسبت اپنا اعتقاد ظاہر کرنے میں کچھ شرم نہیں کرتے (یعنی اس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو اُن کے لئے موجب شرم ہو) بلکہ مرد اس پر ویسا ہی علانیہ طور سے اعتقاد رکھتے ہیں جیسو کہ ہماری عورتیں عیسائیت کے نسبت پختہ اعتقاد رکھتی ہیں۔ جو اخلاق اسلام نے تعلیم کئے ہیں وہ عمدہ ہیں اور جو لوگ اسلام قبول کرتے ہیں ان کا اس بُرائی کی نسبت جو ہم عیسائی ہونے والوں کے ساتھ کرتے ہیں بہت بُرہ کر بردار نہ اور مساوی طور پر خیر مقدم کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اسلام میں عیسائیت کی سی فروتنی اور عجز و انکسار نہیں ہے لیکن یہ خیال کرنا ایک بہت ہی بڑی غلطی ہے کہ وہ لوگوں کو مسلمان بنانے والے مذہب کے اعتبار سے ایک جابر اور ایذا رسان مذہب ہے بلکہ برخلاف اس کے عیسائیوں کے بہ نسبت مسلمانوں نے ہمیشہ بہت زیادہ تحمل اور بردباری سے کام لیا ہے کیونکہ انہوں نے

نہ تو لوگوں کو ستا سکا ان سے اپنا مذہب قبولایا ہے اور نہ ان لوگوں کو جو مذہب کے اعتبار سے ان سے مختلف ہوں زندہ آگ سے جلا دالا ہے۔^(۱) اور باوجودیکہ عیسائی سلطنتوں نے اپنی کل رعایا کو ان کا مذہب قبول کرنے پر مجبور کیا اور اس طرح متحد مذہب والی قومیں بنالیں مگر مسلمان ہمیشہ اپنی رعایا کو آزادانہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت دیتے رہے بلکہ حال کے زمانہ میں بھی ترکوں اور مغلوں نے کم ہمتی سے اپنے درمیان غیر مسلم آبادی کو قائم رکھا ہے۔

عیسائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے بظاہر زیادہ بشایستہ ہونکا سبب غالباً شراب کی مانعت ہے حالانکہ ہماری عیسائی آبادیوں کی کم درجہ کی قوموں کے اس قدر بڑے حصہ کی خرابی اور ذلت کا سبب شراب ہی ہے اور ہمارے مان شراب کی صرف مانعت کا ہونا ہی نہیں ہے بلکہ ہم اس کو اپنے سکریمنٹ (عشاء ربانی) میں استعمال کر کے ایک طرح سے متبرک بھی بناتے ہیں اور شراب کو مسیح کا خون سمجھ کر استعمال کرنا (جس کو ہم ایک غیر معمولی روحانی کمزوری قرار دیتے ہیں)

نوٹ (۱) ایک عدالت مذہبی جس کا نام انگلیو ریشن تھا اس کے حکم اور فتویٰ سے ۱۸۶۱ء سے جو چند عرصہ تک قائم رہی چوتیس ہزار چوبیس آدمی طائر یا قتل کئے گئے تھو کہ وہ اس زمانہ کے موجودہ رومن کیتھولک مذہب کے پابند تھے یا بت پرست یا یہودی یا مسلمان تھے مترجم۔

نہ صرف ایک بہت ذلیل قسم کا توہم ہے بلکہ استعمال شراب کے مسئلہ کی نسبت کچھ کہنے کی وقت کو بہت زیادہ بڑا دیتا ہے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ مسلمان شراب نہیں پیئے مگر وہ فی الحقیقت شاذ و نادر ہی اس کا استعمال کرتے ہیں اور یہہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ ان میں بیکار لوگ نہیں ہے جو بہت سی برائیوں میں مبتلا ہیں خصوصاً وحشی خصال نیم مسلم قوموں میں۔ لیکن حیثیت مجموعی کے لحاظ سے مہذب مسلمان ملکوں کے لوگ بمقابلہ عیسائیوں کے آبادی کے لحاظ زیادہ معتد بہت اور شایستگی اور عمدہ چال چلن رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں جو برائیاں ہیں وہ زیادہ تر ان زماٹوں کی برائیاں ہیں جن میں اسلام نے پختگی پکڑی اور ہماری جو خرابیاں ہیں وہ بہ نسبت ہمارے مذہب کے ہمارے زمانہ کی خوبیاں ہیں۔ اسلام کی نسبت جو عموماً ایک برا خیال بھیلایا ہوا ہے وہ غالباً زیادہ تر اس خیال کی وجہ سے ہے کہ وہ تعداد ازدواج کا جوابدہ ہے مگر اس بات کو کہاں تک بار بار کہا جائے کہ نہ تو تعداد ازدواج خصوصیت کے ساتھ ایک اسلامی قاعدہ ہے اور نہ ایک جوہر پر قناعت کرنا بالخصوص ایک عیسائی قانون ہے بلکہ یہہ دونوں زمین ان مذہبوں سے بہت پُرانی ہیں۔ ازدواج کا معاملہ قدیم سے دو طریقوں میں منحصر رہا ہے یعنی ایک تو معاہدہ کے طور پر جو باہن شوہر اور زوجہ کے ہوتا ہے شادیکہ ہونا

دوسرا۔ صرف چند رسوم مذہبی کے ساتھ شادی کا عمل میں لانا اور اسکا ناقابل الاقتراق سمجھا جانا۔ پس اگر کوئی شخص اپنی جو رو سے کسی حالت میں بھی قطع تعلق کا مجاز نہ ہو تو وہ دوسری عورت کے ساتھ شادی کرنے پر عموماً کم مائل ہوتا ہے اور مذکورہ بالا طریقوں میں سے مذہبی رسوم کے ساتھ ازدواج کا عمل میں آنا ایک نہایت پرانا آریا قوم کے لوگوں کا طریقہ ہے اور ہم نہیں جانتے کہ اس کی ابتدا کب سے ہے۔

یہ طریقہ تمام قدیم آریا ملکوں میں جاری تھا اور ہندوؤں میں تو موت بھی اسکو قطع نہیں کر سکتی (یعنی بیوہ ازدواج ثانی کی مجاز نہیں)۔ اور معاہدہ کے طور پر ازدواج کا ہونا جیسا کہ ہمکو معلوم ہے کل ہی سام یوزر یہودیوں اور عربوں وغیرہ میں مروج تھا اور یہ ظاہر ہے کہ جو امر کسی معاہدہ کے ساتھ قرار پاتا ہے وہ کسی دوسرے معاہدہ کے ساتھ زایل بھی ہو سکتا ہے پس معاہدہ کے ساتھ جو ازدواج عمل میں آتا ہے اس میں طلاق کیلئے بہت بڑی سہولتیں ہوتی ہیں اور ہر ایک شخص کو اختیار ہوتا ہے کہ اپنی پہلی جو رُوں کو چھوڑ کر نئی بیویاں کر لے اور ایشیائی ملکوں میں مرد کو ایک ہی وقت میں معاہدہ کی شادی کے طور پر کئی بیویاں کر لینے کا اختیار رہا ہے گو یہ معاملہ فی الحقیقت رشا زونا در وقوع میں آتا ہے۔ مہذب ممالک اسلامیہ میں جو یہ طریقہ جاری ہو کہ زوجہ مہر کی ایک معقول رقم کے

ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور نیز یہ کہ کنخدا عورتوں کی جابداد شرعاً شوہر سے علیحدہ خود عورت کی ملکیت تصور کی جاتی ہے اس لئے مسلمانوں کے لئے طلاق کی سہولتوں کو بہت کچھ کم کر دیا ہے یہ کو معلوم ہے کہ اجیز زمانہ کے رومیوں میں معاہدہ کے طور پر ازدواج کا طریقہ نہ ہی رسوم کے ساتھ شادی کے طریقہ پر غالب تھا بلکہ ازدواج کا رسوم (یعنی رومیوں کا مختص القوم قانون ازدواج) بھی ہو گیا تھا اور طلاق کے لئے اس قدر آسانی تھی کہ وہ عملاً ایشیائی طریقہ تعدد ازدواج کے برابر ہے ساتھ محمد بن لا (یعنی اسلامی قانون ازدواج) بہت کچھ وہی دو رومن لا، ہے اور چونکہ عربوں کے قدیم اور ان کی بہ نسبت رومیوں کے کیتقدر قریب العہد قانون دونوں بالاتفاق ازدواج کو صرف ایک معاہدہ قرار دیتے تھے اس لئے یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ یہ طریقہ ممالک اسلامیہ میں جاری ہو گیا مگر حقیقتاً مذہب سے اس کو کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ رومن بہت سے عیسائی ملکوں میں بھی دخل پا گیا ہے چنانچہ زمانہ حال میں لوگ امریکہ اور اور ملکوں میں طلاق کے معاملہ میں آسانی ہونے کے لئے زور دے رہے ہیں جو قدیم مذہبی طور پر شادی کے طریقہ کے بالکل برخلاف ہے۔ ہم یہاں اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کہ فی الحقیقت مسیح نے مذہبی طور پر شادی کو طریقہ کو

واجب قرار دیا ہے یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ کیتھلک چرچ نے کسی وجہ ہمیشہ اس طریقہ کو اختیار کیا ہے۔ یہ کہنا ایک اپنی اپنی رائے ہے کہ طریقہ اچھا ہے مگر عیساکہ میں نے ابھی بیان کیا ہے زمانہ حال کے عیسائی ملکوں میں اس طریقہ پر قیام رہنا مشکل ثابت ہوا ہے جہاں تک کہ صرف ایک عورت سے شادی کا کرنا اور طلاق کی ممانعت ایک عمدہ بات کہی جاسکتی ہے بیشک اس کا فخر قدیم عیسائیوں یعنی کیتھلک چرچ کو حاصل ہے لیکن یہ طریقہ اچھا ہوا برا مگر اتنی بات ضرور ہے کہ عیسائی چرچوں کا ازدواج کا منتخب قاعدہ مشنریوں کی ترقی کا مؤید نہیں ہے کیونکہ معاہدہ کے طور پر بیاہ کا طریقہ بہت سی ایسی قوموں کی عادت اور مذاق کے موافق ہے جو ایرین نہیں ہیں اور وہ ایک ایسے مذہب کو جو اس قسم کے طریقہ کو باقاعدہ بنا کر اس کو قانونی بنا پہنچا دے بہ نسبت ایک ایسے مذہب کے نہ پادہ پسند کرتے جو ان کو ایک ہی جو رو پر مقید رکھے اور نہایت سخت طور سے جکڑ دے۔

تہذیب و شائستگی اور حکومت اور اختیار کے لحاظ سے جو حقوق مسلمانوں کو بہت سی صدیوں تک حاصل رہا ہے وہ اب ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے اور وہ اب بالکل عیسائی قوموں کا حصہ ہے اور ہندوستان اور اور ملکوں کے نقشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی تعداد میں اب ان کے ابتدائی زمانہ کی سی سرعت کے

ساتھ ترقی رک گئی ہے مگر باوجود اس ہر قسم کی فوقیت کے جو پرنٹ
عیسائیوں کو لمجاٹ ایک فرمان روا قوم ہونے کے حاصل ہو رہے ہیں
کچھ نہیں کر سکتے۔ ہندوؤں کا عظیم الشان گروہ اب تک اپنے پڑائے
دستورات پر قائم ہے اور ان میں سے جن لوگوں نے تعلیم پا کر
اپنے پڑائے اعتقادات کو چھوڑ دیا ہے وہ مسلمانوں اور عیسائیوں
دونوں کے مذہب کی طرف متفت نہیں ہوتے۔ پس عیسائیت اور
اسلام کی ترقی کا اگر کچھ مقابلہ کیا جاسکتا ہے تو صرف انہیں سیدی
سامی قوموں کے معاملوں میں ممکن ہے جو اپنے اعتقادات میں
زیادہ استحکام نہیں رکھتے اور ان میں اگر دیکھا جائے تو بے شبہ
غلبہ مسلمانوں ہی کو حاصل ہے۔ افریقہ کی قوموں کی عادات و خیالات
میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جو خصوصیت کے ساتھ اسلام کے
مؤید ہو بلکہ اس کے برخلاف وہ پر جوش طبیعت کے لوگ ہیں اور
جب کوئی قوم ایک بار اس مسئلہ کو کامل طور پر مان لے تو مسیح مصلو
کی محبت اور کفارہ کے مسئلہ میں ایک ایسی خاص بات ہے جو اس کے
مستفدون کے دلیں ایک خاص طور کی تاثیر پیدا کرتی ہے چنانچہ
اس قسم کی طبیعت والے عیسائیوں میں امریکہ کے حبشی سب سے
شریک ہیں۔ وہ لوگ خاکی غلامی سے نکل کر مذہبی غلامی میں پڑنا اور
رومن کیتھولک مذہب سے کسی قسم کا تعلق رکھنا نہیں چاہتے۔ وہ ہمیشہ

بہت کچھ ظاہری ارادوں کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے خانگی تعلقات میں اب تک بھی بہت بے قیدی ظاہر کرتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر ان کو مسلمان بنایا جاتا تو ان کی کیا حالت ہوتی مگر عیسائی ہو کر تو جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں اپنی عقیدوں میں وہ نہایت ہی پکی اور دلی یقین رکھنے والے ہیں۔ یہ بات تسلیم شدہ معلوم ہوتی ہے کہ افریقہ میں مسلمانوں کو بہت زیادہ اور کمکو بہت کم کامیابی حاصل ہو اور باوجودیکہ مسلمان واغظون کو کہیں سے کسی قسم کی مدد نہیں پہنچتی وہ افریقہ کے مشرقی اور درمیانی حصوں میں لوگوں کے غول غول مسلمان بناتے ہیں اور ہم وہاں کچھ بھی نہیں بن پڑنا اور جنوبی افریقہ میں بھی یا انکو وہاں حکومت حاصل ہونے کی وجہ سے ہر طرح کی فوقیت حاصل ہو اور فلاح دلی کے ساتھ مشنریوں کے ذریعہ سے بڑی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں تاہم ہماری ترقی کی رفتار سست اور شبہ ہر الغرض ہم اس مضمون کو جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا ہے اس قول پر ختم کرتے ہیں کہ عیسائی اس وقت تک کافروں کو عیسائی نہیں بنا سکتے جب تک کہ خود اپنے کو عیسائی نہ بنائیں۔ اگر ہم کسی طرح اس عیسائیت کی طرف رجوع کر سکیں جو مسیح نے سکھائی تھی تو اسلام کو کامیابی کا کوئی موقع نہیں رہے گا۔ مگر جب تک ہم اپنے ان مخصوص مسائل والے مذہب کا جو کسی انسان کی سمجھ میں نہیں آسکتے دعوے کر کے ترچھینکے انوقت تک میدان مسالفت

یہ بڑی سبقت کی امید بالکل رکھنی نہیں چاہئے ۴

✽ اگر کسی طرح عیسائی اس عیسائیت کی طرف رجوع کر سکیں جو حضرت مسیح نے سکھائی تھی جبکہ ذکر اس اڑیکل میں ہے تو اسلام کو بجا و نقصان بڑی کامیابی ہوگی کیونکہ وہ عیسائیت بالکل اسلام کے مطابق ہوگی۔ کَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى - يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ بِهِ خِيَالٌ كَرَنَا کہ اصلی عیسائیت اور اسلام باہم مختلف ہیں محض غلطی ہے۔

پیر کو جوانی میسی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوتہ پاکیزہ حکم اکیر عظم کار کتنا جس سے پیران ہفتاد سالہ تک کو کیسے نفع ہوا اس کی مثال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت نہ ہو بلکہ وغیرہ کا کچھ خطرہ نہ ہو کہ حیرت بخش استحکام بخشا ہے اور ہر قسم امراض نامردی کو خواہ وہ کسی سبب عارض ہوں بجز خلقی مادر زاد نامردی اپنی معجزات تاثیر سرخ و سفید کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کے استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے ترکیب کا غدہ ہمراہ تیل کے ملنا و قیمت فی شیشی پانچ روپیہ محصول ۴۴ اور ہر ایک شیشی میں ایک تولہ روغن رہتا ہے۔

دوا عجیب یعنی لشتہ زرد

زرد کا کشتہ جو اجڑا سناست یا رکھا گیا ہے چار حصہ چاول کے برابر خدک ہوتی ہے قیمت فی خوک ایک روپیہ پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص آن بڑا قوتہ باد اور تمام امراض متعلقہ کما خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزاک کہنے ہو خواہ جدید یا داغ جریان مقدی داغ و اعضا و ریشہ ارواح و ضیق النفس و سرکہ کہنے خواہ جدید یا خشک ہو یا ترا اور ملاغری بدن اور داغ و بائی بیضہ میں تو حکم اکیر عظم کار رکھتا ہے جو کسی ہی مریض کی حالت زوی ہو کر خواب ہو گئی ہو بفضلہ صحت ہو گئی۔ (اکسی حیات) یعنی زرد بچا۔ امراض ضعف بصرد داغ و صفائی اخون و انواع درد و اقسام تپ جز یا چوتھیا تپ دق استسقا لہال آتشک سوزاک جریان سیفید داغ ناسور بوا سیر خونی و بادی اور شراب خواری اور چاند نو و خوشکی دلاغری اور ضعف جگر وغیرہ لائق ہوتے ہیں سبکو بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک بوتل ایک ماہ کو کام ہوگی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ محصول ایک روپیہ ۷۷۔ (عجیب چیز) تحلیل بوا سیر خونی و بادی تپ درد و مسہ کیلے عجیب چیز ہے پہلے ہی روز ایک دو بار کے استعمال سے درد و جریان خون دفع ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بفضلہ درد و مسہ بالکل دفع ہو جائے اور ہر کسی عود نہیں کرتے وزن عرق قیمت پانچ روپیہ محصول ۴۴ جہاں ٹھما اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز سے پہولی۔ دہشتہ۔ درد و سرخی چشم جلد بیمار لون کو دفع کرتا ہے قیمت پانچ روپیہ محصول ۴۴ وزن عرق ۱۰۰ ماشہ۔

بیشمل رنگ ڈھنگ ہر نامر خضاب ہر

گو یا کہ آمد آمد فصل شباب ہر

جیسی کہ عوام میں خضاب وقتین واقع ہوتی ہیں ہر شخص پر ظاہر ہیں یعنی جو تھوڑے آٹھویں روز مہندی لگا کر
باندھنا اور بعد دو تین گھنٹہ کے پھر دوسرے لگا کر باندھنا اس میں قریب آٹھ گھنٹہ کے وقت ضایع ہوتا ہے اور
بالوں کے سیاہ ہونے کی سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے کہ مہندی اور دوسرے کا پانی جب
دماغ میں جذب ہوگا تو اس سے سوائے نقصان اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ
جس قدر کہیں بچا ہے انہیں دقتوں کے سبب یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا جس قدر تعریف کی جائے بچا ہے ناظرین سے
امید ہو کہ قیمت سمجھ کر طلب کریں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ تھوڑی تعریف اس کے اجزا کی ظاہر کرتا ہوں
دماغ بالحوارے عارضت ضعف دماغ علاوہ بریں خوشبو میں بی نظیر مثل کپڑہ باعث دلاری مومضج
ہی بالوں میں سختی نہیں آنے دیتا بلکہ ملائم رکھتا ہے سیاہی میں بالوں کو مقابل اصلی بالوں کے تیار ہونے
روز بطور روغن جلیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز بھی باندھنے کی ضرورت نہیں۔ دوسری تیسری روز لگانے
بال مثل اصلی بالوں کے سیاہ ہونے کو فی تمیز نہ کر سکیگا کہ یہ خضاب سے ایک بوتل میں ۳۰ روپیہ بچنے
ڈیرہ پاؤں ہوتا ہے قیمت فی بوتل عہدا۔ علاوہ محصول نصف شیشی عہدا چارم شیشی عہدا۔ اس سے کم
غیر ممکن ہے۔ میری شفا خانہ میں علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری۔ واضح ہو کہ بہت سے سندی خطوط یعنی سرٹیفکٹ جو صاحبان پور میں بہادران
سے میری عمدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائی ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط صحت قریب ہزار بارہ سو کے
موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونے کی چاہئیکہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں
صحت پائی ہے اور نیز سفارش بہت ملکوں کے سرٹیفکٹ موجود ہیں آدہ آنے تک بمعجز طلب کریں
کیونکہ بعض حکیموں نے اپنے شہر کے رئیسوں کو شہادہ کے سرٹیفکٹ بناوائے ہیں پس میری سرٹیفکٹ اور ان حکیموں کے
سرٹیفکٹوں میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے سرٹیفکٹ منگا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔ ایک طویل فہرست ہے
ادویہ کی جو اخبار میں کنجائیش طبع نہیں رکھتی اور جس سے لطف زندگی تادم مرگ انسان قائم رہتا ہے قابل
ملاحظہ جو صاحب چاہیں کارخانہ سے طلب کریں مفصل کفایت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔
المشہر حکیم ابو الحسن شفا خانہ حکیم صفدر حسین صاحب شہر بنارس محلہ الحمدی

اس سب میں فی الدیہ سب سے پہلے ایما دالہ علیہ السلام ہی اویں رسالہ حافظ صحت لایم

جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست و ساری ٹیفکٹ تکٹ آدہ آنہ سے مل سکتی ہیں۔ (طللاء) مور

نقص رگون کی رطوبت و بگاڑ دور کرتا ہے فی تولد للعدۃ (سرپ) دافع نامردی رقت سفیاء

انزال حلام و اعنی قبض ضعف اعضا و رئیسہ معدہ تار یکی چشم درد و سر و غیرہ جو کثرت مسکرات و افراط

سحر کی شہتہا ضعف بکرو و سستی لاحق ہو دور کرتا ہے۔ فی قول للہ۔ (سوزناک و قرعہ) نیاسہ

۴۸ گفتند بین اینا اثر سترن یکم و غیره کوزا لکرتا هر فی تولد ص ۵۰ - (همیر ایمل خوشبخت)

کوسیاہ رکتمای نزلہ زکام ریزش درد سر ضعف دماغ و ابصر کو متاثر کرتی شیشی ہے۔ (۱۰)

بلا منقہ دوست دور کرتا ہی پھر چوتھا نین دو ہفتہ لاء۔ (کحل الجواہر) سہ ماہی مقوی

بینائی دافع نزول دو بند جلا خارش پانی جانا ماشہ سے۔ (عجیب الاشرف)

کا ہلنا کھڑا لگنا بدبو میل خون جانا مسوڑوں کی خراپیاں ہم تو لہ لہم۔ (حب بوا سیہ

خونی مسوڑوں کی ٹیمیں قبض کو مفید دہشتہ عملاً (حب یا بیطس) بار بار آتا ہے

دیپلیم و کمزوری کو داعی ہی فی تولد عہد۔ (حب قیام مقام) ایفون و پ

ضرر و حرج نشہ چھوٹ جائی تو یہ حد۔ (عرق ماہ اللحم انگور می) مضر ہوا ہو

طاع ضعف بگرو دل و دماغ و معدده در دستاپ تلی و ج معاصل لاخری ضیق النفس سر

بیاضا عدد کی ایام حیض لغوہ فالج رعشہ فی بوتل عمان ۳ بوتل سو کم (روغن اعجا

بہنڈہ تالو کا سوراخ خنازیر۔ بدکیڑہ زخمی کالی کھانسی۔ قی ایام حمل خسرو چپک کو بلا

۲۵ قولہ عملاً۔ رسالہ دافع التشنج و سوزاک۔ رسالہ ہیضہ۔ رسالہ بواسیر۔ مضرات مسک

رساله حافظ محبت سالانه

زہد الحکماء علیہ السلام نبی ایڈیٹر سیکرٹری حافظ صحت لاہور۔

Ashw's Powder

آشو کا سفوف

یہ دوا سفوف کا بل طور سے مختلف قسم کی شراب پیو کی عادت کو چھوڑا دیتا ہے قصور ہاضمہ
یہ مضمی وغیرہ کو دور کرتا ہے جب ہایت مندرجہ اشتہار جو ہر آئیشی کے ہی استعمال کرنا چاہئے قیمت فی شینی
۷۰ پی۔ کربھی مقام بارناگور براہ کلکتہ سے ملتا ہے۔

The Great Oriental Medicament

مشرقی اکسیر اعظم

ڈاکٹر جی۔ بی۔ شا کا سمرٹین ڈراپس

قوت باہ کو تقویت اور ترقی دیتا ہے۔ معدہ۔ مثانہ۔ گردہ۔ پیپٹرا۔ جگر کو مضبوط اور درست کرتا ہے۔
مفصلہ ذیل امراض کیلئے حکمی اثر رکھتا ہے اور بہت کچھ تعریف کے ساتھ سفارش کیا گیا ہے۔
دسمہ۔ کھانسی۔ استسقا۔ کرم۔ ریت۔ بخار۔ کہنہ۔ امراض جگر۔ اختلاج قلب۔ جگر ضعف۔ اعصاب۔
دوسرے زخم اندرونی تہہ نشینی ریت۔ پیشانی امراض جنسی۔ سوزاک۔ کہنہ سوزاک۔
رقت منی کہنہ سوزش مثانہ۔ سوزاک۔

بیرونی استعمال سے ڈاکٹر جی۔ بی۔ شا کے سمرٹین ڈراپس مفصلہ ذیل امراض کیلئے بے بہا۔

نابت ہوئی بین جلد سوا زخم۔ زخم کسی قسم کا ہو چھا نہایت سخت زخم۔ داو۔ اپریس۔ فالج برص
وجہ مفصلہ انقرس آتشکی زخم۔ اور جلدی بیماریاں کو کیسی ہی خراب ہوں۔ پوری تہہ
ہمراہ رہتی ہے۔ قیمت ہر شیشی۔ ۷۰ پی۔ کربھی۔ ۷۰ پی۔ کربھی۔ ۷۰ پی۔ کربھی۔

المشتر

۷۰ پی۔ کربھی۔ مالک دوا خانہ مقام بارناگور۔

متصل کلکتہ

A. J. Mo.

Barnagore via Cal

اشتہار

- ۱۔ اس رسالہ کی قیمت معہ محصول اک سالانہ ع
- ۲۔ کم آمدنی والوں سے ل
- ۳۔ جو صاحب سبک علی مضمون یا ترجمہ عنایت فرمائیں گے ان کو ایک شرفی نذر پیشگی
- ۴۔ و فترتین مضامین ہر مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک پہنچ جانا چاہئے۔
- ۵۔ ناپسند مضمون نہ طبع ہوگا نہ واپس۔

شرح دستخط

حسن بن عبداللہ المناطیٹ نواب عماد نواز جنگ بہادر۔
ذیل کی بکاؤ کتابیں ہمارے دفتر میں موجود ہیں۔

- ۱۔ ترجمہ تاریخ افغانستان مصنفہ بی۔ اے۔ واکر سرٹرایٹ لا قیمت ع
- ۲۔ بچوں کی پرورش کے طور و طریقہ ڈاکٹر ماروی صیاب تسمی کتاب کا ترجمہ حکومراہ
- بوڑھین صاحبہ نے کیا ہے اور انعام پلایا ہے ۸۰
- ۳۔ زراعت دکن مصنفہ حسن بن عبداللہ المناطیٹ نواب عماد نواز جنگ بہادر

المشتہ

محمد عبدالصمد خان

منیجر

توپ کا سانچہ حیدر آباد دکن

جلد دوم

حسن

منبہ

بر لائی پشتہ اسیو

مضامین

ہندوستان کی حرفت و صنعت قدیم - از نواب عابد از جنگ آباد ... معقہ

ال نظر فی التایخ از مولوی غلام الثقلین صاحب - دہلی - (اسمعیون کے مد
بین ایک اشتر فی نذر دینی) ۱۹

روزنامہ سچہ سفر نیگری ... از عابدیاب علی القانواب میر الملک آباد
معین الہام مالکذاری سہ کار عالی ۳۳

سکونہ کا بیان

قسطنطنیہ از مولوی میرانت علیقا سابق ایڈیٹار الہام ۹۴

حیدر آباد دکن

طبع حسن پٹن چھاپا

نذر اشرفی

ماہ گذشتہ کے رسالہ کے ٹیبل پچھین مسہر و کتاب سے جناب شمس المار
خان یسار مولوی ذکار اللہ صاحب ضیلو آف دی آلہ آباد یونیورسٹی
کے نام کے مقابلہ (اس مضمون کے عدل میں ایک اشرفی نذر دی گئی)
کا لکھنا رہ گیا ناظرین دردمست فرما لیں۔

اشتہار فروخت اسباب

حب ذیل اسباب فروخت کے لئے موجود ہے جن حضرات کو مطلوب ہو
مشتہر سے درخواست کریں۔

تھانکھ	ماصہ	سنگ گھوڑا	سما
جوڑی بابو چون کی	ماصہ	گیا لہے ہنرا	ماصہ
ہارنس جوڑی کا	ماصہ		
	کھل اللہ مالہ		

دو دیناں درم

اور دو دعو جو مرنی درخت روٹ لی (پونڈ کا اور دوسرا ورنہ)
۲۴ پونڈ کا) فروخت کے لئے موجود ہے درخواست پر تیرا اطلاع ہوگی فقط

جلد دوم حسن نمبر

سید زہر

میچر شکریہ۔ کہ ساقہ اون حضرات کے اسرار گرامی میل کر کتاب ہے جنھوں نے زحمت
سے اعانت فرمائی

نواب اعظم یار جنگ بیاور صوبہ پشپورقی	صمد	نجنی گھوٹا تھپڑا صاحب دکان پور لیگل	صمد
میر بیاض علی صاحب	لکھ	نواب میر حیدر علی بھائی درجاگیر دار	لکھ
نواب فتح الملک بھار	صمد	مولوی ابوالحسن صاحب صمد دار سکر نظام	لکھ
فتح بھارت علی صاحب بھارت الہام سکر بیواں	صمد	مولوی عبدالغفور صاحب وکیل درجا اول	صمد
مولوی سید احمد صاحب گورنمنٹ سیکرٹریٹ شائع افلاک	صمد	مولوی محمد علی الدین بھائی درجا درجہ اول	صمد
نواب بھارت یار جنگ بھارت گورنمنٹ انعام	صمد	مولوی انیس صاحب بھائی بلی	صمد
مولوی سید علی صاحب بھارت گورنمنٹ انعام	صمد	سید راجو صاحب	صمد
نواب انعام یار جنگ بھارت گورنمنٹ انعام	صمد	نواب انعام یار جنگ بھارت گورنمنٹ انعام	صمد
راہے بھارت گورنمنٹ بھارت گورنمنٹ انعام	صمد	مولوی امین الدین صاحب دوم بھارت گورنمنٹ انعام	صمد

ہندوستانی حرفت و صنعت قدیم

چونکہ ان دنوں ایسی صنعت و حرفت کی طرف روساء و عمائد کا خیال زیادہ رجوع ہوا ہے اور اخبارات و پار و امصار نے اس جانب ایک نئی تحریک پیدا کر دی ہے تو اس لئے کہ تعلیم مغربی سے کچھ حب الوطنی کی جانب غمو با جھان ہو گیا ہے کہ اپنے ملک کی بسوادی کو یہی حرفت و صنعت ہیں سے ملنے ہو اور ملازمت کے معیون میں نہ جکھینے یا وہ بھج جائے سے خیالات کا پلٹاؤ اس راہ پر آگاہ ہے کہ آزادی کے ساتھ فائز البالی سے بسر کرنا صنعت و تجارت و حرفت ہی پر بھروسہ ہو اور اس بات پر غور کر رہے ہیں کہ ہمارے ملک کی چند ذریعے اس صنعت کی کیفیت تھی اور اب کیا ہے؟ آئندہ کار بر آری کے وسائل مضبوطی کے ساتھ بیان کیسے اور کتنے موجود ہیں۔ ملک کی دولت ملک ہی میں تقسیم ہو جانے سے کیسے کتنے فوائد ہیں ہماری حرفت و صنعت کیلئے کیا کیا سخت رکاوٹیں ہیں ہمارے کون اور ہم کس کے محتاج ہیں یہ سب باتیں ہمیں روزمرہ کے زندگی لینے میں ضروری ہیں۔ اس مضمون صنعت و حرفت و تجارت کی تاریخی اگھت نہایت جامعیت سے بطور حسن و کھلائی گئی ہے اس مردہ صنعت کو زندہ کرنے کی جانب خیر خواہان ملک اپنا خیال رجوع کریں۔ اور اس بات کا فیصلہ کریں کہ صنعت جدیدہ اور قدیمہ کمال کی موجودگی کیونکر ہندوستان میں اب جاری ہو سکتی ہے؟

جلد دوم حسن منبہ

سولھویں صدی میں فرنگی تجارت سواحل ہند پر پہنچے تو انھوں نے ہندو اور مسلمان دونوں کو ایسا ہی اعلیٰ شائستہ اور جذب پایا جیسے اپنے اہل ملک کو۔ عمارت سازی۔ سوئی اور ریشمی پارچہ بافی۔ زرگری و قہجہری میں باشندگان ہند اس وقت سب پر سبقت رکھتے تھے سوئی کپڑے کا رواج ہندوستان میں قدیم الام سے ہجوئی کے کپڑے اور انگلستان واقعہ ہما بھارت کے پہلے سے تھا۔ اہل یونان ہندوستانی کو سونے لکھتے ہیں۔ جس لفظ کا مخدوم ہی سندھ ہے جیسا انڈس ورا انڈس سے انڈیا نکلا ہو۔ اسی طرح ایک سفید سوئی پارچہ کو کیلیکو کہتے ہیں کالیکٹ واقعہ ساحل ملار (مدراس) میں پہلے پہل تیار ہوا تھا۔ کتاب پریس کے مصنف کی قسم کے سوئی کپڑوں کا ذکر کیا ہے جو تجارتاً دوسرے ملکوں میں جاتا تھا مارکو پولو ہلاعیسیائی سیاح کہمبات کی روئی اور کرم دکان کی بہت تعریف لکھتا ہے مختلف اقسام کے پارچے جو ہندوستان کے مختلف مقاموں میں تیار ہوتے ہیں انکا التفصیل بیان کرنا مشکل ہے لیکن ان میں سب سے مقدم ڈھاکہ کی ٹل ہے جو کسی زمانہ میں نہایت شہرت یافتہ تھی اور اب بھی فرائٹا تیار ہو سکتی ہے مگر جو فاسٹ اس زمانہ میں تھی جبکہ ڈھاکہ مسلمانوں کا پایہ تخت تھا وہ اب نہیں ہے اور انکی حرفت کی اعلیٰ ترقی اور انتہائی کامیابی اس سے ثابت ہوتی ہے کہ ۱۲۶ قسم کے مختلف الانواع اور ارستہ عمل ہوتے ہیں

بہترین ملل ساوہ بنی جاتی ہو لیکن ریشم کی رنگین بوٹیاں دوسری قسم کے
 کاریگر ڈالتے ہیں تھوڑی تھوڑی مقدار میں ملل تمام سریل متعلقہ ضلع
 پٹھہ میں تیار ہوتی ہے۔ اور ساستی پور ضلع ندیا تک اپنی قدیم غربت بہت
 عمدہ ملل کی قائم رکھی ہوئی تھی مدراس میں عمدہ پارچے اب تک تیار
 ہوتے ہیں۔ ارنی کی ملل جس کو فرقہ نیر سامل ملا بار واسے بہتر
 مچھلی ٹیم کی چھینٹ ڈرگا ٹیم کی نخم (نچھنے) ۱۲۰ سوت کا پارچہ نیلور کی
 نیلی ستمیر ہیں۔ بنگلور میں قدیم شاہی پارچہ بافون کی اولاد اب تک ہر وہ
 خاص قسم کے پارچے بننے میں مشہور ہے۔ جو سرخ اور سیاہ قدیمی
 طریقے پر چھا کر لے ہیں۔ احاطہ بمبی میں۔ احمد آباد۔ سورت۔
 بھڑوچ۔ میں عمدہ چھاپے کی ساڑیاں تیار ہوتی ہیں جو گجرات کی ہر
 کے باعث ہیں۔ پونا۔ ایولا۔ ناسک۔ دھاردار میں پہلے سوت کی
 کرکڑ تیار کر لے ہیں جو اقوام مرہٹہ کے استعمال میں کثرت آتا ہے
 پارچہ بان اکثر ریشم اور سوت ملا کر پارچہ بنتے ہیں اور بہت بیش قیمت
 اشیاء ریشمی یا زریں کناروں کے ساتھ تیار ہوتی ہیں۔ ملاکٹ
 میں چاند۔ اور ہوشنگ آباد سب سے شہر ہیں جن میں پارچہ
 بافی کا کام ہوتا ہے۔

ریشم بافی کا معمولی پیشہ ہر مقام میں پایا جاتا ہے۔ ہندوستان
 میں صرف بنگال ہی ایک ایسا مقام ہے جو جان ریشمی کیڑوں کی

پیش ہوتی ہو اور وہ پردہ پوش ہوتی ہو کہ درختوں پر ہوتی ہو
سر سبز کی حالت میں ہوا تک شجر جو نیم پردہ پوش یافتہ ریشمی کیڑوں
سے حاصل ہوتا ہو ریشمی ذخیرہ میں زیادہ معاون نہیں ثابت ہوا۔

ریشم اور سوٹ کے بگٹنے والوں میں مابہ الامتیاز فرق یہی ہے کہ
کہ ریشم بان بخلان بنہ باؤن کے دیہات میں نہیں رہتے بلکہ انکی
سنت اور حرفت کا مرکز شہر ہی ہوتا ہے۔ ریشمی پارچے دو قسم کے ہوتے
ہیں۔ اول وہ کہ جس میں خالص ریشم ہو۔ دوم وہ جس میں ریشم اور
سوٹ ملا ہوا ہو۔ ان ہر دو قسم کے پارچوں پر پنہرا اور روچھا کام
ہوتا ہے۔ مخلوط ریشمی پارچوں کو مشروع یا صوفی کہتے ہیں جس کا مطلب
یہ ہے کہ از روئے شریعت اسلامیہ کل مسلمان اس قسم کے پارچے
استعمال کرنے کے مجاز ہیں بخلان خالص ریشمی پارچوں کے کہ اس کی
مانعت ہے۔ مخلوط ریشمی پارچے بکثرت بنے جاتے ہیں اور پنجاب
سندھ۔ اگرہ۔ حیدرآباد وکن۔ تنجور۔ ترخا پل۔ واقعہ یہ ہے۔
اس کی ساخت کی خاص ملکین ہیں۔ خالص ریشمی پارچے سادہ بنے
جاتے ہیں یا علاوہ رجبہ کا اپنر کام ہوتا ہے۔ خل کتاب وغیرہ کے۔
اس قسم کے پارچے خصوصیت سے بنارس۔ مرشد آباد۔ احمد آباد
طیچا پل میں تیار ہوتے ہیں۔ اور ان پر نکار گاہ۔ چاند تارہ۔
منشرد (آب انقرہ) سورگلا درگاہ وں کا دوسرا نقش ہوتے ہیں۔

چاپکے ریشمی پارچے پارسی اور گجراتی عورتوں کے لیے سورت میں تیار ہوتے ہیں۔ اورنگ آباد کے ہمداد اور شروع زمانہ حال میں نہایت عمدہ و بہ نسبت کلون کے پارچہ کے زیادہ پائدار بھی ہوتے ہیں۔

کارچوبی کام ریشمی۔ اونی۔ سوتی چرمی اشیاء پر کیا جاتا ہے کارچوبی کام کا بھی جولاہوں کی طرح چھڑا کر لگایا جاتا ہے جس میں بنایا جاتا ہے یا پلر اسکا نقش یا لیس بنا کر بعد کو سوئی سے ٹاک لیتے ہیں وہ مشہور جوغہ جو اندون انکستان میں کثرت سے بجائے ڈینگ گون کے

مستعمل ہوتا ہے۔ پٹو۔ یعنی اونٹ کے بال سے بنا جاتا ہے اور جس پر کارچوبی کا کام کشمیر۔ پنجاب۔ سندھ میں کیا جاتا ہے۔ کشمیری شال جو اب تک نہایت عمدہ اور قیمتی ہوتا ہے خود کشمیر اور دیانہ و دیگر مقامات پنجاب میں تیار ہوتا ہے جو کہ ہالیہ کی ایک خاص قسم کی بکریوں کے نرم بال یعنی پٹینہ سے

بنا جاتا ہے۔ ملل پر بھی ڈھا کہ پٹنہ اور دہلی میں ریشم اور کلاتوں کا کام ہوتا ہے سندھ اور کچھ میں جو رنگین ریشم و زربین کام ہوتا ہے وہ اپنی جنس میں خصوصیت رکھتا ہے کجرات میں چرمی کاموں پر بھی کارچوبی کی بجائی ہر شاہی خلوس وغیرہ سمغز موقول پر

گھوڑے اور ہاتھیوں کی جہولین چہتر اور چہاسے مغل کوکھڑ میں جس پر بہت شان و شوکت سمگلہ اور اورنگ آباد کا زین کارچوبی کام ہوتا ہے۔

نخینا میں برس کا زمانہ گزر آئینان نواب سر سالار جنگ بہادر مرحوم نے یا نجیا یا نجر ہزار روئے ہاتھیوں کی جہول گلہ رنگ میں تیار کیا

لندن پہنچے تھے جو میرے نظر سے گزرے تھے۔ انکی چمک دمک آنکھوں سے خیرگی پیدا کرتی تھی ۱۔ ورنہ سابق کے۔ گائیکو اور بڑودہ۔ نے ایک چادر بنوائی تھی جس میں سوئی اور بیش قیمت جواہرات عربی نقش و نگار کے ساتھ ملے ہوئے تھے جس کی مجموعی قیمت ایک کروڑ روپیہ بیان کی جاتی ہے چونکہ نہایت قیمتی اس میں جواہرات لگے ہوئے تھے اس لیے اس پر لطافت سے نظر پڑتی تھی اور جب دھوپ میں کھول دیا جاتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ تمام قوس قزح کا یہی مخزن ہے۔ نقش و نگار کی نفاست سے بہت بھلا اور دلچسپ معلوم ہوتا تھا۔

قالین دو قسم کی ہوتی ہیں۔ سوئی اور اونی۔ سوئی کو دری اور شطرنجی کہتے ہیں جو یقیناً ہندوستانی ایجاد ہے۔ اور خاکسکرنجکال اور شمالی ہندوستان میں بنی جاتی ہیں۔ دریاں عموماً سفید ہوتی ہیں ان پر خطوط اور ٹیان سیاہ سرخ اور نیلی بنائی جاتی ہیں اور گاہ گاہ چھ اور قسم کے نشانات چوکور یا گول بنا دیا کرتے ہیں۔ اونی کو غالیجہ اور قالین کہتے ہیں۔ غالیجہ اصل میں ایران اور ترکستان سے آئے ہیں جہاں اب تک نہایت عمدہ و بہتر تیار ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی فتوحات کے ساتھ اس کا بھی بیان رواج ہوا۔ اس کے بننے کا یہ طریقہ ہے کہ اسکی تہ مضبوط سوئی خواہ کتانی دھاگے کی ہوتی ہے اور زیادہ محنت اور عقلمندی سے رنگین چھوٹے ادن کے بٹے

ہوئے دھاگے اس طرح ان میں چپان کئے جاتے ہیں کہ آج
دونوں کوٹے اوپر نکلے رہتے ہیں بعدہ ان کو نوٹ کو جو نکلے رہتے
ہیں سطح سے برابر کتر دیئے جاتے ہیں اور جولاٹن رنگین یا نقش
بٹنے سے بنجاتی ہو اس کو اوزار سے کوٹ کر سطح کر لیتے ہیں۔
اس حرفت کے بڑے تاریخی مواقع ہندوستان میں کشمیر۔ پنجاب۔ سندھ
اگرہ۔ مرزا پور۔ درنگل۔ لاہار۔ مچھلی پٹن میں منجھلی غا کیچے بنائے۔
اور مرشد آباد میں اور ریشمی تنجور۔ اور سلیم میں تیار ہوتے ہیں۔
لندن کی نمائش گاہ واقع احمدیہ میں بہترین ہندوستانی
قالین درنگل سے گئی تھی۔ یہ مقام حیدر آباد سے ۱۰ میل کے فاصلے
پر ہے۔ اس قالین میں بے انتہا دھاگے قریب قریب مسلسل ترتیب
دیئے ہوئے تھے یعنی تقریباً ایک مربع فٹ تین بارہ ہزار دھاگے
تھے اور یہی اس کی بڑی اور خاص صنعت تھی۔ رنگت میں مساوی
اور نہایت لطیف معلوم ہوتا تھا اور یہی ایک نمونہ تھا جس میں ریشم
نہایت ہی عمدہ قابلِ مہمان طریقہ سے بنا گیا تھا۔ قیمت بھی علیٰ ہذا تقیاس
بڑھی چڑھی تھی یعنی سو روپیہ فی مربع گز مگر زمانہ حال میں ہنگندہ اور
درنگل کے قالین میں انگریزی خام رنگ۔ ڈالنے سے اس کی قدر کم ہو گئی
ہو انگریزی رنگ جیسا کہ دیکھنے میں خوش نما ہوتا ہو ویسا پائدار نہیں ہوتا سال
حال میں دیکھا کہ بہت سے قالین تیار ہو کر یہاں سے مداس اور

لندن کو بھیجے جاتے ہیں مین نے چند قالین سوئی ریشم لایا ہوا خود بھی
بُڈیا اور اپنے دوستوں کے واسطے بھی خرید کیا مگر سب میں قدیم رنگ
ڈالا گیا تھا۔

سونا چاندی اور جواہرات بوج قیمت اور رنگت کے مالک ہند میں
ہمیشہ سے زیورات میں صرف ہوتے رہے یہاں تک کہ وسط ہند
اور کوہ ہمالیہ کی جنگلی وحشی تو میں سونا چاندی پیٹ پاٹ کر گلو ہند اور بازو
اور ہسلیان بناتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مچھہ گھاس اور پتیوں کے
نمے پر پہلے پہل طلائی زیور کثرت سے بنائے گئے اور عام مقبولیت
حاصل کی ابتدائی نمونے اس قسم کے ہیں کہ طلائی نمونے تار پھونچوں
میں گندھے ہوئے ہیں۔ بھرات میں ایک دوسری قسم کا آرائشی زیور
محراب نما علیحدہ علیحدہ مرصع بنتا ہے۔ یہ نمونے کاٹھن یا کھوکھل شش
پہل یا ہشت پہل بنا کر سرخ ریشم میں گوندہ لیتے ہیں۔ ترچیا پولی۔ کنگ
اور کشمیر میں رنگین مرصع زیورات قابل شہرت بنتے ہیں۔

تمام جنوبی ہند میں جو زیور و ان عام پسند ہے۔ اُس کو سومی
کہتے ہیں جس پر ہندو دیوتاؤں کی تصویریں بنی ریشمی میں یہ سورتیں یا تو
زیور ہی میں بنائی جاتی ہیں یا علیحدہ بنا کر میخ یا اور ذریعہ سے اوپر لگادی
جاتی ہیں۔ ترچیا پولی کے زیورات خاص میں انگریزی چربہ اتارنے کے
لیے کچھ خرابی پیدا کر دی گئی جب ۔ گلا ۔ نماز نخر طلائی ہوتا ہے اور

جلد دوم حسن نمبر

ہونچیاں لچھے سانپ کی شکل میں تیار ہوتی ہیں کنگ میں چاندی کا داڑی
 پھلار جو جس شکل و صورت کا قدیم میں اہل یونان اور حال میں اہل لٹا
 پہنتے ہیں۔ عموماً چھوٹے لڑکوں کے ہاتھ سے تیار ہوتا ہے کیونکہ وہ
 اپنی تیز نظر اور تیز ہستی سے نقری تاروں کو محبت اور درستی سے اپنے
 موقع پر جادیتے ہیں۔ کشمیر میں طلائی زیور زیادہ سرخ سونے کا مٹا
 ہوا دیکھیے امتیازی رنگ مشہور ہے اسکی چمک دک اور اس کا نقش
 نگار نہایت دل فریب ہوتا ہے۔ کچھ کے نقری زیور جو خاص طور سے
 ہتھوڑوں سے تیار کرتے ہیں وہ اگر چہ اب وہیں کے تصور کیے
 جاتے ہیں لیکن بنیاد ڈچ لوگوں سے ہوا ہے ایسے ہی کام لکھنؤ اور جھان
 میں بنتے ہیں اور نگ آباد میں مینا کاری کا کام نہایت قابل تعریف
 تیار ہوتا ہے پاندان عطر دان مینا کاری کے جو بیان بنتے ہیں دور
 دور تک اس کی قدر دانی ہوتی ہے۔ کارچولی میں سناری کام بہت کام
 آتا ہے۔ سونے اور چاندی کے تار گرمی دیکر تیار کرتے ہیں اور یہ کام اس
 نقاست اور عمدگی سے ہوتا ہے کہ روپیہ بھر چاندی میں ۱۰۰ گز تار نکلا ہے
 قبل اس کے کہ کارچولی کے کام میں اسے اکثر ریشم میں اس کوٹ
 لیتے ہیں۔ اور سنہرے روپے بیلے پارچوں کے لیے ان تاروں کو کوٹ کر
 چٹا لیتے ہیں تاکہ اس کا تار اور ریشم پاسوت کا بانا مناسب سے
 ہو۔ اگرچہ یہ ریشم کا آتش جیسو روا تھر راجپوتانہ اور جھان

جلد دوم حسن نمبر

دکن میں اس طرح کیجاتی ہو کہ محل پر تقری اور طلائی اور ارق سے گل بوٹ
چھاپ لیا کر 2 ہین بیش قیمت جواہرات بہت فضول خرچی سے ہندو
جوہری بیستے ہیں۔ جن کو بجز ہیک وک کے اس کی صفائی یا تجارتی
قیمت کا بہت کم لحاظ رہتا ہے لیکن جو سابقہ ہند اور دلفریبی کی حالت ہندو
جوہری جواہرات جھانے میں عام اس سے کہ کسی زیور میں ہو یا تھمیا
اور ارمین دکھلائے تھے میں وہ سب بڑھ کر نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی
ہو۔ پر لٹراؤن دیڑھے کے چھوڑی ذخیرہ میں ایک کلکھی کے بانوں کی تھی
جس کی سرسری بیان سے بیان کی مرصع اشیاء کی حقیقت قیاس
کیا جاسکتی ہو۔ کلکھی میں سورنے پر چھوڑی پیدا کیا ہوا تھا۔ اس پر
لعل دندہ درجہ ہوئے تھے۔ اس کے سرے پر بڑے موتیوں
کی ایک قطار تو سنا مسطح تھی اور ہر ایک کی نوک منبر کا رخ کے دانہ کی
تھی جو اوپر نکلی ہوئی تھی۔ اس کے نیچے ایک دوسری قطار چھوٹے
موتیوں کی تھی جو منبر اور سرخ طلائی یا ناکارہ موتیوں کے بیچ میں تھی جن
کی نشست نہایت خوبی اور قابلیت سے کی گئی تھی۔

اس کے نیچے ایک اور قطار چھوڑی چھوڑی موتیوں کی تھی جس کے نیچے بہت سی چھوڑی چھوڑی
موتیوں اور جواہرات کی قطاریں نکلی کہ طلائی دندہ اور ہر تھیں۔

یہاں تو ان کے لواؤں کا خاص کام توالات زرعت کمانا
کا کہ نام نہ ہو لیکن

میں جہان قدیم دار الحکومتین تھیں تجارتی نہایت ہنرمندی سے کیجاتی تھی
 اوزار و ہتھیار جنگی کی ساخت ہوشہ معزز پیشہ قرار دیا گیا تھی اور ہندوستان
 میں اس اعزاز نے بہت ترقی کی تھی جو اب تک بالکل پامال نہیں ہو گئی۔
 مقناطیسی کچالو جو عموماً ریگ کی شکل میں ملتا ہے اس سے ایک قسم کا فولاد
 کو ملے لگتا ہے جو دنیا میں بہترین ہے۔ تلوار کے پھل پر بھرانہ پانی چڑھایا جاتا ہے
 اوزار عام مع تار بچ کندہ کیا جاتا ہے۔ کبھی کبھی انھیں بے ہوشے نقش شکار گاہ
 کے بنائے جاتے ہیں اور کبھی مثل آ رہ کے دندانہ دار بناتے ہیں۔
 توڑے دار بندوق اور دو سر آتشیں جنگی اوزار پنجاب اور سندھ
 کے اکثر شہروں اور ملک گیر واقعہ نکال اور وزیر اکرم واقعہ مدراس میں
 بنائے جاتے ہیں۔ زر و بکتر جس کی ایجاد ایران سے ہوئی تھی
 اب تک کشمیر راجپوتانہ اور کچھ میں بنائے جاتے ہیں۔ احمد نگر کا خود
 مشہور ہے۔ اسلحہ ناری و تلوار وغیرہ دونوں میں سنھری بھول پتیاں
 ڈالی جاتی ہیں اور جواہرات مرصع کیجاتی ہیں اسل یہ ہر کہ بخلاف اور
 ایشیائی ملکوں کے ہندوستانی اسلحہ میں مابہ الامتیاز فرق یہ ہوتا ہے کہ
 اوراق طلا چڑھائے یا چپان کیے جاتے ہیں اور جواہرات بے تکلفی
 اور بے پروائی سے چڑھائے جاتے ہیں۔ لوسہ اور فولاد پر اس
 قسم کا کو فت خانہ کشمیر گجرات اور سیالکوٹ میں ہوتا ہے۔ اور طریقہ
 سونے کے پرت جاتے اور گرائے

جلد دوم

حسن

نہد

نشانات بھی بنائے جاتے ہیں اسی طرح جنوب میں بدورا - بخور -
شہرت پذیر ہیں - اور مغرب میں پونا - احمد آباد - ناسک - خاص یعنی میں
تانبے کی مقدار ہر جود دس لاکھوں سے آتی ہوا دیہیوں کے ہاتھوں
برتن بنتے ہیں -

شوالوں - کی گھٹیاں عمیق در صفائی آواز کے لئے مشہور ہیں
سے شہروں میں ٹھکڑے کسی نہ کسی خاص صفت سے موصوف ہوتے
ہیں یعنی ان میں کچھ ترکیبات تیز و دیر سے و ہاتھوں کی عمدہ طور سے معلوم ہوتی
ہو یا زیور و آرائشی اشیاء کی ساخت کی خاص ترکیبیں جانتے ہیں کبھی کبھی پتلی
پتیل میں لائی جاتی ہوا کبھی آغاقیہ سونے میں - بدری - یعنی تانبے پر چاندی
کے کام کا بیان اور پرہو چکا ہوا ضرورت اعادہ نہیں - اس حالتیں جس بات پر
بدری کا کام ہوتا ہوا تانبہ - سیدہ اور میں کا مجموعہ ہوتا ہوا اور نو شاہ
شورہ نمک اور توتیا - محلول و مخلوط میں غوطہ دے کر سیاہ کر لیتے ہیں
مرآباد - واقع مالک شمال و مغرب اور پھلوارہ واقع ریاست اوہ پو
میں پتیل پر میں چڑھایا جاتا ہوا و منقش گل بوئے سیاہ زمین پر جو
ایک مصالحہ سے جس میں لاکھ ملا رہتا ہوا ہوتی ہوا بنائے جاتے ہیں
پر نیا واقع ملک بنگال میں ایک قسم کا بدری صفت اور تانبے کا تبا ہوا
اس پر نفرتی پھول بوئے تانبے جاتے ہیں - پتیل بلکہ گھٹنے والی
دھات کے ظروف جو مرشد آباد میں بنتے ہیں اور ازام کھاگرنی -

مشہور ہیں ان کی شہرت صرف مقام مخصوص میں محدود نہیں رہی کیونکہ اس میں چاندی کی مقدار بہت زائد ملی رہتی ہے۔

جولاہوں کے گر گر بعد کھاروں کی چاک ہندوستانی قدیم تہذیب وراثت کی نشانی ہے۔ زمانہ نامعلوم سے کھاریہ آبادی کا جزو مانا جاتا ہے۔ مٹی کے ظروف لے اور ادنیٰ یعنی کھاتے پینے کے برتنوں سے لیکر بڑے بڑے ظروف غلہ رکھنے کے تمام دیہات میں بنائے جاتے ہیں علاوہ برین چھوٹی ندیوں میں جب پانی اُبلتا ہے تو مٹی کے چند ٹکڑوں کو یکجا باندھ کر کشتی کا کام لیتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کا حرفہ تمام ہندوستان میں ہے لیکن بہت کم ایسے مقامات ہیں جہاں کے ظروف شہرت کے درجہ پر پہنچے ہوں۔ چینی برتنوں کی طرح چنگلی ہوتی ہے اور نہ قدیم یونانیوں کی طرح نقش نگار ہوتا ہے۔ مٹی تو بعض مقاموں میں اچھی ہوتی ہے لیکن بھر بھی وہ مٹی ہی کا برتن ہوتا ہے یعنی جلا وغیرہ دیگر مٹی کے عیب کو دور نہیں کرتے۔

سندھ جنوبی اور پنجاب میں اس پیشہ ظروف سازی نے اعلیٰ درجہ حاصل کی ہے کیونکہ بہت کچھ ہنرمندی دکھلائی جاتی ہے جو یہ صنعت اور ہنرمندی مسلمانوں کی ایجاد کی ہوئی ہے۔ سندھ کی کھارگری دو قسم کی ہے اول فنی اینٹ بچ بنانا دوم خانگی ظروف تیار کرنا۔ ہر دو حالت میں رنگ ایک ہی ہوتا ہے یعنی مختلف قسم کے رنگین۔ چکیلے۔ معمولی نقش نگار بھال کا ہوتا ہے۔ حر کو بعض اوقات بہت

واقع ملک کنا اور رینور سے آتا ہو۔ مگر صندل پر عمدہ کام سورت اور احمد آباد میں ہوتا ہو۔ ستر ہویں صدی کے نمونہ نقاشی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ اہالیانِ پرتگال نے سواحلِ بمبئی میں اس فن کو بہت قوی ترقی دی تھی۔ لیکن ہندوستانی چوبی نقاشی آج کی نہیں ہو یہ زمانہ دراز سے قائم ہو۔ تاہم سنگی نقاشی جو زمانہ بودہ کی عمارتوں میں تھی وہ بلحاظ وضع اور اثر چوبی نقاشی کے پہلے کی بات ہوتی ہو۔ ان دنوں جو چوبی نقاشیاں علی العموم رائج ہیں انہیں سے بعض قدیم کی سنگ مرمر کی نقاشی یا دوسری سنگین جھنجھیروں کے نمونہ پر ہیں جو نمونے زمانہ دراز کے اب تک پہنچے ہوئے ملتے ہیں ان سے قدیم نقاشی کا حال معلوم ہوتا ہو اور وہ زبانِ حال پر دستکارِ یونان کے منظر ہیں۔

چوبی نقاشی سے علیٰ جملی ایک اور نئی حرفت اور آخر گزشتہ صدی میں بیان جاری ہوئی جس کو (بمبئی یا کس) بمبئی کے صندوق کہتے ہیں اس کا ایجاد شیراز واقع ایران سے ہوا اور وہیں سے ہندوستان پہنچا اس میں باشکال مختلف ٹین کے تار۔ صندل۔ آبنوس۔ ہاتھی دانت اور ہرن کے سینگ کے ٹکڑوں کو یکجا سلسلہ وار خوبصورتی سے باندھتے اور مجتمع کرتے ہیں کہ گل بوڑے اور عمدہ شکلیں بنتی ہیں۔ ذرا کاٹیم واقع مدراس میں اس قسم کی اشیاء ہاتھی دانت اور سینگ کے ٹکڑوں سے بناتے ہیں اور یورپ میں چراماوتار نے اور ملائیت ماس نے کیلے پتھر

جلد دوم حسن منبر

اُبھرے ہوئے بنائے جاتے ہیں۔ مین پوری واقع
شمال و مغرب مین چوبی صندوق مین پتیل کے تار
دوڑائے جاتے ہیں ہاتھی دانت پر نقاشی بہ خصوصیت
امر تسمیر۔ بنارس۔ مرشد آباد۔ اور ٹراونکور مین ہوتی
ہے جہاں ہر وقت حسب منہائش پاکلی سے لیکر گنگھی
تک اشیاء مل سکتی ہیں۔ مٹی کی سورتین زندہ کھال کی طرح
خاص کر کرشمگر۔ لکھنؤ۔ اور پونا مین بنتی ہیں۔

ج

النظر فی تاریخ

آجکل یورپ کے بڑے بڑے مصنفون اور مدبرون کا قاعدہ ہر کہ جب وہ کسی مضمون پر کتاب لکھتے یا لکچر دینا چاہتے ہیں تو اسپراسقدر زور دیتے ہیں کہ گویا قوم اور ملک کے لیے اس سے زیادہ ضروری اور مفید چیز کوئی نہیں ہے۔ ہر ایک مصنف اپنی قوم کو اسی کے طرف متوجہ کرتا ہے اور اسے مضمون کی ضرورت کو ظاہر کر کے نیکنامی اور شکر یہ کاستحق بنتا ہے۔ راقم کا مطلب النظر فی التاریخ لکھنے سے یہ نہیں ہے بلکہ وہ ہندوستان کے لٹریچر میں مشہور و معروف رسالہ حسن کے ذریعہ سے تاریخ کی نسبت اپنی رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے۔

مین اس مضمون میں کسی خاص ملک یا قوم یا براعظم کی تاریخ سے بحث نہ کرونگا نہ خاص بادشاہوں کے کارنامے بیان کرونگا۔ بلکہ نفس تاریخ کے مفہوم سے بحث کر کے تمام دنیا کی تاریخ کو دو حصوں میں بیان کرونگا۔

باوجودیکہ زمانہ حال میں تاریخ کا درجہ علوم و فنون میں ریاضی اور فلسفہ کی درجہ کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ بلکہ بنفس حالون من اس سے برتر۔ لیکن اب تک تاریخ کی ترقی مسدود نہیں

منہ حسن جلد دوم

۱
ہوئی ہمارے زمانہ میں علم کے تین شعبہ تاریخ -
تذکرہ یا ترجمہ (بائیگریفی) اور مساحت اسپین مل جلکر سطر
یکساں ہو گئے ہیں اور اٹھارویں صدی عیسوی سے مصنفین
نے ان تینوں کو ملا کر ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچا یا ہے کہ تاریخ
کو فلسفہ علی کہنے لگے ہیں - طب - فلسفہ - اور قانون کی طرح
تاریخ کے بھی بیشمار سلسلے ہیں - اور مورخوں ایک گروہ کی تاریخ
دوسرے گروہ کی تاریخ سے اس قدر مختلف ہو کہ جب قدر لٹیر پھر
اور ریاضی اسپین متضاد سمجھے جاتے ہیں -

انگریز - فرانسیس - اور عرب - مورخوں کے نزدیک
تاریخ سے قومی زندگی پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے - اور سلف کے
حالات دیکھ کر خلف اپنی اصلاح کر سکتے ہیں - گزشتہ قوموں کی
غلطیاں دیکھ کر اپنی غلطیاں درست کر سکتے ہیں - انکی خطائیں
انکو خطا سے بچا سکتے ہیں اور عقلمندی اور حکمت کا سبق قیام
وحشی اور شایستہ قوموں سے سیکھ سکتے ہیں -

جرمن کے حکیم کہتے ہیں کہ تاریخ سے ہماری موجودہ -
پوسٹیکل حالت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا اور نہ اس سے ہمارے
اخلاق اور عادات درست ہو سکتے ہیں - بلکہ حقیقت وہاں
کے ٹھیک ٹھیک بیان کا نام قاری منج ہے *

ھیگل جرمن کا ایک بڑا مورخ حکیم تھا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ اور قوموں کو تو تاریخ لکھنے کا شوق ہے اور ہمیشہ جی تلاش کرتے رہتے ہیں کہ تاریخ کس طرح پر لکھنے چاہیے۔

(۱) خالص تاریخ یعنی وہ تاریخ جس میں جو واقعہ اور امر آنکھوں سے گزرتا ہے یا جو اوروں سے سنا ہوا ہو اسکو بلا تغیر و تبدل درج کر دیتے ہیں اور راوی کے کلام کو بحسنہ رکھتے ہیں۔ اور اسکے مطلب میں دخل نہیں دیتے۔

(۲) وہ تاریخ جو غرور و غرض سے کہے جائے اور جس میں مصنف اپنی تمام لیاقت اس امر کی تحقیق میں صرف کرتا ہو کہ کونسا واقعہ تاریخی لحاظ سے درست ہو اور ان وجوہات کو جانچتا ہے جن سے بعض غلط واقعات مشہور ہو جائیں۔

اس قسم کی تاریخ کا مصلح زیادہ تر پہلی قسم کی تاریخ ہوتی ہے جو جس قوم میں مفکر و محنتی موجود ہو وہی اسکے ہندوستانی کی کافی زیادہ

(۲۴) تیسری قسم کی تاریخ کا نام سبکل فلسفہ التاریخ رکھا ہے اس سلسلہ میں تاریخ کو ایک نوع کا فلسفہ سمجھ کر اس سے نتائج اخراج

سبکل جرن کا ایک مشہور مصنف، مورخ اور حکیم گزالی جنرل شاہ سو ایشیا راجا پٹنا کے رئیس

ہیگل جبرسن کا ایک مشہور دسروں، مومن اور حیکیم گزرا ہے جس پر اشارہ سوا اشارہ ہے اور اشارہ خواہیں
 برلن دارالشعلنت پر شیا (جبرسن) میں ”تاریخ کے فلسفہ“ پر لکھ رکھے ہیں +

برمن دارالشہادت پرشیا (جرمن) میں ”تاریخ کے فلسفہ“ پر لکھ رکھے ہیں :

منہد حسن جلد دوم

کے جاتے ہیں اور تمام واقعات کو ایک سلسلہ میں سلسل کر کے اور انکو ایک سمجھکر اسباب اور نتائج سے بحث کیجاتی ہے اس دانشمند مورخ نے پھر ہر ایک سلسلہ کو مختلف شاخوں میں تقسیم کیا ہے لیکن ہیگل کی رائے کو چھوڑ کر یہاں ہم یورپ اور ایشیا کے طریقہ تاریخ پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔

آجکل یورپ میں جس طریقہ سے تاریخ لکھنے اور تاریخی واقعات کا کہوج لگانے اور پوشیدہ باتوں کی تحقیق کر کے نہایت قدر میں قیاس اسباب بعض واقعات کے مقرر کرنے کا دستور جو وہ بلاشبہ ہمارے ایشیائی تاریخ سے بہت برتر اور اعلیٰ ہے حال کا مورخ جس مصالح اور ماحذ سے اپنی تاریخ کے مطالب کا استخراج کرتا ہے اور جس عالمانہ طریقہ سے اپنی تاریخ کا طرز تحریر مقرر کرتا ہے اور جو باتیں عام آدمیوں اور اچھی نظر سے دیکھنے والوں کو صاف اور بدیہی معلوم ہوتی ہیں انہیں عمیق نظر سے دیکھتا ہے اس سے علمی دنیا میں اسکی قوم کی ترقی یافتہ اور شائستگی کا صاف ثبوت پایا جاتا ہے۔ اس قسم کی تاریخ سے قوم کے خیالات میں تازگی اور جوش قائم رہتا ہے اور تاریخ کے وسیع میدان میں غور و خوض کرینکے لئے ہمیشہ ایک وسیع میدان کھلا رہتا ہے۔

جلد دوم حسن بنبر

اور اس تاریخی الماری سے علم ادب یا لٹریچر کی ترقی کا اندازہ معلوم ہوتا رہتا ہے۔

پہلے زمانہ میں تاریخ لکھنے کا مصالح بھٹھا کہ واقعات کو خود انکھون سے دیکھ کر یا اور دن سے سنکر (جو اکثر حالتوں میں غیر معتبر اور بیہودہ شہادت ہوتی تھی) قلمبند کرتے تھے۔ اسکو اس زمانہ کی محدود ترقی کے مانند مورخ کہتے تھے +

ٹھیک ٹھیک حال معلوم نہیں ہر کہ تاریخ لکھنے کا رواج دنیا میں کس زمانہ میں شروع ہوا ہے لیکن یہ خیال کرتے ہیں کہ مصر سب سے پہلا ملک اور چینی سب سے پہلی قوم ہے جنکو تمام جہان میں یہ فخر حاصل ہر کہ انہوں نے واقعات کے قلمبند کرنے کے فن کی تقریب کی ہے +

حضرت عدیسی سے تین ہزار سال پیشتر سے شاہنشاہ چین کے حکم کے موافق ایک وزیر کا فرض تھا کہ جو واقعات تمام حکمرانوں میں قائم ہوں انکو روزانہ قلمبند کرے اور ماہواری اور سالانہ رپورٹیں تیار کرے + (۲)

(۲) چین دنیا میں سب سے زیادہ پرانی سلطنت سمجھی جاتی ہے اور جو حال اسکا پانچ ہزار سال پیشتر تھا جو اس زمانہ کی سرکاری تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے وہی انیسویں صدی کے آخر میں موجود ہے +

منبت حسن جلد دوم

اسکے بعد سب سے زیادہ مشہور ملک مصر ہوا ہے جسے قدیم زمانہ میں تہذیب میں بہت کچھ ترقی کی ہر لیکن بلکہ اسکی تاریخ کا کچھ نشان نہیں ملتا اور غالباً اس زمانہ میں کوئی مصری مورخ نہیں گزرا۔ مگر موجودہ تحقیقات سے چٹکاؤ کریوروپ کے طریقہ تاریخ میں کرینگے اس زمانہ کا کچھ حال معلوم ہوا ہے۔

ہندوستان کی شائستگی قریب قریب مصری کے سمجھ پائی جاتی ہے بلکہ بعض مورخ اسکو مصر سے ہی زیادہ قدیم خیال کرتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی تاریخ لکھنے کا رواج نہیں ہوا اور نہ واقعات کا کوئی معتبر جبرٹل سکتا ہے۔ خیالی راجاؤں اور مہاراجاؤں کی لمبی لمبی فہرستیں موجود ہیں مگر انکا اعتبار راجن اور مہابھارت سے بھی کم کرنا چاہیے۔ اسلئے اس قدیم دنیا کو تاریخی لحاظ سے تاریکی میں سمجھنا چاہیے۔

ہندوستانی ایرین قوموں کو چوڑ کر اب بلوچنی اسرائیل کی ساقی قوموں پر نظر ڈالنی چاہیے جو کازانہ غالباً حضرت عیسیٰ سے ایک ہزار سال اور آنحضرت سے سترہ سو سال پہلے سے شروع ہوتا ہے۔ مذہبی مورخوں کے نزدیک یہودیوں کی کتاب میں معنی عہد عتیق دنیا کی سب سے زیادہ معتبر تاریخیں ہیں۔ لیکر بے لاگ اور سچی مورخوں کے نزدیک انکے معتبر ہونے میں کلام ہے۔ اگرچہ

جلد دوم حسن نمبر

راقم کے نزدیک بائبل کا تمام حصہ کسی طرح پر تاریخی لحاظ سے
 سچ نہیں ہو سکتا لیکن اس میں بھی شک نہیں ہو سکتا کہ ان میں ایسے
 واقعات بھی بیان ہوئے ہیں جن کا وقوع ضرور ہوا ہے۔
 اہل چین اور اہل مصر اور اہل ہند کی بت پرست شائستگی اور یونانیوں کی الہامی
 تہذیب کے یونانی اور رومیوں کی روشن اور علمی ادب کی شائستگی شروع ہوئی جس کی بنیاد فلسفہ توحید اور
 بت پرستی غیبی طرح سے ملی ہوئی تھی۔ حقیقت تاریخ کی تائید یہ ہے کہ یونانیوں میں شروع
 ہو اور ان حکماؤں کے نام حکمت اور فلسفہ سے روشن ہوئے اور ان کی تاریخی واقعات کے
 سکھنے کا ارادہ کیا۔ زانو فن۔ (جو ایک علمی حکیم اور بہادر جرنیل
 اور معتبر مورخ تھا لیکن سب سے بڑا فخر شاید یہ تھا کہ اس کو سقوط
 کے شاگرد رشید ہونے کی عزت حاصل تھی) نے دس ہزار
 یونانیوں کی بازگشت کی تاریخ اس عہد کی اور اعلیت سے لکھی ہے
 کہ اس کو ہیگل کی پہلی قسم کی تاریخ کا نمونہ کہہ سکتے ہیں رومیوں نے
 بھی غیر الہامی شائستگی میں کچھ کم ترقی نہیں کی یہ نسبت اہل یونان
 کی۔ لیکن اس زمانہ تک تاریخ نے عام علم ادب میں کوئی اصلی اور واقعی
 ترقی نہیں کی۔ حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے اور چلے بھی گئے۔
 یورپ کے وحشی قوموں نے سینٹ پال کی کوشش سے دین
 عیسوی قبول بھی کر لیا اور بہت سے مباحثہ کے بعد کئی سو برس
 گزرے۔ مسیحی تبلیغ جو فلسفہ فلاطون کا نتیجہ تھا مذہب عیسوی

منبر حسن جلد دوم

اول دین میں متدراپا گیا مگر وہاکی سلطنت نے دین عیسوی کے ماتحتی میں کوئی بڑی ترقی نہیں کی۔ تاریخین لکھی گئیں مگر اس درجہ گری ہوئی۔

سلطنت ایران سینے پارسیوں کی سلطنت فرجور دما اور قسطنطنیہ کی سلطنت کے ہم پلہ اور بعض تہی معلوم نہیں تاریخ لکھنے کے لئے قلم اڑھایا یا نہیں کہہ سکندر کے حملہ سے تمام قیارات مغربی اور تاریخی کربراؤ کر دیا اور یونانیوں عداوت سے ادکا قدیمی حال معلوم نہیں ہو سکتا۔

لیکن اب دنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب عظیم ہوئی ااتما اور قاعدہ کے موافق جس طرح حج عداوت کی روشنی سے پہلے تھوڑی دیر ہی نمودار ہوئی تہا سیرج نبی اسلام کو بعثت سے پہلے دنیا میں ہر قسم کا ظلم۔ تاریخی۔ جہالت۔ عصیان۔ طغیانی۔ اور بد اخلاقی جہان میں چھا رہی تھی۔ جو لوگ۔ قائم مع کو غور سے پڑھتے ہیں انکو یہ عقدہ حل ہو سکتا ہے کہ تاریخ کا اور دنیا کا زمانہ حال کب سے شروع ہوتا ہے۔

مختلف لھاظوں سے مختلف زمانوں کو زمانہ حال کہہ سکتے ہیں۔ طوفان نوح کے بعد کے زمانہ کو زمانہ حال اس حیثیت سے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں تمام طبقات ارض پر کوئی ناگہانی آفت نہیں آئی۔ یورپ کے موع کالون۔ اور کیوتھس۔ کی اصلاح مذہب۔ سے زمانہ حال لیتے ہیں کیونکہ اس زمانہ سے پوپ کے اختیارات سلب ہو گئے۔

شروع ہوا ہے۔ لیکن معنف کے نزدیک سلسلہ ۴۵۳ء سے صدیوں پہلے
پوپ کا بہت کم اثر یورپ کی قوموں پر رہا تھا۔
اسلئے تہذیب شائستگی اور کامل و حدانیت کی تعلیم کیلئے آنحضرت (علیہ
وعلی آلہ السلام) کے بعثت سے زمانہ حال سمجھنا چاہیئے۔ یہ امر
مذہب کی قیایخ میں مفصل بیان ہونا چاہیئے۔

الغرض یہ بات تو مسلم ہے کہ اول اہل عرب نے یونانیوں کے
مردہ اور محدود علوم کو زندہ اور وسیع کیا۔ ہکو تو یہاں صرف تاریخ سے
بحث ہے اور یہ بات مشہور ہے کہ دنیا کی قوموں میں تاریخ کا سب سے زیادہ
شوق عرب کو ہوا ہے۔ وہ جہان کے ہر گوشہ میں جس جگہ اپنی فتوحات کو
پھیلاتے تھے اس مثنوی کو بھی ہمیشہ اپنے ساتھ لجاتے تھے جس حد تک
اونہوں نے قیایخ میں ترقی کی ہے اسکا بیان آگے کرتے ہیں۔

اس بات کو تسلیم کر کے کہ زمانہ حال کی تاریخ کی ترقی کے مقابلہ
میں شاید عرب کو تمام موزونوں کو مورخ کے لقب سے لقب نہیں کر سکتے
لیکن اس زمانہ کو محاط سے انہوں نے اعلیٰ درجہ تک ترقی کی ہے۔

اہل عرب میں تاریخ کا ایک شعبہ (جو اسنے پچھلے دنیا میں کسی قوم
میں نہیں ہوئی اور نہ اسکے بعد قوموں میں پایا جاتا ہے) روایت کا
سلسلہ تھا۔

کوئی تاریخی واقعہ قلب بند کرنا چاہتے تھے تو اسکے ساتھ

منہ حسن جلد دوم

اپنی اطمینان اور آئندہ نسلوں کے اعتبار کے لیے بیان کرنے والی کا نام بھی لکھ دیتے تھے اور صرف بیان کرنا اسے ہی کو نام پر اکتفا کرتے کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہ اس بیان کرنے والے نے (جسکو انکی اصطلاح میں راوی کہتے تھے) کس سے سنا ہو اور اس سلسلہ استفسار کو یہاں تک پہنچاتے تھے کہ کسی ایسے معتبر اور مستند نام تک نہ پہنچے ہو جس کے کلام میں کسی کو جائے کلام نہ رہے۔

اس طریقہ استفسار میں ہی مولف یا مصنف اس کلام کو اس قدر وقعت دیتا تھا جقدر راوی کی راست بیانی اور دیانت داری پر اعتبار ہو سکے * یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ طریقہ علم حدیث (۳) ہی میں محدود تھا۔ ہنیں بلکہ اسکو معمولی تاریخ میں بھی کام میں لاتے تھے *

پہر انہوں نے اس تاریخی تحقیق کیلئے ایک اور علم ایجاد کیا جسکو وہ ”رجال اور اسانید“ کہتے تھے۔ اس میں ہر ایک راوی کی شخصی خصلت اور ذاتی تقدس پر اسکی اطلاع یا روایت کا اعتبار ہوتا تھا *

ایک غیر قوموں نے دوسری قوموں کی تاریخ میں دخل نہ دیا تھا مگر عرب نے نہ صرف اپنی تاریخ لکھنے پر بلکہ یورپ۔ ایشیا۔ آفریقہ۔ تری اور خشکی جہاں جہاں انکی رسائی ممکن تھی اس پر تاریخ لکھنے کے لیے قلم اٹایا تھا۔ جس قوم کو انہوں نے فتح اور جس کو فتح نہین کیا جس کی کا جو حال معلوم

(۳) راقم مسطور کے نزدیک علم حدیث ہی ایک قسم کی تاریخ ہے *

ہوتا تھا حوالہ قلم کرتے تھے۔

اول وہ جس قوم کی تاریخ لکھنی چاہتے تھے اسکی زبان کو بہت احتیاط سے سیکھتے تھے اور وہ ان کو با شند و بخی طرز معاشرت۔ رسوم و آداب زندگی کا مطالعہ کر کے۔ ان کے علما اور پر و ہوتوں سے دریافت کر کے انکے مذہبی اصول معلوم کرتے تھے۔ شاعروں کے کلام سے۔ افسانہ کی کتابوں سے۔ بوڑھے بوڑھے آدمیوں پرانی پرانی عمارتوں سے اس قوم کا حال معلوم کرتے تھے۔ شہرستانی صاحب ملل و النحل اور حکیم ابوریحان البیرونی کی تاریخ الہند اسی طریقہ سے لکھی گئی ہیں۔ بیرونی لکھتا ہے کہ میں ہندوستان کے راجاؤں ایک فہرست کا ذکر سنکر غزنی سے قنوج تک آیا مگر ناکام گیا۔

اعلیٰ درجہ کی تاریخوں میں یاد شاہوں کے زمانہ سلطنت خانہ بنگون۔ بنغوتوں کے علاوہ تاریخی اشخاص کی حوصلت پر مکتہ چینی طرز معاشرت۔ قوم کے علم و فضل کا حال۔ باغات عمارات شایستگی و تہذیب و علم ادب کی ترقی کا بیان مل سکتا ہے۔ علامہ ذہبی کی تاریخ۔ المقری کی تاریخ اندلس ابن خلدون کی تاریخ اور اسکا مقدمہ دیکھنے والا ان واقعات کی تصدیق کر سکتا ہے۔ اہل عرب میں روزیچے یا ترک۔ سفرنامے۔ جغرافیہ بھی بکثرت لکھتے ہیں اور یہ بھی علم تاریخ کی شاخیں ہیں۔ تیمور اور بابر کے چنگ (۴) شریف ادریس۔ ناصر خسرو ابن بطوطا کے سفرنامے۔ ابو اللہ اور ادریس

(۴) مسلمان ہونے کی حیثیت سے مصنف نے انکو عربوں میں شمار کیا ہے۔

مبشر حسن جلد دوم

جن رائے دیکھنے والا معلوم کر سکتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کہاں تک ترقی کی ہے۔

اہل عرب کی تصنیفات کو پر انصاف سے دیکھنے کے لیے اس بات کا بیان کرنا ہی ضرور ہے کہ مورخ کو خیال رکھنا چاہیے کہ کس قدر کتابیں لاکھوں ابار لگا لگا کر اسپین کے وحشی عیسائیوں نے جلا ڈالیں۔ کتنی لاکھ کتابیں جنگی شامہ دوسری نقل ہی کہی نہ ہوئی ہوگی۔ خانہ جنگیوں۔ خونریزیوں۔ انقلابات۔ سلطنت اور سیل تانے پر باد کیوں۔ ہندوستان کے سرہٹوں۔ سکھوں۔ جاٹوں۔ اور پٹھانوں کے اٹھارویں صدی کی فساد اور لوٹ مار نے ہمارے لٹریچر کو کس قدر صدمہ پہنچایا ہے کس قدر تاریخیں جاہل افسانوں کی جہالت اور چاہے خانہ کے ہونے کے سبب سے تلف ہوئیں۔ کیڑے کہا گئے اور غرق ہو گئیں۔

اہل عرب نے تاریخ اور اسکے مددگار علوم میں جو کارنامے کئے ہیں ان کا بیان چھوڑ کر اب یورپ میں اس علم کی ترقی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اٹھارویں صدی عیسوی کے شروع یعنی اورنگ زیب کی وفات سے یورپ میں وہ ترقی ظاہر ہونے لگی جس نے اس کو ایشیا سے برتر اور اعلیٰ درجہ پر قائم کیا ہے اور تقریباً اسی زمانہ سے تاریخ ہی عمدہ طریقہ سے لکھنی شروع ہوئی ہے۔

میں اس مقام پر انگلستان ہی کے مورخوں کو ذکر کروں گا کیونکہ انہیں

مجھکو زیادہ واقفیت ہے ۴

حال کی تاریخی طرز کا بانی مشہور و معروف مورخ گبن (اڈورڈ)

تھا۔ اٹھارویں صدی کے ربع چہارم میں اسنے شہرت پائی ہے اور ابھی اپنی تاریخ لکھنی شروع ہی نہیں کی تھی کہ مشہور ہو گیا تھا کہ گبن مسلمان ہو گیا ہو (۵) اسنے ۱۲ جلد و نین سلطنت روم کے تنزل و زوال کی تاریخ لکھی۔

یورپ کا کوئی شایستہ ملک نہ جاسمین اس تاریخ کا فوراً ترجمہ ہوا ہو۔ گبن پہلا مورخ تھا جسنے مسلمانوں کے ساتھ انصاف کیا ہے یہی بہا و شخص تھا جسنے ۹-۱۲ جلدوں میں مسلمانوں اور عیسائیوں کا مقابلہ کیا ہے۔

گبن کے بعد یورپ کے اکثر مورخوں نے یہی طرز اختیار کر لی اور گبن ہی کے طریقہ تحقیق و تدقیق کو پسند کیا۔ راقم کے نزدیک اگر ہندوستان کے مسلمان قانیخ کے فن میں کچھ کرنا چاہتے ہیں تو انکو گبن ہی کا آسان عمدہ اور صاف راستہ اختیار کرنا چاہیے گبن کے بعد سنی الحقیقت نگارین میں اصلی اور عمدہ مورخ پیدا ہو نیلگے۔ سہوین شین۔ سکالے۔ اور کارلائل سب کے سرتاج ہیں۔

لامڈھ کاسلے جس کی وفات کو تیس برس ہی نہیں گزرے انگلستان کے مشہور شاردن اور مورخون میں گزرا ہے۔ اسکے۔ سہوین سب سے زیادہ مشہور اور مفید ہیں لیکن انہیں وہ غریب مصنفوں کی بہت ہنسی (۵) بوسول کی "لائف آف جٹا شین" انجی لامڈھ کاسلے کامیو یو ملاحظہ ہو۔

منبر حسن جلد دوم

اڑانا جو اور اسی طرز سے اس نے انگلستان کی تاریخ کہنی شروع کی جو ۶ جلد میں ناتمام رہی۔ اس زبردست اور ہر دل عزیز مصنف کا بڑا عیب یہ تھا کہ وہ اپنی پارٹی (جماعت) یعنی برل کے سوا سب بادشاہوں - دبیرون - اور مصنفوں کا ذکر نہایت حقارت اور تسخر سے کرتا ہے اور عبادت کے زور میں اگر واقعات کی پروا نہیں کرتا۔

مکالی کا ہر طریقہ اور بڑا حکیم اور مورخ ہو سہجہ جسکی وفات کو آٹھ سال ہونے ہو گئے۔

یہ کلائی ہے۔ اسکا طریقہ تحریر اور فلسفہ جبرین والون سے ماخوذ تھا مگر تاریخ لکھنے میں اس نے عجیب و غریب طرز ایجاد کیا ہے جو نہ گبن سے مشابہ ہے نہ مکالیے کے مانند ہے۔ اس تحریر میں صرف دعوے کی بالکل پرور نہیں کرتا۔ اسکی سب سے اعلیٰ تصنیف فریڈرک شاہ شاہ پریشیا کی لائف ہے جسکو مکالیے نے بھی لکھا ہے۔

کامر لائل کی تاریخ کا ڈبنگ چونکہ ہندوستان کے باشندوں کی طبائع کے بالکل مختلف ہے اسلئے اسکا بیان چھوڑ کر اب میں یہ بیان کرنا ہوں کہ یورپ میں مورخ تاریخ کو کس طرح پر لکھتے ہیں اور ہمارے مصنف اسکو کیا استعمال کر سکتے ہیں۔

ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اہل عرب تاریخ کو کس طرح سے لکھتے تھے اب دیکھنا چاہیے کہ اہل یورپ نے اسکو کس قدر بہت دی ہے۔

یورپ کا مورخ جب تاریخ لکھنے بیٹھا ہے تو وہ اسکے لئے کن چیزوں سے کام لیتا ہے؟

سب سے زیادہ قدیم تاریخین اور واقعات کی فہرستیں ہیں (۶) جو ہم مورخوں نے کسی خاص زمانہ کی تاریخ کی بابت لکھی ہیں۔ ان ہمہ تاریخوں کا اسپین مقابلہ کیا جاتا ہے اور ان کے مصنفوں کی لائف پر غور کر کے یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آیا بعض اسباب سے اسکو واقعات غلط معلوم ہوئے ہیں یا کسی خاص پوشکل یا مذہبی فرقہ میں ہوئی سے مصنف نے اپنی رائے بے لاگ ظاہر کی ہے یا نہیں۔ یہ مختلف تاریخوں کا مقابلہ کر کے سب سے زیادہ قرین قیاس اور غالب رائے قائم کی جاتی ہے۔ نہ صرف تاریخوں بلکہ اس زمانہ کے سرکاری دفتر اور رجسٹر و سرکاری خط و کتابت کو۔ صوبوں ریپوٹوں کو۔ دربار کے اعلان اور احکامات کو۔ عدالت کے فیصلوں اور مذہبی مناظروں کو اگر اس زمانہ میں کسی نے اپنا روزنامہ لکھا ہو تو اسکو تلاش کرتے ہیں اور غور و خوض سے نتیجے نکالتے ہیں۔

کسی خاص زمانہ۔ آدمی۔ قوم یا شہر کے تاریخ لکھنے کے لئے پرائیویٹ خطوں کو تلاش کرتے ہیں مقامات جنگ کے ملاحظہ کے لئے خود مورخ اس جگہ جاکر ہر اشیاء کی ٹھیک جگہ متعین کرتا ہے۔ اور نقشہ کھینچ کر اپنے پاس

(۶) جو تاریخین کہ سنوچ موافق لکھی جاتی ہیں مثلاً سید اول جلوسی میں یہ واقعات ہوئے ہیں جیسے بالفلد
ناسخ الدیم تاریخ خانی خان کو مصنف فہرستیں کہتا ہے برخلاف تاریخ فرشتہ اور ابن خلدون کے

منہ حسن جلد دوم

رکھتا ہے۔ قوم کی تہذیب طرز معاشرت اور اخلاقی حالت کا صحیح صحیح اندازہ کر سکیے۔ لیکن اس زمانہ کی تصانیف علمی۔ قصہ کہانی اور افسانہ کی کتابوں پر ناؤں۔ پکچر۔ تقریریں۔ سیاہون کے سفر نامے نظر سے نکال دیتے ہیں۔

لیکن جن قوموں کے حالات ان تمام وسائل سے بھی معلوم نہیں کیوں اور تاریخ زمانہ سے ان کے حالات بالکل تاریکی میں ہوں تو ان کا اس قوم کی زبان۔ رنگ خط و خال۔ عادات و اطوار و مذہبی افسانوں کا مقابلہ اور قوموں سے کر کے اور کوئی مشابہت دریافت کر کے کہو ج لگاتے ہیں موجودہ عمارتوں کو دیکھ کر ان کی عمارت کی شہادت سے ان کی بانیوں کی تہذیب۔ انتظام سلطنت۔ اور عظمت کا قیاس کرتے ہیں۔

جو طریقہ کہ ہنسنے تاریخ لکھنے اور واقعات کو استنباط کرنے کے بیان کے لئے انہیں یا ویسی ہے وسائل سے لاکھ لکھتے ہیں کیونکہ تاریخ کسی خاص قوم یا ملک یا عرض کی سوانح عمری ہوتی ہے لاکھ کسی خاص شخص کی سوانح عمری کا نام ہے۔

اٹھارہویں صدی میں تاریخ نے اس قدر ترقی کی ہے کہ اب ان چیزوں کی تاریخ بھی لکھی گئی ہے جو صرف ذہنی اور خیالی ہیں اور جو ہم محسوس کر کے نہیں دیکھ سکتے سینے جو عرض ہیں۔ فی الحقیقت یہ تاریخ اور یہی تاریخ اس تمام پہلی تاریخ کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور یہی آخر الذکر تاریخ ان تمام پیشہ تاریخوں کا جو پہلی لکھی گئی ہیں نیچے۔ گویا تمام

جلد دوم حسن نمبر

دینا نے اب سے پہلے یہ بشمار تاریخین اسی غرض سے لکھی تھیں کہ وہ اس نئی قسم کی تاریخ کا انیسویں صدی میں مصالح ہیں۔ یہ تاریخیں جیسے تہذیب کی تاریخ - علم ادب کی تاریخ - شاعری کی تاریخ - فلسفہ اور حکمت کی تاریخ - یورپ کی داغی اور عقلی ترقی کی تاریخ پکار پکار کر کہتی ہیں کہ اب پرانی تاریخ اور نئی تاریخ میں وہی فرق پیدا ہونے والا ہے۔ جیسا کہ کھڑے اور ریل گاڑی میں۔ جیسا کہ حال کے جنگی جہاز اور جہاز کی بادی کشیدہ میں۔ جیسا کہ قدیمی تلوار اور حال کے آلات حرب میں۔ جیسا کہ قدیم بت پرستی اور تثلیث اور توحید میں۔ اب میں گویا اس مضمون یعنی النظر فی التاریخ کے دیباچہ کو لکھ چکا ہوں اور اصل مضمون کو جسکا اشارہ میں اسی مضمون میں کر دیا گیا میں یا کوئی زیادہ لائق آدمی امید ہے کہ اسی زمانہ میں پورا کریگا لیکن اس مضمون کو بتایگر پہلے میں قوم کے خیر خواہوں کی خدمت میں اس مسالہ حسن کے ذریعہ سے ایک عرض کرتا ہوں اور اس امر کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس قسم کی زندہ اور علمی تاریخ کا سینہ ذکر کیا ہے اس سے ہماری زبان اور قوم کو کس قدر فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ ہماری (ہندوستانیوں کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً) قومی زبان ارو وہی ہے اور ملک کی زبان ہونکی جو کچھ طاقت اس زبان میں موجود ہے وہ ہندوستان کی کسی اور زبان سے

منبر حسن جلد دوم

ہنیں لیکن اس زبان میں اس قسم کی کتابیں نہیں ہیں جسے اس قسم کے خیالات کی تقریب ہوتی ہے جو یوں ہیں تشریح کے پڑھنا اسلئے پڑھنا کہ جانتے ہیں اسلئے قومی خیر خواہوں کا سب سے اعلیٰ اور انتہائی کا فرض ہے کہ جہاں تک ہو سکے آئندہ نسلوں کے لئے ایک آسان اور عمدہ راستہ صا کرین اور جو لوگ انگلش لٹریچر سے فیضیاب نہیں ہو سکتے انکے واسطے اپنے لٹریچر کے درجہ کو اعلیٰ درجہ پر پہنچا دیں لیکن اب دیکھنا چاہیے کہ ہلکے کس قسم کے لٹریچر کی ضرورت ہے اور کس قسم کا لٹریچر موجود ہے جو لٹریچر موجود ہے وہ نظم ہے جو تمام دنیا کے بدترین لٹریچر میں سے ہے اور جس سے قوم کی مروانہ اور آزاد خصلت، بنائیکی نسبت قوم کو دیو بنائیکی زیادہ اسید رکھنی چاہیے۔ اگر ہمارے اردو لٹریچر کی تمام کتابیں جمع کیا جائیں تو ان میں سے (۵۰ فیصدی) ہی ناشدنی نظم ہوگی! ان سے کیا فائدہ ہے اور ان کے معدوم ہونے سے کیا نقصان ہے شاید اسکا جواب مدو جز اسلام کے اس شعر سے بہتر ہو سکے کہ ”جو کر جائیں حیرت جو شاعر ہمارے“ کہیں جس قسم کے جہاں پاک سارے اب پہلے سوال پر غور کرنا چاہیے کہ اگر موجودہ لٹریچر کافی نہیں ہے تو کس قسم کی کتابوں کی ضرورت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ضرورت ہے لٹریچر سے مراد ریاضی، فلسفہ، طب، سائنس اور ہیئت نہیں ہے اور نہ یہاں اس سے بحث ہے بلکہ علم ادب ہے۔ میں منبر

جلد دوم حسن منبر

دلائل بیان کئے اپنی ناچیز رائے ظاہر کرتا ہوں کہ ہم کو نہ ڈراما کی ضرورت نہ ناول کی۔ تقے اور افسانے ہکو بد نام کر نیکے لیے پہلے ہی سے موجود ہیں۔ اسلئے اگر ضرورت ہے تو زبان میں زور صفائی اور روانی پیدا کرنے کے لئے ہٹری۔ اور بایو گرافی (تاریخ و تذکرہ) کی ضرورت ہے۔ یہ ایک ایسا دعوے ہے کہ اسکی دلیل خود دعویٰ میں موجود ہے اسلئے اس امر کو فرض کر کے کہ قوم نے لائق نصیحت دینے والے آدمیوں کی سوانح عمری اور اثر ڈالنے والی خیالات کو پاک کرنیوالی۔ ولیرانہ خصلت پیدا کرنیوالی تاریخ (جسمین حقیقتاً لائق بھی شامل ہے) کی ضرورت کو تسلیم کر لیا ہے۔ میں اپنے مضمون کا مقصد پیش کرتا ہوں۔

تمام دنیا کی مختلف اور اصلی تاریخیں دیکھنے سے انسان کے دل پر جو اثر پیدا ہوتا ہے اسکو تاریخ کا نتیجہ کہنا چاہئے اسلئے جب تمام قوموں ملکوں باشندوں کی مجموعی ترقی اور تنزل دیکھتے ہیں۔ شخصی اور جمہوری نزاعیں۔ بادشاہوں کی آپس میں طراییان خانہ جنگیان۔ خون ریزیان۔ بغاوتیں مشاہدہ کرتے ہیں اور یکساں اسباب سے یکساں نتائج کے پیدا ہونے پر غور کیا جاتا ہے تو موثر ملکی۔ مذہبی۔ مدنی۔ اور اخلاقی۔ انقلابات پر نظر کرتے ہیں کہہی اسی فرانسیمسی قوم کو اپنے بادشاہ اور ملکہ کو گنڈا سے سواڑاتے

منبر حسن جلد دوم

ہوئے اور کبھی اسی فرانسیسی قوم کو ایک سپاہی نیپولین کی۔
 شخصی حکومت میں قوموں کو کچلنے کیلئے ہتھیار تیز کرتے ہوئے دیکھتے ہیں
 عمرو اور براہیم کے مناظرے۔ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ
 کی خونریزیان۔ لبرل اور کنسرویٹو کے فسادات سب کے سب میں
 ایک ایسی مشابہت پائی جاتی ہے کہ یہ خیال خود بخود دل میں پیدا
 ہوتا ہے کہ تاریخ کیا ہے اور اسکا کیا مقصد ہے ؟
 مصنف کے نزدیک تمام دنیا کی تاریخ اور انقلابات اصل
 دو لفظوں کے مفہوم ہیں۔ تمام فسادات کسی نہ کسی طرح انہیں دو
 لفظوں کے اسباب تھے اور ہر تاریخی واقعہ انہیں لفظوں کا نتیجہ ہے
 وہ لفظ کیا ہیں (۱) مذہب اور (۲) آزادی۔
 واعظوں کے وعظ۔ حکماء کے خیالات۔ سائنس والوں کی تحقیقات
 مدبران سلطنت کی رائیں۔ بادشاہوں کے حملے۔ تاجروں اور صنعتکاروں
 کی کوششیں یا تو آزادی۔ اور مذہب کی تائید کے لئے ہیں یا انکی
 مخالفت کے لئے۔ اگر یہ نہیں تو وہ کچھ نہیں ہیں۔
 انسان کو مذہب سے کیا تعلق ہے۔ مذہب انسان کے دل
 کو مقناطیس کے کشش کے مانند کھینچتا ہے۔ فطرت
 انسانی نوٹا ہے اور مذہب کشش مقناطیسی ہے۔
 مادہ کے لئے جس طرح پرکشش ثقل ضروری ہے ایسا ہی انسان کے

لئے آزادی ہے اگر کشش ثقل کو مادہ سے نکال سکتے ہیں تو آزادی کو انسان سے جدا کر سکتے ہیں اسیلئے آزادی انسانی مرضی کے لئے وہی شے ہے جو ثقل کو مادہ کے لئے ہے۔

فرہمین کا قول ہے کہ مذہب کا صحیح خیال اول بنی سام (یعنی عرب و یہود) میں پیدا ہوا اور آزادی کو آریا میں تو سمون نے ٹھیک سمجھا لیکن ہم اس خیال کو تسلیم نہیں کر سکتے کہ مذہب (توحید باری) کسی خاص نسل میں اور آزادی کسی خاص قوم میں محدود ہوئے ہیں جو اصول ہم نے مقرر کئے ہیں انکے موافق مذہب آزادی ہر فرد انسان کی حق اور مرضی کے لئے لازمی ہیں۔ اسیلئے بعض مقامی اسباب ہیں جیسے قوم کی خاص صفات ملک کی حالت آب و ہوا۔ امید و خوف اور دیگر بیرونی اثر جن سے مذہب اور آزادی معدوم نہیں ہو بلکہ انکی شکل بدلتی ہے۔

(۱۹) [اگر مذہب اور آزادی کی تاریخ لکھی جائے تو ایسوں

صدی کی دماغی ترقی میں بہت بڑی مدد ملے گی۔]

غلام الثقلین از دہلی

روزنامہ سفر کوہ نینگری

دیباچہ

میری طبیعت کچھ عرصہ سے بیمار تھی بفضلہ ڈاکٹر لاری کے معالجہ سے صحت تو ہو گئی مگر ضعف باقی تھا اس اثنا میں موسم گرما نے در زیادہ طبیعت کو مضحک کر دیا آخر کار ڈاکٹر لاری کے صلاح اور مشورہ کے بعد میں نے مناسب خیال کیا کہ باقی موسم تابستان کو نینگری کے تھنڈی تھنڈی ہوا میں گزاروں چنانچہ میں نو^(۹)ین رمضان سن۱۳۸۶ ہجری کو روانہ ہوا اور ۱۳۸۶ شوال سن۱۳۸۶ کو واپس آیا۔

چونکہ زمانہ حال میں اکثر ہمارے ملک کے نوجوان تسلیم یافتہ امر اور افسر ایام گرما نینگری اور ہمالیشور وغیرہ مقامات میں بسر کرنے میں نڈر بران نینگری اور میسور بنگلور سرنگپٹن کے سفر میں بہت سے ایسے چیزیں بھی دیکھی گئی ہیں جنکے اس ملک میں جاری کرنے سے اہل ملک کو فائدہ ہوگا لہذا میں نے اپنے سفر کار و زماچہ نفع عام کے غرض سے رسالہ جن میں چھاپ دیا اور ان واقعات اور معاملات کو بھی درج کر دیا جو تاریخی عجائبات یا سودمند ہیں والسلام

عبدالحمید

۹۔ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ یوم جمعہ

مین شب کے دس بجے حیدرآباد کے اسٹیشن پر پوچھا پلٹ فارم پر نواب
محبوب یار جنگ بہادر نواب عاود نواز جنگ بہادر مولوی عبدالکریم صاحب
ناظم ٹیپہ خانہ راجہ سرنیواس راؤ مولوی علی حسن صاحب مولوی اقبال علی خا
مسٹر گھونا تھہ پر شاد میر لیاقت علی خان وغیرہ بیت سے سوزا فسران سیکار
موجود تھے قریب ساڑھے گیارہ کے ہماری ریل روانہ ہوئی اس ریل کی روانگی
میں کسی قدر توقف کی وجہ یہ تھی کہ حضور پر نور کے محلات علی سے چند حرم
محترم و رنگل شہین پر رونق بخش بلدہ ہوئے تھو باغ عامہ مین اونکے اتارینکے
لیئے دس منٹ تک ریل کو توقف کرنا پڑا جس سیلون مین مین سوار تھا اس
رزر و سیلون کو خود مین نے تیار کر دیا تھا اس مین ہر قسم کے آرام کی
چیزیں موجود ہیں میرے ہمراہی مین میر یوسف علی صاحب حکیم اور مولوی
غلام رسول صاحب اور میر کاظم علی صاحب اور چند خدمت گار تھے مگر ہمراہ
کے واسطے علیحدہ رزر و فرسٹ کلاس موجود تھی شب آرام سے کٹی صبح کے
سات بجے واٹھی جنکشن پر پہنچے یہاں مولوی عبدالقادر صاحب مددگار
صوبہ دار جنوبی موجود تھے۔ چھوٹی حاضری ہوئی کشن راونا ب جاگیرت
چھوٹے بیگ صاحبہ بھی بیان تک ہمراہ رہے۔ نو بجے مدراس ہیل ڈری
پونچے ہمارا سیلون نظام اسٹیشن ریلوے سے کہول کے مدراس
ہیل کے قطار مین لگا دیا گیا ریل روانہ ہوئی اور (۱۱) بجے

دریائے کرش نا پو پو نچی جیسے ایک مستحکم پل بنا ہوا ہے اور یہ پل آدھا جی آجی
 پی ریلوے کے علاقہ مین اور آدھا مدراس ریلوے کے علاقہ مین ہے چنانچہ
 پل نصف سرخ اور نصف سفید رنگ کا علامت کے لیے رکھا گیا ہے دونوں
 علاقوں کی تمیز ہو جاتی ہے۔

یہ دریا نہایت گہرا ہے اور اس وقت حالانکہ عین موسم تابستان ہے لیکن اس میں پانی کا سیلاب موجود ہے۔ مگر ہنوز اس دریا سے ہمارے سرکار کو کوئی نفع نہیں پہنچتا اور نہ سرکار نے اس طرف توجہ کی ہے۔ سیرمی و انت میں کالاجو ترہ اور بعض دوسرے ایسے مقامات میں جہاں آسانی سے کم خرچ میں پتہ بندھ سکتے ہیں جس سے آب پاشی بخوبی ہوگی اور نفع کثیر سرکار کو ملیگا۔ مجھے کوئی چار پانچ سال کے بعد ادھر انیکا اتفاق ہوا ہے حال میں بسبب قیام فوج کٹمنٹ۔ جو راجپور سے قین پل کے فاصلہ پر ہے ایک اسٹیشن بنا ہے جسکا نام کنٹونمنٹ اسٹیشن رکھا گیا ہے اس اسٹیشن سے گزر کر ساڑھے گیارہ بجے ہم راجپور پہنچے۔ راجپور پہنچتے ہی پولس نے سلامی دی اور غلام امر احمد شاہ صاحب اول تعلقہ اور ششمیان صاحب مہتمم کو توالی اور عبداللہ صاحب منظم سیوم تعلقہ اور امین راجپور وغیرہ اسٹیشن پر موجود تھے۔

برکت تیار تھا اور تقدار صاحب نے بھی اپنے باور چرخا نہ سے باذائقہ طعام میز پر چنوا دیا بعد اکل و شرب ایک بجے۔ سب سے مین خفست ہوا

منبر حسن جلد دوم

اور ہاری ریل چلی۔ راستہ میں دو اسٹیشن کے بعد دریا سے تنگ
بھدرا (مبدر) ملا اس دریا کا بڑا پاشہ ہے اور اس سے اراضی قریب جوا
کو بہت بڑا فائدہ پہنچتا ہے ہمارے سردکار میں اسکے کئے نامے دیئے
کی آپاشی کرتے ہیں موضع بجال تعلقہ یگرہ ضلع راجپوت اسکے کنارہ پر بہت
شاداب نظر آیا اس دریا کا پل بھی خوب مستحکم ہے۔ اسکے بعد راہ میں
قائمہ اوہونی نظر پڑا جو دور سے بہت مضبوط دیکھا گئی دیتا ہے لیکن ویران
ہے اسٹیشن پر بہت سی شطرنجیان طرح طرح کے رنگین اوسی ہی
قصبہ کے بنے ہوئے دست فروش لئے ہوئے بہت ارزان قیمت
سے مسافروں کے ہاتھ فروخت کر رہے تھے۔

چار بجے دن کے گندکل جنگش پر پہنچی اور یہاں ہمارا چون
چاپا گیا اگر می نہایت شدت سے تھی اس جنگش سے۔ پہنچی جہاں
بلارے۔ ندیاں کے ریلین جدا ہوتے ہیں آدھ گھنٹہ ہاری ریل یہاں
ٹھہری اس کے ایک دو اسٹیشن بعد پنا نندی مٹی ہے اگرچہ اسپر ایک
قدیم پل موجود ہے جس پر اب ریل گذرتی ہے لیکن یہاں ایک اور
جدید پل تیار ہو رہا ہے بلکہ قریب ربع کے تیار ہی ہو چکا ہے جدید پل کا
کام نہایت استوار ہے اور یہ پل سایہ دار بنایا گیا ہے۔ یہہندی ٹبری
چوڑی ہے مگر عمق میں اس قدر نہیں ہے۔ اس سے اطراف واکٹا
دیہات کو پانی ملتا ہے +

قریب شام کے ایک اورندی ملی جو تنگ بہار اسی کم نہیں ہے لیکن
شک تہی جبکا نام چترتی ہے۔

اسپوہی اوسی قسم کا ایک جدید پل بن رہا ہے۔

مہرم رمضان سنہ ۱۲۸۰ یوم شنبہ

شام کے سات بجے تاڑپتری پھونکنے اسکے دو اسٹیشن پہلے گشتی کا قلعہ ہی دیکھا
گیا یہ قلعہ بہت بڑا ہے غالباً کسی زمانہ میں نہایت کارآمد ہوگا۔ اسی قلعہ میں
منظفر خان نواب معزول کرنول قید تھے۔ تاڑپتری میں ڈنر ہوا کہانا نہایت
خراب تھا پنورنگم جو ہم سے پہلے بطور میزمنزل نیلگری کو جا چکے تھے یہاں ہی
برف کا بندوبست کر چکے تھے ورنہ نہایت تکلیف ہوتی۔

دس بجے شب کے کڑ پھونکنے پہنچا ہے۔ ہر اہیان اپنی رزرو فرسٹ
کلاس میں چلے گئے مین تین بجے رات کے سو گیا۔

ابھی ہم سونے ہی بنین پائے تھے کہ کارڈ نے جگا دیا میں نے گہری دیکھی تو
پورے ساڑھے چار بجے تھے اور اسٹیشن اڑ کو نم تھا شب کی بد خوابی گرمی
اور ریل کے ہرج سے کوئی تین بجے تو سو گئے تھے اس وقت کا جاگنا بہت
ہی برا معلوم ہوا اگرچہ اسٹیشن ماسٹر واٹھی نے ہم سے کہا تھا کہ یہ وہ ڈبہ سٹا
پالم تک بنین بدلیگا لیکن وہ غلط تھا اور ڈبہ بدلنا پڑا بہر حال اترے یہ اسٹیشن
بہت بڑا ہے فٹ کلاس جنٹلمین کے اترنے کے لیے بالاحانہ نہایت وسیع
بنا ہوا ہے جس میں زنانے اور مردانے الگ بڈرومز (خواب گاہ) ہیں یہاں

تین ساعت قیام کرنا پڑتا ہے اگرچہ مدراس سے میل ٹرین گیارہ بجے آتی ہے لیکن گوڈس ٹرین مین رزر وڈنٹ کلاس ڈبہ اور سیلون سہل کرایا گیا یہاں برک فاسٹ کہا یا کہنا اچھا تھا جب ہم وہی... ماتہ موہنہ دہونیکے سیلے بالا خانہ پر گئے ایک ہاف کاسٹ عورت جو یہاں کی نگہبان تھی مزاحم ہوئے اور کہہ کہ بیڈروم صرف یورپین کے واسطے ہیں نیٹو اور ترنہین سکتے لیکن جب اسٹیشن ماسٹر نے سنا تو معذرت کی۔ فی اسم آٹھ آنہ چارج تین ساعت کے لیے کرایہ تھا آرام کی جاسے ہے اور ہوا دار ہے۔ حلالہ کرایہ مقررہ کے پانچ روپیہ اور انعام دیا گیا پنورنگم کے انتظام سے یہاں برف ۸۰ پونڈ بنگلور سے آیا ہوا موجود تھا بعد برک فاسٹ کی ریل روانہ ہوئی مدراس کے فنٹ کلاس ڈبہ تے بہت خراب حالت میں ہیں۔ میں نے وہاں کے چند انگریزوں کے زبانی سنا کہ وہ نظام ریلوے کے تعریف کرتے تھے۔ واقعی نظام ریلوے میں کئے درجہ اس سے زیادہ آرام ہے راجپور سے گزرنے کے بعد اس مقام تک بالکل مرٹھواری کے اختلاص کا نقشہ تھا زمین آب و ہوا پیداوار سب اسی قسم کی ہے۔ دو سببے جلا ریٹ پھونچے یہ بڑجنگشن ہے یہاں خاص ہمارے حکم سے ٹرین تیار تھا۔ کہنا اچھا تھا۔ پوسٹے تین کو پھر روانہ ہوئے۔ یہاں سے بالکل طریقہ زمین آب و ہوا بدل گیا اس نواح کی سرزمین بعینہ ہمارے وہاں کے تنگناہ کے سی ہے۔ یہ قطعہ نہایت شاداب ہے اور آب پاشی

جلد دوم حسن نمبر

یہاں کثرت سے ہوتی ہے ندی نالے اور باولین کے پانی سے
بانغات ہوتے ہیں۔ تمام جنگل سبزہ زار بنایا ہوا تھا ارکاٹ ویلور وغیرہ
بڑے بڑے شہراہ میں لے اور نہایت آباد حالت میں پائے گئے۔

یازدہم رمضان شمسہ کیوم یکشنبہ

میرہ بافراط اسٹیشن پر ملتا تھا ڈنرات کے آہٹے بجے سلیم مین کہا یا راؤن
بارش ہی ہوئی۔ سخت گرمی تھی۔ پسینہ مین شرابور ہو رہے تھے اب
یہاں ہم کو بنجر افتادہ اراغی نظر آئے ڈارٹی سے سلیم تک کوئی لبوہ بہر
زمین ہی نہیں ملی یہاں سیکڑ دن کو س زمین بنجر تھی۔ جلا ریٹ سے
چڑھائی شروع ہوئی۔ گیارہ بجے کو سمتو پونچھی اسی ضلع مین نیلگری وقم
ہے۔ اس اسٹیشن پر اعظم علی خان فرخ نگری سے ملاقات ہوئی کہ وہ بھی
نیلگری حسب الطلب نواب وقار الامرا ہمارے جار ہے تھے۔ رات بھی گرمی
کی شدت تھی صبح ساڑھے پانچ بجے مشاپالم پونچھے اب ریل کا سفر ختم
سیلو بلدہ کو واپس کیا گیا۔

نواسہ نور شہید جاہ بہادر میل ٹرین مین آئیوا لے تھے۔ مشاپالم مین برک
فٹ کہا یا دن کے آہٹے بجے چٹھ ٹانگہ کرایہ کے اول سے موجود تھے
پونے نو بجے ہم سوار ہوئے اور نیلگری کے طرف چلے پانچ میل کے
بعد چڑھائی شروع ہوئی۔ یہاں قدرتی پینس اور موز کے درخت کثرت
سے جنگل مین بہرے تھے اور پیاری ناریل ٹونگ وغیرہ کے بانغات

ہیت تھے۔

پھاڑ کی چٹامی کنارہ کنارہ چکر سے نکالی گئی ہے ۲۲ میل چٹامی ہے عجیب لطف کی جائے ہے کمی کو سبک کی زمین زیر نظر رہتی ہے چونکہ چٹامی زیادہ ہے اسلئے ٹپہ کے سر یا بوتین کو سبب بدلتے ہیں۔ کو نورنگ یا بوخرا بٹتے ہیں لیکن من بعد یا بو اچھلتے ہیں پانی پھاڑوں سے بکثرت جاری ہے مسوہ جات کے درخت قدرتی طور پر خشک اور پھاڑوں میں لگے ہوئے ہیں۔ نصف پھاڑ کے چٹامی کے بعد سردی شروع ہوتی اور کو نور سے خوب سردی ہوتی ہے کو نور نیلگری مقام سے گیارہ میل ہے یہاں ٹغن کہا یا یہاں کافی کثرت سے ہوتی ہے کو نور سے آگے سردی زائد ہے اس میں کافی بہن چہی ہوتی یہاں ریڈا اور بلوگم کے درخت اور چائے پی بہت ہوتی ہے ان کا رائد چیز و کھا سفصل ذکر اسندہ ہو گا کو نور سے مین پلنگن گاڑی مین روانہ ہو مین ایک جوڑی جوتی ہوئی تھی ڈامی بجے بڑن فوٹ کو چوسنے جو میرا خرید اہوا بنگلہ ہے۔ بنگلہ سطح زمین سے آٹھ ہزار ایک سو فٹ بلند ہے اور احاطہ کے اندر کا قلعہ کوہ آٹھ ہزار نو سو فٹ بلند ہے یہ پہلا ہی وقت ہے کہ مین نے اپنے مخیرند بنگلہ کو دیکھا یہاں سے حیدرآباد کو خطوط اور بعد حمام و تبدیل لباس کے ٹیکرام روانہ ہوئے۔

پانچ بجے گہی مین سوا ہو کر ہوا خوری کو پہلے تالاب پر گیا جبکا دوڑ چھ میل گا

اور جہان کشیتو نکلا کلب ہے نواب وقار الامرا بہادر سے ملاقات ہوئی انکو صاحبزادے اور افسر جنگ بہادر کے فرزند و عیسہ ہمراہ تھے چھ بجے تک وہاں ٹھہرا بعد بازار کے طرف سے ہوتے ہوئے شام کو مکان واپس آیا۔ (۱۲)

دوازدہم رمضان ۱۲۷۳ء یوم دوشنبہ
صبح کو مین بسواری اسپ ہوا خوری کو گیارہ مین ڈاکٹر یوسف علی اور غلام رسول و عیسہ و جو گو رمنٹ گارڈن دیکھنے گئے تھے سڑک اوپر سے ہمراہ اوکس اور بیڈم پائل کی شاپ کو آئے۔
پتلی و اڑی مین نواب خورشید جاہ بہادر سے جو گورنر صاحب کی ملاقات کو جا رہے تھے اور اوسے روز بعد ملاقات نواب وقار الامرا بہادر واپس مٹا پالم چلے گئے۔ دو بجے برک فاسٹ پر ہم نواب وقار الامرا بہادر کے مکان پر گئے وہ اسٹاک ہال پر اوڑھے مین مکان بہت تنگ و چھوٹا پانچ بجے سے بیٹا برخلیطہ آسمان پر آیا بھلی چکی اور خوب بادل گرے کسی قدر ترشح ہی ہوا۔ جب ابر ہٹ گیا پانچ بجے بعد ہم پولو گرونڈ کو گئے اقبال الدولہ بہادر ٹیم اور نیلگری ٹیم (شرط) تھا۔ اقبال الدولہ ٹیم نے آٹھ گول بنایا اور نیلگری ٹیم ہٹ کر رہا۔ سچا رس اریٹھ ٹاٹ اور لارڈ کو نیاراہی بسواری اسپ آئے تھے ساڑھے چھ بجے بعد مکان واپس آئے +

(۱۲) سینہ دہم رمضان شمس ایوم شنبہ

آج میں اپنے خلاف معمول قریب بارہ بجے کو بیدار ہوا دقتی کل کی کسالت باقی
 تھی ایک بجے برک فاسٹ کھایا بعد کھانا کھانے کے برن فٹ دھام کانا کو حاطہ کا
 لگایا آج کسی قدر ترشح ہوا ملک سہی کا سلسلہ شب کے دس بجے تک رہا بچا
 کے بعد سیر ہو خوری کو گیا۔ چرن کر اس ہوٹل۔ سنگ ہوٹل کو بھی دیکھا۔
 یہاں چابی لگی۔ آج گورنمنٹ ہوز سے جواب ملا کہ پنجشنبہ کے روز بارہ بجے گورنر
 صاحب ملاقات فرمائینگے۔ میں ساڑھے چھ بجے ہو خوری واپس آیا۔ آج
 سہی پر نسبت دوایم گذشتہ کو کسی قدر زائد تھی۔ اس مقام پر ہر شنبہ کو مارا
 ہوتا ہے آج بازار کا دن تھا ہفتہ بہر کا سامان و ترکاری اوسے روز خرید لی جاتی ہے
 خاص پہاڑی اور جنگلی آدمی بھی آجکے روز خریدی اشیاں احتجاج کو واسطہ آتے ہیں اس
 اہلہ بچہ کو ڈنر کیا۔ آج تین پہر کو یہاں گھوڑ دوڑ تھی۔ لیکن میں نہ جاسکا۔ چونکہ
 یہاں نیلگری میں بہت سے مفید اور نفع بخش چیزیں کاشت اور ساختہ ہوتی ہیں
 اور ممکن ہے کہ ایسے چیزوں کا رواج ہمارے ملک میں ہو اور اس سے اعلیٰ ملک کو
 فائدہ پہنچے لہذا میرا ارادہ ہے کہ ان تمام چیزوں کی تکمیل تحقیق و تدقیق کر کے شہر
 کروں۔

چنانچہ اس وقت تک جو تحقیقات میں سنکر ناکی کی ہے شرح وار فیل میں
 درج کرتا ہوں ۛ

سرکاری باغات سنکو

منگلری پہاڑ پر تین مقاموں میں گورنمنٹ کرسنکو ناسٹیٹ میں لگند۔ ندو اٹم۔
اور پکارا۔ ہر اسٹیٹ کا اہتمام ایک سپرنڈنٹ کو ذمہ ہے جو اپنی اسٹیٹ میں رہتا ہے۔
لیکن انتظامی کارروائی کل اسٹیٹوں کے ایک شخص واحد کو زیر انتظام ہے جسکو ناظم باغات
سنکو ناو چر اگاہ و ضروریات سرکاری کہتے ہیں۔ اسکا مقصد لگند ہے اور گورنمنٹ کو صیفہ
مالگذاری، محنت اور اوسے مستحق ہے۔ ہر اسٹیٹ میں ایک یا ایک سے زیادہ باغ ہے۔

ندو اٹم میں۔ ڈائی سن۔ کل گریٹن۔ اور پیپیک۔ باغ میں چکارا میں وڈ۔ اور ہیکو
دو دابٹا میں چھوٹے چوبڑ باغات ہیں جو اوسے نام سے مشہور ہیں۔

جس مقام پر دو دابٹا اٹم ہو وہ سرکاری باغ کے عقب میں ایک عمیق جگہ ہے جسکو مسٹر
میکس ڈورنوفی اور ڈاکٹر کلک ہارن فرسپنڈ کیا تھا اور مسٹر کلینٹنس اراکیم کی جو ہندوستان
میں سنکو نا کرانی سبانی میں منظور ہوئی تھی۔ یہ مقام سطح آب سے ۶۵۰۰ فٹ سے لیکر

۸۰۰۰ فٹ بلندی پر واقع ہے۔ موسم ۶۰۔۷۰ درجہ پر رہتا ہے۔ ایام ڈسمبر جنوری۔ اور فروری
میں اکثر سخت پلاٹریلہٹ اور جو دخت اراضی کو کشیب میں ہیں انکو بہت نقصان پہنچتا ہے یہ
مقام بہت خوشگوار ہے۔ سنکو نا کو دخت جو مختلف حیثیتوں کے پہاڑوں اور وادیوں میں کئی قسم کی
سبز اس میں لمبوس لہر تو ہر جیسے دکھلاتی ہیں عجیب شگن سان پیدا کرتے ہیں اور یہ حالت عموماً

جمع کو دخت ہوتی ہے جسکو قلاب کی کرن پہونٹتی ہے یہ سیر قابل دید ہے۔ دو دابٹا میں چھینا ۶۴۳۸۰۰
دخت میں حسین غالب تعداد آبی سنا اس قسم کی ہے +

منبر حسن جلد دوم

باغ ندوٹم گودالپور گھاٹ پر جس مقام کو سٹارکیم نو پسند کیا تھا۔ اسکا نشیبی حصہ کوہ گردو پور اور وینا دو کمریزین حصہ تک پہنچا جلا گیا ہے۔ اسکا ارتفاع ۵ ہزار ۶ سوسے ۶ ہزار فٹ تک سطح آب سے ہے اور موسم کی ابتدائی دانتہائی درجہ ۵۴ اور ۸۰ ہوا وسط بارش ۱۰۵ انچہ جس سے اسٹارکیم کو درختوں کی تعداد ۲۳۸۶۲۴ ہے جن میں خاص کر سکی رُبر اور میگنی فو لیا قسم کو زیادہ ہیں لیکن ان میں سے کے درخت ہی بہت کم ہیں اسکے سوا اور قسم کو سکنو یا ہی لگا سکے جا رہے ہیں۔

چیکارا نخلستان دو ڈو اور تھوکر کرباغات دریا چیکارا کے دونوں جانب ہیں دریا چیکارا مشہور آب راسی راضی میں واقع ہے یہ دریا بہت تنگ ہو کر نخلستان کے دریا کے ساتھ ہے اور دونوں جانب سے آب روکھائی دیتا ہے یہاں روکن کے بلندی سطح آب سے پانچ ہزار فٹ سے لیکر چھ ہزار دو سو فٹ تک ہے تخمینہ کیا جاتا ہے کہ کل نخلستان کا قریب ایک ہزار سات سو ٹنہا سی سے کچھ زیادہ ایکڑ راضی ہے اس میں غالب رجبہ میں زراعت ہوتی ہے۔

کل درختوں کی تعداد مجموعی ۱۹۳۸۲۶۸ ہے اور قیمت حسب ذیل لکھی ہے

۶۴۳۸۸۷	ڈو ڈو اٹھا
۲۵۸۶۲۳	ندو اٹھ
۵۹۹۷۰۶	ہوکر
۲۳۶۰۵۲	دو ڈو
۱۹۳۸۲۶۸	

کل خرچ تمام اسٹیٹو کا شروع زمانہ سے ۱۹۰۰ء تا ۱۹۲۲ء روپیہ ہوئے اور اگر اس میں ساڑھے چار فیصدی سود ملا لیا جائے تو مجموعی خرچ ۲۹۳۴۰۳۷ روپیہ ہوتا ہے۔ مجموعی آمدنی جو بذریعہ فروخت پوست تخم اور درختوں کو حاصل ہوئے ۵۰۱۳۳۳۵۰ روپیہ ہے۔ خالص نفع بعد سنہائی اخراجات ۲۹۹۴۶۴ روپیہ کا گو ٹرنٹ کو ہوا۔

نفع نظر اور ان بیش قیمت باغون کے جو سرکار کے قبضہ میں موجود ہیں۔
 از روئے تخمینہ ان اسٹیٹوئین سے ایک لاکھ نل چہال روانہ ہوئی اور کل کے کل
 حال میں بذریعہ ہراج اسی ملک میں فروخت ہوئی۔ وہ قسم کے کلین جن کا نام درٹس
 ان ٹگر ٹیر اور ٹرائن ہندو اٹم میں اسفوض سے قائم لگی ہوئی ہیں کہ سکونو ناکی چہال میں کر کر
 نیری فیوج لینڈ دو کا دفع بنجا بنائیں اور جب ہمہ وجوہ اوٹیکٹڈ میں پہونچکر تیار کیا جاتی
 ہیں تو مدراس کے ذخیرہ ادویہ میں بھیج دی جاتی ہے اور وہاں سے بذریعہ مختلف درواخانوں کو
 عام طور سے تقسیم ہوتی ہے۔ شروع زمانہ سے مسٹر ولیم گرامر لیک آٹور اپوز زمانہ انتقال میں ۱۸۶۶ء
 تک کل خلیستان کے اعلیٰ مظہر ہی شخص ہندوستان کے کل مشہور باغبانوں میں
 جو یورپ سے اس وقت تک طلب کو کر گئے تھے تھو شیار تہو اور وہی کے مستقل محنت
 اور پادار کوشش اور غیر ذوال شقت کا نتیجہ تھا کہ سکونو نا کو ایسی عمدہ کامیابی ہوئی
 ۱۸۶۶ء سے ۱۸۸۱ء تک کشتہ نریگری کے ماتحتی میں انتظام خلیستان سکونو نارائین
 ۱۸۸۳ء تک فارسٹ ڈپارٹمنٹ (سرشتہ جنگلات کی نگہ رانی رہی۔

چونکہ یہ بہت بڑی جوابدہی اور ذمہ داری کا کام تھا اور ایک شخص کی ضرورت تھی جو
 پوری طور سے اپنا کل خیال اسی جانب متوجہ کرے اور اس قسم کے کاموں کو پوری آگاہی و کامل تجربہ
 رکھتا ہو اس لئے مدراس گورنمنٹ نے مسٹر ٹی آف اسٹیٹ فائڈیاڈ وزیر ہنجہ لکھا ایک
 ایسے شخص کی جو اس فن کا ماہر ہو ضرورت ہے چنانچہ وزیر ہند فرسٹرام۔ اسے لاسن پرمیٹر
 علم نباتات متعینہ یونیورسٹی آکسفورڈ کو ان خلیستان کے انتظام اور نگہ رانی غیر کیلیم کاموں کو کر پڑھا
 تاکہ نباتات اور باغبانی کے متعلق علوم و فنون میں سکونو نا کو پیچیدہ اور لکھجے ہوئے

منبر حسنِ حلدوم

غیر طلب مسائل آسانی سے حل ہوں ایک کیمیادی شخص کی یہی بہت ضرورت تھی اسلئے ہوم گورنمنٹ نے ایک سائنٹفک انا لیسٹ (محلل مرکب) کو منتخب کیا تاکہ کوئٹو حبٹ کا کام اچھے ذمے لے بیہ عہد شروع ۱۹۲۸ء میں قائم ہو کر ٹوٹ گیا پھر ستمبر ۱۹۳۲ء سے دوبارہ قائم ہوا علاوہ انصرام دینے اپنی فرائض اور استمال بیش قیمت خبر ہون کو جو ذرا عت و اشت سکنو نامے متعلق ہیں مثلاً سکنو نامے چہال کی کیمیائی ترکیب پر روشنی اور سکنو نامے کا اثر ہے۔ چہال پر یہ ہونے ہی کا کیا اثر ہے عرصہ دراز کی چہالوں کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ سکنو نامے و رختوں میں مختلف قسم کی کھاد سے کیا حاصل ہے۔ سب سے زیادہ اضر کا چہال میں ہونا۔ درخت سکنو نامین چونے کی مقدار وغیرہ وغیرہ) اس پر آخر یہی گورنمنٹ کوئٹو حبٹ پر قسم مزید علمی تحقیقات اور تفصیل و ترکیب کیمیائی کی جانب متوجہ ہوا ہے یہ تحقیقات خاص کر اجرائی بنائی کی ہے جو ملک میں بطور دوا کے مستعمل ہیں اور تحقیقات اس تحقیقات کی یہ ہے کہ ان ادویہ بنانا تکی کے موثر قوتوں اور اضر کو زیادہ نقصان سے بیان کرے مثلاً جمنیا۔ سبوس۔ ستر۔ سنا۔ تحف۔ ستر۔ وغیرہ وغیرہ۔

گزشتہ سال میں چند دلچسپ تجربے گورنمنٹ کوئٹو حبٹ سے دو داہنا بلع میں کئے تھے جو نتائج اوس سے مستخرج ہو کر وہ بلجی اطہوات کلام کے قلم انداز کیا گیا یہاں تک تو صرف نیلگری کے سکنو نامے کی کیفیت پر بیان سے عام سکنو نامے کی تاریخی کیفیت و راج کئے جاتی ہے جس سے عموماً سکنو نامے کا مکمل حال معلوم ہوگا۔

سنکو ناکی مفصل تاریخ

واضح ہو کہ سنکو نے کی ابتدا جنوبی امریکہ سے ہوئی ہے اور وہ
 دہن سے بہت جگہ پہنچا ہے۔ تاریخ پر وہ بین جوزف ویلیو
 بیان کرتا ہے کہ ستارہ میں ایک جیوٹس جو ملا کوٹس میں بخار سے
 مبتلا ہوا ملک پیر کے ایک درخت کی چہال سوا چاہو گیا۔ ستارہ میں کوٹس
 انا آف سنکس۔ لیامین جہان وہ اپنے شوہر واسر کے ساتھ لگی
 بہن بخار اور چار سے بن مبتلا ہو گئیں۔ ڈان جوان لوپنڈی کئی ایئر
 کوٹس کے علاج جو ڈومی ویکا کے پاس کوٹن کو سنا درخت کی چہال کا
 سفوف ایک بلند ہی میں بھیجا یا اور کہلا بھیجا کہ چوتھائی (بخار چہار روزہ)
 کیلئے یہ دوا مجرب ہے۔ چنانچہ اس دوا کا استعمال کیا گیا اور کوٹس
 جنگی عمر ۶۲ سال کی تھی بالکل اچھی ہو گئیں ستارہ میں کوٹس جب اپنے
 شوہر کے ساتھ اسپین واپس آئیں تو اس دوا کو بھی ہمراہ لائیں اسلئے
 اسکو کوٹس بارکا (چہال) اور کوٹس پوڈر (سفوف) کہتے ہیں
 اور نائیس نے عرصہ دراز کے بعد ان کوٹس کل اقسام کے درختوں کو جس
 کوٹن پید ا ہوتی ہے سنکو نا نام رکھا فرقہ جیوٹس فریڈا نے یا ام
 دورہ سفارت مذہبی میں اس دوا کی بہت اشاعت کی اور انکے اس سردستی
 عجیب و غریب ایک نئی پید ا ہو کہ عرصہ دراز تک اسکی استعمال کی مخالفت فرقہ پروٹسٹنٹ
 نے کی اور یوں سمجھتے رہے کہ اسکا استعمال گناہ عظیم ہے ستارہ میں کوٹس پوڈر

منہ حسن جلد دوم

نے انگریز ڈاکٹر سر رابرٹ ٹالٹ سے کوئٹا میں بنایا گئی طریقہ و دوا ہزار نقد اور معقول وظیفہ اور خطاب دے کر کے خرید لیا۔ اس عظیم الشان بادشاہ کے وقت میں کوئٹا میں شراب میں ملا کر بعد کہا نا کہانیکے پیتے تھے۔

انگریزوں نے ہندوستان لٹکا۔ برہما میں اور دھون سے جاوا میں مختلف قسم کی سنگونا کلمیا بی سے باغوں میں لگاتے ہندوستان میں مقامات ندی و ٹم۔ پیکارا۔ کلہٹی۔ مکھندینے نیگاری اور بستے خانگی باغات میں سیر وینا۔ بابا بووین۔ بلیگیری۔ رنگم سیاڑھی سنا لٹکا۔ وارجلنگ۔ دھرہ وون۔ اور سکھ میں۔ گورنٹ انڈا و نکور نے بھی تخم اور بیاض فروخت کر کے اپنے ملک میں اشاعت دی۔ برہما میں قریب تو نگم و اور نہان ٹونگھی میں لگائے گئے۔ یہ طریقہ خاصیت پیاری پر سنگونا کے عمدہ ترین یہ ہیں بولیویا نہ۔ کلیسیا۔ کنڈامینا۔ کورڈی فو لیا۔ لینیسیفولیا۔ لیوکما فو لیا۔ میگنی فو لیا۔ میکرا تہا۔ ٹیڈا۔ ابلا گنی فو لیا آئی سنا لٹس۔ اوٹا۔ پیو دیا نا۔ پیرو دیا نا۔ پر پوریا۔ سکی ربر۔ اس کے رو بکیو لٹا۔

تجارت کی رو سے سنگونا کے مفید ذیل اقسام زیادہ قیمتی پائی گئیں۔ آئی سنا لٹس۔ سکی ربر۔ ٹامینیس۔ ٹیڈا۔ کلیسیا۔ سنگونا کلیسیا کی اول نمبر کی چہال سے جو جنوبی امریکہ میں ملتا ہے کوئٹا میں بدرجہ اوسط ۳۸ فیصدی نکلتی ہے۔ اور جو سی فیانا قسم کے

درخت سے صرف ۲۵ فیصدی۔ ایک قسم کے سنگو نام سے جہاں امین
اُون تخمون سے پیدا ہوتا ہے جسکو مٹر لیجر نے بھیجا ہوا ۱۰ فیصدی کوئٹا
پیدا ہوتی ہے مگر جاوا اور لنگائین شیر ۱۳ فیصدی کوئٹا نکلتی ہے۔ اور لیجر
پودھوں سے جو نیلگری میں پیدا ہوتے ہیں ۱۱ فیصدی کوئٹا نکلتی ہے۔
درخت کے چہال نکالنے۔ بھگو نے۔ اور پھر اد پر سے چیلنے سے کوئٹا
زیادہ نکلتی ہے۔ مثلاً تک جو مقدار کوئٹا کی ہندوستان میں آتی
چالیس ہزار پونڈ کی دس ہزار رطل تھی۔

مداس میں حسب ذیل موازنہ آمد و خرچ کا کیا گیا ہے

سنہ	خرچ	آمد	منافع
۱۸۷۷	۱۱۸۷۴۲۲	۱۱۸۹۶	۲۱۸
۱۸۷۸	۱۳۴۲۲۸	۳۷۱۰۷۱	۱۳۶۸۴۳
۱۸۷۹	۱۴۴۱۷۹	۴۳۰۹۰۸	۲۸۶۷۲۹
۱۸۸۰	۱۵۶۷۰۰	۴۸۹۷۳۱	۳۳۳۰۲۳

کوئٹا واقع نکاس سے جون ۱۸۷۷ سے جون ۱۸۷۸ تک ۶۰۰۲۳۳۰ رطل
کوئٹا اور ۹۵۹۰۲۰ رطل تمام دوسرے مقامات جنوبی امریکہ سے لندن
یہ بھی گئی۔ ہندوستان اور لنگاس سے ۱۱۷۲۰۴۰ رطل روانہ ہوئی۔ جاوا
سے اسٹہرمین ۷۰۰۸۸ رطل پہونچی۔ جمیکا سے ۲۱۴۴۰ رطل

منبر حسن جلد دوم

روانہ ہوئی۔

سپتمبر ۱۹۱۱ء میں مدراس کے سرکاری باغ میں جو چہال فروخت ہوئی اسکی قیمت بمقابلہ ۱۱ جنوری کے حسب ذیل وصول ہوئی۔

چہال کی قسم	وزن پانچہ کما پٹل	۱۱ جنوری قیمت	۱۱ ستمبر قیمت
تربالائی	۱۰۸ - ۱۰۴	۳۴۵ - ۳۴۳	۳۶۰ - ۳۵۲
اصلی (اندرونی) ...	۱۰۴ - ۱۰۲	۲۴۳	۲۶۴ - ۲۴۵
شاخ	۱۱۱ - ۱۰۴	اوسط	۶۰
اصلی سرخ	۱۰۲	۱۱۱ - ۱۲۰	۱۲۶ - ۱۲۱
نرکی ہوئی سرخ چہال	۱۰۰	۱۵۱ - ۱۴۴	ایک ہندہ ... اطل کا ۱۸۲ - ۱۵۸
ایضث	۱۰۲	ندارد	۱۴۲ - ۱۴۰
شاخ سرخ	۱۰۲	۷۳	۷۳
ایضث	۱۰۲	۸۱ ۱/۴	۸۰

۱۱ ستمبر میں لنگا کے تقریباً تمام اضلاع میں سڑکوں کے کنارے کنارے یا قبوہ کے درختوں میں یا جہان قبوہ کے درخت تھے اور مر جہا گئے مسکنوں کے درخت لگائے گئے ہیں اور اضلاع میں توکل رقبہ اراضی میں قریب قریب درخت ہائے مسکنو ناقبوہ کے درختوں میں قطار و قطار لگا دئے گئے ہیں

میتی نیتو تا ضلع واقع جانب مغرب میں سنگونا کے درخت پانسو فٹ
 سطح سمندر سے بلندی پر لگائے گئے ہیں اور کلتر این جو کلیسا سے جنوب
 جانب تقریباً (۳۰) میل پر ہے قریب قریب سطح سمندر کے برابر ہیں
 سٹاک کے شروع میں سنگونا کی تعداد فرگسن کے تخمینہ سے ۵ کروڑ
 سے (۱۰) کروڑ تک تھی۔ انین سے سکی برابر اہم کا نصف سے زائد ہے
 بقیہ میں آفی سنالس کلیسا۔ سعادرا قسم سٹاک۔ لیجریا نہ۔ پیپی شین
 پن۔ لٹکا سے سنگونا کی چھال جو گذشتہ گیارہ برس میں روانہ ہوئی اوس
 سے معلوم ہوتا ہے کہ اول مرتبہ ۲۸۔ اونس قیمتی پچاس روپیہ کی سٹاک
 میں گئی اور ترقی ہوتے ہوئے گیارہ لاکھ اکٹھ ہزار نو سو نو اسی رطل
 قیمتی بارہ لاکھ روپے سٹاک میں روانہ ہوئی۔

سنگونا کی چھال میں سفید ذیل خاص اجزاء ہوتے ہیں۔ کوئٹا۔ سنگونا۔
 اراسینا۔ کوئٹڈیا۔ چنچو نیڈیا۔ کوئٹک۔ ٹینک۔ گوی نو وکائیڈ
 سنگونا سرخ۔ دغزو۔ اوریہ کی شکلون میں کوئٹا۔ چنچو فی ڈائن۔
 کوئٹا ڈائن۔ چنکونان میں پودے کی چھال سے مثل دار چینی کے کوئٹا
 بہت عمدہ نکلتی ہے۔ سکم میں جو چھال نکلتی ہے اوس سے ایک دو ادا شج
 فیری فیوج نامی تیار ہوتی یہ دو ابا اکل مثل کوئٹا کے موثر ہوتی ہے اور
 بہت ارزان اور آسانی سے بنتی تھی۔ تخمینہ اخراجات فی اونس۔
 (آدھی چٹانک) ۹۹ ہے۔

منہر حسن جلد دوم

نیلگری پہاڑ میں تقریباً ہر قسم کے درخت سکونا لگائے گئے ہیں مگر اقسام ذیل کو ترجیح دی گئی ہے۔ سکی ریرا۔ آفی سنالس۔ پیپی سنس قسم لین سیولانا۔ مین لگایا گیا۔ نیلگری پہاڑ پر سب سے عمدہ قسم کے سکونا سکی ریرا اور آفی سنالس ہیں جو باغوں میں لگائے جاسکتے ہیں۔ ۳۱۔ ارج شہ کو ۴۷ ۱۸۷۷ میکرا تھا۔ ۴۷ ۲۴ پٹانہیس ۹۶۱۳ مای برٹو عیندرہ اور منجندہ ۱۲۰ کے ۸ کار تھا جانا اور منجندہ ۱۵ کے ۵ سنائی اقسام کے درخت مے سکونا آخری سال میں لگائے گئے۔

حساب پوست وخت اور روانگی از حسابی ۱۹۵۷ تا ۱۹۵۸

۸۱-۸۲	۸۰-۸۱	۷۹-۸۰	۷۸-۷۹	۷۷-۷۸	۷۶-۷۷	بانات نیلگری
۲۲۲۰۵۲	۲۲۲۲۵۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۷۳۲۰	۱۳۸۸۰۸	۱۰۳۳۴۱	وزن پوست درخت
۲۳۲۲۶۷	۲۳۵۵۲۷	۱۷۳۵۳۹	۱۰۵۱۰۱	۱۲۶۶۳۲	۸۸۷۰۰۸	روائی کھانا برائی خور
"	"	۲۰۰۰	۳۵۱۱	۲۳۳۰	-	نگینا کیل ٹرانسندرس
"	"	-	۱۰۰	-	-	ملکت
۱۰۰۰	۲۰۰۰	۲۰۰۰	۱۵۰۰	۱۰۰۰	۹۵۲	بہی
۱۰۲۷۸	۵۰۹۶	۲۰	-	-	-	روائی مچھل کانا ڈانی
۲۲۲۰۵۲	۲۲۲۲۵۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۷۳۲۰	۱۳۸۸۰۸	۱۰۳۳۴۱	میسر ان

حساب خرچ - پیداوار اور آمد گری باغات سنگون واقع
ہندوستان از حسابی سال ۱۹۸۱-۸۲ء

۱۱۲۳۹۲	۹۶۱۰۵	۷۹۷۲۲	۷۳۶۸۸۲	۶۹۷۷۱	۵۹۶۳۰	کل خرچ
۲۲۲۰۵۲	۲۳۳۲۳۵	۱۷۹۲۹۹	۱۱۲۳۲۰	۱۳۹۸۰۸	۱۰۳۳۲۱	وزن پوست و طبل
نامعلوم	جی	سے	علاوہ	۱۳	۱۰	نرخ فی رطل بوقت فروخت
۲۰۶۰۰۰	۲۲۱۹۶۳	۲۷۹۷۸۹	۳۲۲۷۲	۱۰۵۹۷۴	۱۰۵۹۷۴	امتی بابت پوست و رطل
۲۲۸۴۴	۲۶۲۰۰	۲۱۵۵۲	۲۵۶۴۲	۱۷۲۷۹	۲۲۸۴۳	مختلف امتی مقامی
۲۲۸۴۴	۲۲۳۲۰۰	۳۲۳۸۱۵	۴۰۰۵۵۳	۳۵۸۷۵۱	۱۱۰۴۵۷	بیزان

نشانہ مین داربلنگ کے کارخانہ سنگون مین ۸۶۰۰ رطل فبرری فیوج اور -
۳۲۸۵۶۰ رطل پوست نکلا -

اس سال آمدنی ۸۰۲۹۰ روپے کی ہوئی کہ سرمایہ پرہ فیصدی منافع تقسیم ہوا علاوہ
اوس فائدہ کو جو گورنمنٹ کو کوٹنائن کر جگہ پر فبرری فیوج ہسپتالون مین استعمال
کرنے سے ہوا۔ ڈاکٹر کنگ کے تحفہ سے اس فائدہ کی مقدار اس سال مین
ساڑھے چار لاکھ ہوئی۔ یعنی جس قدر سرمایہ باغات پر خرچ کیا گیا اوس کا نصف
یون حاصل ہو گیا۔

گورنمنٹ نے مقابلہ کے خیال سے تخمینوں کی تقسیم سفت کردی اور نشانہ مین

مبشر حسن جلد دوم

۱۷۱۱ پونڈ تخم مفت تقسیم ہوا۔

اس سے ۸۴۷۱۸ ایکڑ زمین پر کاشت ہوئی اور ۱۸۷۳۵۰ کے خاتمہ پر ۶۷۷۳۵۰ درخت پائیداری کے ساتھ ہے۔ باشندگان ہندوستان پر سٹر کلینسر مارکیم کا بڑا احسان ہے جنہوں نے انکے ملک میں سنگونا کا درخت پہنچایا جو منجملہ اعلیٰ درجہ کی نعمتوں کے ہے وہ جنوبی امریکہ جاکر سکونت پذیر ہوئے اور ۱۸۶۲ء میں اپنا سفرنامہ از ہندوستان تا پیر و اشاعت کیا۔ جبکہ سنگونا کے تخم اور پودوں کے نگران ستھ ۱۸۸۱ء تک سنگونامی ہندوستان میں عام شہرت اور عام مقبولیت ہو گئی۔

سکم میں کلیہ سنگونا مختلف اقسام ہوتا ہے جنکی حد اقسام تہی اور پھول پر شخص بنین بلکہ چہال کے کیمیاوی ترکیب پر بعض اقسام سنگونا واقع سکم میں تقریباً فیصدی خالص کوٹنائن ہوتی ہے حالانکہ دوسرے اقسام میں بہت کم کوٹنائن ہوتی ہے۔ لیکن بیرونی طور سے کوئی بہت بڑا امتیازی فرق نہیں ہے۔ اور جن درختوں کے پھول اور پتیاں سوکھنے سے فرق نہ بتلا سکیں انکے چہال کی کیمیاوی طریقہ میں بڑا فرق پایا گیا۔ جاو امین ڈچون نے کلیسیا کا ایک ایسا تخم لگایا ہے جسکا کوئی نمونہ جنوبی امریکہ سے نہیں آیا۔ اسکی چہال جس سے کوٹنائن نکلتی ہے نہایت عمدہ ہے۔ بعض ڈچون کے بھیجے ہوئے نمونوں کو جب بذریعہ ترکیب تحلیل آزمائش ہوئی تو تعجب انگیز نتیجہ ۱۳۷۱ کوٹنائن کا پیدا ہوا

جلد دوم · حسن نمبر

یہ درخت ان تخمون سے ہوئے جنکو ڈچ گورنمنٹ نے مسٹر لیجر سے اور انہوں نے ایک افسر کا سٹ سے خریدا تھا۔ یہ معلوم ہوا کہ اوسنے کہاں پایا تھا کیونکہ وہ بہت جلد قتل کر ڈالا گیا۔ اور اسے بولیو یا کا وہ مقام جہاں سے وہ تخم چنے گئے تھے آجک معلوم ہوا۔ مسٹر لیجر کے تخمون سے ۶۳۰۰ درخت پیدا ہوئے اور اب تو اور بھی ترقی ہو گئی ہے یہ کل درخت شکل و صورت میں نیکساں ہیں۔ ۲۵ فٹ بلند ۶ فٹ دور ۱۲ انچ کا تنہ ہے۔

انکی ہٹیان لمبی ہوتی ہیں اور کبھی قدر چھوٹے ٹکٹ وہ رو اور نوکدار سے ہوتے ہیں۔ شاخیں قطار و قطار مسلسل رہتی ہیں۔ سنکونا کے درخت اب دھوا وغیرہ کی موافقت سے بہت بڑے ہو سکتے ہیں۔ اور جنگل کے سب سے خوشنما درخت ہوتے ہیں۔ پتیاں تتر تار چمکیلی۔ اور شوخ سبز رنگ کی ہوتی ہیں۔ قمر مزی رنگ کی رنگین نمایاں رہتی ہیں اور گچھے کے گچھے لال لال پھول نہایت خوبصورتی سے آویزاں رہتی ہیں۔ اور قرب جو ار کو اپنی خوشبو سے مہلک کرتے ہیں ڈاکٹر جوڈل نے ۹ قسم کے سنکونا بیان کئے ہیں۔

جنوبی امریکہ کے واقع کارون نے سنکونا کو ازروئے رنگ پوست تقسیم کیا مثلاً ازروئے سرخ۔ نارنجی۔ سفید۔ وغیرہ و عینہہ ازرومین اقسام ذیل درجہ اول کے ہیں کلیسیا۔ لین سیفولیا۔ کنڈامینا

منبر حسن جلد دوم

میکرائیڈ تھا۔ پیپسینس۔ سسج۔ نارنجی اور بھویرے کم قیمت ہیں۔ اور یہ سلسلہ از روئی کثرت و قلت شور کو متاثر کرنے کے لیے جو بجائے پوست کے دو مین استعمال ہوتی ہے ایک ہزار لیجر یا نہ درخت ہمارے سنگونا پائو و سپلے کو آتے ہیں اور اس قسم کے تخم کی قیمت فی اونس۔ (آدھی چائیک) ۲۲۶ پونڈ یعنی ۲۳۹۰ روپیہ ہوتی ہے۔ یہ تخم اعلیٰ درجہ کے درختوں کے ہیں۔ عموماً ہی ان کے مناسب ہے۔ پوست پیپسینس صریح جانچ لیا گیا ہے اور جادو امین اسکا اشتہار دیا ہوا ہے۔ ۱۸۸۱ء کے فصل مدراس میں ۲۵۰۲۷ رطل بمقابلہ ۱۸۳۹۸ رطل سال سابقہ کے ہوئی ۲۳۴۳۶ رطل لندن کی بازاروں میں بیحد گئی اور ۵۰۹۶ رطل مدراس کی ایک دوکان میں اور ۲۰۰۰ رطل بمبئی کے ٹیکل ڈپارٹمنٹ میں۔ صرف ۸۴۳۹ پونڈ ذخیرہ میں بچر ہے۔

سنگونا کلیسپا پیر کے پھاڑ انڈین پرنیو گرانڈا۔ اور بمبئی یا مین ۵ ہزار سے ۶ ہزار فٹ تک سطح سمندر سے لمبائی پر ہوتا ہے اور ہم فٹ تک بلند جاتا ہے اس قسم کے درختوں سے زر و چھال اور بعض اوقات کروڑوں بارک یعنی سب سے عمدہ چھال پیدا ہوتی ہے جس سے اعلیٰ درجہ کی کوٹنائن نکلتی ہے اس کے سوا سنگونی ڈاؤن بھی ہوتی ہے مگر شور چیزیں کم پیدا ہوتے ہیں۔ اس کے سب اقسام سے ایک ہی قسم کی چھال بنیں پیدا ہوتی۔ سکی رہا سے زیادہ شکل سے یہ قسم

جلد دوم حسن نمبر

ہوتی ہے اور آسانی سے پھلتی ہی نہیں ہے۔
سنائی قسم کا سنگونا نیو گرانڈ اسکے انڈیز پیارٹی و سنہار فیٹ بلندی
تک ہوتا ہے جب میں کولمبیا کی سی نہایت عمدہ چہال ہوتی ہے۔
سنگونا کارڈی فولیا۔ اوسے پیارٹ کے ۶ ہزار سے ۸ ہزار فیٹ
بلندی پر ہوتا ہے اور نہایت عمدہ چہال دیتا ہے۔ یہ سخت ہو لکھتے اور
عجبت سے بڑھتا ہے۔

سنگونا ہکریانا۔ اس قسم کے درخت سے چند عمدہ نیا بیج مستخرج
ہو گئے جب تک اب تک غور سے آزمائش نہیں ہوئے سنگونا بلین سیفولیا۔
ڈاکٹر وڈل اسکواٹم آفی سنالس قرار دیتے ہیں یہ ایسے مقام پر
ہوتا ہے جہاں کا سالانہ موسم مثل رومیہ کے برابر بلکہ سردی اور گرمی
اوسے سے بھی کم ہو۔ اس میں تجارت کے قابل پوست پٹایا ہوتا ہے۔
سنگونا۔ سیکرانتھا۔ بولیویا اور پیرو کے پہاڑ کارڈیفرس پر ۶۶ فیٹ
بلند تک ہوتا ہے جس سے ٹھوٹو کو۔ اور پیری چہال پیدا ہوتی ہے۔
سنگونا ٹیڈا۔ پیرو اور ایکویٹر ملک خط استوا کے پہاڑوں پر ۷۷
فیٹ بلند ہوتا ہے اور مثل سیکرانتھا کے اسکی چہال ہوتی ہے۔

سنگونا آفی سنالس۔ یہ قسم کنڈامینا کی ہے۔ نیو گرانڈ افریقہ کے
پہاڑ انڈیز پر چھ ہزار فیٹ سے لیکر سنہار فیٹ بلندی تک ہوتا ہے
اور پیری وین اور لکسا قسم کی چہال نکلتی ہے بمقابلہ اور اقسام کے

نبت حسن جلد دوم

اسین کوٹسائن اور سنگونا ڈائن عمدہ نکلتی ہے۔ اسکو زیادہ تری سفر ہے
انڈیر پھاڑون کے آب وہو اخیر اکر کناری کے موافق ہو۔

سنگونا ٹائیٹینیس۔ اسکی قسم آئی سنالس کی ہے ۱۰ فٹ تک
بلند ہوتا ہے اور پٹا یا چہال نکلتی ہے بلاسی ہندوستان میں اس سے
بعض اوقات خلافت تجربہ فیصدی تک نکلتا ہے۔ اور فیصدی
کوٹسائن۔ بقیہ حصہ کوٹنی ڈائن اور سنگونا میں۔ یہی تمام چہال کے لئے
اپنے جگہوں میں بالکل کاٹ ڈالا جاتا ہے۔

سنگونا اسکی روبرو۔ یہ درخت پیر و اور مالک واقع خط استوا کے
درمیانے کو ہستانی ملکوں میں ہوتا ہے۔ سرخ پیر وین چہال نکلتی
ہے اور کوٹسائن اور سنگونا ڈائن عمدہ پیدا ہوتی ہے۔

اسکی بلندی ۱۰ فٹ کی ہوتی ہے۔ یہی قسم ہے جو کہ بنگال میں کثرت سے
ہوتی ہے اور ثابت ہوا ہے کہ سک کے کل اقسام یہیں نہیں نہایت
منتخب ہے۔ اس قسم کے درختوں کی چہال نہایت قیمتی ہوتی ہے۔
۱۰ فیصدی تک نکلتا ہے میس کیلیا میں تجربہ سے معلوم ہوا کہ اسکی بڑا
کی جب چہال چیلڈ الی جاتی ہے تو نیچے کے نئی چہال میں کیڑے
لگ جاتے ہیں۔ ان کیڑوں کے مادہ درخت کے تنہ میں اٹھ کر کہنے
کیلئے سوراخ کرتے ہیں۔ اس سے نقصان بہت ہوتا ہے نہ صرف
تنہ کو بلکہ جڑ میں ہی سوراخ کرتے ہیں۔

سنگونا کی کاشت اور ساخت کے بہت سے رپورٹیں اور کتابیں زبان انگریزی میں موجود ہیں ہنوز ملکی لوگوں نے اس طرف توجہ نہیں کی جو میرے دانشت میں اگر اہل ہند اسکی کاشت اور ساخت کریں تو نسبت ہندوستانیوں کے زیادہ فائدہ حاصل کریں گے بشرطیکہ پہلے اس فن کے علما اور محاسبیکہین اگرچہ سنگونا کے کاشت کے واسطے بلند پہاڑی زمین زیادہ استعمال کی جاتی ہے مگر بعض ملکوں میں سنگونا کی کاشت اس تمام اراضی پہلی جو سطح سمندر سے پانچ سو فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہوتی ہے اگر ہمارے ملک میں بھی سنگونا کی کاشت کا امتحان کیا جاوے تو خوب ہوگا عجب نہیں کہ چند گھنٹے کے بہار کے نواح میں اگر سنگونے کی کاشت ہوگا مینابی ہو اس قسم کے مفید عام اور فائدہ رسا امور میں اگر سرکار کے طرف سے مدد کا اعتبار کیا جاسے تو غالباً بہت سے لوگ اس کا امتحان کریں گے اگر ایسے کثیر المنفعت اشیا کے کاشت اور سنگونا کے ساخت میں کامیابی ہوگی تو بہت کچھ رعایا اور سرکار کو بہ واسطہ اور بلا واسطہ فائدہ حاصل ہوگا۔ چنانچہ حسن بن عبداللہ عماد نواز جنگ بہادر چند درخت استحاثا اپنے باغ واقع سنیر آباد میں لگائے ہیں جو اس وقت تک عمدہ حالت میں موجود ہیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس ملک کی آب و ہوا سنگونا کے درخت

منبر حن جلد دوم

داسطے کچھ مضمین ہے۔
 یہ ایک مختصر بیان ہے جسکو میں لکھ دیا ہے شایقین بڑے رپورٹ
 اور انگریزی کتابوں میں اسکا مفصل حال ملاحظہ کر سکتے ہیں +
 برہنہ

قسط نمبر

قسط نمبر دار السلطنت ٹرکی کا دریا تے باز فرس پر قدرتی خوبصورتی کے
لئے تاریخ تحفۃ السینۃ قسط نمبر ۱۱۱۱ میں درج ہے کہ قسط نمبر کا قدیم رومی نام
بورزن طینا تھا جسکو انگریزی میں بزن تین کہتے ہیں۔

اس زمانہ میں استنبول یا اسلام بول اور استانبول عالیہ شہر جو اسکی بنیاد ۶۵۶ برس
قبل حضرت عیسیٰ کے بادشاہ بزنس نے ڈالی تھی بعد ازاں قسط نمبر نے دوبارہ تعمیر
کیا یہ شہر آج تک صرف دوبارہ فتح ہوا یعنی کیرتیر ۱۱۱۱ میں بطریق اسکو فتح کیا بار دوم ۱۲۵۳
میں محمد آئی فتح کیا۔

زمانہ قدیم میں بزن تین یعنی قسط نمبر ایک ماتحت حصہ سلطنت رومیدہ کا تھا یہ مقام پورپی ٹرکی
کے مشرقی صدر واقع ہے جسکو ایشیائے کوچک سے بحیرہ باز فرس جدا کرتا ہے۔ عرض البلد اس
مقام کا (۴۴) درجہ اور (۱۶) ثانیہ شمال ہے اور طول البلد ۲۸ درجہ ۵۹ دقیقہ ۴ ثانیہ شرق
یہ شہر جو باز فرس اور گولڈن ہارن کے بیچ میں واقع ہے شمال غرب و جنوب شرق
تک ساڑھے تین میل طول ہیں اور ایک میل سے ۴ میل تک عرض ہیں۔ تین دیواروں والی شہر
پناہ سڑک۔ بارہ میل دور ہیں اور فی الحال ۲۸ پھاگ ہیں۔

تمام شہر میں کثرت سے خوارے ہیں اور دس میل پٹے ہوئے نہر سے تمام شہر میں
پانی پہنچتا ہے۔ برف اور پلاہی کبھی کبھی گرلتا ہے۔ اس تخت گاہ سے جو زمین ۱۳
شاہی مسجدیں اور ۲۳۳۲ مسمولی مساجد ہیں۔ (۴۴) اسلامی کالج ۱۸۳۰ شفا خانہ
۳۶ عیسائی گرجے اور کوئی بیورو یون کے معبد ۱۳۰۰ غسل خانہ ۱۸۰۰ سڑکے ہیں شہر کے

نمبر حسن جلد دوم

ساتھ اسطور پر واقع ہے کہ دنیا میں کوئی اور شہر اس نظر سے متطرون اور
 مشرق جانب سرگلوی جو پہلے حضرت سلطان العظم کا صرح خاص تھا اسکی چوحدی دہی خیال
 کیجانی ہر جوت قدیم زمانہ میں بزمین کی تھی۔ رقبہ اسکا ۳ میل مدو مختلف مقامات
 پر فضیل سے گہرا ہوا ہے۔ اور کبیرہ ماروہ تک وسیع ہے۔ یہ مقام ہم
 مسجدوں میناروں گنبدوں غسل خانوں باغات اور سرد کے وختوں
 جہت سے خوشنما معلوم ہوتا ہے۔ اندرونی احاطہ میں حضرت سلطان دوم کا صرح
 رہتا ہے دوسرے احاطہ میں خزانہ شاہی یاد چن خانہ۔ صبل۔ دیوان خانہ۔ عدالت
 اسلم خانہ ہے جس عمارت میں کہ اسلم خانہ ہے وہ پہلے سینت آیر میں کا گرجا تھا
 بیرونی حصہ میں مکمل۔ سرکاری محکمے اور کمزور ضعیف پنشن خوار لوگوں کے رہنوی
 بلکہ ہے۔ شہر سے جب اس احاطہ میں آتے ہیں تو ایک بڑا اور بلند پہاڑ لگتا
 ہے جسکو آستانہ۔ باب عالی اور انگیزی میں سبلا کم پور شہ کہتے ہیں۔ رفتہ رفتہ
 یہی پہاڑ گورنمنٹ عثمانیہ کا دوسرا نام قرار پایا یعنی اسوقت بجا سے سلطنت
 عثمانیہ کے صرف باب عالی کہا جاتا ہے۔ شہ میں اس عظیم الشان عمارت میں آگ
 لگ گئی اور تباہ ہو گئی۔ حضرت سلطان عبدالعزیز نے جو نئے محل تعمیر کراے وہ مغربی
 کنارہ باز فرس پر ۲-۳ میل سرگلوی سے اتنے جانب ہے۔ شہ میں ایک سخت
 آتش زدگی سے پیرا کا بڑا حصہ جل گیا۔

بند گاہ گوڈن ہارن یا شاخ زمین جو سلطنت قدیم بزمین کے ایک مرتفع مقام پر قدم
 ہے جنوب مشرق سے لیکر شمال جنوب تک ساڑھے چار میل دو میان شہر اور جو شہر گلاٹا
 دیراوغیو کے واقع ہے عرض میں کہیں ایک فرلانگ کہیں چار فرلانگ ہو یہاں خاص

والقرب فضاؤن میں اسکے ہم پلہ بہین۔ اس شہر کے فرائخ تعمیرین قدرت کے
 بے بہا عطیہ ایسے موجود ہیں کہ سیاحون کا نظر و کمو خیر و کر دیا ہو۔
 اس شہر کے ایک کنارہ پر دریائے مارمواد دوسرے کنارہ پر بحر احمر
 درمیان میں دریائے بافرس تختا (۱۵) میل طعل اور عرض میں میل سے کچھ
 زیادہ اور بعض جا نصف میل کے قریب بہتا ہے جسکے دونوں جانب شہر
 قسطنطنیہ لب دریائے موزون بند ہی تک مسلسل عمارتون اور عالیشان مسجدوں
 میں واقع ہے اور اس دریا کا عمق بڑے سے بڑا جہاز جانیکے لیے کافی ہے
 اس میں جزر و مد بہین ہوتا لکن درمیان میں ایک پانی کے دار بعض وقت اس
 زور سے پیدا ہوتی ہے کہ چھوٹے چھوٹے و خانی کشتیوں پار نہیں ہو سکتیں
 و کلا ردول خارجہ کے جنگی جہازات اور سلطانی جنگی جہازات مناسب
 موقع پر نگر کے ہوئے ہیں سوائے انکے تیس ہزار کشتی اور کئے سود خانے
 کشتیوں گراہ پر چلنے والے موجود رہتے ہیں مگر مجموعی نظر اس دریا پر ڈالنے تو
 معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑے پانی کی جیل ہے ورنہ تمام دریاہ اسیل کے
 فاصلہ میں مختلف قسم کے جہازوں اور کشتیوں سے بھر رہے اور جب کہ

۴ قسم کے ہلکے خوشنما کشتیاں ہوتے ہیں جسکو کیف کہتے ہیں یہ کشتیاں اسباب
 اور آدمیوں کو مارنے اور چڑا ہیکے کام آتے ہیں شکستہ ہیں ۱۹۹۷ جہازوں کی ۳۳ کاکہ
 بہ ہزارہ ۹ ٹن کو اس نگر و کشتیوں کو دہل گلا اور استنبول کو دیا اور ایک پل کو مولاہو موجود ہے۔

منبر حسن جلد دوم

تقریباً بین پیرسے اور پنڈیان لگائے جاتے ہیں تو کل لاکھ کھلا ہوا دیکھا جاتا ہے۔

شہر قسطنطنیہ تین حصوں پر منقسم ہے۔ پہلا وہ قدیم حصہ ہے جو کہ آج اسلامبول کہلایا جاتا ہے گولڈن ہارن اور دریائے مارمورا کے بیچ میں قائم ہے جہاں کہ عالیشان مسجدیں اور خاص سجاد با صوفیہ قدیم عمارتیں مشہور بازار اور باب عالی ہے۔ دوسرا حصہ گالاتیا کالس جہاں کہ یونانی نثریت سر رہتے ہیں یہ حصہ کہی قدر زیادہ اونچائی میں آباد ہے جس پر ایک مینا بلوہا ہے یہاں شہر کے مد نظر خوب ہوتی ہے اور اسکے نیچے سے ایک میل کے فاصلہ میں ہرنٹ کوثرین مسافروں کو ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ پر چھوڑتی ہے۔ اس ٹرین کے گاڑیوں کے ساتھ انجن نہیں رہتا بلکہ ان کو کنارہ پر مشینوں کے ذریعہ سے ایک حد سے دوسرے حد کے طرف لے جایا جاتا ہے اور اس مشین میں اور ان گاڑیوں میں ایک رستی بند ہی رہتی ہے اور رفتار میں وہ ہی تیزی سے جیسے دھانی گاڑیوں میں ہوا کرتی ہے۔ اور بعد ازاں پیرس ہے جہاں کہ یورپ کے مختلف لوگ راکرتے ہیں اور تمام یورپین شاہین اور ہولین سفیروں کے مکانات ہیں اور یہ حصہ شہر کا مذہب حصہ سمجھا جاتا ہے اور اسی سلسلہ میں سلطان حال اور اخیر سلطان مرحوم کے مشہور حویلی و محلہ بقیہ ہے لگ بھگ اسی پیرانہ زمین کو نیچے ایک ریل گاڑی جاری ہے اس تحت الارض کا فاصلہ صرف ایل میل کا ہے ریل ہی اسی کہی کہ تحت ہے جس کو استنبول میں کوئیلنگ ٹراموے کی گاڑی جاری کیا ہے صرف اسی شہر میں وہ لاکھ مسافر اس ریل پر سوار ہوئے تھے۔

اور اسی آبادی سے ملتے جلتے دریا کے کنارہ کنارہ ایک ۰۰ طول آباد ہے
 ٹرانسپلنگ چلی گئی ہے جہاں باغات اور عالیشان مکانات ہیں۔ تیسرے حصہ شہر کا
 دوسرے کنارہ پر دریائے باز فرس کے مقابل میں اسلامبول اور گالاتا کر
 ہے جسکو سکو تراکتے ہیں اور اخیر حصہ ایشیا میں واقع ہے۔

شہر کی مجموعی شماری نو لاکھ سے کچھ کم ہے اس میں نصف سے
 زیادہ مسلمان اور اکثر مسلمان اسلامبول اور سکو ترہ میں رہتے ہیں باقی تمام عیسائی
 ہیں۔ یونان۔ آرمینا۔ بلگیریا۔ کی قومیں زیادہ ہیں۔ آرمینین ان میں
 تجارت مال برہمن۔ سوان اسممولی باشندوں کے اکثر بیاح۔ آرمی۔ جرمن
 جس حصہ میں پیراچہ قاسم پاشا۔ تفانا اور ترکی کا محاذ معرین ہے اسلحہ خانہ اور وہ حصہ جو
 کو دی کے شمالی کنارے پر واقع ہے اسکو سقوطہ کہتے ہیں۔

قسطنطنیہ کی آبادی ۱۸۷۰ء میں ۶ لاکھ آدمی کی تھی اور ۱۸۷۵ء میں ۷ لاکھ ساٹھ ہزار آدمی کی ہوئی
 اور ۱۸۸۰ء میں ۱۰۰۰۰۰ آدمی چودہ لاکھ کیا سی ہزار کی شمار کی گئی غالباً اس حساب سے اس وقت
 اس سے زیادہ ہوگی مگر اس مردم شماری میں پیراچہ اسلحہ خانہ وغیرہ بھی داخل ہیں۔

فی الحقیقت مختلفہ السیر میں کہتا ہے کہ صرف ایک بازار میں زبان ترکی و رومی و عبرانی
 و آرمینی و عربی و فارسی و مسکوئی و دیوہی و ہنگاری و پولوانڈی و ہسپانی و ویرسیائی ہوں لاندہ نکا
 و فرانسیسی۔ و انگریزی و اٹالائی بولی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس
 اردو کے تقریباً ایشیا اور یورپ کی زمین میان بولی جاتی ہیں اور غالباً ان تمام ملکوں کے
 آدمی میان موجود ہیں اور اکثر ان میں سے تجارت پیشہ ہیں حسن

منبت حسن جلد دوم

ہنگرین - رینج پوٹن - فریج اور انگریز وغیرہ آنے ہیں کو چون میں یہ تمام قومیں ہر تہی نظر آتی ہیں اور کسی گلی میں سے گزرتے وقت چہرہ سات تم کی زبانیں بولتے ہوئے جاتے ہیں۔ یہاں اس کثرت سے سیاحت کی آمد و رفت بہت سی ہے کہ بعض محل میں آپ مختلف ملکوں اور شہروں کے لوگ پائیکے میرے زمانہ سفر میں میرے ایک دوست کے یہاں پیرا میں دعوت میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا فریج پوٹن آدمیوں کے یہاں تھے۔ مغز پر زبان صاحب اسی حیرت انگیز مشاہدہ کے لئے کہانے کے اخیر میں اپنے ہمارے کہانے کہ ”آپ لوگ براہ مہجانی اپنے اپنے نام کے کارڈ پر اپنے وطن کا نام تحریر فرمائے اور کارڈس کو جمع کرنے کے بعد جو حساب لگایا گیا تو معلوم ہوا کہ تعداد بالائین سے تین بالکل غیر شہر دن اور غیر ملکوں کے رہنے والے تین سے تھے اور انھیں افاقوں میں ایک میں ہندی بھی تھا۔ ان مختلف اقوام کی ملاقات کا نصف اون داخلی کشیتوں میں سوار ہوتے وقت زیادہ آتا ہے جو گو لندن ہارن سے دریائے باز فرس میں ہر گھنٹہ کو مسافروں اور کار بار یونکو ایک سچے دوسری جائے لیجائے ہیں اور اسی سوار ہونے کے مقام پر ترکی اخبارات ملا کرتے ہیں کہا جاتا ہے کہ ان اخباروں میں دہی جبرین شائع ہوتی ہیں جو عالی کی خواہش کے مطابق ہوں۔ مختلف زبانوں میں جو اخبارات شائع ہوتے ہیں وہ خود گواہی دیتے ہیں کہ یہ شہر مختلف قوم مختلف مذہب کا مرکز ہے اب اسی ماسلظت میں حسب ذیل اخبارات شائع ہوتے ہیں۔

جلد دوم حسن نسبت

زبان فرانسیسی میں روزانہ ^(۲) زبان انگریزی میں روزانہ ^(۱) زبان یونانی میں ^(۳) تین بلگاریا کی زبان میں ہفتہ وار ^(۴) - چھ - آرمینہ کی زبان میں چوبیس روزانہ ^(۵) - ۳ - آرمینی و روم کی زبان میں چوبیس روزانہ ہے - ایک یونانی و روم کی زبان میں روزانہ - نو - خاص روم کی زبان میں چوبیس ۳ روزانہ ہر ایک بالتصویر ہفتہ واری چھپتا ہے - مفضل میں ۱۹ اخبار آئمہ روم و دعوای باقی (۹) اور زبانوں میں - سوا اسکے آئمہ اخبارات بعض پولیٹیکل معلومت کے باعث یا ب عالی سے موقوف کر دے سکے ۔

یہاں کی اکثر سڑکیں پتھر سے بنی ہوئی ہیں گاڑی چلتے وقت ایک کریہہ آواز آتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چند ہی منٹ میں گاڑی ٹھیک ہو جاوے گا لاکن وہ ترکی گھوڑوں کو مارتے ہوئے اس قدر اور بے خوفی سے چلاتے ہیں کہ الامان اس موقع پر اون کتوں کا ذکر کرنا بھی خالی از لطف نہ ہوگا جوں جوں اس آرام سے سوتے پڑے رہتے ہیں گویا کوئی بے فکر اور دنیا سے آزاد اپنے راحت بہرے مکرے میں سرشار ہوتا ہے قسطنطنیہ کے حالات میں یہ ایک خاص اور ضروری تذکرہ خیال کیا جاتا ہے اور حقیقت بھی یہی ہے یہاں کے کتے بہت ہٹے کتے ہیں اور جانوروں پر منقسم ہیں اور ہر ایک جماعت اپنے کو ہر ایک کو چہ کا مالک سمجھتی ہے کسی دوسری جماعت کا کتا اگر اونکی گلی میں آجاوے تو اس زور شور سے مقابلہ ہوتا ہے کہ پیدل کار استہ چند دقیقہ کے لیے بند ہو جاتا ہے - اگر کوئی

نمبر حسن جلد دوم

شخص اون کتو نکو مارے یا چکائے تو راستہ چلنے والا ہی اون کا ہمدرد ہو کے لڑنے کو مستعد ہو جاتا ہے اور اونکا کوچن مین پڑا رہنا موجب برکت سمجھا جاتا ہے۔

یہاں کے مکانات کی وضع بیوی کے عمدہ مکانات سے ملتی ہوئی ہے لکن یہاں کے اکثر مکانات کل لکڑے کے بنے ہوئے مین اس لئے کہ لگنے کا بڑا اندیشہ تھا ہے۔ چنانچہ آٹھ سو سال پہلے کا پوکھیرٹ آگ شعلہ زن ہوئی تھی جس نے پانچویں حصہ شہر کو خاکستر کر دیا تھا۔ آٹھ ہزار مکانات مین تھیں دو چھ ایک بڑا حصہ تھامو نکا اور بہت سی عالیشان عمارتیں جل کر بیکر ستیا مانا ہو گئی تھیں اس کا نقصان کئی لاکھ یوگا تصور کیا جاتا ہے۔ آگ معلوم کرنے کے لئے مختلف جاسٹے پر بلند بلند بنارین بنے ہوئے مین اور ان میناروں پر صبح سے شام شام سے صبح تک آدمی گھومتے رہتے مین اور جس مکان مین آگ لگی اس کے قریب کے فیر سیکشن (راگ) بھمانے کا شیئین کو ایک گولہ کے آواز کے ذریعہ سے اطلاع دی جاتی ہے اور سرج جھنڈی سے پتا بتلایا جاتا ہے۔ تب آگ بھمانے والی فوج نہایت سرعت سے ٹیڑھیں اور کھاروی انجنین سے ہوئے زرہ بکتر پہنے ہوئے اور سر پر خود رکھے ہوئے فی الفور جائے نشان دادہ پر دوڑتی ہیں اور اونکے پاؤں اس زور سے زمین پر پڑنے مین کہ کوہ گونج جاتے مین اور اس پٹر تھکے ساتھ اس آگ کے بھمانے مین مشغول ہوتے مین گویا آگ مین حرارت اور سوز و شمش مین

حصہ دوم حسن نمبر

کسی مکان کو آگ لگ جانا قیامت کا نمونہ ہے۔ پیرا کے جن ہونٹ
میں ہم اترے تھے اوسکے متصل مکان کے اوپر کے حصہ میں کچھ
دھواں معلوم ہوا توڑ سے ہی عرصہ میں نکل بہر میں جنر ہو گئی کہ فلاں
گھر کو آگ لگی ہے۔ میں یہی دیکھنے کے لیے دوڑا گیا دیکھتا کیا ہوں کہ
ایک گھر میں آگ لگی ہے تمام محلہ میں رونا پٹنا ہو رہا ہے مکان کے
ہر درجے سے بچوں جو افون بوڑھوں کے سر پر بچو سنے نکلے ہوئے
ہیں اور جس گھر کو آگ روشن کہہ رہی ہے اوسکی طرف نظر خوف سے
دیکھتے ہیں اور جیسے جیسے شعلہ بڑھکتے ہیں ویسا ہی اون کا رونا
اور دباڑیں مارنا زیادہ ہوتا ہے۔

یہاں کے مسلمان اور عیسائیوں کے لباس میں
کوئی فرق نہیں ہے سب کے سب ایک ہی قسم کا لباس اور ٹرکی
ٹوپی پہنتے ہیں۔ جو غریب لوگ ہیں نیلگوں کوٹ اور پانچا مہ پہنتے
ہیں۔ نظر کبھی فرق نہیں کر سکتی کہ فلاں مسلمان اور فلاں عیسائی ہو
اونکی معاشرت بالکل آزادانہ ہے مسجدوں میں اوسی کوٹ بٹون
جوڑے سے جاتے ہیں نماز پڑھتے ہیں مسلمان جو پابند نماز ہیں
وہ اپنے جوڑے پر ایک اور قسم کا جوٹا مثل سلیپر کے پہنتے ہیں
مسجد میں داخل ہوتے وقت وہ سلیپر نکال دیتے ہیں اور نہ ہی ان
سے یہ غلاف ہے جو جوڑے کے اوپر پہنا جاتا ہے + من

مہر حسن جلد دوم

اداکر نے ہیں۔ سیاح یہی عموماً مسجد و نیکو اوسی آزاد کیے ساتھ دیکھ
 سکتے ہیں لاکن بوٹ پر ادھنی کھا جوتا محافض مسجد پہنا دیتے ہیں اس قسم کے
 کئی جوڑ مشہور سجدون میں رہتے ہیں۔ فوجی افسر ہمیشہ لمٹری ڈریس میں
 اور تلوار لٹکائے رہتے ہیں۔ یہ بات وہاں معیوب سمجھی جاتی ہے کہ فوجی
 آدمی ہو اور تلوار نہ لٹکائے۔ ترکی بیگمات کا لباس نہایت پر تکلف ہوتا ہے
 جو فیاضن میل بیگمات ہیں وہ شام کو ٹھنڈے کے لیے گروہ کے گروہ نکلتے ہیں
 اونسکے لباس پر ایک لانا گردن سے لٹکے جوتے تک ریشمی برقعہ رہتا ہے
 اور جس نگت کا برقعہ رہتا ہے دستا نہ چھری جوتا اکثر اوسی رنگت کا
 ہوتا ہے منہ پر ایک مہین سفید جالی کا نقاب۔ اتنا باریک ہوتا ہے
 کہ چہرہ کی وضع بخوبی معلوم ہو سکتی ہے اس نقاب کو بھناق کہتے ہیں آنکھیں
 بالکل کھلی رہتی ہیں۔ یہاں کی مستورات نہ اندوستان کی عورتوں کے موٹے
 اپنے لبوں کو پان سے سرخ اور آنکھوں بہو و نیکو کا جل سے سیاہ اور
 نہ بھنی زور و چین عورتوں کے مطابق گالوں کو گلابی اور چہرہ پر سفیدی
 پیرتی ہیں۔ یہ وہ حسن ہے جو دنیا سے ٹکفون سے خالی ہے اونسکے
 فطرتی بیوٹی سادی لباس سادی وضع میں جو بانگپن ہے اور سکو
 ہماری صنعتوں کے زیور یا ہماری دستکاری آراستہ نہیں کر سکتی چھتری
 جوان پری تمثالوں کے ہاتھ میں ہے دھوپ اور بانی کے روکنے
 ۷۔ جب کوئی شخص سامنے سے گزرتا ہے تو اپنے چہرہ کے سامنے چتر کا پردہ لٹکا کر

جلد دوم حسن مسہر

کے لیے سینن ہے بلکہ اون نظر و نگاروں کے لیے ہے جو ان کے جذبات کے سبب گھر سے سو کے پڑنی ہیں یہ بیان تمام کوشیتوں میں بھی بیٹھ کے (ان کوشیتوں کو حقائق کہتے ہیں) دو یا چار سے زیادہ نہیں بیٹھ سکتی اور دو یا چار رُکی چلاتے ہیں (دریائے باز فرس پر نکلتی ہیں)۔ تمام کا وقت شفق کا کہنا دریائے باز فرس کا قسطنطنیہ کے پچھین سے آہستہ ٹھہرنا ساتھ ہٹنا اور ان سگمات کا اس طرح نکھنا قدرتی نشانہ معلوم ہوتا ہے لیکن اعلیٰ درجے کی سگمات سے ملاقات کا موقع نکالنا اور انکی بیا قیتیں تہذیب مکینے سے تعبیر ہونا۔ فریخ۔ انگریزی۔ عجبی۔ اس طرح بولتی ہیں جیسے انکی مادری زبان ہے لیکن سگمات کو تمغہ مجید یہ بھی سلطان سے مرحمت ہوا ہے جو بڑی بڑی تقریبات میں زیب گلو کرتی ہیں۔

جو لوگ قسطنطنیہ میں سیاحت کی نظر سے جاتے ہیں سب سے پہلے حضرت سلطان المعظم کے دیدار سے شرف ہونا چاہتے ہیں اور وہ دیدار جمعہ کو نصیب ہوتا ہے جس وقت سلطان شہزاد کو جاتے ہیں۔ یہ بڑا ہی پر اثر سما ہے۔ بعض وقت سلطان اپنی حویلی سے بذریعہ مسجد اباصوفیہ میں تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ خاصہ کی کشتی ٹوفیٹ لابی سپرنگٹ اور طلائی مانشیہ کی ہے جسکو چھتیس ترک چلاتے ہیں اور مساجید میں غیر دوسری کشتیوں میں ہمراہ رہتے ہیں۔ بادار کے تمام جنگی جہازات سے شاہی سلامی سر ہوتی ہے۔ مگر اکثر اوقات اپنی مجلس کے مستقل مسجد میں

منبر حسن جلد دوم

نماز ادا فرماتے ہیں جو سوز سا فراس سوار کیو دیکھنا چاہتے ہیں ان کے
 لیے اوس مسجد اور حویلی کے درمیان میں ایک بنگلہ بنایا گیا ہے اجا
 حاصل ہونے کے بعد وہاں سے ورنہ گاڑیوں پر سے دیکھا کرتے ہیں
 شاید یقین دس ہی بجے گاڑیاں کرایہ کر کے موجود ہونے ہیں ورنہ سوار
 دیر میں جائے گا ملنا دشوار ہو جاتا ہے (۱۱) بجے سے فجر آنی شروع
 ہوتی ہے (۱۲) تک حویلی اور مسجد کا پورا گھیرا کرتی ہے۔ یہ پیدل و
 سوار تقریباً دس نہرا رہتے ہیں انکی وردی ہتھیار گھوڑے سب اقل
 قسم کے ہیں (۱۲) بجے موزن نے سنار پر چڑھ کر عونی لہجہ میں گوستے
 ہوئے اذان دینی شروع کی۔ نہرا رہا مشتاق ٹکھین محلہ کے دروازہ پر
 جمع ہوئی ہیں۔ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں سے نکل کر کوچ یا کس پر چہر پینے
 چڑھ گئے ہیں۔ کیونکہ سوار فکی قطار نظر کو روک رہی ہے۔ اوس بنگلہ پر
 سے بھی بڑے بڑے زیوک اور شہزادوں کی گردینیں دیکھو سنے
 نکلی ہوئیں سلطانی محل کی طرف موڑی ہوئی ہیں۔ پہلے بند گاڑی چھین
 دوزیر دست منگی گھوڑے جتے ہو ہیں اور جنگی باگین ایک فوجی کل
 ترکی کے ہاتھ میں ہے جسکے بازو پر ایک دیو کے موافق خواجہ سرا
 سیل و نہار بتلاتا ہو بیٹھا ہے اور دو جنتی گھوڑے تھامے ہوئے ہیں
 نکلی اور مسجد میں داخل ہوئی معلوم ہوا کہ حضرت کی والد ماجدہ ہیں۔
 دو منٹ ہوئے اوسطح دوسری گاڑی برآمد ہوئی تمام فجر نے

جلد دوم حسن نمبر

از دیاد عمر کی دعا نوحہ کے ساتھ دی معلوم ہوا کہ حرم محترم اور ولید
 ہیں۔ اوستہ ہی فاسلے کے بعد ایک کھلی ہوئی گاڑی نہایت شان و
 شوکت سے بہت آہستہ آہستہ جمین سلطان المعظم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
 رونق افروز ہین چلی آتی ہے۔ آپ دُبے پٹے سیاہ قد مختصر موٹا پیش
 رکھتے ہین سیاہ گوشت چٹون زیب تن ہے بایں بازو پر ایک نقرئی
 تمغہ مجید یہ جو کھدار روپے کی برابر ہے آدیران ہے۔ معمولی تلوار
 کریمین پڑی ہے سر پر ساوی کلاہ رومی ہے چہرہ پر بٹا اشت ہے
 سلطانی اخلاق کے ساتھ ستر کی قاعدہ سلام کا دوسرے یہ ہے کہ
 اپنے ہاتھ بوسہ دیکے پیشانی پر لگاتے ہین ہر سلام کا جواب دیتے ہو
 ہزار باز بانوسے دعا و سلامتی پکاری جاتی ہے اس خیمت و جلال سے
 لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہین آپ کے سامنے اسی گاڑی میں
 دو افسر ہین کہ جنکی رزق برق فوجی وردیں آفتاب کی شاعون کو
 دہندہ لاکر رہی ہین متعدد تمغہ اونکی فہمندی شجاعت بہادری بتلاتے
 ہین۔ ایکٹ اوئین کے جنرل عثمان بادشاہ ہین شمشاد کی جنگ دوم
 روس میں جنکی کارناما پان استقلال دلیری مثل روز روشن کے
 سب پر عیان ہے۔ دوسرے محمد علی شاہ ہین۔ اسی گاڑی کے دونو
 بازو پر ایڈیکلنگ اور دوسرے فوجی اسلے درجے کے افسر فل ڈیرین
 جو ۱۰۰ سے زیادہ ہونگے ہمراہ ہین اور گاڑی کے ساتھ زم زم

نسب حسن جلد دوم

قدموں میں نہایت ادب کے ساتھ گردنیں جھکائے ہوئے چل رہے
ہیں اس سطر جسے گاڑی مسجد میں داخل ہوئی۔ سلطان المعظم گاڑی سے اترنے
ہیں علماء و فضلاء شیخ الاعظم جو مسجد میں پہلے سے موجود تھے استقبال کیا
اور دست انور کو بوسہ دیا۔ ایک بجا نماز سے فراغت حاصل ہوئی۔ فرج منجہ
داخلہ کے لیے بڑبڑی شروع ہوئی۔ سلطان ایک کمرہ میں جو مسجد سے ملا ہوا
تشریف لائے فرج کا ملاحظہ شروع ہوا ڈھائی بجے تک یہ تمام فرج نظر انداز
سے گزری اب درخواست ہوئے۔ ایک مختصر گاڑی میں جو سیل فٹن کی قسم
میں سے ہے سلطان تن پہنا سوار ہوئے اور خود ہانکتے ہوئے داخل

مجلسہ ہوئے۔ کاش ہماری ریاستیں بھی اسکی تقلید کرتیں۔ یہ ہی روز
جیکے سوارا دول یورپ با اعلیٰ درجے کے لوگوں کو شرف ملازمت حاصل
کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ سلطان کا اسم گرامی عبدالحمید خان ہے
طہ ۱۶ میں پیدا ہوئے اور سلطان مراد کے (جو سلطان عبدالعزیز خان
کے جانشین ہوئے تھے) خلافت کے بعد ۱۲۸۶ میں بلوہ
افروز تخت عثمانیہ ہوئے۔ ظاہر آپ کی تندرستی نازک معلوم ہوتی ہے

۱۷ سلطانین روم کا یہی طریقہ ہے کہ ایک سلطان کے مرنے یا انتقال کے بعد انکا
جانشین انکا بھائی ہو کرتا ہے جو موجودہ بھائیوں میں کھان ہو۔ چنانچہ اسوقت محمد
افندی ولیعهد سلطنت میں جو ۱۳۰۳ قمر ۱۲۸۶ میں پیدا ہوئے تھے ان کو یہ ولیعهد بنا

القی ہیں۔

حیدر دم حسن نمبر

اور تمہارا آپ کے اتنے قوی نہیں ہیں جتنا کہ آپ اونسے کام لینا چاہتے ہیں
ملک کی بیسودی اور اصلاح کا بہت کچھ خیال ہے عمدہ دارا فسر رعایا
آپ سے بہت خوش معلوم ہوتے ہیں ایشیائے خیالات کے مطابق
یہاں کا ولیعهد اور شاہی خاندان کے اکثر لوگ بطور حراست کے رہتے ہیں
اونکی تسلیم ایسی نہیں ہوتی کہ وہ سلطنت کے فرائض اور ذمہ داریوں کو
پورے طور سے اٹھانے کے قابل ہوں۔ لاکن اونکی طبی تیز زبان
فطرتی جودت و قوت توڑے ہی سے سہارے پر بہت کچھ اوہر جاتی
ہے اور سلطنت کے کام چلانے میں پورے قابل سمجھے جاتے ہیں۔
سلطان کے روبرو کسی عورت کو نقاب سے آنا جائز نہیں اور کوئی
عورت یا حرم سلطان سے پردہ نہیں کر سکتی خواجہ سراؤں کا بندوبست
ڈیوڑھی پر رہتا ہے خانگی انتظام کو یہی لوگ انجام دیتے ہیں اور
بہت منہ جڑھیں ہیں۔ یہاں کے امراؤں کی سواری اور کانات میں
ایشیائی نشان و شوکت نہیں ہے بالکل مغربی پوجاس ہے۔ ہر سال
۶۶۔ رمضان مینے شب قدر کو سلطانی حویلی میں ایک رسم ادا
ہوتی ہے غالباً وہ رسم نئی نظر دن میں مذموم معلوم ہو لاکن مغربی
معمولی سالانہ جشن ہے۔ حویلی دلو پمچ میں جو ایک بڑا شاندار
اونچی گنبد ہے جہاں تمام سنہرے کام اور رنگ مرمر کا فرش اور
دو دروازے کی جگہ ہے۔ جگہ ایک کوٹھہ دو نمبرہ پر ٹرکی

نمبر حسن جلد دوم

عورتوں کا بیاد بخشنا ہے دو شہزادہ لڑکیاں نہایت حسین و جمیل مختلف
 ملکوں کی جمع ہوئی ہیں۔ انہیں اکثر سرکشیا۔ ہنگریا۔ بیگاریا۔ ترکش۔ مصری
 پریشون کا جہرٹ ہوتا ہے۔ دنیا میں یہ وہ شہر ہے جہاں
 قدرت کے بناؤ شکار نے کوئی کسر نہیں رکھی۔ اسکی ادا نے سی کاریگری
 اپنی سادگی کا نشانہ دکھا کر ہمارے منہوں کو چاہیں جس قدر کوششے دکھائیں
 سب کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ یہ قدرت کے نمونہ دور کے شکل بٹھلائے
 جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سلطان اس نہایت لگا چہینان میں چکر لگاتے
 ہیں اور جب پیر باغہ رکھ دیتے ہیں وہ حرم میں داخل ہوتی ہے۔ جبکہ
 تمام دن اس سترت میں قلعہ اور جنگی جہازوں سے براہِ اسلامی سر ہوتی
 اسلامبول جو پہلا حصہ شہر کا ہے اس میں زیادہ ایسا
 معلوم ہوتی ہے قدیم طرح کا لباس۔ قدیم وضع کے درختے۔ نماز روزہ
 کی پابندی۔ حد و دشرع کا خیال۔ قدیم اشیاء کی دکانیں۔ ٹرکش حمام
 غلاموں کا بازار۔ مقبرہ۔ مسجدیں۔ راستہ و صفائی میں بھی شرفی
 طرز اسی حصے میں باقی ہے اور حصہ یورپ کے طریقہ پر ہیں۔ یہاں سے چند
 میل کے فاصلے پر ایک جزیرہ ہے جسکو پرنس آئینڈ کہتے ہیں یہ نہایت
 پرفزا و عجیب مقام ہے اکثر تفریحی لوگ جایا کرتے ہیں اور دعوتیں ہوا
 کرتی ہے۔ اسی جزیرہ کے قریب سٹیشن انگریزوں کو جہازوں نے
 نووسس کو قسطنطنیہ کے محاصرہ کرنے سے روکا تھا جبکہ روسی فوج جنگی

نمبر حسن جلد دوم

راستہ سے قسطنطنیہ کی دیوار کے پیچے پہنچ گئے تھے اگرچہ ترک نگہبان
 کی اس معاہدت سے ممنون ہیں لاکن یہ ضرور سمجھتے ہیں کہ انگلستان نے
 مدد کرنے میں بہت دیر کی اور وعدہ کو وقت پر پورا نہیں کیا کیونکہ
 یہ وقت اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ عثمان پادشاہ گرفتار ہو گئے مختار پادشاہ
 کو ایشیائے کوچک میں ترک ملی قلعہ قرص چن گیا ارض روم کا محاصرہ ہوا
 اور سوقت جنگی بیڑہ جہازات بحر اسود میں پہنچا۔ روس کی فوج اس قدر
 قریب آئے پر بھی ترکوں کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم بغیر کسی بیرونی طاقت کی
 مدد کے اپنے فوج دشمن کو شہر میں داخل نہ ہونے دیں گے یہ درست
 ہے کہ جبل استقلال اور ثابت قدمی بیادری جفاکشی و فساداری سے
 ترکی سپاہیوں نے اپنے دشمن کا مقابلہ کیا اور اگر پہلے اپنے صوبوں
 اور ملکوں کو جنگ نہ کرنی پڑتی۔ اور سلطانوں کا غل و نصب نہ ہوتا اور اندرونی
 انشغابات اطمینان کے قابل ہوتے اور بعض امور و ملکی غفلت اور بے
 نہ ہوتی تو یہ فوجیت ہرگز نہ پہنچتی مگر اسوقت شکل تھا کہ بغیر بحری معاہدت
 کے دشمن رسک سکتا جسکے زیر دیوار پہنچ گیا ہو۔ دنیا کی تاریخ میں ترکوں کا
 بورد پل قیام اپنا اظہار نہیں ہے۔ یہ اسلامی سلطنت یورپ میں تیس
 دانتوں میں ہزار زبان کے سب اگر ان میں دیر کی اور سجد شجاعت نہیں
 اب ددانہ کے رٹنے کا مادہ نہ ہوتا کبھی کی یہ زبان دانتوں میں نہیں
 اب بھی کسی ترک سے لڑائی کا ذکر کیجئے اور جب کبھی قسطنطنیہ میں آئے

تذکرہ کا اتفاق ہوا ہے تو دیکھتے اور ان کے جو شونگو اور او منگو نگو اور
 راولونگو حالانکہ اخیر لڑائی کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا لیکن او منگی بر جوش
 یقین اسی قسم کی تین اور ہر وقت اپنے روسی دشمن کے خون کے
 پیاسے ہیں انگلستان میں بہت سی کتابیں بہت سے خیال ایسے بھی
 پائے جیسے کہ جنگی سرخی ترکس آن یورپ ہے (ترکوں کا قیام یورپ
 کی حصہ میں) کہ جنھوں نے اپنی کتابوں میں انصاف کے حد سے تجاوز
 کر کے دل کے پھوسلے پورے ہیں اور نیچ جلی کے سے خیالات
 باندھے ہیں وہ ہرگز نہیں پسند کرتے کہ اسلامی سلطنت کسی یورپی
 حصہ میں رہے۔ مگر یہ نرا خیال سب سے نہ وہ خیال پورے ہوں گے
 نہ اسلام کا اخراج یورپ سے ہوگا۔ اس چار سو برس میں جب کہ
 مسلمانوں نے قسطنطنیہ کو بزدل و نمشیر فتح کیا ہے تو حملہ ہوئی کتنی دفعہ لڑائی
 پہنچ سراسیمہ سرگین پر دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنے ہاتھ ۶۷۰
 ہندو عداوت معاویہ مسلمانوں کی فوج قسطنطنیہ کی فتح کی غرض سے روانہ ہوئی تھی اور
 اس فوج میں حضرت حمید بن علی اور ابو سفیان اور ابوالیوب موجود تھے جو کان جنگ
 اور احد ہی شریک تھے مسلمانوں کے جہاز کا بیڑا قسطنطنیہ سے سات میل تک پہنچا
 پہنچ چہ سات برس تک ہر سال حملہ ہوتے رہے آخر کا سبیل میل مرام شدہ
 بن صلح ہوئی حسن

منبر حسن جلد دوم

رہی کیا کیا کوششیں اس کے چہین نے مین کی لگین کن کن سے مقابلہ کیا
 مگر آفرین ہے اوس قوم پر جنہوں نے اپنے ملک اپنے ملک اپنے اسلام
 کے بچاؤ کے لیے اپنی جانیں مال و متاع جو رو بچوں کو نثار کیا
 نیا پاش ہے اذکی شجاعت پر جنہوں نے بادلوں سے اُمتد قی ہوئی
 فوج کو تہ تیغ کرتے ہوئے لڑنے پر تہمت رو سنک پہنچ گئی جب
 کبھی کوئی طاقت ترک کی مدد بھی کی ہے تو وہ ایسے جیسے آئے تھے مینک
 شہداء مین کریمیا کی جنگ ہو سبب تھے حیر انگشتان اور فرانس نے
 مدد دی تھی فوج کا شمار ملاحظہ کریجیے کہ کیا نسبت تھی۔ کانگریس برلن جو
 آخر لڑائی کے بعد یہ میر مجلسی برنس مبارک ہوئی اور اس سے ترکون کو
 جو نقصان اوستا تا پڑا یہ توقع نہ تھی کہ یہ حکومت اب پنچیلگی مگر سلطان کی
 روشند ماغی پیدا مرغزی مستقل انتظام سے اوس صدمہ کا اثر پورے طور
 دوسرا سالانہ سالانہ عبدالمکاک خلیفہ پنجم بنی امیہ کے وقت ہوا مملہ سالار
 اور فرزند خلیفہ وقت نے قسطنطنیہ کو اپنے شدید محاصرہ سے مغلوب اور خراج
 گذار بنائے اور خود قسطنطنیہ کی ہر گلی کوچہ میں سیر کر کے ابامو فیہ سے جو اقسوت
 نصارا کی گرجا تہا مملیب تعار کو لٹا فتنہ لگا کر واپس ہوئے غلغلے
 بنی عباس کے وقت مین بیت سے حملہ قسطنطنیہ پر ہوتے رہے آخر کار
 ۱۴۵۳ء سلطان محمد خان ثانی کے ہاتھ سے قسطنطنیہ فتح ہوا اور قیصر
 قتل کیا گیا۔ حسن۔

جلد دوم حسن نمبر

پر نہیں ہوا اپنی سلطان نے قسطنطنیہ کے اطراف اور بعض دریائے مقامات میں عمدہ اور مناسب موقع پر قلعہ تیار کرائے ہیں اور بہت سے پہلے قلعہ تعمیر کرائی ہے فوج اور توپ خانہ رکھتے ہیں وقت معینہ کے بعد کسی جہاز کو اس دریا پر سے گزرنے کی مجال نہیں چنانچہ جس وقت ہمارا جہاز دریائے ڈارڈنیل پر پہنچا یہاں ایک قلعہ ہے جہاں سے قسطنطنیہ رات بھر کاراستہ تھا جہاز کے ٹکر کرتے ہی ترکی آفیسر موافق قاعدہ کے جہاز کو دیکھنے کے بعد آگے جانے کی اجازت دے دی یہ وقت شام کا تھا قلعہ سے توپ چلی۔ جہاز کے کیا پٹن نے کہا کہ اگر اس توپ کے چلنے کے بعد ہم پہنچتے تو ہمارا جہاز کل بیچ ٹک رہتا لنگر کسے ہوئے ہوتا۔ یہ توپ علامت اسکی ہے کہ اب کوئی جہاز گزر نہیں سکتا۔

معاف کیجئے میں آپ کو قسطنطنیہ کی سیر دکھاتا دکھاتا اجیر میں ایک اور ہی طرف نکل گیا تھا جسکے لیے بہت وقت درکار ہے نہ اس وقت اسکا موقع ہے اب قسطنطنیہ کے وہ مقامات بتا دئے جائے ہیں جو قابل دید ہیں تفصیل سے بہر ملاحظہ کر لیجئے گا وقت مختصر ہے۔
دلہہ پتھر (رحیمی سلطانی) بازار (یہ بازار کی

مسجد اباموینہ علیحدہ کیفیت ہمارے دوست میرزا یکتا علی صاحبہ بہ شرح اذکار و
وعدہ کیا ہے اسلئے ہم کوئی نوٹ اس مسجد کی نسبت نہیں لکھتے حسن

جلد دوم

حسن

نمبر

اگست ۱۸۸۹ء عیسوی

مضامین

لکچر ترکی کے عام ترقی و شایستگی پر۔ از پروفیسر دبیری (لندن) (.....) ۱

ایمن قیصری باب نم۔ از شمس العلامہ خان بہادر لکھنؤی و کار افتد صاحبیہ آف ری

۱۶ الہ آباد پرنسز پبلی (دہلی)

۲۱ مین کیون مسلمان بھون۔ از سولوی محمد اصغر حسین صاحب کلکتہ ۲۱

۵۷ دیباچہ سفرنامہ یورپ۔ از نواب فتح نواز خجندیہ بابر شہر لکھنؤ

۸۱ بقیہ سفرنامہ کونہ نیلگری { از علی خجندیہ صاحب القاب نواب میر الدین صاحب لکھنؤی و لکھنؤی

چار کا بیان

حیدر آباد دکن

مطبع حسن میں چھپا

منہ حسن جلد دوم

ٹیٹرون کو دیکھتے سنتے ہیں مگر جس شایستگی اور فردی تربیت اور تکمیل کو وہ لوگ عورتوں کی سوسائٹی میں ظاہر کرتے ہیں اس کے دیکھنے سے آپ لوگوں کو شکل سے یقین ہو گا کہ یہ لوگ ایشیائی ہیں اور اس کو تو آپ اور یہی شکل سے مانگی کی یہ وہی ترک کے اولاد ہیں جنکے روبرو عیسائی یا یورپین کا نام لینا ہی غضب تھا۔ یہاں تک کہ حرم میں جو فی الواقع ایشیائی طرز معاشرت میں نہایت مذموم شے ہے بہت تبدیلی ہوئی اور جو رہی ہے۔ بیشک یہ بہت اچھا ہوتا اگر اس خراب طریقہ کا بالکل قطع ہو جاتا لیکن تعلیم نسوان جو ترقی پذیر ہے اس کی اصلی اصلاح کریگی اور اس خوفناک قفل کی انجی صرف لڑکیوں کے عمدہ مدرسہ میں تیار ہو سکتی ہو۔ لیکن مدد ایسے آثار پاسے جاتے ہیں جو خود بہت بڑی تبدیلی تیار ہے ہیں چنانچہ ترکی لیڈیوں نے اپنے پوشاک میں ایک جدت پیدا کی ہے۔ سرے سامنے جو لباس ترکی لیڈیوں کی تھی وہ ایسی نمونہ شکل تھی کہ مثل ایک بوڑھے کی بالکل بدنامعلوم ہوتی تھی۔ اب بچاے اسکے میں ٹاکا استعمال کرتی ہیں جس سے کمر کا اندازہ ہوتا ہے اور خوبصورتی معلوم ہوتی ہے۔ برقع ناک سے ٹھوٹی تک جو تک ہے اور بچاے زردنیوغل اور بوٹوں کے اب یورپین شوز (جوتا) استعمال کیا جاتا ہے۔ اب ٹرکس لیڈیاں اس طرح شدیدی نظروں اور جھجکتی ہوئی قدموں سے عام مجسموں میں نہیں آتی جس طرح پہلے زمانہ میں آتی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ پوری آزادی کے دن جو بہت جلد آئینا لے ہیں اس کا یہ آغاز ہے۔ ہلوگ یورپین اب تک اسی خیال باطل کی پیروی کر رہے ہیں

کہ اسلام میں حرم کا حکم قرآن سے ہوا اور اسلام ہی نے دونوں فرقوں میں سخت
 امتیاز قائم کیا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ ہماری سخت غلطی تھی۔ قرآن میں کہیں حقوق
 عورات پر سختی نہیں لگی۔ چنانچہ اس ملک میں جب ضرورت حفاظت نسوان ثابت
 ہوئی جبکہ چند ہی سال گزرے تو ایک قانون سو سو مہ حفاظت جاہلاد عورات -
 (دومنس پراپرٹی ایکٹ) نافذ ہوا حالانکہ اسلام نے ہزار برس پہلے یہ ضرورت
 رفع کر دی۔ کئی سو برس گزرے کہ مسلمانوں کی عورتوں کو اپنے مکانوں میں پورے
 پردہ داری کے ساتھ کامل آزادی رہی ہے۔ نہیں نہیں بلکہ تاریخ سے ثابت ہوا
 ہے کہ اسپین اور دوسرے مقامات میں عرب کی عورتوں نے طارق کی ماتحتی
 میں فتوحات میں شریک رہیں۔ حرم و کہتا صرف مسلمانوں کی ایجاد نہیں ہے یہ
 کیفیت برہمنوں اور بدھوں میں ہی ہے بلکہ شرقی عیسائیوں میں ہی رواج
 ہے جبکہ وہ اوسے قدر مغبوطی سے چلانا چاہتے جتنے مسلمان یہ صرف حرم
 ہی نہیں ہے جب میں اس قدر تبدیلیاں ہوئی ہیں بلکہ انکو سبب معاملات خانگی
 میں اصلاح ہوئی ہے جو مغربی تہذیب کا اقتضا ہے۔ مکانات۔ اسباب آرائشی
 وغیرہ۔ اور پوشاک اور آپس کا میل جول اعلیٰ درجہ کے عثمانیوں نے ایسا رکھا ہے
 کہ شکل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی شرقی لوگ ہیں جنکے ہماری بند ایران اور
 ہندوستان میں پائے جاتے ہیں اور جنہیں کلکٹران اس تہذیب و شائستگی
 کا نہیں پایا جاتا اگرچہ ہندوستان میں آپ کے تعلیم سے اس سے بھی زیادہ
 عمدہ نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے لیکن یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس مہذبانہ رفتار میں

منبر حسن جلد دوم

بار بار بڑے بڑے روکین ڈال دی گئیں اور جو اسباب وقوت ترقی آلات تہذیب و تربیت کے تھے انکا استعمال جنگ اور جنگی ہتیار میں ہو گیا۔ اعلیٰ طبقہ میں جو مغربی علم و تہذیب میں ترقی ہوئی ہے اسکا اثر روز افزون ترقی کے ساتھ ساتھ اور ادنیٰ طبقہ میں ہوتا جاتا ہے اور اگر صلح اور امن لان قائم رہا تو سلطان روم علوم کی ترقی میں بہت متوجہ ہو گئے جسکی جانب اب تک افسوسناک بے پروائی رہی۔

عام تعلیم

سلطنت ترکی کے تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے مجھ کو سب سے پہلے یہ یاد رک کرنا ہر کہ وہاں اب تک قدیم اسلامی طریقہ طرز خواندگی جاری تھا جو غالب درجہ پڑوسی لباس میں ملبوس تھا اور جو کیفیت کچھ کچھ ہماری مڈل ایجنرینے وسط ایام میں تھی چونکہ تعلیم کا سلسلہ طالب علم کے سولہویں برس تک رہتا تھا تاکہ وہ قابلیت سے بڑھ سکے اسلئے پڑھنے کی تعداد بہت کم ہوتی تھی اور عورتوں میں تو بجز چند عایلے خاندانوں کے بہت کم رواج تھا۔ بیس برس کا زمانہ گذرا کہ یورپین علوم و فنون کی تفصیل برائے نام تھی اور جو لوگ کچھ بھی فرانسیسی بول سکتے تھے وہ تاریخ جغرافیہ اور دوسرے علوم طبعی سے محض ناابلہ تھے۔

اب ترکی میں تین قسم کے مدارس جاری ہیں۔ اول مدرسہ صیان یعنی مدارس تعلیم ابتدائی جسمیں لکھنا پڑھنا۔ کچھ دینیات حساب اور جغرافیہ بتلایا جاتا ہے اس قسم کے بہت سے مدارس سلطنت مختلف مقامات میں فی الحال

جلد دوم حسن نمبر

کہو لے گئے ہیں انہیں سے بہت شہور حیدریہ واقع بنگلہ - محسن المعارف قائم
استنبول - خریف واقع سقوطی اور اسطرح سمرناہ تراخی اور سلوینکا وغیرہ
میں متعدد مدارس ہیں - اسکے بعد اعلیٰ مدارس آدوہ ہیں جنکو انگریزی میں کالج اور
جرمنی میں جمنائیم کہہ سکتے ہیں - یہاں ترکی - عربی - فارسی جنبرانیہ تاریخ معلوم
طبعی اور فرانسیسی پڑھائی جاتی ہے - صرف قسطنطنیہ میں ایسے کالج بیس ہیں اور
اور فصلا میں سو سے زائد - اسکے علاوہ ایک قسم کے اور کالج ہوتے ہیں جہاں
طلبا فوجی کالجوں میں داخل ہونیکے لئے تیار کئے جاتے ہیں - اس قسم کے
مدارس قسطنطنیہ میں دس ہیں اور چھ سو سے زائد طلبا تعلیم پاتے ہیں یہ فصلا
میں ان مدارس کی تعداد زیادہ ہے - حال میں بلکہ خاصکر موجودہ سلطان کے
عہد میں تعلیمات کی بہت ترقی ہوئی ہے اور قاسم پاشا کے مدرسہ میں ان طلبا
علمیہ کے لیے پچھری خدمت لینا چاہیں انگریزی بھی پڑھائی جاتی ہے - وہاں کے
ایک اسکول فرانسیسی سینیئر کے مقابل ہیں - ان میں سے نمبر اول گلاسٹرا
کالج ہے جس میں ایک ہزار سے زائد طلبا زیر تعلیم ہیں زبان فرانس لازمی ہے
اور لاطینی - انگریزی - یونانی - اٹالی - جرمنی ارمینی تدابین سکھائی جاتی ہیں -
اسکے علاوہ کچھ دہ کی بڑے شور زور سے تعلیم ہوتی ہے مثلاً طبقات - نیچرل
فلاسفہ - کیمسٹری - جیالوجی (علم طبقات الارض) وغیرہ اس قسم کے کالج
مختلف صوبوں کے اعلیٰ شہروں میں کہو لے گئے ہیں - گلاسٹرا کے کالج
کے بعد ملکیہ مدرسہ ہے جس میں خدمات ملکی اور نظم و نسق کے لئے طلبا کو سول سروس

منہ حسن جلد دوم

تعلیم دیکھاتی ہے۔ اس مدرسہ میں ملکی اور انتظامی یعنی حسب قدر پولیٹیکل عہدہ داروں کو اندرون و بیرون سلطنت مختلف قسم کا تعلق رکھنا پڑتا ہے تعلیم ہوتی ہے اور چونکہ اس مدرسہ کے تعلیم یافتہ سفیلات میں اعلیٰ خدمات پر لازمی طور سے مامور ہوتے رہینگے اس لئے وہ ان کے حسن انتظام میں ہی ترقی ضرور ہوتی رہیگی۔ سروس کے مدرسہ میں پانچ سینے ہیں اور چھ سوطا سب علم داخل میں فوجی کالج زیر اہتمام ون ڈی گوٹشر پاشا اور زیر ہی پاشا تمام یورپ میں سب سے افضل ہے۔ اس میں روسی زبان لازمی کر دی گئی ہے۔ اسکے سوا کالج آف لائسنس قانونی مدرسہ سب سے جدید علم و فلسفہ اور علوم جدیدہ کے دیوانی فوجداری تجارتی۔ بحری۔ (جہازی) اور ٹکون کے باہمی قوانین سکھلائے جاتے ہیں۔ سب سے تعلیم چار سال ہے اور تعداد طلبہ تین سو سے زائد۔ سول انجینئر۔ بحری عہدہ دار اور ڈاکٹروں کے مخصوص مدارس ہیں۔ مدارس طبی سے تمام فوج اور صوبوں میں فارغ التحصیل الیاب بھیجے جاتے ہیں۔ ایک مدرسہ صنعتی ہی ہے جس میں تصویر کا کام سکھایا جاتا ہے دیکھو یہ وہی ملک ہے جس میں چند سال پہلے تعمیر کشمی گناہ کیروہ سمجھا جاتا تھا۔ لڑکیوں کے مدرسہ اس وقت تک بہت کثرت نہیں ہیں مگر اس خیال سے کہ جہاں عام مدارس میں لڑکیوں کا بھیجا نہایت درجہ مذہم خیال کیا جاتا تھا وہاں اس وقت کئی سول لڑکیوں کا مختلف ابتدائی اور اعلیٰ مدارس میں زیر تعلیم ہو رہا ہے بڑی کامیابی سے جاتی ہے۔ اور ابھی چند روز ہوئے کہ سلطان نے ایک عہدہ معاملہ کو منہ سے سرفراز فرمایا۔

نام سلطنت میں تعلیم قریب قریب لازمی سمجھ گئی ہے اور وہ وقت و ذوق نہیں ہے کہ وہاں کے تعلیم یافتہ کی تعداد یورپ کے اور ممالک کے برابر ہو جائیگے۔ یہ ایک قدرتی بات تھی کہ عام تعلیم کے جدید طرز کا اثر قوم کے دل و پیر و جہی طرح پڑے اور زبان و ادبی و ادبی میں تبدیلی پیدا کرے۔

زبان دانی اور ادب

جبکہ ہم یورپین کے نزدیک زبان اظہار خیالات یا تقریر و تعلیم کا آلہ سمجھا جاتا ہے مشرقیوں میں اپنے مطالب کو بڑے پیچیدہ عبارت اور باریک نکات سے بیان کرتے ہیں (اور اس لیے زبان دانی اور ادب میں فرق ہے) ایسی عبارت کا لکھنا جو عام اور ذوق منہم ہوا اہل مشرق بازاری اور قابل نفرت سمجھتے ہیں اور اس کے ایک مطلب کے لئے چار چار فقرے بیان ہوتے ہیں اور پیچیدہ اور محملہ گل و غیرہ مستعمل ہوتے رہتے ہیں تاکہ فقرہ خوبصورت اور مرصع ہو تو کون کا دستور ہے کہ لاکھوں عربی فارسی الفاظ اپنے زبان میں بھرتی کرتے ہیں بلکہ جس مقام پر حاصل اپنے زبان کا لفظ صحیح طور سے کہہ پاسکتے ہیں وہاں بھی غیر زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عثمانیہ ترکوں کی زبان تین بالکل مختلف زبانوں کی مرکز ہو گئی اور یہ صورت کے پیر پیر یا دوسرے درجہ کے لوگوں کے سمجھ میں نہیں آتی۔

بارہا یہ کہوا اتفاق ہوا ہے کہ میں نے اپنے ترکی نوکروں سے ترکی زبان میں باتیں

کین مگر ان لوگوں نے بالکل سمجھا ہی نہیں اور کیتھدر عمدہ زبان تو عام لوگوں کے
 سمجھ سے باہر ہے۔ کتابیں لکھی گئی مگر طبع نہیں ہوئیں اور وجود ایسے کتابوں کا
 کالعدم ہے۔ پس اس معاملہ میں ایسی عمدہ اصلاح ہوئی ہے کہ مجھ کو خوش نصیب
 ہوا ہے۔ بجائے اسکے کہ بڑے بڑے فقیر لکھ جائیں جو بعض اوقات دودھ
 صفحوں تک پہنچ جاتے تھے اب چھوٹے چھوٹے جملوں میں لکھتے ہیں اور الفاظ
 عربی و فارسی کے جگہ پر موزوں ترکی الفاظ اس ترتیب و تصریف سے
 آتے ہیں کہ غالب قدامت و عوام الناس کی بخوبی سمجھتی ہے۔ اس جدت اور
 آسان طریقہ رائج پا جانے سے اخبارات نے بجلت عجلہ ترقی کی ہے اور
 جبکہ میرے وقت میں صرف ایک اخبار جریدہ حواش نامی چھپتا تھا جبکہ چند
 منتخب آدمی پڑھ سکتے تھے اب ترکوں نے کئی روزانہ اخبارات نکالے
 ہیں جسکے ناظرین اوس قدر زیادتی کے ساتھ ہیں جس طرح یورپ کے ملک
 جنوب مشرق میں اخبار پڑھنے والے ہیں۔ ہفتہ وار اور ماہوار اخبارات
 اور رسالہ ہی جاری ہیں اور ہر دفعہ نئے لٹریچر روزانہ ترقی کے ساتھ دنیا
 درجہ کے لوگوں میں پھیلتا جاتا ہے۔ آپ لوگوں کو صاف طور سے معلوم ہو گیا
 ہے کہ علوم اسلامیہ میں خاص کر مذہبی جزو تھا جب میں دینیات تفسیر
 بیان منطق کی تعلیم تھی پہلے کہ تعلیم مجھ سے ہمارے یہاں مثل ایجنڈا (زانہ وسط)
 میں مروج تھا۔ ہمارے علوم مغربی ایسے موجودہ علوم جدیدہ جس سے جدید
 شایستگی مراد ہے اوس زمانہ میں صرف بے توجہی سے نہیں دیکھے جاتے

جلد دوم حسن نمبر

بلکہ اپنے نفرت کی بجائے اپنی اہمیت میں۔ یہ بات نہایت خوشی کی ہے کہ ترکوں نے
کامیابی کے ساتھ اپنی قدیم تعصب اور خیالات کو کہو دیاجسکی بنیاد ہلوگ غلطی سے
قرآن کی طرف منسوب کرتے تھے موجودہ سلطان کے عہد سلطنت میں ہمارے
علوم جدیدہ کی کل شاخوں کی ترکی میں خوب ترقی ہوئی اور میں اس بات کے
کہنے میں مطلقاً سبالتہ نہیں کرتا کہ جس طرح ترکی میں علوم جدیدہ اور علوم دینیہ کی
ساتھ ساتھ تعلیم ہوتی ہے اسکی انظر یورپ کے کسی مقام میں نہیں پائی جاتی۔
پس آجکے موجودہ علم ادب کی کتابیں عمدہ اور سوزون زبان ترکی میں ترجمہ شدہ ہوگی
ان جابجا اصلی کتابوں کا حوالہ دیا جائیگا جو بات کہ قابل لحاظ ہے کیونکہ اہل مشرق
اس طرح اپنی مساوات سے اہل یورپ کا مقابلہ کر سکیں گے۔

یوعلیٰ سینیٹا ابن ظہر حاجی خلفہ و ابن خلدون وغیرہ کی کتابیں اور مضمین ہنوز
اہل مشرق کے دلوں سے جاتی نہیں رہیں۔ اگر انکو اعانت۔ محبت اور امن
نصیب ہو تو وہ بجائے خود بہت ترقی کر سکتے ہیں۔

جس شے نے سب سے زیادہ تعجب کیا وہ یہ ہے کہ موجودہ ترکی لٹریچر اس
امر میں کوشش کر رہا ہے کہ ہلوگوں میں سے نامور لوگوں کی پبلک لائف
کو جاننے اور ہمارے علما و فضلا کی حالات کو قلمبند کرے۔ چنانچہ مشاہیر نامی
مجموعہ میں انگریزوں کے نامور عطا طین۔ مدیرین۔ فوجی جنرل۔ حکماء۔ صنایع
سیاح۔ انجینیر۔ تماشگر وغیرہ کے تذکرے ملتے ہیں۔ اور اسیا یاد دہانہ
کے ترکوں کو شکسپیر۔ گیسرک۔ ڈارون۔ جمیس۔ واٹ۔ ہیریٹ۔ اسٹینڈل

نمبر حسن جلد دوم

کتابین اور اونکے تذکرے پڑھتے ہوئے دیکھ کر مجبوراً اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انکی
یہ حالت غیر معمولی اور بالکل عجیب ہے۔ گذشتہ زمانے میں کسی مسلمان
کیلئے یہ بات ممکن تھی کہ وہ اپنا کچھ وقت کسی غیر مسلم بے ایمان کے حالات
پڑھنے میں صرف کرے جسکے لئے اسکا نام افسوسناک حرارت کا باعث
ہوتا تھا بطرح وینڈار عیسائی مکرزی۔ بخاری یہودی۔ جمال الدین رومی
وغیرہ وغیرہ کا نام نہ گوارا نہیں کرتے۔ لیکن اب ایک عجیب تغیر بدل ہو گیا
سخت تعصب اور بے ایمانی تو ہیشہ خطرناک ثابت ہوئی ہے لیکن اب خود غیر بدین
نے اپنے مداح ملاؤں کو پایا ہے چنانچہ آپ کے مشہور کینین ٹلیہ کے اہل اسلام
بہت کچھ معترف ہیں میری رائے میں یہ بہت اچھی بات ہے کہ ایک دوسرے
کی فخر دانی کرے اور باہمی تعارف کا نتیجہ جانبداری کا فائدہ ہے۔ ترکی کے جدید ٹیکر
میں جو تبدیلی لگی ہے اسکا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان ضروری ہے کہ جو تبدیلیاں
حال میں لگی ہیں انکا اثر صرف زبان تک محدود نہیں رہا بلکہ اسی طرز تحریر اور عبارت
میں اعلیٰ درجہ کی انقلاب پرورانی اور مختلف علوم و فنون میں بحث کیجاتی ہے پرانے
ترکی شاعری میں جو اتباع عربی اور فارسی سے تھی ہر جہت پر پھیل شیدا کا نالہ
باد صبا سے سرد وچن کا جھومنا۔ عشاق سوختہ بول کی سیلٹا سے دیوان کلنا۔ اس
ناپائیدار زندگی پر لعنت ملامت۔ اور بہت سی اسیطر کی فضول اور بے سود پانیا
مبالغہ آمیز باتیں جو ایشیا کیون کے خمیر میں داخل ہو گئی ہیں انکی جاتی میں
یہ باتیں ترکوں کے ساتھ اس وقت تک نہیں جاتیں کہ وہ ایشیائی طرز و طریقہ

جلد دوم حسن نمبر

سے پٹے ہوئے تھے۔ اور جب تک گذشتہ نقش قدم پر چلنا لازمی سمجھا جاتا۔ جب تک وہ علم و شائستگی کا آداب پر پورے سے نہیں نکلن بلکہ پیچ میں تو فوراً وہ اس جانب پھر گئے اور اپنے زمانہ کی نئے طرز پر نگاہی جدید سامان فکر و تجربہ کی سکھ ہیا کے پیکلی فوق البتہ کہ ایشیائی لباس کی جگہ پر یورپین سادہ اور کارآمد پوشاک اختیار کی۔ صرف کس قدر رینج کی بہ بات ہے کہ فرانسیسیوں کی جو انیک و بان مقبول اسناد تھے قدم بقدم پیروی کی ہے لیکن یہ بہ ممکن نہیں ہے کہ فرانس کا جدید ترقی یافتہ لشکر پھر ایسے قوم پر اثر نہ رہے جو مغربی تہذیب کی جانب بہت کچھ جھک چلا ہے۔

بیشک یہ بہتر ہوگا اگر ترکی علی رفارمر انگریزی مفید علم ادب کی طرف خیال رجوع کریں اور نمونہ اپنے یہاں جاری کریں اور پولٹیکس سے اپنے علم ادب کو غلط ملط فکریں۔ لیکن ہلکوں کو اس معاملہ میں زیادہ زور دینا نہیں چاہیے کیونکہ خود انہوں نے اس جدید روش میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ حال کے ترکی مصنفین مثلاً کمال بے شمسافندی۔ فیا پاشا حامد بے سکرطری سفارت عثمانیہ لندن وغیرہ وغیرہ پر پورا پورا جدید روش کا اثر پہنچا ہے اور انہوں نے اس معاملہ میں بہت کچھ ترقی کی ہے۔ انکو اپنے ملک کی اعلیٰ خدمت کرنیکا جوش ہوا ہے اور بعض انہیں ایسے علمی قابلیت والے ہیں کہ نہایت افضل اور اعلیٰ یورپین قوم کے فخر ہو سکتے ہیں۔ نہایت درجہ نگدانی اور غور کرنے اور بار بار پیچیدہ مجلسوں کے منعقد کرنے سے بالآخر وہ اس قدر کامیاب

نہش حسن جلد دوم

ہوے کہ ملک کی خیر خواہی اور خود اعزازی خیالات کو بھڑکایا ہے جسکی ترکون
 مین مثل جملہ مسلمانوں کے سخت ضرورت تھی لیکن اگر اس خیالی کی اچھی طرح
 پرورش ہوئی اور ہدایت محفل ذریعہ اور طریقہ سے ہوئی تو ایسے عمدہ نتائج
 پیدا ہونگے کہ علم عقلا سے یورپ و انگ ہو جائیگے خامکو بد بردن کا وہ گرد و جگمگا
 کرتا ہے کہ ہلوگون کو صرف ترکون کی لاشون کو یورپ اور ایشیا سے باہر
 پھینک دینا باقی ہے۔ اس امر کے بیان کی بہت کم ضرورت ہے کہ موجودہ
 ترقی یافتہ جدید لٹریچر کی اشاعت سے مسلمانوں کو عیسائیوں کے ساتھ نفرت
 کم ہو گئی اور آئندہ اوپر ہی کم ہو جائیگی اس مقصد اور اختلاف کی وجہ قرار
 مین ہے جیسا کہ علی العموم سمجھا جاتا ہے بلکہ ہلوگون کا سلطنت روم کے ساتھ
 پولیشیکل برتاؤ ہے جو ہیشہ جائز طور سے نہیں ہوتا۔ اور جسکی وجہ یہی ہے کہ
 تمام سلاطین کی بالائے اتفاق یہی خواہش ہے کہ جہاں تک ممکن ہو سلطنت عثمانیہ
 کے شاہی اقتدار کو صدمہ پہنچا ہے جب ترکون کو معلوم ہے کہ ہم عیسائی
 انکو نظر محبت و التفات سے نہیں دیکھتے تو ان سے اس قسم کی امید رکھنی فضول
 ہے۔ اگر ہم اس امر کے خوف ہشمندین کہ ہماری اصلاح و نیامین کا رگڑ ہوتا
 ہو تو ترکون کے دلون پر متعشش کر دینا چاہیے کہ ہم ان بدترین کے ہمراہی نہیں
 ہیں جو مسلمانوں سے مخالف راے رکھتے ہیں بلکہ انکو اپنا بہائی سمجھتے ہیں۔

خاتمہ

اے میرے معزز لیڈو اور جنگل منو۔ ترکی مین جو نمایان طور سے عام ترقی

جلد دوم حسن منہ

ہوئی ہے اور کیا یہ خوش کن خلاصہ ہے جو یہ منہ ابھی پیش کیا۔ اور ان واقعات کے رد و رد جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا ہلوگ اپنے دل میں خیال کر کے سون گئے کہ اس عام ترقی نے کیوں ملک کی حالت میں ساتھ ہی ساتھ ہی بہتری پیدا نہیں کی۔ اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ ان باتوں کے ہونے پر سلطنت میں نظاہر انحطاط اور تعصب اور جھوٹندی کیوں ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ شرق میں ظاہری حالت سے حقیقت میں اصل کیفیت نہیں معلوم ہوتی۔ صرف وہی شخص نہیں جو سرسری طور سے ملک کی سیاحت کرے بلکہ مدت دراز تک ایک یورپین کو ٹرکی میں قیام کرنے سے بھی اکثر اوقات حقیقت حال سمجھنے میں غلطی ہو جاتی ہے۔ علاوہ برین ایشیا اور یورپ کے اصلاح اور جدت پسندی میں بڑا فرق ہے جب ملوگون نے اپنی جدید مہذب عمارت تعمیر کی تو زمین ہموار صاف اور بالکل خالی پائی۔ برخلاف ایشیا کیوں کہ انکو اپنی جدید کوشش میں قدم ترقی یافتہ اور نہایت وسیع و مضبوط مشرقی تہذیب کو ڈھانکنی عمارت کہہ کرے کرنی ہوتی ہے ان کو ایسے کھنڈرات اور آلودگیوں کو دور کرنا ہوتا ہے جو محبوب قلوب ہو رہے ہیں۔ جب یہ شکل مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور انکے قدیم نقش و رنگوں پر مرتہم ہیں رفتہ رفتہ مٹ جاتے ہیں تب نئی زندگی کی بنیاد پڑتی ہے اور ایسے خیالات کی کچھ گنجائش ہوتی ہے جو پہلے نفرت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اب آپلوگون کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایشیا میں

کس بے سلیقگی اور بیدلی سے بدنیان واقع ہوتی ہیں اور یورپ کے تعلیمی
کارروائیوں سے کس قدر فرق ہے۔ آپ لوگ (انگریز) جو ہمارے جدید تہذیب
کے سر تاج ہیں اگر ذرا غور سے اپنے پڑوسی عیسائی اقوام کو ملاحظہ کریں
تو بہت ہی بڑا فرق خاص ملک یورپ میں پائینگے۔ اگرچہ آرٹ اور سائنس
کی بہت کچھ ترقی ہو گئی ہے مگر انہی ایک سے زیادہ عیسائی اقوام کو اسی
تاریک سوسائٹی اور تباہی ملی مین پائینگے جو گذشتہ زمانہ میں انکا حال تھا اور اسلئے
ہم کہ وہ ایشیائی کہلائے جاسکتے ہیں کیونکہ میری رائے میں یورپ میں سولیشن
کی نشان شوکت بڑی بڑی فوج بہ کتنے میں نہیں ہے بلکہ آبادی عطا کرنے
اور بے روک ٹوک علمی اور سماجی جوہر کے آزادانہ اظہار میں ہے۔
لیکن اگر ہم سب سے ہماری ہی قوم ال مذہب (عیسائی) (مسیحی) صدی کے فکر
مستفید نہیں ہو سکے تو آپ کیون امید رکھتے ہیں کہ ترک اس قدر جلد
انہی قواعد میں آجائیں اور کیون اُنہیں کہا جائے کہ وہ مبارکی مشرق سے چھٹکار
مغرب میں چلے آجائیں اور سیکڑوں برس کی مسافت یکبارگی طے کریں
آپ لوگوں کی یہ کہنے کی عادت ہو گئی ہے کہ ہم انتظار کرتے کرتے
اور اپنے تہذیب آموز کوششوں کے نتیجہ کی راقبتہ نہ کر سکتے تھک گئے۔
لیکن یہ آپ کی غلطی ہے آپ ان نتائج سے ناواقف ہیں جو اس وقت
میں دوست اپنی کہاں بہت کو پہنچ گئے جو ختم چند عشرہ پیشتر ہو گیا تھا اس
سے جو نازک کو بل انگلی ہے آپ نے اسکی پوری طور سے قدر نہیں کی۔ میری

جلد دوم حسن نمبر

اسے میں سب سے بہتر بھی سمجھتا ہوں کہ صبر اور انتظار کرین اور محنت کو کامل یقین ہے کہ ہماری موجودہ تہذیب ضرور بالضرور مشرق میں ترقی کرے گی اور عثمانیہ ترک ہنگامہ مسلمان ہندوستان کے سب سے پہلے مسلمان ہونگے جو ہمارے ترقی کے قدم قدم چلنے اور انہیں سے یورپین علوم و فنون تہذیب و شائستگی کی اشاعت دور دراز اہل مشرق میں ہوگی۔

یہ مرا ایمان اور اوثق کامل سہجہ بجا ہے اسکے کہ اہل اسلام کو حوصلہ دیا جائے اور انکو اعانت کی جائے میں کسی طرح مسلسل الزام دہی اور بدنامی کو جو مسلمانوں کیلئے کیجاتی ہے ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اور اس سے زیادہ میں اس گروہ مدبرین سے مخالف ہوں کہ ہمارے ہونے چکا سرمایہ ناز صرف یہی ہے کہ وہ ہر طرح کی وقتیں جانفشانی ترکوں کی راہ میں ڈالنا چاہتے ہیں اور ایسے قوم کی خدمت ملامت کرنیکو مستعد ہو جاسکتے ہیں جنکا حال بہت ہی کم جانتے ہیں۔ اس غیر منصفانہ برتاؤ سے صرف ہمارے تہذیب آئینہ کو شہ شون کو بچھوٹا ہی نہیں سمجھتے اور ہماری اغرائی میں بیٹہ نہیں لگتا بلکہ ہکو اپنی عام ترقی اور تہذیب کا اس پر غصہ خطرہ ہو گیا ہے کیونکہ حال میں جب قدر ترکوں کی قوت میں انحطاط ہوا ہے اور جب قدر یورپ کو عام امن و امان کا سخت خطرہ ہو گیا ہے۔ روس، روم کے آخری جناب کے بعد سے یورپ کی افواج سے گنہ ہو گئی یہاں تک کہ انگریزستان کے محصول ادا کر سہنے والے جنگو مخصوص طور سے کہیں یہ کہنے کا خطرہ نہیں ہو کہ ہماری تمام قوم مسلح ہے بہت کچھ نیر شاہی مفاد کی محافظت کے لئے روپیہ دینے پر مجبور کئے گئے ہیں اور

جسے معمولی اشاعت تہذیب و شائستگی کے جھکے لئے وہ پچھتم اقوام میں ممتاز تھے
 اہل انگلستان کو جنگ اور خونریزی کے سامان بہم پہنچانے میں وقت صرف
 کرنا پڑیگا۔ اسے سفر لٹیڈیو اور جنٹلمین بہ نہایت ہی مناسب وقت ہو کہ ہم ان تعصب
 انگیز اور غلط کاریوں سے جو اب تک معاملات مشرق کی نسبت ہماری رہنمائی میں
 خیر یاد کہیں۔ انہیں اسباب سے انگلستان جبکہ پہلے تمام مسلمانان ایشیا دوست
 اور محافظ مسلمانان کہتے تھے اب رفتہ رفتہ وہ روش اختیار کرنا چاہتا ہے اور
 اس سلطنت کو مطابق کارروائی کر رہا ہے جسکو تباہ کیتھ سلام کہتے ہیں۔ آپ کی شہر
 اور شاندار ملکہ جوزا یاد پانچ کروڑ مسلمانوں پر حکومت کرتی ہیں وہ اپنے اس رعایا کی جو
 کل میں چھٹواں حصہ ہے علانیہ دشمنی نہ ٹینگے اور نہ اسے باشندگان انگلستان
 جو اپنی اصول انصاف پسندی اور آزادی سے مشہور آفاق ہوا میں ہمیں قوم کی
 دل آزادی جائز سمجھو گے۔ جو صرف تم سے رنگ مذہب میں جھکا۔ نہیں۔
 ہرگز نہیں کیونکہ میری بات یقین کرو کہ جب تک تم اپنے شریفانہ اصول
 انصاف و ہمدردی کو اپنا دستور العمل بنا کر رکھو گے تمام دنیا میں عزت
 و ہر دلفریزی ہوگی اپنے نامور بزرگوں کی بیش قیمت میراث قائم رکھنے
 سے انگلستان صاحب عظمت۔ قوی اور خوش رہیگا۔

سلسلہ کے لئے سالانہ نمبر ۲ جلد ۲ ملاحظہ ہو

باب دوم

ڈپارٹ منٹل سسٹم یعنی سرشتہاںی ملکی کا نظم و نسق

ہم نے باب اول میں یہ بیان کیا کہ مملکت انگلینڈ نہ تو شخصی ہے نہ نوعی ہے نہ جمہوری ہے بلکہ وہ تینوں سے مرکب ہے اسلئے اس میں تمام اغراض ملکی شامل ہیں اور ہر فرقہ حکمرانی میں داخل ہے۔ وہ پادشاہ اور پارلیمنٹ کے دو ہیں یعنی دیوان اعلیٰ اور دیوان ادنیٰ۔ یہ قسمت ہر خاندان شاہی تمام خاندانوں کا سرتاج ہے اپنا یہ استحقاق رکھتا ہے کہ اس میں سے موروثی پادشاہ ہو خواہ مرد ہو یا عورت۔ جو امر ایسے ہیں کہ وہ مالک اراضی کے حیثیت سے امارت رکھتے ہیں وہ پارلیمنٹ کے دیوان اعلیٰ ہو س اور لارڈز میں اعتبار اور اقتدار رکھتے ہیں یہ سب درجہ کے لوگ اور پیشہ وراور تاجراور کثا درز جنگی کارپردازی سے سرمایہ زندگی سرانجام پاتے ہیں اور جو اپنی محنت سے دولت ملک بڑھاتے ہیں وہ دیوان ادنیٰ یعنی ہو س اور لارڈز میں سارا اختیار اپنے مٹھی میں رکھتے ہیں۔ پارلیمنٹ کے دونوں دیوان کا کام یہ ہے کہ قانون بنائیں۔ کاروبار مملکت کے لکھ روپیہ فراہم کریں۔ برائے نام تو تو ضیع قوانین و آئین کا اختیار پادشاہ کو حاصل ہے۔ مگر حقیقت علانیہ اقتدار سب سے یعنی وزیر کو حاصل ہے جو پادشاہ کے نام سے اجراء قوانین

منبر حسن جلد دوم

کرتے ہیں۔ یہ مجمع وزرا پارلنٹ کے دونوں دیوان کے منتخب ممبرین سے جتنی سیریس وزراء اپنے اپنی تمام کاموں کو لیے پارلنٹ کے روبرو جوابدہی کے ذمہ دار ہوتے ہیں جب پارلنٹ کو ان پر اعتبار نہیں رہتا تو پادشاہ کو کاروبار سلطنت کے لیے مشیر اور وزیر انتخاب کرنے پڑتے ہیں۔

پادشاہ کو لے کر خدو و برہم کہ اس کا مذہب پروٹسٹنٹ چرچ آف انگلنڈ کا ہو۔ اسکو صلح و جنگ کا اختیار ہو جس مجرم کا چاہے جرم سنا کر ڈی پارلنٹ کے اجلاس کو ملتوی کر دے۔ جب چاہے اس کو جمع کر لے۔ شکہ جاری کرے۔ خطاب دے۔ کسی قانون بغیر پادشاہ کی منظوری کے جاری نہیں ہو سکتا۔ اصل یہ ہو کہ پادشاہ کے سارے اختیارات وزرا کے ہاتھ میں رہتے ہیں اور انہیں کی بدولت تمام کاروبار سلطنت چلتے ہیں۔ پادشاہ کے نام سے وہ سلطنت کا کام کرتے ہیں مذہبی اور دنیاوی ممبر پارلنٹ کے دیوان اعلیٰ میں تفصیل ذیل ہوتے ہیں۔

انگلش آرج بشپ ۲ انگلش شب ۲۴ کل ۲۶

دنیاوی

انگلش بورونی پیر ۲۸۷

اسکوٹ لینڈ ۴۳

جلد دوم حسن منبر

ایر لینڈ ۷۸
 سکوٹ لینڈ کو منتخب ممبر پارلیمنٹ کیلئے ۱۶
 ایر لینڈ کے ۲۸
 ۳۵۲

اس دیوان اعلیٰ کا صدر انجمن لارڈ چنسلر ہوتا ہے۔ سب سے اعلیٰ درجہ کی عدالت یہ ہے۔ اس میں تمام محکمہ جات ماتحت، کا اپیل ہوتا ہے۔ سوا اون قوانین کے جو روپیہ سے متعلق ہوتے ہیں اور تمام قوانین کے مسودات کا آغاز اسی دیوان سے ہوتا ہے۔

دیوان ادا کرنے کا من نہیں ہو س کر مگر تمام ملک کے قصبات و دیہات کی رعایا میں سے وہ لوگ منتخب کرتے ہیں جو کچھ مالی اور تعلیمی حیثیت قدرے قدرے رکھتے ہیں۔ اسکی تفصیل یہ ہے۔

انگلستان	اسکاٹ لینڈ	ایر لینڈ	میزان
۱۸۷	۲۲	۶۴	۲۸۳
۳۰۱	۲۶	۳۹	۳۶۶
۵	۲	۲	۹
۴۹۳	۶۰	۱۰۵	۶۵۸

اس دیوان کو صدر نشین کو سپیکر (انجمن کی طرف سے تقریر کرنے والا) کہتے ہیں۔ اسی کو پادشاہ تک تقرب ہوتا ہے جب پارلیمنٹ جدید مقرر ہوتی ہے تو اسکے شروع سال میں ایک نیا سپیکر انتخاب ہوتا ہے۔ پڑے سے جو متعلق قوانین ہوتے ہیں ان کے مسودات کا آغاز کاسن ہوسٹن ہو سکتا ہے۔

منبر حسن جلد دوم

ہوتا ہے۔ اس لئے کہ رعایا ہی حقیقت میں ملک کی تئو مندی اور شادمانی کا سرمایہ ہوتا ہے۔ وہ چشمہ دولت ہوتا ہے جس کی آبیاری سے ملک کی خشک سالی رفع ہوتی ہے۔ اسی کی خوش دلی کے نسیم سے ملک کا گلبن سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ غرض دولت کے خزانوں کی کنجی اس دیوان کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ یوں اسکا دباؤ پادشاہ پر بھی ہوتا ہے۔ ضرورت اور احتیاج کے وقت تو وہ دیوان اعلیٰ پر بھی غالب ہوتا ہے منسٹری یعنی مجلس وزراء کو گونہ منہ سے بڑا سہارا دیتا ہے وہ پادشاہ کو یہ شورہ دے سکتا ہے کہ نئے پیر (ایم) کا جنکی تعداد کافی ہو مقرر کر کے کہ جس سے ہوائ لارڈزین غلبہ آراں کی طرف ہو۔ اس قسم کی دہمکی اکثر لارڈز کے ہوس کو ہریت دلاتی ہے۔ اس سبب سے وہ کامن ٹیجوس کو اطاعت کرتے ہیں۔

توضیح قانون کا دستور یہ ہے کہ مسودہ قانون کا آغاز اس دیوان میں ہوتا ہے۔ اور اس کے پاس ہونے نہیں بنیاد یا اجرا ہونے میں ایک عرصہ لگتا ہے اول دفعہ صرف قانون کا مسودہ بغیر کسی مباحثہ کے پڑھا جاتا ہے اور اس کے چھپنے کا حکم ہوتا ہے۔ اسکی تفصیل سے ممبروں کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور اسکی اشاعت ہوتی ہے۔ پھر دوسری دفعہ پڑھنے کی تاریخ معین ہوتی ہے۔ مباحثہ اس پر ہوتا ہے اور رائین دی جاتی ہیں کہ وہ اس پڑھنے کے بعد پاس ہو گا یا نہیں۔

جلد دوم حسن منبر

اگر پاس ہو تا تو دیوان کے ممبر اس کے ہر فقرہ پر مباحثہ کرتے ہیں اور اسے دیتے ہیں۔ پھر وہ ایک منتخب کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے۔ جس کے ممبر انہیں ممبروں میں ہوتے ہیں جو اس ہوٹس کے ہوتے ہیں جس میں ہر روز قانون پیش ہوا ہے۔ جو اس کمیٹی کا پریسیڈنٹ ہوتا ہے وہ ممبر کے سپیکر کے ہوتا ہے۔ مباحثوں کی قواعد و ضوابط کی شدید پابندی کا رکھنا کے وقت ذرا ڈھیلی ہو جاتی ہے۔ جب کمیٹی و قانون ترمیم و ترمیم یا کر پاس ہو جاتا ہے تو اس کی اطلاع دیوان کو دی جاتی ہے جو اس کے تیسری دفعہ پڑھنے کے لئے تاریخ معین کرتی ہے۔ جب یہ تیسری دفعہ پڑھ کر ایک دیوان میں پاس ہوتا ہے تو وہ دوسرے دیوان میں بھیجا جاتا ہے۔ اس دیوان میں بھی وہ سب مراتب طے ہوتے ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔ اگر اس دیوان میں کچھ اسکی ترمیم و ترمیم ہوئی تو وہ پھر اس دیوان میں بھیجا جاتا ہے جہاں سے آیا تھا۔ اگر اس نے اس ترمیم اور ترمیم کو تسلیم کر لیا تو قانون پاس ہو جاتا ہے نہیں تو پھر دو نو دیوان ایک کنفرنس دینے اجتماع کر کے اختلافات کا فیصلہ کرتے ہیں۔

جب یہ بل یعنی مسودہ قانون دو نو دیوان میں حسب طرح اوپر بیان کیا ہے پاس ہو جاتا ہے تو بادشاہ کی منظوری ہوتی ہے اور پھر وہ ایکٹ بن جاتا ہے۔ بادشاہ یہ منظوری بذات خاص دیتا ہے یا کمیشن کے ذریعہ سر۔ بادشاہ کبھی اس قانون کے منظور کرنے میں عذر

ہنیں کیا۔

پادشاہ کی صلاح کار اور مشیر وزیر جو پریوی کونسل کہلاتی ہے اسکے ہر ممبر کے اغراز کے لیے اسکے نام کے ساتھ رائٹ آؤٹرا بل کے الفاظ لکھے جاتے ہیں پارلمنٹ کی مدت قیام سات برس ہے۔ مگر پادشاہ سے چھ برس سے زیادہ کوئی پارلمنٹ کارفرما نہیں رہی۔ جناب ملک معظمہ کے عہد سلطنت میں تو کوئی پارلمنٹ پانچ سال سے زائد قائم

نہیں رہی۔

برٹش کولونی اور ان کے تعلقات اور مضامین تمام معاملات سلطنت گورنر اور اوپنل کونسل کے اختیار میں ہوتے ہیں۔ وہ پادشاہ کی طرف سے مقرر ہوتے ہیں اور ایک سکریٹری اور فن سیٹس لٹرن میں رہتا ہے۔ جو گورنر سے کونسل کا اسناد اعلیٰ ہوتا ہے۔ وہ گک بی ہٹ کا ممبر ہوتا ہے۔ جو کولونی قیدی ہیں اور خوب آباد و شاد ہیں انکی سلطنت کی بنیاد سیاف گورنمنٹ پر رکھی گئی ہے۔ یعنی جس لیٹو گروہ (مجلس توفیق قوانین) ہوتا ہے جو رعایا کی طرف سے منتخب ہو کر مقرر کیا جاتا ہے۔

کینڈا میں اس قسم کی گورنمنٹ کی ایک مثال ہے جس میں گورنر جنرل کو اکثریکیموٹو پور (یعنی تنظیم و تہذیب ملک کے اختیارات) حاصل ہیں اور ایک پریوی کونسل اسکی معاون ہے۔ جو پادشاہ کی طرف سے

جلد دوم حسن منبر

مقرر ہوتی ہے۔ لیجس لیٹو کونسل میں دو ہوس مین ایک سینٹ مینی
اپر ہوس (دیوان اعلیٰ) جس میں شہتہتر ممبر ہیں جو گورنر جنرل اور
اسکی کونسل کی طرف سے مقرر ہیں اور دوسرا کاسن ہوس (دیوان
اوسن) ہے جس میں دو سو ممبر عایا اپنی طرف سے پانچ سال کے
لئے منتخب کر کے مقرر کرتی ہے۔ پہر لوکل گورنمنٹ میں جس میں لیفٹننٹ
گورنر مقرر ہیں وہ اپنی اپنی توضع قانون مختص المقام کے واسطے جدا
کونسل رکھتی ہیں۔ اس میں دو ہوس ہوتے ہیں جنکی کیفیت اوپر بیان
ہوئی اسٹیریٹیشیا کی کولونی میں اس قسم کا انتظام گورنمنٹ کا ہے
لیکن لیجس لیٹو کے اپر ہوس (دیوان اعلیٰ) میں ممبر بادشاہ کی
طرف سے مقرر ہوتے ہیں۔

نیوٹیلینڈ۔ نیو سووتہ ویٹور۔ کومینس لینڈ۔ مین سے ہر ایک
کولونی میں گورنر ہوتا ہے اور اسکے ساتھ ایک کیے بی نیٹ لینے
اکزیکیوٹو کونسل ہوتی ہے جسکے چار یا پانچ ممبر ہوتے ہیں۔ ایک
لیجس لیٹو کونسل جس میں پندرہ یا بیس ممبر ہوتے ہیں۔ ان سب کا
تقریر بادشاہ کی طرف ہوتا ہے مگر ایک دیوان اوسن نے تو منشیع
تانون کا ہوتا ہے جس کو رعایا انتخاب کر کے مقرر کرتی ہے۔ سووتہ
اسٹیریٹیشیا میں تمام کولونی کی رعایا لیجس لیٹو کونسل کے لئے ممبر
انتخاب کرتے ہیں۔ اور طیس مانیا اور وکٹوریا میں دولت مند اور

منبر حسن جلد دوم

بڑے آدمی رعایا میں سے ان کو انتخاب کر کے مقرر کرتے ہیں۔ باقی اور سب باتیں انہیں یکساں ہیں ہندوستان بارہ حصوں میں منقسم ہے۔ ایک گورنر جنرل اور وائس راسے ہوتا ہے۔ مدراس۔ بمبئی جس میں ملک سندھ بھی داخل ہے ان میں سے ہر ایک میں گورنر رہتا ہے اور اسکے ساتھ ایک کونسل ہوتی ہے۔ بنگال۔ مالک مغربی جس میں آودہ شامل پنجاب ان میں سے ہر ایک لفٹننٹ گورنر رہتا ہے بنگال اور مالک مغربی میں کونسل یہی ہے۔ سنٹرل پروانس میں مالک متوسط۔ آسام۔ برما میں سے ہر ایک میں چیف کمشنر رہتا ہے اجمیر۔ برار۔ کورک۔ اندمان۔ جزائر نیکو بار یہ سب گورنر جنرل کے ماتحت ہیں ان میں ایک گورنر جنرل کا ایجنٹ رہتا ہے۔ لکھنؤ سیلون (جو ہندوستان سے علیحدہ ہے۔ اس میں لوکل اور ایمپیریل گورنمنٹ دونوں شامل ہیں) گارنڈیمپیریل گورنمنٹ کو غلبہ و ترجیح ہے۔ گورنر اور انگریزوں کو کونسل کے پانچ ممبروں کا تقرر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے لیکن لئیو کونسل میں پندرہ ممبر ہوتے ہیں۔ پانچ۔۔۔۔۔ انگریزوں کو کونسل کے ممبر اور چار اور ملازم گورنمنٹ اور چھ ممبر غیر ملازم۔ آئین قیصری کے سمجھتے کے لئے اوپر کی باتیں ضرور یاد رکھنی چاہیے بغیر ان کے بہت سے باتیں اس کتاب کی سمجھ میں نہیں آئیں گے۔

(۲) حکام متعبد و غیر متعبد یعنی اہل قلم کا حال جو کہ سے نیٹھ اور ان کو نیٹھ

کہلاتے ہیں انتظام ملکی کا مدار اہل سیف اور اہل قلم پر ہوتا ہے۔ اہل قلم ہی فتنہ و فساد کے حس و خاشاک کو اپنی قہر و غضب کی آگ سے جلا دیتے ہیں اور آسائش اور آرام کا چراغ روشن کر دیتے ہیں۔ اہل قلم ہی کے دانش کی آبیاری سے ملک کا گلستان طراوت پاتا ہے۔ اول ہم اہل قلم کا حال دیکھتے ہیں جنکے سر پر تمام کاروبار سلطنت کا بار رہتا ہے۔ سارے ملک کی شادمانی اور آسودہ حالی۔ خوشدلی انہیں پر موقوف ہے۔ اہل قلم و دستم کے کہلاتے ہیں ایک کو سہ نینڈ یعنی سترہ دو سرے ان کو سی نینڈ یعنی غیر سترہ۔ اسلئے حکام شہر کی حکایت سناتے ہیں کہ ان کا آغاز کیونکر ہوا اور اب انگلیاں حال ہے۔ وہ کس خوبی سے اس ملک کے اس انتظام سلطنت کو سنبھالے ہوئے ہیں کہ کہیں اسکی نظیر مشکل سے ملے گی جب سرکار کپنی کی کارگاہ تجارت نے جون بدل کر بارگاہ سلطنت کی صورت میں اپنے تین دکھایا تو ضرور ہوا کہ اسکے ملازمین کی بھی لیاقت جو تجارت کے فن حسب حال تھی وہ کاروبار سلطنت کے لئے موزون کی جائے۔ یہہ ملازم ایسے تھے کہ جنہوں نے انگلستان میں بھی تربیت اور تعلیم اچھی طرح نہیں پائی تھی اور جیسی تعلیم ان کی ہوئی تھی وہ تجارت کے لئے تھی نہ حکومت کے واسطے۔ ان میں اکثر سوانقل نویسی کے کام کے اور کوئی لیاقت نہ رکھتے تھے۔ الکاتب کا لہجہ کے مصداق تھے ہی کہاتے تھے جو زمین ان تین پانچ سات

منہ حسن جلد دوم

پانچ کر کے لگائیے تھے۔ حکومت کے کاموں کی آواز بھی ان کے کان میں نہیں پڑی تھی۔ یہہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ ان میں ایک سے بہہ کہا جائے کہ تو تجارت کو ہاتھ نہ لگا۔ اور ایک ضلع کا حاکم اور مجسٹریٹ بن جا۔ ہزاروں لاکھوں آدمیوں کے حقوق کا انفصال کر۔ دوسرے سے یہہ ارشاد ہو کہ تو کانگریس اور تحریک بائنگلار ہی کر۔ جو ایسے انجیٹس کا کام تھا جسکی سچے میں اچھے اچھوں کی عقل حیران ہوتی تھی۔ تیسرے کو یہ حکم ہو کہ ہندوستانی دربار میں ریڈیٹس بن۔ چوتھے کو یہ فرمایا جائے کہ سفیر بن کر ہندوستانی سرکار میں جا۔ پہلا کجا یہ کام کجا سودے سلف کے بیچے خریدنے کا کام۔ ان کاموں میں زمین آسمان کا فرق جس میں زمین کہ تجارت کے سودو زبان کا سودا ہو اس میں سلطنت کا خیال کہاں سے آئے علاوہ اسکے جو غلطی کہ لارڈ کارنوالیس نے کی کہ گورنمنٹ کے کام کو کوئی ہندوستانی ہاتھ نہ لگا دہی لارڈ ولزلی کو بھی مرغوب ہوئی تو اب ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کا سب سے پہلے یہ کام تھا کہ وہ اپنے اسباب حکومت درست کرے۔ سو لارڈ ولزلی کو اپنے وارخ عالی سے یہہ تدبیر سوچی کہ تھاکا عالی شان مدرسہ بنام فورٹ ولیم کالج ملازمین کی تعلیم و تربیت کے لئے بغیر منظوری کوٹ آف ڈائرکٹرز کے حکومت میں قائم کر دیا۔ اور پچ سپریمسی اور ٹونگولی سے فقط طالب علموں کے کہانے کا نسخہ

ماہوار پانچ ہزار روپیہ مقرر کیا اور انگلستان سے بڑے بڑے عالم جہاں
تعلیم کے لیے بلائے اس بلند خیال نے اس کالج کا مقصد و خیال
سے کیا اول یہ کہ ملازمین کی تعلیم انگریزی کی تکمیل ہو و دوم ہندوستان
کے حالات اور ہندوستانیوں کے زبانوں اور علموں اور رسم و رواج
انکی قوانین کی تعلیم ہو۔ پہلا خیال تو سرسری غلط تھا اس لئے کہ ہندوستان
میں انگلستانی تعلیم کی تکمیل کرانی گھوڑے کے منہ میں دھجی دینی اور دم
میں لگام لگانا ہی نہیں پہلا انگلستان کا سا اسباب تعلیم و تربیت یہاں
کیونکر یہم ہو سکتا تھا۔ مگر ہاں دوسرا خیال نہایت صحیح تھا کہ یہاں
دوسرے قسم کی تعلیم ہندوستان میں ہو سکتی تھی اس کا انگلستان
میں کرانا کتنے کو دو ٹاٹک سے چلنا سکھانا تھا۔ و ہاں یہ اسباب
کیسے یہم ہو سکتا تھا کہ انگریز پڑتوں کے بہا میں بیٹھے ہو جو باقی
کرتے ہیں۔ دھرم شاستر پڑھ رہے ہیں اور ست نرائن کی کہتا سن
رہے ہیں۔ مولویوں سے فقہ اور شرع کا سبق لے رہے ہیں
ان کے ہندو وعظ سے مخلوط ہو رہے ہیں۔ بے تکلف ہندوستانیوں
سے زبانیں بول رہے ہیں۔ اور سیکھ رہے ہیں۔ ہندوستانیوں
کے رسم و رواج و آئین قوانین خود بخود آئینہ بنے ہوئے انکھوں کے سامنے
چلے آتے ہیں۔ گورنمنٹ انگریزی جو قانون اس ملک کے لئے بنا۔
اس کو بے محنت و مشقت سمجھتے ہیں۔ کورٹ ڈائریکٹرز نے اس خیال سے

کہ معلوم نہیں ہندوستان کا اس کالج کے قائم رکھنے میں کس قدر روپیہ خرچ ہوگا۔ لارڈ ولزلی کو قطعی حکم ہیڈ یا کہ مدرسہ برخواست کرو۔ اس حکم پہنچنے سے لارڈ صاحب کو نہایت رنج و ملال ہوا۔ ان کو اپنی اس تجویز پر وہ فخر و ناز تھا کہ فتح میور پر نہ تھا۔ حکم کی تعمیل مجبور ہی کرنی پڑی اس لئے حکم تو لکھا و یا کہ مدرسہ بند کیا جائے مگر اٹھ بارہ مہینے اس کو سیت و مل میں رکھا اور مدرسہ کچھ نہ کچھ جاری رہا۔ اس عرصہ میں اپنے دوستوں کو داویلا کے خط لکھے۔ کورٹ آف ڈائرکٹرز کو بتلایا کہ خرچ سے نہ گھبراؤ راہداری کا ایک نیا ٹیکس لگاتا ہوں کہ اس کالج کا تمام خرچ وصول ہو جائیگا۔ سپروائزر نے حکم ہیڈ یا کہ فورٹ ولیم کالج کا فقط اتنا حصہ قائم رہے کہ اس میں ہندوستان کی زبانوں کی تعلیم ہو۔ اور باقی ملازمان ہند کی تعلیم کے لئے ولایت میں ایک بڑا شاندار میلبی بری کالج قائم کر لیا۔ کیا زمانہ تھا کہ ایک حشیانہ ٹیکس سے تعلیم کا خرچ نچوڑ ہوتا تھا۔

غرض جب سے کہ سرکار کمپنی کے تجارت کے کارخانے سلطنت کے کارخانوں سے بدلنے شروع ہوئے اور انتظام ملکی کے لئے ایسے ملازموں کی ضرورت پڑی کہ جنگلی لیاقت اور استعداد اور اخلاق اور عادات اعلیٰ و رجبہ کے ہوں۔ اور شرافت خاندان بھی اسکے ساتھ ہو۔ تو اس وقت سے اس سرکار نے ان کی تعلیم و تربیت اور

انتخاب اور تقرر کے قاعدے مقرر کرنے شروع کئے اور ہمیشہ اس میں کچھ تغیر و تبدل کر کے عہدہ بناتی گئی۔ ظاہر ہو کہ ایسے گروہ تو جو ان شرائط کا صاحب لیاقت جب تک نہیں ہو سکتا تھا کہ اسکے لئے کوئی خاص عہدہ و تحریص نہ ہو۔ اسلئے اس سرکار نے اسکے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں اس گروہ کی امارت اور ثروت کی صورت پیدا ہوتی رہتی۔ خاص امتیاز ان کو ملکی خدمات میں دئے اور تمام اعلیٰ خدمات کا ٹھکانہ انہیں کو دیدیا۔ ان کی مدت ملازمت بھی دراز نہیں رکھی کہ جس سے وہ اس ملک میں رہ کر گھبرائے نہیں خست پنہن کے حقوق بھی ان کو فیاضی کے ساتھ عطا کئے۔ سال بہر میں دو ہینے کی رخصت بلا وضع تنخواہ۔ پہرین برس میں فرلو۔ ایکٹس برس کی ملازمت کے بعد پنشن دس ہزار روپیہ سال تنخواہ میں اونے درجہ میں چار ہزار روپیہ سال سے لیکر بارہ ہزار روپیہ سال تک متوسط درجہ میں چوبیس ہزار سال سے لیکر تیس ہزار روپیہ سال تک پہر اعلیٰ درجہ کے خاص عہدے جنکی تنخواہ تیس ہزار روپیہ سال سے لیکر ایک لاکھ روپے سال تک۔ ان میں سے دس فیصد ہی تیس ہزار روپیہ سالانہ سے زیادہ تنخواہ پاتے رہتے ہیں۔ غرض اس سرکار نے ایسے معاہدے ان افسروں سے کئے کہ اسکی خواہش جیسے بڑے عالمی خاندان نوجوانوں کو پیدا ہوئی۔ ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام مدت تک ہیلی بری کالج میں رہا۔ اگرچہ یہ کالج اس وقت سے ٹوٹ گیا ہے

نہش حسن جلد دوم

جیسے کہ مقابلہ کا امتحان شروع ہوا ہے۔ مگر ایک بعض دانشمند اس کا بچ کے طرفدار چلے جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ایک پیر و سیا کا بچ سفر ہو جا کہ جس میں انگریز اور ہندوستانی دونوں ملکر تعلیم پائیں اور قومی اقراں جیسے ملکی معاملات میں خلل پیدا ہوتا ہے کم ہو جائے۔ سوشیل اتحادیوں نکل معاملات میں برا اثر کرتا ہے۔ جب تک یہہ کا بچ قائم رہا اس میں عالی خاندان نوجوان جو ایک ہی تہلی کے چٹے بیٹے تھے ایک نئی چشمہ تعلیم سے فیض یاب ہوتے تھے۔ ایک ہی کارخانہ کے گڑھے ہوئے اوزار ہوتے تھے وہ ایک ہی جگہ سے بیان روانہ ہوتے تھے۔ سب ہم خیال۔ ہم حال اس غیر ملک میں آتے تھے اور آپس میں آشنا و دوست ہوتے تھے۔ اسلئے اول میں آپس کا اعتبار اور حسن ظن باہم بیت ہوتا تھا جو کام ایک ان میں سے کرتا تھا دوسرا اس کو اپنا کام سمجھتا تھا۔ غرض ان کا ہم لیاقت۔ ہم حالت اور متحد ہونا اس ملک کے حق میں زیادہ نافع تھا۔ جب سے مقابلہ کا امتحان شروع ہوا ہے ایسے حاکم بیان آتے ہیں جو جنڈاڑ برطانیہ اعظم کے مختلف مقامات کے رہنے والے ہوتے ہیں۔ آپس میں کوئی اتحاد نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ ان کی عادات اور خصایل مختلف ہوتی ہیں۔ غرض اس ملک کو وہ فائدے نہیں ملے ہوتے جو ہیکیری کی تعلیم یافتہ سول افسروں سے حاصل ہوتے تھے۔

جلد دوم حسن منبر

مقابلہ کے امتحان پر بعض بڑے بڑے عالم جو یونیورسٹیوں کے پروفیسر ہیں معترض ہیں کہ اسکے سبب سے یونیورسٹی کے تعلیم میں خلل پڑ گیا ہے تعلیم کی تشبیہ غذا سے دی جاتی ہے۔ ایسی غذا کا فائدہ ہوتا ہے جو ہضم ہو جس کو وہ بدل یا تحلیل کا بنے۔ یون کو سی غذا ٹھوسی جائے اور وہ ہضم نہ ہو تو اسے کچھ فائدہ نہیں۔ یہی تعلیم کا حال ہے کہ جو غذا نامرغوب کی طرح ہضم نہ ہو اور اسکی جگالی کرنی کی نہ ملے اور اوپر تکی جو ملے ٹھوسی جائے تو وہ کچھ اثر اپنا دل و دماغ پر نہیں کریگی۔ سول سروس کے امتحان پاس کرنے کے شوق میں سمجھے ہیں سمجھے علموں کو ذہن میں بہر تہ چلے جاتے ہیں اور ایسے امتحان پاس کر لینے میں کچھ اس پر خیال نہیں ہوتا کہ یہ علم ہم کو ہضم ہی ہو سکے اور علم سے جو اصلاح ہمیں ہوتی ہے وہ ہوگی یا نہیں۔ مگر ان علموں کی داد و فائدہ کو کون سنتا ہے انگلستان کیلک اپینین (عام رس) یہ ہے کہ مقابلہ کا امتحان ہو۔ وہاں اس پبلک اپینین (عام رس) کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اس لئے کہ یہ کہ اگر تہاری یونیورسٹیوں کی تعلیم گہرائی ہے تو تم سکی خود اصلاح کرو ہم اپنا قاعدہ نہیں توڑینگے۔ یہی ایک طریقہ ہے کہ جس کو کوئی نالائق افسر بہری نہیں ہونے پاتا۔

غرض سیکرٹون نقائص ابتداء سلطنت انگریزی سے اس سول سروس کے

منبر حسن جلد دوم

تعلیم و تربیت - انتخاب و تقرر کے باب میں چلے آتے ہیں - اب یہی
سول سروس کمیشن کی ایک بہاری رپورٹ وزیر اراکستان کے روبرو
پیش ہے - دیکھئے وہ کیا فیصلہ کرتے ہیں -

۱۹۲۲ء تک تو سول سروس میں تقریباً کل انگریز ہی تھے صرف اس
سن میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ تین سو گراؤں پر چھ حصے انگریزوں اور ایک چھٹا
حصہ ہندوستانی - لارڈ لٹن کے عہد میں قانون سول اسسٹنٹس
ہند جاری ہوا جس کے موافق یہ امر قرار پایا کہ نہیں ہندوستان
کے عالمی خاندان نوجوان اس خدمت پر مقرر ہوں - مگر اب بہت
اوسمی یہ کہتے ہیں کہ یہاں کے عالمی خاندان آدمیوں کی تربیت و
تعلیم ایسی نہیں ہوتی کہ وہ اس خدمت کے فرائض کو کا حقہ اور سیکرین
اسلئے قانون تبدیل ہونے کے قابل ہے - غرض یہ مباحث ایسے
طویل طویل ہیں کہ ان کی گنجائش ہمارے اس مختصر کتاب میں نہیں ہو
اس سول سروس میں سے ایک افسر علی ضلع کا حاکم ہوتا ہے جس کا
دو ہر لقب کلکٹر و مجسٹریٹ ہوتا ہے - اگر اسکی تمام منصبی کاموں
کے مجموعہ کو بالتفصیل دیکھے تو اس دو ہرے لقب سے بھی وہ سمجھ
میں نہیں آئے - کئی نام رکھے جائیں تو شاید سمجھ میں آئیں ضلع کا
رقبہ تین ہزار میل سے لیکر گیارہ ہزار میل تک ہوتا ہے - جسکی آبادی
پانچ لاکھ آدمیوں سے لیکر بیس لاکھ آدمیوں تک ہوتی ہے - اب

یہ ایک افسر ہوتا ہے جسکو اس قدر رقبہ اور اتنی رعایا کی رکھوالی اور ہر قسم کا بند و بست کرنا پڑتا ہے ایک افسر انگریزی جو ہندوستانیوں پر سلطنت کرتا ہے نہ اتنے گدیوں پر کھڑا اور نہ بھیہر بکریوں پر گڈریہ حکومت کرکٹا ہر اتنا بڑا کام اسی ایک افسر سے سرانجام ہو سکتا ہے کہ جسکی جہانی اور روحانی فدا نہایت قوی ہوں۔ اس حیثیت سے وہ ضلع کا کلکٹر ہوتا ہے۔ کہ زمین کی سہ کاری جمع تحصیل کرتا ہے اور تمام مخرج اور ٹیکس خواہ کسی قسم کی ہوں ان کو وصول کرتا ہے۔ زمین کا بند و بست اسکے ذمے ہوتا ہے۔ آبپاشی خواہ نہروں سے ہو یا اور ندی نالوں سے اسکا انتظام اسکو کرنا پڑتا ہے اور ایک دکن تمام اسکے ماتحت ہوتے ہیں۔ مدن و تہذیب رعایا کی ذمہ داری اسکے ذمہ ہوتی ہے میونی سپل کے کام۔ لوکل بورڈ کا انتظام۔ زراعت خبرداری تجارت کی نگہبانی۔ اس حیثیت سے کہ وہ مجسٹریٹ ہوتا ہو اور اسکو سارے ضلع کے رعایا کی جان و مال کی حفاظت کرنی پڑتی ہے۔ چورون۔ ڈاکوؤں۔ رہزنوں۔ بدعاشوں کی گرفتاری اور تمام اقسام جرائم کی تحقیقات پولیس کا انتظام اسکی امداد کے واسطے اسٹنٹ کلکٹر و مجسٹریٹ اور ڈپٹی کلکٹر و سب ڈپٹی کلکٹر تحصیلدار پیش کار اور انریسری مجسٹریٹ ہوتے ہیں اور عملہ میں اہل کار بیت سے ہوتے ہیں اور ایک سول انجینیر مع عملہ کے ماتحت ہوتا ہے۔ جو سڑکوں اور تمام اضلاع کی عمارات تعمیر و مرمت کرتا ہے۔ مگر ان سب ماتحت افسروں کے کاموں کی جوابدہی اور ذمہ داری اسکے ذمہ ہوتی ہے۔ ان کلکٹروں ہی کا کام ہے کہ وہ ملک

نصف آمدنی وصول کرتے ہیں اور سارے ملک میں امن و امان قائم رکھتے ہیں
رعایا کی تہذیب اور اور اصلاح تمدن اور تعلیم کرتے ہیں۔

حکام ضلع اکثر ایک ضلع سے دوسرے ضلع کو تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کیونکہ
ان کی ملازمت کی صورت ایسی ہی ہے۔ ترقی کا ہونا۔ قدیمی ملازموں کا ملازمت
سے کنارہ کش ہونا۔ رخصت ہو جہ بیاری۔ فرلو۔ وغیرہ ایسی ان کی سہولت
ہوئی ہیں کہ انکی تبدیلی ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں لازمی ہے۔ اکثر ایسا
ہوتا ہے کہ ایک افسر کو اپنی ایک ضلع کا تجربہ حاصل نہیں ہونے پاتا۔ اپنے تحت
افسروں کی عادات اور طبائع کا علم نہیں ہونے پاتا۔ عملوں کی کارروائیوں سے
واقف نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے ضلع بدل جاتا ہے۔ جہاں اسکی ضلع سے
بھی زیادہ اجنبی ہوتا ہو۔ ایک ضلع میں بعض نہایت نازک معاملات پیش و پیچ آتے
ساتھ پیش تھے کہ ابھی انکا فیصلہ کرنے نہ پایا تھا کہ دوسرا کام اجنبی کے لئے
اموجود ہوا۔ وہ سارے معاملات ناتمام رہے۔ برسوں۔ وہ جھپیلے میں پڑے
رہے۔ بعض عاقل و دراندیش یہ رائے رکھتے ہیں کہ جب ہندوستان کی
حالت ترقی و تہذیب سے بدیلگی تو سول سروس کے واسطے انگلستان کی بار
میں جوڑے گا۔ گذار ہو گئے وہ منتخب ہو کر یہاں آیا کریں گے۔ اور ہم کو رنٹ انگو
مقرر کیا کریں گے۔ سول کے حاکموں کی مقرر کرنے کا جو طریقہ بالفصل ہوا اس کے
ہونے میں شبہ ہے۔ اب اسکا آخری فیصلہ ہونا ہے۔

اب ضلع کے بیڑج کم تھوڑی طبیعت کے موافق کسی ضلع مال یا دیوانی فوجداری کو پسند کرتے ہیں۔ اسی ضلع میں ان کی ترقی ہو جاتی ہے۔ وہ سول جج اور کیشن جج مقرر ہو جاتے ہیں یا کیشن مال۔ اور سول جج سے ہائی کورٹ کے جج اور کیشنر سے بورڈ آف رومینو پر ترقی کرتے ہیں۔ سول جج دیوانی کے مقدمات کے پیل سنتا ہے جو اسکی ماتحت عدالتوں سب جج اور منصفوں کی عدالت میں فیصلہ ہوتے ہیں۔ اور بعض ابتدائی مقدمات ہی دیوانی کے فیصلہ کرتا ہے۔ پیل فوجداری ضلع کے مجسٹریٹوں کے فیصلوں کی سنتا ہے اور جو بہارے مجرم ضلع کے حاکم دورہ سپر وکرتے ہیں ان کا فیصلہ کرتا ہے۔ کیشنر کلکٹر کے کاموں کی نگرانی کرتا ہے اور ان کے فیصلوں کی اپیل سنتا ہے۔ جج کے فیصلوں کے پیل ہائی کورٹ یا چیف کورٹ میں ہوتا ہے۔ ہی عدالت ہائی کورٹ سب سے بڑی عدالت ہے۔ گورنمنٹ کے دار الحکومت میں ایک ہائی کورٹ یا ججٹ اور ہائی کورٹ مدراس۔ بمبئی۔ الہ آباد میں ہائی کورٹ اور الہ پور میں چیف کورٹ ہے۔ یہہ افتاء اسی عدالت کو ہے کہ وہ برٹش رعایا بننے وہ رعایا جو جزائر برطانیہ میں پیدا ہوئے ان کو فوجداری کے مقدمات کی تحقیقات کرے اور فیصلہ کرے۔ جتنے اضلاع اسکے ماتحت ہیں ان کے عدالتوں میں جو مقدمات فیصلہ ہوں ان کا اپیل سننے۔ وفاقوں کی اصلاح اور آجرا میں ہی گورنمنٹ کی مددگار ہوتی ہے وٹھر کٹ میں جو سولیس ہوتے ہیں وہ اپنے ساتھ ولایت سے کوئی تجربہ و مسلم ہندوستان میں نہیں لاسے ہیں بلکہ وہ ہند میں اپنی ملازمت کے عرصہ میں حاصل کرتے ہیں۔ وہ انگلستان

نہ حسن جلد دوم

بارمین یا ان کورٹ مین بیان آتے سے پہلے کچھ کام نہیں کرتے۔ باوجود اس بات کے ان کے سامنے بیان جو مقدمات پیش ہوتے ہیں وہ بڑے پیچ دار ہوتے ہیں ہندو کے دہرم شاستر اور مسلمانوں کے شرع کے متعلق مسائل ان میں ایسے شامل ہوتے ہیں کہ ان کا فیصلہ کرنا نہایت دشوار ہوتا ہے اسلئے یہ راسے قرار پا گئی ہے کہ ہندوستانی دیوانی مقدمات کو بہ نسبت سولین کے زیادہ عمدہ طرح سے فیصلہ کرتے ہیں۔ زیادہ تر اختیار دیوانی مقدمات میں ہندوستانیوں ہی کے اختیار میں ہے۔

اسی کورٹ کی تفصیل یہ ہے کہ

بنگال

تخواہ چھ ہزار روپیہ ماہوار

ایک چیف جسٹس

تخواہ ۱۶۶ روپیہ ماہوار

چودہ جج

مدراس

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

تخواہ ۲۷۵۰ روپیہ ماہوار

چار جج

ممبئی

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

تخواہ ۳۷۵۰ روپیہ ماہوار

سات جج

مالک مغربی و شمالی

تخواہ پانچ ہزار روپیہ ماہوار

چیف جسٹس

چار بج تخواہ تین ہزار سات پچاس سو ایک بج کی رسائی پیش خالی رہتی ہو

پنجاب

ایک چیف جسٹس تخواہ چار ہزار روپیہ ماہوار
تین بج تخواہ تین ہزار روپیہ ماہوار
مالک متوسط اووہ میں سے ہر ایک میں

ایک جوڈیشل کشنر

برٹش برہما میں

ایک ری کورڈر اور ایک جوڈیشل کشنر
ای کورٹ میں چیف جسٹس اکثر انگلستان کے بار سے بیرسٹر مقرر ہوتے ہیں
اور تمام ای کورٹ کے ججوں کا تقریر بادشاہ کی طرف سے ہوتا ہے۔
حکام متہد کا تقریر اور خاص محکوم دوسرے شہر کے لڑائی جیتی ہوتا ہے۔ جیسے سندھ کا
کلکٹر۔ پریس پاکستان کیشنر۔ پوسٹل اسٹیشنر جنرل۔ ٹیک کیشنر۔ افیون کا
کیشنر۔ اکوٹنٹ جنرل۔ آب کاری کیشنر۔ جنگلات کا ڈائرکٹر۔ اور متفرق صیف
ہیں جن میں حکام متہد کو توکل گورنمنٹ انسٹریکٹو ہے جیسے کہ ڈائرکٹر آف پبلک
انسٹرکشن۔ محکمہ زراعت کا ڈائرکٹر۔ سال کا ڈائرکٹر۔ یعنی محکمہ خفیفہ کے ہی حکام
سویلیں مقرر ہوتے ہیں۔

ہم نے اب تک ان اہل قلم کا ذکر کیا جو کوئی نینڈ سروس میں حکام متہد سے متعلق تھے
ان کی تعداد نہرست میں کچھ اور پڑوس ہے جن میں دسویں حصہ کے قریب ہیلیری

منہ حسن جلد دوم

کالج کے تعلیم یافتہ ہیں گران کی تعداد ہر سال کم ہوتی جاتی ہے اور چند سال میں اسکی
 ثوبت صغیر پر پہنچ جائیگی۔ باقی سب مقابلہ کے امتحان میں پاس ہو کر مقرر ہوئے
 ہیں۔ ان نوٹوں میں سے چند سو کے قریب بنگال و ملاکہ وغیرہ کی خواہ و پنجاب و ملاکہ
 متوسط میں ہیں اور مدراس میں ۱۵۵۔ اور بمبئی میں ۱۴۰ ہر سال کا حکم دو لاکھ
 اسیوں پر فرمان روا ہی کرتا ہے۔ ان کام کی تنخواہ کا خرچ اس ملک کے ہر شہر
 پر دوپائی پڑتا ہے۔ جو لوگ یہہ راسے رکھتے ہیں کہ سویلین کی تنخواہ کم کر دی جائے
 وہ بڑی غلطی پر ہیں۔ اگر یہاں انگریزوں کی ضرورت ان عہدوں کی واسطے ہے تو
 ضرور ہی کہ وہ اپنے کاموں کے لائق سب طرح سے ہوں۔ ان کی جسمانی قوار نہایت
 قوی ہوں دیانت دار ہوں۔ راست گفتار۔ راست کردار ہوں۔ ان میں کم از کم
 متوسط درجہ کی لیاقت ہو۔ یہ لیاقتیں مفت اور سستی تو ہاتھ نہیں لگ سکتیں۔
 ارزاں بعلت گران بکلت۔ گورنمنٹ جب زیادہ تنخواہ نہ دے تو کون یہاں ہندوستان
 میں آنا قبول کرے۔ یہاں کام کرنا ایسا مشکل ہے کہ انگلستان کے تمام کالجوں اور
 اسکولوں کے وہ طالب علم اچھی طرح چلا سکتی ہیں جبکہ ان میں لب لباب
 اور انتخاب ہوں۔

گورنمنٹ ہند تمام ملکی خدمات کے لئے ان کو لائق سمجھتی ہے۔ بعض دفعہ وہ ان کو ایسے
 کام سپرد کرتی ہے جن کو وہ بالکل نہیں جانتے۔ اور ایسے افسروں کے سر پر ہتھا
 دیتی ہے کہ جنکی ساری عمر اس کام میں بسر ہوتی ہے۔ اور ان کی حسن خدمات سے
 ایسے جگہ ہی وہ اچھی نتیجے پیدا کر لیتی ہے۔ بس ملازموں کی تنخواہ کی کمی کی صلہ

دینی اس ملک کو ساتھ دشمنی کرنی ہے۔

سیریلین آغاز جوانی میں بڑے جواہر ہی کے مناسب پر ہندوستان میں مقرر ہو کر آتی ہیں وہ خوشی خوشی تن دہی کے ساتھ سخت قواعد کے پابندی کرتے ہیں اور بذات خاص انتظام سلطنت کے بڑے بڑے ہماری کام ایسے لوگوں میں بچا لاتے ہیں کہ جن کی زبان مذہب۔ دستور بالکل ان کی ملت۔ رسم و رواج مختلف ہوتا ہو جتنا کوئی شکل کام ایک رو برو آتا ہے اسکے انجام دینے میں وہ ہی استقلال اور نرمی کو کام میں لاتے ہیں۔ اپنے حسن انتظام کے لیے بہانہ مندوں سے یہاں کی رعایا کو مستفید کرتے ہیں وہ دینی قوم کی نیکبانی کرتے ہیں۔ جو سوار اس اور فرائض مذہبی کو اس ملک کے علم بڑھانے میں پر جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کو یہاں کی زبانوں کی تحقیقات کا شوق ہو گیا۔ کوئی علوم قدیمین بال کی کہاں نکالنے لگا۔ کوئی عمارت کھنڈ اور آثار قدیم کے تفتیش کے درپے ہو گیا کسی کو علم جزائریہ میں تھخص کی سوجھی۔ کوئی شکار گاہوں کا تجسس کرنے لگا۔ کوئی حیوانات نباتات۔ معدنیات کو تلاش میں رات و دن ادھر بہرین کرنے لگا۔ تو اسکی زندگی یہاں ایسی لطف اور مزہ سے گزرنی لگتی ہو کہ وہ انگلستان کو بھول جاتا ہو۔ ہندوستان اس کو زیادہ دل کش اور دل چسپ معلوم ہوتا ہو۔ اس کا چہرہ نا سخت ناگوار ہوتا ہو بعض سیریلین ان علموں میں ایسے نامور گذر رہے ہیں کہ ان کا نام قیامت تک قائم رہے گا۔ مگر جو سیریلین ان اوپر کی باتوں سے خالی رہتے ہیں۔ ان کی ہندوستان کی ملازمت ایک بے لطف جلا وطنی ہو۔ مدت ملازمت ایک قید گران حالت۔ ان کی دل لگی سوا اسکے یہاں نہیں ہو کہ وقت فرصت میں مٹی مٹی تنگ کام ہوں اور خالی بیٹھے ہوئے وقت کاٹ لیں۔

اب یہ تو ان اہل قلم کا بیان ہوا جو کوئی نیشہ سولیدین یعنی حکام متہد کھلا تو بین اب ہم
 ٹھو غیر متہد اہل قلم کا ذکر سننا فرمیں کہ یہ اہل قلم پہلے ہندوستانی اور یورپین یا ایٹ
 انڈین یعنی وہ دو غلی اولاد جو باقی کے اہل یورپ کی ہندوستانی عورتوں سے پیدا ہوئی
 اکثر ان میں سرکاری دفتروں میں کلرک یا ماتحت افسر ضلع میں ہوتے تھے۔ لیکن اب چھپڑا
 میں جب سلطنت انگریزی اپنی معراج پر پہنچی۔ اور ملک کی ترقی اور اس کے خزانوں کی

اٹھان کی ضرورت پڑی تو یورپ سے غیر متہد اہل قلم بلائی گئی۔ اور بڑے بڑے عہدوں پر مقرر
 ہو کر گورنمنٹ کے سرٹریٹ دفتروں میں وہ مقرر ہوئے۔ ایکویشنل ڈپارٹمنٹ یعنی
 تعلیم میں مقرر ہوئے۔ ٹیلیگراف، ڈمار فورسٹ (مینیجمنٹ)۔ آبپاشی۔ نہر سیٹ
 ریل وے۔ اور بہت سے سرکاری سرٹنوں میں وہ ملازم ہوئے۔ بعض ان میں سوائے مالیات
 ہو تو ہیں کہ وہ اپنی متہد سولیدین سے کیسٹرن کم نہیں ہوتے۔ وہ اپنے کام سے خوب گاہ بگاہ ان کی تعلیم
 بھی کچھ اپنی متہد بیہائی بندوں سے کم نہیں ہوتے۔

ٹمک۔ افیون۔ آبکاری سٹامپ۔ جنگلات۔ آبپاشی۔ پبلک ورکس (تعمیر عمارت) تعلیم
 ریلوے ٹیلیگراف مینیجمنٹ میں عہدہ پاتے ہیں اور ان میں تہمد سول افسر علی مقرر ہوتے ہیں۔ ان کے
 واسطے ہندوستانی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم کو ملا کرین۔ ان سے زیادہ ہم ان کاموں کو
 لیاقت سے سرانجام دے سکتے ہیں فقط

محمد زکا افتد

مین کیون سلمان ہون

اپریل سال گذشتہ مین ایک پر جوش و آزا اور اسے حامی مذہب کی طرف سے ناظرین "نارتھ امریکن ریویو" کو اس خیال کے سبب مینا دھونیکا یقین دلایا گیا تھا کہ "قرآن کا قانون مرد سے گئے ہاتھ کی طرح سرد اور اکڑا ہوا ہے۔" اوسمین ملایت اوسے وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ وہ ہاتھ کاٹ ڈالا جاوے۔ اور مسلمانوں کے خیالات کا پہلا قاعدہ یہ ہے کہ تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے۔ اردو مین ان خیالات پیش کرینا اے کو بڑا افسوس ہے کہ تربیت یافتہ راقم کے حالات مکان و زندگی کی اطلاع نہ مل سکی۔ پہر ہی ناظرین "حسن" کا شوق تلاش مین تمام تر رابرس ہو جانا اچھی بات نہیں۔ اسلئے ہم اوکو تمام و کمال تحریر پر پیشہ کی ہدایت کرتے ہیں۔

مین کیون سلمان ہون

ایمانداروں کی حفاظت اور اوپر مہربانی کرینا اے خدا کے بے انتہا رحمت تھی کہ مین ایشیائی اور مغربی علوم و ادب سے سرفراز ہو کر تلاش روشن ضمیری و صداقت مین دینا سکے اور گرد و پیر۔

اطلاع و معلومات کی نہرین جو بڑے سہ چشمہ صداقت سے اس وسیع عالم دینے دینا سکے ظاہری (تک جلدی ہین سیری تازگی و شادابی روح کا باعث ہون تہا) "قیود آف اسلام" (مصنف مشر و لفر ڈینٹ) مین باب "اسلام مین اسلام"

کا ابتدائی حصہ ملاحظہ ہو۔ محمد تمیمین

میں سدرجہ بالا کے جواب پر مستعد ہوا۔

جو سوال کہ اب سے ۳۰ برس قبل ایک نیم تعلیم یافتہ عیسائی نے آگرے کی ایک بازار میں وعظ کرتے وقت کیا تھا جسکو انگریزی انجیل پڑھنے کی حالت میں اکثرین اپنے دل سے بھی کیا کرتا تھا۔ اور جریر سے دوران سفر یورپ و امریکا میں بعض پڑھ لکھے اور دانشمند لوگوں کی زبان پر تھا۔ وہ اہم سوال یہی ہے۔ جو بقراری اور یتابی اس سوال کے مجھے طاری کی خدا ہی کو اسکا علم ہے۔

اپنے رسول کے اسم پاک کو لایعقل لوگوں سے زبان بے ادبی سنکر باصیحا مصنفین کی وہ عجیب و غریب غلط بیانیان پڑھ کر جو انکی مباحثہ انگیر تصانیف نے پیش کیں قرط حمیت اسلامی سے عجیب ہو گیا ہوں۔

افسوس کہ مقدس جہاد کرنیوالوں میں قدیم تعصب دور نہیں ہوا۔ اور ابھی تک (با انہیہیکسی) ایک ممبر امتیاز طاعت کے ساتھ اسلام کو فرمانروا عیسائیت کی اون باتوں کا جواب دینا ہے جو اسکی (اسلام کی) نسبت کی یا کہی جاویں۔

تقریباً ہر ایک مخالف اسلام تصنیف ایک تحقیقاً طلب دلو خوشک دریا سے لائے ہوئے پیرکینچ لاتی ہے۔ اسلئے کہ انکے مصنف کتب الہامی پر بنائے مذہب ایمان کو پیر کے نیچے روندتے ہیں اور شکوک و گمان ہی پر انکا اختتام ہوتا ہے۔

انریبل سرسید احمد خان باشندہ علیگڑہ (شمالی ہند) کی آزاد و حکیمانہ تعلیم کا یہ نتیجہ نہ تھا کہ میں مدت تک دہریانہ خیالات میں مبتلا رہا بلکہ لندن یونیورسٹی سے متعلق اسکولوں کی تعلیم۔ اور خود لندن سوسائٹی کی اخلاقی حالت کسی شخص کا

عقیدہ کراماتی یا الہامی مذہب پر قائم نہیں رکھ سکتی۔

یہ مہی وانا اور میرا مہقوم معلم (انریبل سرسید احمد) ہتا جسنے کئی سال گذرے انجیل مقدس او ہٹا کہ حضرت عیسیٰ کے یہ الفاظ پڑھے ہو کہ ”خدا سے تعالیٰ تمام انسانوں کی عزت نہیں کرتا۔ بلکہ ہر ایک قوم میں وہ شخص اوسکا مقبول نظر ہے جسنے ترس اور سچائی سے کام لے پین“

مینے بدتون مطالعہ انجیل کیا لیکن کسی ایک ہی عیسائی مسلم کی طرف سے اوس الہامی صداقت کا نشان نہیں دیا گیا ہو جو بلاشبہ عجیب و غریب۔ یہ ایک مسلمان ہی ہتا جسنے مجھے عیسائیت کی وسعت مجموعی سمجھائی۔ اور آنحضرت کے مستثنیٰ اوصاف اور اعلیٰ اصول ذہن نشین کرائے جس سے بانی اسلام کے منشا و مقاصد بہ نسبت عیسائیت کے اصلاح شدہ معلوم ہوتے۔ اور محبت کئے جا سکتے ہین۔

”اوسا کا“ واقعہ جاپان میں مذہب بودہ کا تعجب انگیز طرز پرستش۔
 ”قاہرہ“ میں درویشی رقص کی خوفناک گردش۔ دیکھیں مین ترک و ہشام کے مذہبی جلوس۔ لندن پر ڈشٹنٹ گرجاؤں کی پرشور آوازیں ایسی ہی ہین کہ مین گنبہ کے طرز خدا پرستی پر ترجیح دیکھتا۔ یا پرنٹس مروج انکار مذہب کے نظریہ مین آجباتا۔ لیکن انریبل سرسید احمد خان نے میرے ہاتھ مین ایک کتبچی دی ہے

(۱) رومیہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے جو دریائے ٹیبر کے مغربی سائل پر واقع ہے۔ یہاں پہاڑ کا مکان۔ لائبریری میوزیم۔ عبادت خانہ۔ اور اکثر عمدہ علامات ہین۔ ترجمہ۔

کہ نور صداقت باری تعالیٰ سے اختلاف مذاہب کے بند و تار یک کمرے والا اور روشن ہو سکتے ہیں اور انسانی غلطیوں کو دور کر کے بعد صراطِ مستقیم بخوبی دیکھی جاسکتی ہے۔ بانیانِ اسلام و عیسائیت دونوں اصلاح و انتخاب کرنیوالے تھے لیکن آخر کار دریافت ہو گیا تھا کہ نجات اور دلی آرام کا وسیلہ صرف خدا ہے پاک کی مرضی ہے۔^(۱)

ہوئی دار (یورپ کی مشہور مذہبی جنگ) کے بعد سے مذہبی تعصب اور قضیہ نگار یک ابر ہے جو مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین حایل ہے۔ اور یہی ایک چیز ہے جو روشنی کو دھندلا کر دیتی ہے۔ میرے ایک معزز انگریز دوست (جو مختلف مذاہب ایشیا کی بابت مشہور محقق شمار کئے جاتے ہیں) مجھ سے کہا کہ وہ ایک تعلیم یافتہ شخص کی اسلامی حمایت امریکا اور انگلستان کے عیسائیوں کو نہایت متحج کر لگی جبکہ مذہب پودہ بائیں ہت پرستی اور تہذیبانہ اجزار کو انگریزی بولنے والی اقوام میں اثر رکھتا ہے تو مذہب اسلام اپنے اعلیٰ درجہ کے الہیات اور موجدانہ اصول کی وجہ سے ایک بڑی معقول محبت ہو گا کہ لوگ اس کے ڈیفنس اور اس کی حمایت کو قبول کریں۔“

محکمواں الفاظ پر یقین کامل ہے کیونکہ ان جاہلانہ اور متعصبانہ حلو کو مجھ سے زائد کیتے نہیں پڑا ہے جسکی اشاعت ہندوستان میں اور متعدد مخالف اسلام تصانیف کے ذریعہ سے ہوئی ہے جو بڑے میوزیم واقع لندن میں

(۱) یعنی اسلام اصولِ فطرت پر مبنی ہے۔ ترجمہ

تبرکار کہی ہوئی ہیں۔ اور جنکی نسبت یہ خیال نہیں کیا گیا ہے کہ کیسوت میں (جو بہت قریب ہے) نفرت کئے گئے مسلمان بے طرفدارانہ سماعت پر متوجہ ہوں گے اور انکو دیکھینگے۔ تاہم ابی سینا۔ ابوالولید۔ ابوباقر۔ وغیرہ کے دلون میں سمرقند حق کو اعلیٰ درجہ کی تحقیقات فلسفہ کے بعد ہی قائم رکھا۔

عیسائیت کے چہرے کو جھلکا کر نبوالا۔ رفتار علوم و ادب میں اقوام مختلف کی سرگرمی کو نبوالا اسلام ہی تھا اور اسی نے دہریانہ مذہب بودہ سے ہندوستان اور وسط ایشیا کو پاک کیا۔ وحشی و ناشائستہ فرقوں کو سچے خدا سے پاک کی پیش سکھائی اور انکے بالادار شعیروں کو دشمنوں کو درجہ سچا سے سچائی کی اشاعت کے زبردست فریفتی فوائد پر مبنی ہیں) ناکام رکھا۔ اور دعوے کر سکتا ہے کہ وہ ایک سوائس ملین بنی نوع کا عقیدہ ہے۔

ہر جہد کا دن ہزاروں لشکریں خدا کو اسلام میں لاتا ہے اور یہاں تک کہ خود شنری ہی اسکے قایل ہیں۔ سفید پوش عیسائیت کا تھانہ اخلاق و برتاؤ کے ساتھ نہ تو مشرق میں اپنے وجود کو قائم کر سکتی ہے اور نہ اپنے روحانی دعوؤں کے ساتھ ایشیائی۔ ”دیشیانہ صفت“ اقوام کے موافق مزاج و حاجات ہے۔ مذہب اسلام کی تحقیقات جب قدر زائد کی جا دیگی اوتنی ہی ادنیٰ لوگوں کی نفیگی اور قبولیت کو قرتی ہوگی جنہوں نے اسکی تعلیم اور اصول کی جانچ کی ہے۔

”جان لوئیس برک ہارٹ“ جو سوئٹزر لینڈ کا پروفیسر آف عیسائی۔

یورپ میں پہلا حاجی ہوا۔ مدتہائے دیر کی تحقیق سے مسلمان ہو کر رطبت کر گیا

(۱) جہاں میں ہر ایک دو سرے یورپین حاجی مشرقی بیچ بدون کی کیفیت اور انکا ایک مومن جو اسلام کی سوشل حالت پر ادبوں نے کچھ زمانہ ہوا اٹھتے رہی وہ مین شل کر لیا تھا ناظرین رسالہ کو

اور قاپروین فن ہوا۔ پال گریو، نے اپنے سفرنامہ عرب میں بے انتہا تعصب صرف کیا تھا لیکن جو مضامین اس نے معاملات مشرق پر لکھے ہیں ان میں اس کی رائے بہت کچھ تبدیل شدہ معلوم ہوتی ہے۔

”مسٹر باسور تھامس“ جو ایک بڑے عیسائی فرقہ کے عالم تھے اور جنہوں نے بلحاظ ایک تعلیم یافتہ شخص کے مذہب اسلام کی تحقیقات کی تھی آخر کار مجبور ہوئے کہ سرور کائنات کو ”پیغمبر صادق“ یقین کریں۔

تمام روئے زمین پر دو مسلمان ہی نہیں ہیں جو عیسائیت میں درائے ہوں۔ اور انہی مسلمانوں میں جو عیسائی ہوئے ہوں گے ایک ہی اپنے جدید مذہب پر قائم نہ رہا ہوگا۔

کہا جاتا ہے کہ اسلام تکلیف دینا اور عذاب کرتا ہے۔ مگر بھائی صاحب ذرا ہنسیے! گہرا سیئے نہیں!!

میں ”اسٹیفیلڈ“ گیا ہوں جہاں کہ عیسائی اپنے ہی برادران مذہب کے ہاتھوں جلائے گئے تھے۔ میں ”بوٹن کامن“ میں بھی رہا ہوں جہاں کو بیکر عیسائی پوٹن عیسائیوں کے دست مبارک سٹولی پر لٹکائے گئے تھے۔

(۱) یہ لوگ ایک دوسرے کو آپس میں فریڈے خطاب کرتے ہیں۔۔۔ متبرجم

(۲) یہ وہ فرقہ مذہب ہے جس نے ملکہ الزبتھ کے عہد سلطنت انگلستان میں پرانی روایات وغیرہ کو رکھ کر اصل عقاید عیسائیت کو برقرار رکھا تھا۔ اور لوگوں نے نفرت و حسد میں اس سریرِ حق کا نام بیہوش کر رکھا ہے۔۔۔ منہ

جلوے میری نگاہ میں کوہن و مکان کوہن مذبح سے کہاں چپکے دیکھے کہاں کے کہان کے مین اور امریکان ہی غور کرتا ہوں تو مورخین کو مذہبی آزادی نہیں حاصل ہے۔

لیکن اسلام نے مذہبی آزادی کو یونین روکا ہے اور اس بات کے توہار سے عیسائی اور یہی قائل ہیں کہ جب مشرقی عرب کے باشندوں نے جو اللہ عز و جل کے تحت حکومت میں آئے تھے۔ تو عیسائیوں کے ساتھ اونکا برتاؤ دوستانہ تھا اور قریب شریط سے اونکو زمین دی گئی تھی۔ اونکی حفاظت کے لئے ہلکا ٹیکس باندھا گیا تھا اور ہمیشہ سرانجام رسوم مذہبی میں وہ آزاد رکھے گئے تھے۔

جب اسلامی فاتح خالد بن ولید نے دمشق کو عیسائیوں سے لے لیا تب بھی اونہے عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک ہی معبد میں نماز پڑھنے کی اجازت دی تھی۔

مذہب اسلام نیزے اور تلوار و نکاندہب“ ہی کہا جاتا ہے لیکن روسے زمین پر کھڑا مذہب ایسا ہے جسکی اشاعت فتوحات اور جنگا قیام سختی اور تعصب سے نہ ہوتا ہے وسط ایشیا کے ترکمان جو وقت مشرف بہ اسلام ہوئے تھے تو عیسائی ممالک کے دھچکا نیسے بہت زمانہ قبل اوہوں نے باشندگان شام ہی کو دق کیا تھا۔

کامل مذہبی آزادی زمانہ حال کی ایجاد ہے۔ ویدائے سابق پورے طور پر اس لفظ سے آشنا نہ تھی اور اب ہی اس بات میں ذرا تامل ہے کہ آیا ایک سول مندرجہ

یہ یونانہ استیثس میں ایک شخص جو زلف استیثس فی یونین اکثر کرامتون کا دعویٰ کیا تھا۔ اس دعویٰ کو تسلیم کرنا لاطینوں کے ہلکاتے ہیں مترجم ۴۷

نہ حسن جلد دوم

بوسٹن کے ایک عیسائی باشندے کے اسلام قبول کرنا بڑے طرفدارانہ رائے دیکھا۔
 اکثر فرط عنایت سے یہی ارشاد ہوتا ہے کہ ”اسلام مجموعہ بد اخلاقی ہے“
 یعنی معرکار و ارج غلامی خلاف اخلاق ہے لیکن موریٹیا کی غلامی ایسی نہیں ہے۔
 ”بند او“ کی تلاق بڑی مخالف تہذیب ہے لیکن ”چکاگو“، ”واقع یوناٹا اسٹیس“
 کی تلاق امر متحسن ہے۔ بخارا کی تعداد اور وارج اعلیٰ درجہ کی بد اعمالی و وحشت ہے
 مگر لندن کی جیسے پرستیان اور طبیعت داربان ایسی نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ امور اپنی
 جگہ پر نیم کر لیے گئے ہوں کہ مسطوطینہ کے مسلمان بلگیر یا کے عیسائیوں سے بہت
 اچھے ہیں اور سلطان کے فوجی سپاہی (گو ایک سے زیادہ نکاح کرتے ہیں) اپنی
 پرہیزگاری اور غیر شراب خواری کی وجہ سے عیاش برٹش رجمنٹ ہندوستان
 سے کمین زاید قابل عزت ہیں۔ لیکن اسپر ہی اسلام ایسا ازم و چل (مخالف اخلاق)
 مذہب ہے کہ مشر گلڈ اسٹون یورپ سے نکال کر دمع ریل بیگ و اسباب سفر، اور
 بند او پہنچانا چاہتے ہیں!۔

مخالف اسلام انشا پر داری کی بنیاد ہمیشہ سی قیاس ہے کہ مسلمان
 ماک مورلیٹی اور اخلاق میں عیسائی ملکوں سے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔
 ہر ایک مسلمان اس قیاس کی واقعیت کو چند ہی ہفتوں کے قیام لندن پر
 اور نیو یارک میں بخوبی دریافت کر سکتا ہے۔

غیر تربیت مسلمان بنظر اعلیٰ اخلاقی اوصاف کے غیر تربیت یافتہ عیسائیوں
 سے ہزار درجہ اچھے ہیں۔ اور اگر ہماری انتہا سے شایستگی کی حالت میں سو فقی

فطرت اجازت نکاح و تلاق کوئی لاکھ و اجازت ہو گئی ہے۔ تو خود عیسائی تعلیم نے اپنی آبادی کے بڑے بڑے مرکزوں میں بدستی و عیاشی کی اشاعت کی ہے۔ ایسے بلورین مکانات میں رہنے والے عیسائیوں کو اپنے ہمسایوں پر ہنسنے میں سبقت نہ چاہیئے۔ ایسا ہمارے قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ ”ایماندارو! غلط بیانی سے باز رہو کیونکہ یہ بڑا حرم ہے“، اپنے طریقہ پر غور کرنا چاہیئے۔ ڈر ہے کہ کہیں اوپر کا حصہ بیان خارج از مضمون خیال نہ کیا جاوے۔ ایسے مجھ کو اصل سوال پر کہ باوجود واقفیت علوم مغربی۔ اور سیاسی دنیا۔ کسے میں آپ کو مسلمان کہتا اور اُمت محمد میں شامل کرنا ہوں۔ جوع ہونا چاہیئے۔

ہیشہ ہی سوال ہر ایک مقام کے تعلیم یافتہ مردوں اور عورتوں نے مجھ سے کیا۔ اور میں نے اپنی پیدار پگڑی۔ بلا بوتاموں کے کرتہ اور پاجامہ سے زیادہ لوگوں کو اس بات پر مستجب پایا کہ فصیح و بلیغ و اعطان عیسائیت کے سلسلہ ہا سے تقریر ایسی نہ تھی کہ میں اب تک قرآن پاک اور اس کے احکام پر یقین کہتا۔۔۔ چند سال گزرتے ہیں کہ میں اپنے بزرگ باپ کی طرف سے وجود باری تعالیٰ پر دلی یقین۔ اور اس کی عبادات و عہد و می۔ خیرات کے ثواب۔ اور مقدس فرائض حج کا تمام عمر میں اکیلا راد کرنا۔ ان پانچ ابتدائی اصول اسلام سے آگاہ کر دیا گیا تھا۔ اور ساتھ ہی اس کے یہ مکمل و ہم اصول دین بھی میرے ذہن نشین کر دئے گئے تھے کہ خدا ایک ہے۔ اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور سننے اپنی پاک مرضی کا اظہار مکمل طور پر آنحضرتؐ سے روکنا کائنات کے ذریعہ سے فرمایا ہے۔ اور

منہ حسن جلد دوم

یہ کہ انسان اپنی فطرت اور سب سے زیادہ خدا کے سامنے اذن افعال کا جواب دہ ہے جو اس نے دنیا میں کئے ہیں۔ نوجوانی میں تو یہ اصول میرے نزدیک محض خیالات سے تھے۔ اور اب تداران اجراء کے مذہب اسلام کو عیسائی کتب میں پڑھ کر میں نے اپنے عقیدہ میں جنبش ہو کر دریافت کی تھی۔ مگر تعلیم و سفر و دنیا ان کی صداقت بخوبی ثابت کر دی اور انسانی روح کی تربیت و صفائی کے لئے جو باتیں درکار ہیں ان نے سب ان اصول میں پائیں۔

بلاشبہ اسلام ایک مکمل و آخری مذہب ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں تو کہنے والے کی نیت ہرگز یہ نہیں ہوتی کہ انھیں ہی خدا کے رسول ہیں۔

ہمارے مصنف و مورخ مانتے چلے آتے ہیں کہ وجود اسلام کی قبل ایک لاکھ ۲۴ ہزار انبیاء گزرے جن میں سے ۳۱۰ خاص خاص مذاہب کے پیروی تھے۔ پس عیاں امر ہے کہ بانی اسلام نے وحی و الہام کی بابت کبھی وہ راہیں نہیں اختیار کی جو عیسائیوں اور یہودیوں کی ہیں۔

خود کلام مجید میں القمان، ہیر، اور سکندر کے اذن اوصاف کی تعریف کی گئی ہے جو اکثر پیروں سے مشابہ تھے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انطاہون، سقراط، اور بودہ وغیرہ کو پیروں میں لیا جاوے۔

اسلام ہرگز مخالف عیسائیت نہیں۔ سہرور کائنات نے حضرت عیسیٰ کو پیروں میں لایا۔ اور بے انتہا عزت کی جوہر ایک صفحہ کلام مجید سے

ظاہر ہے۔ لیکن آنحضرت نے خود کو صرف خدا کا بندہ اور رسول کہا اور کسی اعلیٰ خطاب سے اپنے اسم پاک کو زینت نہیں دی۔

یہ صحیح ہے کہ بانی اسلام نے تثلیث کی تعلیم نہیں مندرجی۔ مگر سچا مسلمان جہانگیر کہ اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ نورِ صداقت قبل پیدا عالم موجود تھا۔ تثلیث کے ماننے والوں سے کہیں زیادہ خیالی مسرت کے قریب ہے۔

آنحضرت نے عیسائیت کو ختم شدہ ہی نہیں سمجھا بلکہ حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری دنیا سے تمام امت کو منظرِ رسد کی ہدایت مندرجی ہے۔

کوئی اسلامی ملک نہیں ہے جس میں عیسائیت کو وسعت و کامیابی ہوئی ہو۔ کیونکہ اسلام ایک سادہ اور شرقی طرز زندگی کے مناسب مذہب ہے اس نے اپنے پر خضر زمانہ میں خود کو قرطبہ اور بغداد کی شائستگی کے موافق حال رکھا۔ اور وسط ایشیا کی بت پرستی اور بد اعمالی تنزل پر اسکی وسعت و ترقی کا آغاز ہوا۔ یعنی توحید و خدا پرستی کی ابتدا ہوئی۔

جو زبردستی عبادت مذہبی کے بار ڈالنے میں انگریز اور امریکا شریک ہیں۔ طرف سے عمل میں آئی یورپ کی تمام قومیں ادسکوٹری نامہ بانی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ جدید عیسائیت طرحداریورپین زندگی اختیار کر کے واسطے نہایت مناسب ہے۔ افسوس! حضرت عیسیٰ کے اصول (جو اپنے خیالات

بسنہ حسن جلد دوم

داخلاق میں ایشیائی تھے) تمام تر شاعرانہ کر دے گئے ہیں۔

آنحضرت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ نبی آخر الزمان تھے حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ کی رسالت صادق کی طرح (جنکی شہادتیں خود اوہنیں کی کہیں دیتی ہیں) زبردست تاریخی ثبوت پر مبنی ہے۔ اسکے تلاش ثبوت میں ہمارے ناظرین مسٹر رتھ گلن کی کتاب ”اسٹوری آف دی سارسن“ (Story of the Sarsen) ملاحظہ فرمائیں جب میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش اور آنحضرت کی وحی کے حالات صحیح اور بالتشریح لکھے گئے ہیں۔

”محمد خدا کے رسول ہیں“ یہ کلمہ کوئی فرضی اور خیالی بات نہیں ہے۔ وقت گیا جب بانی اسلام کو ”فرضی“ کہا جاتا تھا۔ خود یورپین مکنتہ چین سمجھنے لگے ہیں کہ محمد کی تردید رسالت آخر کار عیسیٰ کی تردید رسالت پر مجبور کر گئی۔

آنحضرت عادات داخلاق بھی احمق و جاہل لوگوں کے حملہ ہوئے ہیں۔ ”وہین پریدو“ جسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان تک کی رسالت تسلیم کرنے میں ذرا بھی قمت معلوم نہ کی۔ آنحضرت کی بابت صریحی غلط بیانیوں کا جواب دہ ہے۔ بنی عربی پر خلافت راستی حملہ ہمیشہ عیسائی معلمین کے ضعف و دلائل کی خبر دیتے ہیں۔

قرآن کی نسبت تو سر ولیم میور کا بھی اقرار ہے کہ ایک ایسی کتاب ہو جو عالمی و مانعی اور مسداقتوں سے ملبوس ہے۔ انجیل کی نظر ثانی بار بار کی گئی۔ لیکن مسلمان ۱۱ سو برس سے وہی ایک قرآن رکھتے ہیں جو ان کو رسول کو

دو برس بعد اودن کو دیا گیا تھا۔ ریگستان کا باشندہ اوسکو ایک عجیب چہرہ جانتا ہے اور تعلیم یافتہ مسلمان خدائی باتوں کی قابل غور یادداشت خیال کرتا ہے وہ دنیا کی ہر شے آف لٹر کچھ نین لمحاظ ایک تاریخ ہونیکے بھی بے مثل ہے۔

انجیل کی نسبت یہ امر تو صدیوں بعد ملے ہوا کہ وہ خدا کی کتاب ہے۔ قرآن وہی ہے جو دو برس بعد ہی آنحضرت کے تسلیم کیا گیا تھا کہ الہامی ^{نفس} یاور ہے قرآن پر اکثر مضحکہ ہی ہوا لگ جب رہنما ضعیفی اور صداقت پر غور کر کے اسے دی گئی سب تو ہمیشہ اس کے عجیب ہونیکا اعتراف کیا گیا ہے۔

یہ یقین یورپ میں دوامی ہے کہ اسلام شایستگی اور انسانیت ہے اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کی ایک نوآبادی (کالونی) امریکا میں قائم ہوتی اور جسکی نسبت یہ امر یقینی تھا کہ یونائٹڈ سٹیٹس با اینہمہ ازادی مذہب اوسکی روادار ہوتی۔

مشنری کوششوں کو فیاض اسلام سے سدید اندر اسے کی توقع ہو سکتی ہے۔ مگر لندن میں اگر ایک اسلامی مشن بھیجا جاوے تو غالباً تمام یورپ مسلح ہو کر مقابلہ کریگا۔

اسلامی خلیفہ پولیٹیکل رفتار زمانہ پر نظر کر کے مشنریوں پر رعایت اور اونچی حفاظت کر سکتا ہے۔ لیکن کیا واشنگٹن کی کانگریس بھی کسی ایک مسلمان واعظ کو مستحق حفاظت و رعایت تصور کریگی؟

اسی قسم کے سوالات میں اکثر کئے ہیں اور جواب پایا ہے

کہ تہذیب و ادب و احکام قرآن اور انسانی شایستگی دونوں کی مخالفت ہے۔ مغز مسلمان خاندانوں میں طلاق ایسی قابل نفرت چیز خیال کی گئی ہے کہ کہین اوسکا وجود نہیں۔

انحضرت کی نسبت یہ بھی مشہور کیا گیا ہے کہ آپ نے عرب کے متعدد خاندانوں کو اجازت غلامی دی تھی۔ یہ بھی حضرت کے پورے ملک شام کے اجازت دینے سے بڑبکر نہیں ہے۔ آپ نے قاتوین میں اوسکے نیست و نابود کر دینے فکر کی۔ لیکن اگلے انبیا کے کام میں بہت انداز نامناسب تصور فرمائی۔ ہمارے عیسائی بھائیوں کو تعجب ہو گا کہ انجیل میں لفظ ”سلیو“ (غلام) کا اطلاق ”سروٹ“ (ملازم) پر بھی ہوا ہے۔

امریکا نے بڑی قتل و خونریزی کے بعد خود کو قید غلامی سے آزاد کیا ہے۔ لیکن نبی عربی نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ”جو ایک غلام آزاد کرے گا اس کا اجر دوزخ اور سپر سرو ہوگی“

انہیں سے صرف ایک ہی صداقت کے حصول میں شایستگی عیسائیت کو انتہا سے خونریزی کا سامنا ہو گا۔ جنکو صدیان گذرین بانی اسلام نے فیاضانہ تقسیم کیا تھا۔ مذہب کی میان کلبہوی بہشت بھی ام مارل اور عیاشانہ خیال کی جاتی ہے۔ لیکن اسپن تو سرور کائنات کا منشا و بجزر تشبیہ کے اور کچھ نہ تھا۔ اور اسکا ہی اقرار بیوقوف سیور کرتے ہیں کیونکہ مشرق میں سوداے جستجوئے حقیقت رکھنے والوں کا ہمیشہ

یہ یقین رہا کہ وہ مجازی ذریعہ سے خود کو خدائی عشق و محبت میں محو کرتے ہیں اور
اونچے روحانی خیالات کی صورت اکثر دنیاوی باتوں پر قیام پذیر ہو ہی جے۔ اور اسی کو وہ
نردبان حقیقت سمجھتے ہیں۔

الہام کی بابت فلسفیانہ ثبوت کی دقتوں سے تعلیم یافتہ عیسائی اور مسلمان دونوں گاہکین
لیکن عقاید مذہب کی بے انتہا ضرورت پر مسلمان تاریخی شہادتوں اور روحانی
تصدیقات کی طرف سے مجبور کئے گئے ہیں۔ اور سر نہین اوٹا سکتے۔ وہ سب سے
زیادہ خدا کی مدد پر جیتے ہیں اور روزانہ عبادت میں جیسے سانی کر کے اسے دعا کرتے
ہیں کہ اُسے خدا کو راہ راست پر ہدایت کرو اور ان لوگوں کی راہ پر لاجپہ کہ تو مہربان
۳ سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ کچھ کو اتفاقاً حج ہوا تھا اور جو شمس اسلامی سے یہ صد امیر
لب پر تھی کہ وہ اسے ذات پاک میں تیرے سامنے رکھ دے ہوں یا اسی وقت میں
مجھ سے کہا گیا تھا کہ رسوم حج قدیم و شیانہ رسوم عرب کی باقی ماندہ نشانی نہیں۔
بجائے۔ اگر ہو چکی تو قدیم یہودی عبادت خانوں کے مجموعہ میں زیادہ و شیانہ ہو چکی
اکثر کارمخالف اسلام انعام سے میل جول نے میرے دل میں رسول اور خدا کی محبت چکنی کر دیا
ایسے ادیبی لکھا جاسکتا تھا لیکن مختصر یہ کہ ”میں ایک مسلمان ہوں“، چونکہ میں نے اسلام
اون بڑے روحانی راز و نحو پایا ہر خشکی الٹی بغیر عرش صداقت تک رسائی ناممکن میری فقط

ابن عباس

(از نابرتہ امریکین رسی ویو)

اپریل ۱۹۸۸ء

مترجمہ
محمد اسفیر حسین کلکے

دیباچہ سفر نامہ یورپ مصنف

نواب مہدی حسن خان نشتج نواز جنگیہاؤر

مترجم

مولوی محمد عزیز مرزا صاحب - بی - اے - ایم آر اے - ایس - وغیرہ

ابھی چند روز کی بات ہے کہ ہمارے ہندوستانی دنیا کے اوس حصہ کے نام سے بھی شکل سے واقف تھے جو سمندر کے اوس پار واقع ہے سمندر کا سفر عام خیال میں کالے پانی سے مرادف تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس صدی کے وسط میں بعض حسن طبیعتین رسم و رواج کی سد سکندری کو اپنے پر زور ذی ہمت اہوں سے ٹھکر انگلستان پہنچین لیکن جو مان گیا وہیں کاہور ماو اپس اینوالونک نام انگلیوں پر شمار ہو سکتے ہین۔ اور سچ بھی ہو کہ جی جانیگانام لیتا تو کیونکر ایک طرف نو فطری وقتوں کے خیال سے رنگٹا کھڑا ہوتا تھا دوسری طرف مذہبی خیالا تھے جو ایک قدم ہی لگے نہ بڑھنے دیتے تھے۔ انگلستان جانیکنے یہ معنی تھے کہ ان اپنے ذات برادری سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اوس زمانہ میں جبکہ مغربی علم کی شعا عین ملک میں طلوع بھی نہونے پائی تہین کون شخص ایسے سخت نقصان گوارا کر سکتا تھا۔ جو لوگ کسی طرح انگلستان چلے ہی جاتے تھے وہ واپس آکر پہلے

بنجاتے تھے کہ گویا اس ملک کے باشندے ہی نہیں ادھنیں کیا غرض تھی کہ وہ اپنے
 گئے گزرے ہوئے ہوں کو انڈیزوں کے اخلاق طرز تمدن اور طرق معاشرت
 سے آگاہ کر نیکی مصیبت میں پڑتے۔ اگر اس نظر سے دیکھا جائے تو یورپ کا ایک
 صرف دلچسپ سفر نامہ ملیگا کہ جو میرے دوست سر سید احمد نے سنہ ۱۸۴۳ء میں لکھا تھا
 لیکن اونچی تو تعلیم سے ایسی اُلو لگی ہوئی تھی کہ ادھنوں نے اولیٰ چیزوں کا بہت ہی
 کم خیال کیا کہ جو اونچی دلفریب مضمون سے متعلق نہ تھیں علاوہ اسکے اتنا اور اتنا
 کے سبب سے اب سے اور تب سے زمین و آسمان کا فرق ہو گیا ہے جو چیزیں کہ
 اوس زمانہ میں اونچی نگاہ میں حیرت انگیز اور دلچسپ معلوم ہوئی تھیں اوس زمانہ میں اب
 ہندوستان کا پچھلے پچھلے واقف ہے ایسے اوجہ حال اس زمانہ میں لکھنا تفصیل
 حاصل ہے۔

مکمل ہے۔
انگلستان جانیسے میری اصل غرض یہ تھی کہ دو نو قوموں کے درمیان اختلافات
پر غور کروں اور ان وسیع تمدنی اور اخلاقی اصولوں کو نگاہ بصیرت سے
دیکھوں کہ جنکے لحاظ سے انگریز اور ہندوستانی تیسرے کیے جاتے ہیں اور یہ بھی دیکھ
کروں کہ آیا کوئی ایسا ہی طبقہ ہے کہ جس میں ہم اور وہ برابری کے ساتھ مل سکتے ہیں
اور اگر مل سکتے ہیں تو کس حد تک۔ میرا یہ خیال ہی تھا کہ انگلستان کے رسم و رواج
ایمن و قوانین کا مطالعہ ہی عیسائی نگاہوں سے کروں اور ان لوگوں کے درجہ
کی نسبت اسے قائم کروں کہ جو ہم پر حکومت کر نیکی لے آتے ہیں۔ چونکہ میں
بخوبی واقف ہوں کہ بدقسمتی سے ہم انگریزوں کو چاہیں طریقوں کے اسجد اور سبکی

نہیں ہارے اور ان کے طرز خیال بین زمین و آسمان کا فرق ہی آپ کی غلط فہمیوں سے انہی کے انبار لگ گئے ہیں اور کچھ ایسی بارود کی سی خامیہ کش ہوئی کہ بیسوت بھیک اسٹین تعجب نہیں اسلئے میرا پیشہ سے خیال ہو کہ بہر ہندوستان کا جو ملکہ منظمہ کی وفاداری اور ملک کی ہوا خواہی کا دم بہر تباہی فرض ہے کہ انگلستان جا کر ان تہیق سے ملکوں کا مطالعہ کرے اور اپنے علم کی روشنی سے اپنی قوموں کی تارکات غلط فہمیوں کو دور کرے۔ اسوقت اگر کچھ افسوس ہو تو یہ ہے کہ کاش کوئی ایسا شخص اس کام کو اپنے ماتہ میں لیتا کہ جو بھی خط اپنی درجہ اور لیاقت اور ذی دہانتی کے چھپے زیادہ اسکا مستحق ہوا لیکن ہماری ایسی قسمت کہاں جو کوئی ایسا عالیہ ملخ اس بار غنیمت کو اپنے گرد نہ پرے اسلئے مجبوراً یہ سمجھ کر کہ رع قریحہ فال بنام من بچارہ زدند۔ میں ہی اس پرانے مقولے پر رع کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے محی کنم۔ عمل کرتا ہوں۔ اور اسید کرتا ہوں کہ میرے قابل ہوں اور اپنے پرزور بخیر و بد سے میری رایوں کی وکالت کرینگے اور اداں باتوں کو کر دکھائیگے کہ جو میرے دہین ہیں۔

میں نے انگلستان کی چیزوں کو ایک معمولی پیش پا افتادہ متوجہ نظر سے نہیں دیکھا ہے اور اسلئے سینے چوٹی سی چوٹی بات کے بیان کرنے میں بھی مضائقہ نہیں کیا کیونکہ میری سمجھ میں صرف یہی ایک ایسا طریقہ تھا کہ جسکے ذریعے سے میں اس حالت کو اپنی ناظرین پر پیدا کر سکتا تھا کہ جو تجربہ نے میری دلچسپی تھی۔ میں بخوبی جانتا ہوں کہ غجرا یہ کس مپرس ناچیز شخص کو روزانہ چمکتے سر کی تلقین

لیکن تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ شاید اون لوگوں کو جو کبھی انگلستان نہیں گئے
میری دانگی حالت کی زندہ تصویر دیکھنے اور میرے اون خیالات میں شریک
ہو۔ نیسے کہ جو انگلستان اور انگریزوں کے متعلق میں کچھ نگاہ فائدہ ہو رہی۔

انگلستان کی عام حالت پر ایک جمالی نظر

خدا نے جیسا عظیم المرتبہ اس قوم کو بنایا ہے ویسا ہی عظیم الشان شہر لندن
ہی ہے۔ شہر کا ہی کوہ میدان شہر ہے نہ ابتدا کی خبر ہے نہ انتہا کی۔ گاڑیوں کا
توڑ کر ہی کیا ہریل میں بیٹھ کر گھٹنوں سن سن کرتے فر آٹے پہرتے چلے جاو مگر
پہر ہی ہر طرف لندن ہی لندن نظر آئے گا۔ شرکین دس دس سات ستہری بیچ
میں ستونوں پر تختے لگے ہوئے ہیں جنہر لکھا ہے ”بائیں ہاتھ“ ”سرکون سچ“
عجب دلفریب سامان نظر آتا ہے لوگ بین کہ اہلے کی طرح ٹوٹے پھرتے ہیں خوبصورت
خوشنما گاڑیاں چمکتی چمکتی بجلی کی طرح اوہرائیں اوہر گئیں جھکٹے ہی
رینگتے گھسٹے لہے لہائے جارہی ہیں کراٹے کی لہنی لہنی وگٹنیں (آئینی سین)
مسافروں کو بیٹھاتی او تارتی چلے جاتی ہیں۔ لندن میں نہاروں جھکے ہیں مگر
ہر مکان کا پتہ بے کھٹکے لگ جاتا ہے۔ اپریل تک سردی اور کو کی انتہا نہیں
ہوتی۔ آفتاب ہفتوں اپنا جمال جہاں آرا نہیں دکھاتا نہیں معلوم کس کو نے
مونہ چھپا کے پڑا رہتا ہے۔ میری سمجھ میں تو انگریز ضرور آفتاب پرست
ہونگے۔ اس زمانہ میں درختوں کی تنگی شاخوں پر ایک تپہ نظر نہیں آتا لیکن

شور و غل اور کامی لوگوں کے پاسے استقلال کوئی بلا نہیں روک سکتی۔ سردی ہو کر پڑے برف گرے مگر کیا ممکن جو آمد و رفت میں کمی ہو۔ کاروبار کی کثرت نے ہر شخص کے وقت کو قیمتی بنا دیا ہے۔ اگرچہ گاڑیوں کی کمی نہیں مگر پیادہ چلنے کا بہت رواج ہے۔ ٹرکوں پر اکثر امیر آدمی پیدل جاتے ہوئے بیٹھے۔ چونکہ ہر آدمی ہی پیادہ جاتے ہیں اسلئے ٹرک کے دونوں طرف رویشین بنی ہوئی ہیں۔ پیر کرائے کی اتنی بسیں (یہ گاڑی ٹرمیوے کی گاڑیوں کے طور پر ہوتی ہیں صرف اس قدر فرق ہے کہ اتنی ٹرک نہیں ہیں ہر طرف جاتے ہیں کہیں ایک ٹھلے ٹھیر جائے جہاں جانیکا قصد ہے اسی جگہ کی اتنی بسیں موجود ہو جائیگی۔ بلکہ اس کثرت سے جیتی بن کہ ٹھیرنے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ ہر محلہ کی گاڑی کے جی ٹکٹ سے مگر اجنبی آدمی اپنی ناواقفیت کا دفعیہ کوچا انوں سے پوچھ کر لیتے ہیں۔ اتنی بسوں سے سستی کوئی گاڑی نہیں۔ انکے بعد زمین کے پلین ہیں جو ہر اسٹیشن سے چند منٹ کے بعد چوتھی رہتی ہیں اور بالکل سطح زمین کی طرح چلتی ہیں۔ اسٹیشنوں کی یہ کثرت ہے کہ لندن ہر مین کوئی مقام ریلوے اسٹیشن سے پانچ منٹ کے فاصلہ سے زیادہ نہیں۔ تہذیب میں کی ریلوں کے علاوہ سمو لی ریلین ہیں جو اونچی اونچی پھاڑوں پر جنگی سطح مکانوں کی چیتوں کی برابر چلتی ہیں۔ لندن میں بیشمار ریلین ہیں اور آپس میں مقابلہ ہی خوب ہے۔ ہر مقام سے دوسرے مقام کو جانیکے متعدد راستے ہیں۔ گریٹ نارورن (شمالی) گریٹ ویسٹرن لندن اینڈ نارث ویسٹرن۔ دکینڈ (درمیانی) گریٹ ایسٹرن

(مشرقی) سوتہ ایسٹرن (جنوبی مشرقی) سوتہ ویسٹرن (جنوبی مغربی) لندن
 برائٹن اور سوتہ کوسٹ (ساحل جنوبی) لندن چٹھم اینڈ ڈوور مارٹہ لندن اور
 ہیٹ سے اور ریلوے کمپنیاں ہیں۔ ان ریلوے کے آخری اسٹیشن پیڈنگٹن اسٹیشن
 گناز کراس سینٹ پنکراس لورپول اسٹریٹ وائٹلو اسٹریٹ چیرنگ
 کراس لندن برج وکٹوریہ اور دوسرے مقامات ہیں۔ اسٹیشن بلحاظ تعمیر کے
 بھی عالیشان ہیں۔ بعض مقامات میں مثلاً وکٹوریہ میں کیے ریلوے کا ایک ہی اسٹیشن
 ہے۔ اس لیے مسافر کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ پہرہ اسٹیشن پر کئی میٹ فارم
 ہوتے ہیں اس لیے ٹکٹ دیتے وقت یہ بھی دریافت کر لینا چاہیے کہ کونسی میٹ
 فارم سے سوار ہونگے۔ بڑے بڑے اسٹیشنوں پر عجب ہنگامہ برپا رہتا ہے لچرہ ہرٹ
 یہ حال رہتا ہے کہ اوہر ریلوے آئین اور آؤہر گئین۔ اگر آپ لندن اور اسکے
 مضافات کے نقشے کو ملاحظہ فرمائیں گے تو ریلوے کا ایک اچھا خاصہ جال پھیلا ہوا نظر
 آئے گا۔ لندن اور اسکے مضافات میں قریباً چھ سو اسٹیشن ہیں۔ صرف کلید چٹھم
 سے ہر روز چودہ سو ٹرینیں گذرتی ہیں مال گاڑیوں کا ذکر نہیں۔

انکے علاوہ کیٹلین میں چار پیہ کی گاڑیاں ہیں۔ تین میں ہیں۔ تین پیہ
 دو پیہ کی ہوتی ہیں اور ایسی کشادہ ہوتی ہیں کہ سیر و تماشے میں اور بچہ بنیں ہوتیں
 چونکہ ان ہی بکثرت ہیں اکثر بیرونی مقامات کی سیر کو ادنین ٹیکر جاسکتے ہیں اور
 سرسبز کہیتوں کے بہانہ ہوتے ہوئے سمان ٹیکر زندگی کا لطف اٹھاتے ہیں بعض
 دن کرایہ کی گاڑیوں کے نام ہیں۔

ایسے پہلے مانس ہی ہیں کہ مین تو شوقین مگر اتنا میسر نہیں کہ خود چو کڑیاں کرایہ کریں اسلئے مالکوں کو کچھ دیکر انکے کی اجازت لے لیتے ہیں۔ مالک بھی یہ سمجھتے ہیں ایک تو کوچیاں کی خواہ۔ سب سے دوسرے کچھ پتہ ہی نہ گیا۔

لندن اور اسکے مضافات میں تند و باغات میں مثلاً پارک کینسلٹن کارڈنس گرین پارک۔ چنڈ پارک کیو گارڈنس۔ اور زدا البوکیل گارڈنس (باغ حیوانات) وغیرہ وغیرہ۔ اکثر باغ نہایت خوبصورت خوشنما قابل دید ہیں درخت پھول پودے سب اپنی فطری حالت پر ہیں کہیں دست صنعت نے آثار بنا کر کاری گری دکھائی ہے کہیں خوشنما تالاب اپنی سین سلج کی جھلک دکھا رہے ہیں۔ ان باغوں میں گاڑیوں کھوڑوں اور پیدل چلنے والوں کے نیلے علیحدہ علیحدہ سڑکیں ہیں۔ ادھر دن ڈھلا اور ادھر ٹھنڈا پارک میں بان پڑی سبز و نارنجی نفیس گاڑیاں جگمگاندہ وضو دار لوگ اور کوچ کبیں کوچیاں اور چیرا سی خوش وضع درویشان پہنے ہوئے بیٹھے ہوتے ہیں نکلتی ہیں۔ کبھی گاڑی کھوڑوں کی یہ کثرت ہوتی ہے کہ آمد و رفت بالکل بند ہو جاتی ہے۔ پیدل چلنے والوں کی تو یہ مجال کہاں کہ پولس کنسٹیبل کی مدد کے بغیر شرک کے اس سرے سے اوس سرے پر چلے جائیں۔ شرک کے دونوں طرف کرسیاں پڑی ہوئی ہیں۔ ہر فرقہ اور ہر درجہ کے ہزاروں مرد و عورت بلخ کی شفاف چھپدار و لقرار و شون پر گلگشت کرتے پھرتے ہیں۔ اور تھک تھک کر کرسیوں پر بیٹھ جاتے ہیں چکبو سب اختیار اس سامان کو دیکھ کر حکیم قاسمی کے یہ اشعار یاد آگئے کہ گویا اوس

اسی موقع کے لئے لکھے تھے ۵

تو گوئی ساحت بسنان بہشت و عدن پامانہ
یکمی برکف ہند لاکہ کہ ترکیب ترح دارد
یکمی باد لب رساد و بصحن بوستان گردو
یکمی میند جمن راجے قائل مرحبا گوید
یکمی بر لالہ پاکو بد کہ ہے ہے رنگیے دارد
یکمی برسبزہ نمی غلطد یکی در لالہ می قصد
بہر جاش معنی و جوشی بہر کامی فتح نوشی
ہاںڈ پارک کی وائٹن رو پر و وضع دار لوگ جو ہر شہسوری دکھاتے ہیں کیسے کیسے
نامور جانورا و کیسے کیسے بانگے جوان نظر آتے ہیں اس ملک میں سائیس ہمارے
سندھ و سنان کی طرح گھوڑے کی دم پکڑے یا پیٹھے پر لٹاتے رکھے ہاگتے دوڑتے
گھیسٹے نہیں جلتے بلکہ آقا کے برابر دوسرے گھوڑے پر سوار رہتے ہیں۔

انوار کے دن باغون میں بڑی چہل پہل ہوتی ہے۔ لندن کے تمام مزدوری
پیشہ محتاج مفلس لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بعض لوگ ہوا خوری اور پرفضا سامان دیکھنے
کی خاطر آتے ہیں بعض اس غرض سے آتے ہیں کہ بڑے بڑے پٹیسے کریں اور زور زور
سکے ساتھ تمام مذہبی اور تمدنی اور سوشل مسائل پر بحث کریں اور جوش کی زیادتی سے
علم کی کمی کو پورا کر چسپند پارک اور کیو گارڈنس میں ٹفن کے کمرے
ہیں جس میں دوستوں کی دعوت میں ہوا کرتی ہیں میٹائیں میں و خانی کشتیان ہوتے

پہرتی رہتی ہیں۔ اکثر اتوار کے دن دوستوں کے چپوٹے چپوٹے گروہ دریا کی سوا
خوری کو جایا کرتے ہیں۔ بہت سے مقامات مثلاً چوٹن کوٹ ٹین میں نہایت ہی
خوشنما ہے۔ لندن کے مسافعات میں بہت سے دلکش دریا مقامات ہیں
جہاں اتوار کے دن ہر درجہ اور ہر فرقہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

خالی دل بہلانے کے مقامات بھی بے انتہا ہیں۔ تھیٹر کنسرٹ (جہاں گانا ہوتا ہے)
پکچر گیلری۔ (جہاں تصویریں ٹانگتے ہیں) میوزک ہال (جہاں باجہ بجاتا ہے اور گانا
ہوتا ہے)۔ عجائب خانے و قس علی ہذا۔ اور میں یہی تو اس کثرت سے ہیں کہ
آپ مہینوں لندن میں رہنے اور روز نیا تماشہ دیکھنے کی ہر ایک مقام کو دوبارہ
جانیکی ضرورت نہوگی۔ سوا سے اتوار کے ہر روز تھیٹر کھلے رہتے ہیں۔ تماشہ جو
کی پہر ہی بہ کثرت ہوتی ہے کہ کئے دن پہلے سے ٹکٹ لئے بغیر چارہ نہیں۔
"ڈوڈو ڈیکر" کے نامک کا تماشہ سات سورات تک برابر سوا اگر پہر ہی کوئی ایسی
کعبخت رات ہوگی جو تمام درجہ میں کرسیاں بچھیں سو نہا ہے بہرے ہوئے ہوں۔
سو انک بیٹھائیں اب نصف النہار کمال پر پہنچ گیا ہے اور فطرت انسانی کے
فلسفہ سے مستعد ہو گیا ہے۔ مسٹر اردنگ۔ مسٹر ونڈھم۔ مسٹر ولسن بیرسٹ۔

مس میری مورس میری انڈرسن عجیب و غریب کا فین فن ہیں۔ بلا مبالغہ
اونہیں یہ قدرت حاصل ہے کہ ہنسنے کو رو لا دیں اور روٹے کو ہنسا دیں۔ ٹھیٹر
میں جا کر ان اپنی ہنستی کو بالکل محو کر دیتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے
اوسین میں ہی شریک ہوں۔ ٹائیٹل میں ہر روز صبح ہی کو دیکھ لیجئے کہ شام کو کونسا

تماشا ہونیوالا ہے۔ بہر معترضہ انبار کے ایڈیٹروں کے طبقہ میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جنکا صرف بہہ کام ہوتا ہے کہ نغمہ و سرود ناگلوں پر نکتہ چینی کریں اور لوگوں کو بڑا فائدہ دینہ ہے کہ بلا ٹکٹ پر تماشے میں جاسکتے ہیں۔

اب میں مختصر طور پر بیان کروں گا کہ خود انگریز کیسے ہوتے ہیں اور کن جسمانی اخلاقی دماغی اور شمسی صفوں سے موصوف ہیں جسمانی لحاظات سے عموماً قوی اور خوبصورت ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے انگلستان کی عورتوں کو فرانس کی عورتوں پر بدرجہ اولے ترجیح ہے۔ مدرسوں اور کالجوں میں جا کر دیکھتے ہیں تو یہ حیرت و جاہلاک لڑکے نظر آتے ہیں۔ صحت اور مسرت اور بلی رگ رگ سے ٹپکتی ہے۔ قدریاً ہر انگریز کو کہیں کو اور جسمانی ورزشوں سے سچی محبت ہے۔ بہت سے لوگ بالکل (دو پہیہ کی گاڑی جو پاؤں سے چلائی جاتی ہے) ہی کو آکے ورزش سمجھتے ہیں اور بر اعظم پر پیرن ماسی پر ہزاروں کوس کا سفر کرتے ہیں۔ بعض لوگ تو اس قدر شاق ہیں کہ کبھی ٹلی سی مقام میں بھی کہ جہاں آدھرت کی کثرت سے تل رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تو تکلف گاڑیاں دوڑاتے پہرے ہیں۔ کرکیٹ کشتی بانی۔ گھوڑے کی سواری بندوق اور کتوں کا شکار یہ سب ان کے غم غلط کرینو اسے مشغلے ہیں۔ سوشل اعتبار سے بھی انگریز دنیا کے قوموں میں بہت ترقی یافتہ ہیں۔ جس مقام کو کہ وہ اپنا دگر کہتے ہیں وہ امن عافیت خانگی خوشی کام کر ہوتا ہے اگر آپ کسی انگریز کے گھر میں جا میں تو بلی ناوند کچے (ساس سرے بہن بنو کی اکثر علیحدہ ہی رہتے ہیں) سب سب

خوش حال معلوم ہونگے کہ نہ کوئی حقیقی مسرت کی بوائے گی پیارے پیارے بچے
 صاف ستر ہی لباس پہنے ہوئے خوش خلیان کرتے پہرستے ہوں گے مگر ان کی
 خوش خلیان ہی سلیقہ سے خالی نہ ہونگی۔ پیاری زہنی جانبین اپنی والدین کی محبتوں
 مرکز اور سارے گھر کی جان ہیں۔ انکو عمو یا ایک علیحدہ کمرہ دیا جاتا ہے جب
 والدین کام کرتے ہیں تو وہاں وسین کیلئے کودتے رہتے ہیں۔ مین ایک دفو ایک
 دوست کے گھر گیا اونچی چوٹی ٹکی جبکی عمر دس گیارہ برس کی تھی کمز مین کہیں
 رہی تھی اوسنے دیکھتے ہی بڑھ کر نہایت تپاک سے ہاتھ ملایا اور پھر ایک شیریں
 لہجہ میں کہا ”اگر آپ ایک منٹ تنہا بیٹھے کامضایقہ ضرر مین تو مین امان جان کہ
 ڈھونڈ لاؤں“ ہندوستان مین اسی طرح کچھ کہیں ایسی خوش اخلاقی اولیے
 تپاک سے پیش نہ آتا۔ انگریزوں کے بچوں کو ایک عجیب قسمت حاصل ہو وہ دینی
 تعلیم یافتہ اداؤں کی تربیت باوجود ہندوستان

انگلستان مین ہر درجہ کے لوگوں کے مکان اونچی حیثیت کے
 مطابق نہایت خوب رتی سے آراستہ ہوتے ہیں۔ امراس کے مکانات جو دیہات
 مین مین وہ تو بالکل نمونہ بہشت ہیں۔ انگریز امیرون اور ہمارے امراس کے
 مکانات مین کوئی مقابلہ نہیں ہو سکتا۔ لندن مین مکانات عموماً گہنی منزل
 کے ہوتے ہیں۔ سب سے نیچا قطع بطور تہ خانہ کے ہوتا ہے اوسمین باوچیا
 ہوتا ہے اور نوکر رہتے ہیں۔ پہلی منزل مین عموماً گاہنیکا کمرہ دوسری مین
 ملاقات کا کمرہ اور تیسرے اور چوتھی مین سونیکہ کمرے ہوتے ہیں پیر میون

اور اندرونی راستوں میں اسوئی سوئی آواز کشن قالین پیچھے ہوتے ہیں۔ سانسے کا دروازہ مقفل رہتا ہے۔ ملاقاتی گاڑی سے اتر کر گہتی بجاتا ہے مایا چیر اسی اگر دروازہ کھولتا ہے اور اگر آقا یا میم صاحبہ خالی ہوتی ہیں ملاقات کے کمرہ میں لیجا کر اسکا نام پکارتا ہے۔ کیا اچھا طریقہ ہے آرام سب کو ہے تحلیف کسی کو بھی نہیں۔

انگریز چینی لوگوں سے نہایت ہی خوش اخلاقی اور فروتنی سے ملتے ہیں۔ انکی کشادہ دلی مہمان نوازی خالص ہوتی ہے۔ دعوتوں کے طریقے فاسکروو بین یا تو ڈنر یا "ایٹ ہوم" جن لوگوں سے زیادہ بڑا دار تباہ ہوتا ہے وہ ڈنر پر بلائے جاتے ہیں اور امیر لوگ ہر فصل میں ڈاکب "ایٹ ہوم" دیتے ہیں جو عموماً رات کے دس بجے سے شروع ہوتے ہیں یہ طیبے بہت عالیشان ہوتے ہیں انکے ذریعہ سے اکثر لوگوں کو ایک دو سکرے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ ایک صاحب رتبہ بین بان اپنی مہمانوں کی خاطر اپنی آرام و آسائش کو قربان کر دیتا ہے۔ اگر آپ کسی انگریز کے گھر مہمان رہیں تو آپکو اپنے گھر سے زیادہ آرام ملے گا اور ذرا ذرا سی بات میں ہی آپکے آرام کا خیال رکھا جائیگا۔ جو قدر زیادہ رتبہ کا آدمی ہوتا ہے اسی قدر خوش اخلاقی اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

قبیلہ اور دوکانین اور شرانجانے بلا سبالنہ بادشاہوں کے محل معلوم ہوتے ہیں اور بڑی بڑی ہوٹلیں تو نہایت ہی عالیشان ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی باریک نظری ہمیشہ انسان کے آرام و آسائش کے بحر ذخارِ علم کو مطالعہ کرتی رہتی ہے۔ مثلاً آرام کر سبیاں تشیع اعضا کے جسم انسان کے لحاظ سے بنائی جاتی ہیں اور نیوٹن ہیکر ہر عضو کو آرام ملتا ہے۔ انگریزوں کو کلب کا بڑا شوق ہے۔ لندن میں بہت سے کلب ہیں جن میں سے بعض بہت ہی محدود ہیں۔ بڑی کلبوں کی نسبت یہ کہنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار تو ضرور کہ کون سا کلب سب سے اچھا ہے کیونکہ ہر کلب کی کشش اپنی عمارت کی خوبی، فیروز کی شوکت اور کہاؤں کی تعداد اور لذت میں دوسرے کلبوں پر فوق لیجائے۔ بہت سے مغز کلبوں میں جن میں اتنی چمک ہی شامل ہے ممبروں کی تعداد محدود ہے ممبری کے امیدواروں کی ایک فہرست رہتی ہے جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو کمیٹی اور مین سے ایک شخص کو منتخب کر لیتی ہے۔

انگلستان میں درجہ کا بہت خیال ہے۔ خاندان شاہی ایک علیحدہ طبقہ ہے باوجودیکہ آزادی اور ہم ساری کا خیال روز افزون ترقی کر رہا ہے مگر پہرہی ہر شخص کے معیار میں اونچی پرستش ہوتی ہے۔ ملکہ معظمہ اور پرنس اور پرنسز آف ویلز بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ ان کا اخلاق ایسا دلربا و لطیف جادو اثر ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اونکی ملاقات کی عزت سے مشرف ہو اور محبت کا دم نہ بہرے ملکہ خاندان شاہی کے بعد امر کا درجہ ہے جو کہ ایوان سلطنت کے ممبروں اور عروس

اور اندرونی راستون میں سموٹی سموٹی آواز کُش قالمین بچھے ہوتے ہیں۔ سانسے کا دروازہ مقفل رہتا ہے۔ ملاقاتی گاڑی سے اتر کر گنتی بجاتا ہے ماما چیر اسی اگر دروازہ کھولتا ہے اور اگر آقا یا سیم صاحبہ خالی ہوتی۔ میں نے ملاقات کے کمرہ میں لیجا کر اوسکا نام پکارتا ہے۔ کیا اچھا طریقہ ہے آرام سب کو ہے تحلیف کسی کو بھی نہیں۔

انگریز یعنی لوگوں سے نہایت ہی خوش اخلاقی اور فروتنی سے ملتے ہیں۔ اوکلی کشادہ دلی مہمان نوازی خالص ہوتی ہے۔ دعوتوں کے طریقے خاص کر دو ہیں یا تو ڈنر یا "ایٹ ہوم" جن لوگوں سے زیادہ بڑا دار تباط ہوتا ہے وہ ڈنر پر بلائے جاتے ہیں اور امیر لوگ ہر فصل میں ڈانک "ایٹ ہوم" دیتے ہیں جو قومآرات کے دس بجے سے شروع ہوتے ہیں یہ چلیے بہت عالیشان ہوتے ہیں انکے ذریعہ سے اکثر لوگوں کو ایک دو سکرے ملنے کا موقع ملتا ہے۔ ایک صاحب رتبہ بینہ بان اپنی مہمانوں کی خاطر اپنی آرام و آسائش کو قربان کر دیتا ہے۔ اگر آپ کسی انگریز کے گھر مہمان رہیں تو آپ کو اپنے گھر سے زیادہ آرام ملے گا اور ذرا ذرا سی بات میں ہی آپکے آرام کا خیال رکھا جائیگا جب قدر زیادہ رتبہ کا آدمی ہوتا ہے اوسی قدر خوش اخلاقی اور مہربانی سے پیش آتا ہے۔

میسٹر اور دو کافین اور شرابخانے بلا مبالغہ باد شاہوں کے محل معلوم ہوتے ہیں اور بڑی بڑی ہوٹلیں تو نہایت ہی عالیشان ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی باریک نظری ہمیشہ انسان کے آرام و آسائش کے بحرِ فکارِ علم کو مطالعہ کرتی رہتی ہے۔ مثلاً آرام کر بیانِ تشبیح اعضا کے جسم انسان کے لحاظ سے بنائی جاتی ہیں اور پتھر پر عضو کو آرام ملتا ہے۔ انگریزوں کو کلب کا بڑا شوق ہے۔ لندن میں بہت سے کلب ہیں جن میں سے بعض بہت ہی محدود ہیں۔ بڑی کلبوں کی نسبت یہ کہنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار تو ضرور کہ کونسا کلب سب سے اچھا ہے کیونکہ ہر کلب کی کشش ہی عمارت کی خوبی خیر خیر کی شوکت اور کہا تو کی تعداد اور لذت میں دوسرے کلبوں پر فوق لیجائے۔ بہت سے مغز کلبوں میں جن میں اتنی پنیم ہی شامل ہے مہرون کی تعداد محدود ہے میری کے امیدواروں کی ایک فہرست رہتی ہے جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے تو کمیٹی اُون میں سے ایک شخص کو منتخب کر لیتی ہے۔

انگلستان میں درجہ کا بہت خیال ہے۔ خاندان شاہی ایک علیحدہ طبقہ ہے باوجودیکہ آزادی اور سہ سہری کا خیال روز افزون ترقی کر رہا ہے مگر پہر پہی ہر شخص کے معبدال میں اونچی پرستش ہوتی ہے۔ ملکہ معظمہ اور پرنس اور پرنسز آف ویلز بڑی محبت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ اونکا اخلاق ایسا دلربا و لطفیٹ جادو اثر ہے کہ ممکن نہیں کہ کوئی شخص اونکی ملاقات کی عزت سے مشرف ہو اور محبت کا دم نہ بہرے ملکہ خاندان شاہی کے بعد امرا کا درجہ ہے جو کہ ایوانِ سلطنت کے کسٹون اور عروس

انگلستان کے زیور ہیں۔ او سکے بعد متوسط درجہ کے لوگ ہیں جو ملک کی قوت
دولت اور داغی رفعت کے مرکز ہیں۔ سب سے آخر درجہ مزدوری پیشہ
گروہ کا ہے۔ ہر درجہ دوسرے درجوں سے بالکل علیحدہ اور خود مختار ہے
اور اسی وجہ سے ہر شخص اپنی حالت پر قانع ہے اور اسی میں خوش ہے۔ ایک
متوسط درجہ کا آدمی کبھی کسی خاندانی امیر سے ملنے کی پرواہ نہ کرے گا وہ اپنی حالت
سے خوش اور اپنے کام پر نازان ہے۔ مختلف درجوں اور فرقوں میں ایسی
پریشانی اور بڑبڑ نہیں ہے جیسی کہ ہمارے یہاں ہے اور اسی وجہ سے انگریز
بلے اطمینانی اور رشک و حسد کے مورچ زان طوفان سے ایمین ہیں مختلف
فرقے ہی نہیں بلکہ ہر شخص فرداً فرداً خود مختار ہے اگر کوئی کسی کا محتاج ہو تو
خود اپنی قابلیت اور کاروائی کا درست نگر ہے اور اسوجھ کوئی کسی امیر کی
امیدواری نہیں کرتا جو بہت سے ناپاک غلامانہ خصلتوں کی جڑ ہے۔ چونکہ حساب
اقتدار لوگوں کو ستائے جائیگا خیال نہیں ہوتا اسلئے وہ سب سے برابری
کے ساتھ ملتے ہیں۔ میں بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں کہ جبکہ برابر دروازے
ہیں اور کسی طرح مدین گذر گئی ہیں مگر ایک دوسرے سے واقف نہیں۔
دوستی اور ملاقات سے بعض ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہیں اگر انسان
میں ان کی برداشت کر نیکی قوت نہ ہو تو اس سے پرہیز کرنا ہی مناسب ہے۔
ان چند غفلتوں سے تو انگلستان کی سوشل حالت معلوم ہو گئی ہوگی
اب میں ایک نظرواں کی داغی ترقی پر ڈالتا ہوں۔ تعلیم نے اس قدر ترقی کی

کہ بیان کرنا مشکل ہے۔ اودنے درجہ کی تعلیم کی یہ کیفیت ہے کہ کوچان سائیس
 مااسب لکھ پڑھ سکتے ہیں۔ جب کوچان خالی ہوتے ہیں حبیب سے اخبار کا مگر
 پڑھنے لگتے ہیں۔ اخبارات ہی بکثرت ہیں۔ مولائے ٹائیٹز کے سب کی قیمت
 ایک ایک پینی (تین پیسہ) ہے۔ بعض کی تو لاکھوں پرچے نکلیجاتے ہیں کیونکہ
 کوئی کمبخت ایسا ہوگا جسکو اخبار بینی کا شوق نہ ہو۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ انگلستان
 کے عام راسے کی پارہ کی سی کیفیت ہے نہ ہارون آدمی اخبارات کے لیڈنگ
 آرٹیکل پڑھتے ہیں اور اپنی راسے اونچی مضامین کی نسبت قائم کرتے ہیں۔ وہ
 لوگ بھی جرنل شینہ کو محتاج ہیں اور چہتری لکھائے پڑھتے ہیں وہ بھی تمام اہم
 پولیٹیکل مسائل کی نسبت قطعی فیصلہ کئے ہوتے ہیں۔ حیثیت تو ماشارافہ۔
 انکی یہ سہور ہی ہے مگر ہانڈ پارک کی بیچ پڑھکر اور ایک بڑا سا ہنڈا پائپ منہ
 میں دبا کر پارلیمنٹ کے اخیر مباحثے اور دوکانوں کے جلد بند کرنے غرض تمام
 تمدنی مسائل پر نہایت زور شور سے راسے زنی کرتے ہیں۔

خانگی معاملات میں بھی اخبارات بہت کام آتے ہیں۔ اشتہاروں کے
 بعض کالم محض اون لوگوں کے لئے مخصوص ہیں جو نوکری کے خواستگار ہیں
 یا مکان کرایہ لینا یا دینا چاہتے یا شادی کی فکر میں یا کسی یوسف گم شدہ کی تلاش
 میں وعلیٰ ہذا القیاس علاوہ اسکے ہر مضمون کے لئے علیحدہ علیحدہ اخبار میں مثلاً
 بعض علمی ہیں بعض گہوڑو درون و زر شون وغیرہ سے متعلق ہیں بعض مالی ہیں
 وغیرہ وغیرہ۔ ان تمام اخباروں کا کام دفع الوقتی ہے۔ کلبوں ہر ٹکون

عامون جاسون کی دوکانوں وغیرہ میں اخبارات ایک شایعہ طریقہ سے ایک مقام پر رکھے رہتے ہیں اور جب آپ خالی ہوں تو ایک طرف بیٹکر پڑھتے اور وقت گزاری کیجئے۔ انگلستان میں وقت کی بڑی قدر ہے۔

اب میں چند لفظ انگلستان کے آئین و قوانین کی نسبت کہوں گا گو مینٹ کے تین شیعے ہیں بادشاہ اور ڈیپوس پارلیمنٹ۔ بادشاہ سلطنت کا مالک سمجھا جاتا ہے لیکن زمانہ گذشتہ کے مقابلہ میں اب اس کے اقتدارات کچھ بھی نہیں ہیں۔ لیکن پہر ہی بادشاہ ابی تک عام قوم کی نگاہوں کا مرکز ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ گویا قوم محبہم ہے۔ ہر فرقہ کے لوگوں کو ملکہ معطرہ سے دلچسپ ہے اور گو کہ ان کا اثر براہ راست کچھ زیادہ نہیں لیکن معاملات سلطنت میں اس قدر دخل کہ اس کا اندازہ کرنا دشوار ہے۔

پارلیمنٹ کے دو ہوس ہیں۔ ہوس آف لارڈز اور ہوس آف کامنز جو عام طور پر بیت اعلیٰ اور بیت ادرے کے لقب سے موسوم ہیں۔ بیت اعلیٰ کو امور ملکی میں چندان دخل نہیں۔ اس کی ممبروں کی دو قسمیں ہیں ایک تو امرائے روحانی اور ایک امرائے دنیاوی۔ پہلے طبقہ میں کینٹربری اور یارک کے دو آرج بشپ اور بیس بیس بشپ داخل ہیں۔ یہ لوگ اپنی حین حیات تک ممبر رہتے ہیں۔ امرائے دنیاوی کے کیئے درجہ ہیں ڈیلوک (جاہ) مارکیز (امرا) مع صفت خاص مثل اعدۃ الامراء (ارل) (ملک) داسکے کوئٹ (دولہ) بیرن (جنگ)۔ ان کی تعداد پانچ سو کے قریب ہے۔ یہ اغار خاندانی تباہ

بعض خاندان تو بہت پرانے ہیں لیکن زیادہ تر نئے ہی ہیں کبھی سو برس سال ہو آجسبین دوچار شخص پوسٹ کل ڈپلومیٹک یا فوجی خدمات کے صلہ میں یا کبھی حیرت کی بات ہے کہ بہت دور قند ہی ہو چکی وجہ سے طبقہ امرا میں داخل نہ ہوتے ہوں۔ گو کہ بیت الامرا بیت العوام کے درجہ کو نہیں پہنچتا مگر معاملات ملکی میں اسے ہی بہت دخل ہے۔ کوئی مسودہ اس وقت تک قانون نہیں ہو سکتا جب تک امرا اس کو منظور اور بادشاہ پسند نہ کرے۔ مگر بادشاہ کے پسند کا تو اب یہ حال ہے کہ کوئی مسودہ خواہ وہ کیسا ہی اچھی ہو بزرگی سے محروم نہیں رہتا۔ بعض اوقات اس مسودہ کو جو ہوس آف کانفرنس سے آتے ہیں منسوخ یا اٹھاد ضروری ترمیمیں کر دیتے ہیں۔

ہوس آف کانفرنس بیت العوام میں ۶۷ ممبر ہیں۔ یہ لوگ ریکارڈ برطانیہ کے بڑے گروہ کے وکیل ہیں۔ ہر ملک کا ان کو ممبروں کے انتخاب میں اسے دینے کا حق ہے۔ ممبروں کے تین بڑے فریق ہیں لیبرل (رازد) کنسرویٹو (قدامت پرست) اور آرٹشرش (دکلا سے آرٹیفیکٹ بال فعل کثرت اسے کے لحاظ سے کنسرویٹو غالب ہیں کیونکہ فریق لیبرل کے ہوم رول سینے آرٹیفیکٹ کے انتظام اندرونی کے لیے علیحدہ پارلیمنٹ قائم کر چکی مسئلہ کی وجہ سے دو گروہ ہو گئے ہیں۔ کنسرویٹو فریق کی پالیسی (حکمت عملی) بہت مجموعی یہ ہے کہ ملک کے آئین و قوانین میں کوئی ایسی ناگوار اور مہم تبدیل نہ کی جائے کہ جو حالت موجودہ کی کا یا ہی پلٹ دے۔ مسئلہ ہوم رول سے قطع نظر کہ

کنسرویٹوون اور لیبر لون مین صرف یہ فرق ہے کہ کوئی کسی حد تک اصلاح و تغیر جائز کہتا ہے اور کوئی کسی حد تک۔ ہوس آف کانسرین تمام مسائل حکمت عملی اندرونی و خارجی پر بحث اور رائے زنی ہوتی ہے۔ اور ملک کی ضرورتوں کے لحاظ سے روپیہ کی منظوری دی جاتی ہے۔ ہوس آف کانسر کا بڑا کام شکایتوں کا سننا ہے۔ ہوس کی توجہ ان امور کی طرف وہ مبصر دلایا کرتے ہیں جو گورنمنٹ مین داخل نہیں ہوتے۔ وزیرا کا انتخاب اس فرقہ سے ہوتا ہے جس کی طرف ہوس آف کانسر کی کثرت رائے ہوتی ہے۔ ملک منظم غالب فرقہ کے سب سے نامور شخص کو بلا کر انتخاب و رزا کا ایما فرا دیتے ہیں۔ بارہ وزیرا کیسٹ (مجلس شوری) مین داخل ہوتے ہیں اور مین کی رائے پر گورنمنٹ کی حکمت عملی پسندی ہوتی ہے کیسٹ مین دو نویات کے ممبر شامل ہوتے ہیں۔

قوانین انگلستان مین اب بھی امارت کو بہت دخل ہے۔ ابھی تک ہوس آف لارڈز (بیت الامراء) ذی اختیار ہے ہوس آف کانسر مین ہی بہت سے ممبر بڑے عالیشانان ہیں لیکن جمہوری گروہ کی جیسی چلتی ہے ویسی کسی کی نہیں چلتی مختلف قانونہائی صلاح انتخاب (رفارم بل) کا جو مسئلہ عام اور اور زمانہ حال کی مابین منظور ہوئے ہیں یہ نتیجہ ہوا ہے کہ انتخاب کر نیکی قوت تمام مذکورہ اکان مکان اور کرایہ داروں کے متعلق ہو گئی ہے۔ انتخاب عام عوام چار یا پانچ سال مین ہوتا ہے گو کہ ممبری کی اصل میعاد سات برس ہو جس زمانہ مین کہ انتخاب ہوتا ہے عام رائے جلسوں اور اخباروں کے

ذریعہ سے ظاہر ہوتی رہتی ہے جلسوں میں یا تو گورنمنٹ وقت کی پالیسی کی تائید
کیجاتی ہو یا اسپر سبرج کو باقی ہر مختصر یہ ہے کہ جس فرقہ کے لوگ جلسہ میں ہوتے
ہیں اسی قسم کی رائین ظاہر کیجاتی ہیں۔ اس قسم کے جلسوں کے قائم کرنا سخت بڑی
نعمت عظمیٰ سمجھا جاتا ہے۔ مقرر کو استعدا زاد کی حامل ہو کہ گورنمنٹ کا تو ذکر ہی
نہیں ملک کے قدیم سے قدیم اور مقدس سے مقدس آئین شلاخت و تاج اور
نذیب وغیرہ کی نسبت وہ بے لفظ اور اتے ہیں کہ خدا پناہ میں گورنمنٹ عالیہ
کے علاوہ مقامی گورنمنٹوں کا ایک پیچیدہ سلسلہ ہے۔ اکثر شہروں میں کیشیان
ہیں اور شہر کا اندرونی انتظام انہیں کے سپرد ہے۔ ان شہروں کے
باہر بہت سے منتخب شدہ گروہ ہیں جو مقامی کاموں کو انجام دیتے ہیں مجلس
محافظان (بورڈ آف کارڈینس) جسکے متعلق محتاج خانوں کا انتظام ہر محال
شوارع عام مجالس حفظ صحت وغیرہ وغیرہ۔ ایک نیا ایکٹ سینے لوکل گورنمنٹ
ایکٹ (خانون انتظام امور مقامی) ابھی پاس ہوا ہے اور اسکا خاص یہ منشاء ہے
کہ مقامی امور کے انتظام میں جو بے ترتیبی اور فضول پیدا کی گئی ہو وہ رنج ہوگا
یہ مجلسیں اس لحاظ سے بہت مفید ہیں کہ بہت سے لوگوں کو اپنے ملک کے
انتظام میں شریک ہونیکا موقع ملتا ہے۔ انگریز لوگ اپنے حاکم آپ ہیں یا
کم سے کم اگر تکلیف گوارا کریں تو اپنے اوپر حکومت کر سکتے ہیں لیکن اگر ایسی
بد انتظامیاں ہو جاتی ہیں کہ جگہ باعث صرف یہ ہوتا ہے کہ اس نفع کے
لوگ اپنے معاملات میں کافی دلچسپی نہیں رکھتے۔ اسنے عموماً بددلی پیدا

نشر حسن جلد دوم

ہوتی ہے۔ لیکن باوجود ان تمام نقائص کے جو کہ زیادہ تر اکاٹ انتظام سے متعلق ہیں پردہ وینا پر کوئی اعلیٰ درجہ کے قوم اتنی آزاد ہیں جتنے کہ انگریزین۔ علوم و فنون نصف النہار کمال پر پہنچ گئے ہیں اور انکی ترقی سنے سحر و اعجاز کو ہی گرد کر دیا ہے کلون نے وقت اور محنت دونوں میں بے انتہا کفایت کر دی ہے۔ شاہی دارالضرب اور سلج خانہ اور دوسرے بڑے بڑے کارخانوں میں نہایت نازک نازک کاموں کو کہ جو معمولی طور پر مہینوں میں ہوتے تھے ان میں ہوتے ہوئے دیکھ کر سخت حیرت ہوتی ہے۔ دارالضرب میں چاندی سونا پگھلایا جاتا ہے ساچون میں ڈالتا ہے گول ٹھلیوں میں کٹتا ہے چرخ پر چرہٹا ہے ٹہپہ لگایا جاتا ہے وزن کیا جاتا ہے اور جلا دی جاتی ہے مگر یہ سب کام بہت ہی تھوڑی دیر میں ہو جاتے ہیں۔ ایسی ایسی سچی ترازو میں ہیں کہ پانلو کے سوین حصہ کی کمی بیشی ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ اشرفیان ایک نئی کی راہ سے ایک کل میں ڈالی جاتی ہیں پوری وزن کی ایک طرف جمع ہو جاتی ہیں اور کم دیش وزن کی دوسری طرف گرتی ہے ایک دوسری کل کے ذریعہ سے انکے ٹکرے ہو جاتے ہیں۔

ٹائمر یا کسی دوسرے معتبر اخبار کا چھاپہ خانہ علوم و فنون کی ترقی کی دوسری مثال ہے۔ کام کی کثرت کے لحاظ سے بہت ہی کم لوگ کام کرتے ہیں ایک مکروہ میں ٹیلیفون اور تار میں چوہا ریمینٹ اور تمام بڑے بڑے مقامات سے ملے ہوئے ہیں اور ہر توپا ریمینٹ میں بحث ہو رہی اور ہر تمام نامور ترقی

اسپین لفظاً لفظاً چپ رہی ہیں۔ بعض خود روتا رکی کلیں ہیں جو بیات
تار برقی کو کاغذ کے بننے بننے پر چون پر لکھ دیتی ہیں۔ کلبون میں ہی یہ
کلیں لگی ہوئی ہیں اسلئے انگریزوں کو دینا کے ہر حصہ میں ہر واقعہ کی اطلاع
اوسکے وقوع کے ساتھ ہی مل جاتی ہے۔ چہاں کہ کلیں حیرت انگیز ہیں ہر
کل کے چلائیکے لئے صرف ایک شخص کی ضرورت ہوتی ہے۔ رو خود کاغذ کو
کینچ لیتا ہے۔ حروف پر سیاہی لگ جاتی ہے کاغذ چپتا ہے مڑتا ہے مناسب
ٹکڑوں میں کٹتا ہے تہ ہوتا ہے اور پرچہ گن بھی لئے جاتے ہیں۔ یہ سب
کام خود بخود ہوتا ہے اور اس قدر جلدی ہوتا ہے کہ کئے ہزار پرچے چند
منٹ میں تیار ہو جاتے ہیں۔

جہازوں کی تعمیر کا مرکز گلاسگو ہے۔ یہ بھی ایک عجیب حیرت انگیز
معجزہ نام کام ہے۔ یہ بہنے والے عالیشان محل کنارہ پر بنائے اور کلبون
کے ذریعہ سے سمندر میں ڈالے جاتے ہیں۔ انجینئرین ایک عجیب حیرت
ڈالنے والے طریقہ سے چینیٹ چھائی جاتی ہے۔ خوبصورت چھوٹے چھوٹے نمونوں کا علم
ایک آئینہ کے ذریعہ سے بڑا کر دہات کی تختی پر لیتے ہیں۔ ایک کل کے
ذریعہ سے جبکا چلا اس قدر آسان ہے کہ ایک خور و سال بچہ کے سپرد
کیا جاسکتا ہے ان تصویروں کو حالت اصلی پر لا کر ایک رول پر منتقل کرتے
ہیں۔ اس طریقہ سے آٹا فائپول پتیوں کی ایسی عمدہ نادر تصویر اور آتی
ہے کہ جو انسان کے صنایع ماتہ دونوں اور ہفتوں میں ہی نہ آتا دیکھ سکتے

نمبر حسن جلد دوم

جب رولریار ہو جاتے ہیں تو بات کرنے میں کپڑے کے ہزاروں گرنچپ جاتے ہیں۔ دوسری کلین چپاچی خشک کرتی اور رنگوں کو جلا دیتی ہیں اور بعض اور ملکوں کے ذریعہ سے لوہا لگتا ہے چمکایا پاتا کیا جاتا ہے اور پہرہ ہا کر ایسے گٹھے بنائے جاتے ہیں کہ جراثیم سے تھوڑی سے تھوڑی جگہ میں دور دراز ملکوں کو پہنچ جائیں۔ مہلکوشہ فیصلہ میں مسکس برون کے سلاح سازی کے کارخانہ کو دیکھا اور یہی حیرت ہوئی۔ لوہے اور فولاد کے تودے کے تودے گل گلا کر موٹے موٹے چادروں کی صورت میں منتقل ہو جاتے ہیں اور اس میں آدھ گنٹا بھی نہیں لگتا اور نہ اتنی دقت ہوتی کہ جتنی ہمارے کہاروں کو مٹی کے کھلوسے بنانے میں ہوتی ہے۔

اخلاقی اعتبار سے انگریز عموماً ایذا اور راست باز ہوتے ہیں۔ یہ اونکا قومی تمدن ہے گو کہ بعض لوگ اس سے محروم ہیں مگر وہ مستثنیٰ ہیں ایک دفعہ میں ایک کرایہ کی گاڑی میں تین سو روپیہ کی انگوٹھی رکھ کر بھول گیا دو دن کے بعد خود گاڑی والا آکر واسپ کر گیا۔ ایک اور بھول میں انگوٹھی کھوئی ایک نام کو اتفاقاً مل گئی اور سننے فوراً بھگوانا کر دیدی۔

یہ انگریزوں اور لندن کی بے بہا خبریوں کا بہت مختصر اور سرسری بیان ہے۔ اچاننا گوئی یہ خیال کرے کہ میں نے بجا مدح سرائی کی ہے ایسے میں سفر اور شہروں اور ملکوں کا حال ہی لکھتا ہوں جنکے دیکھنے کا بھگوانا سائے سفر میں اتفاق ہوا۔ سب سے پہلے پیرس کا حال سنئے۔ عروس البلاد پیرس

عجب دلچسپ خوشنما شہر ہے۔ دان کے بعض بعض مقامات بیشک قابل
تعریف ہیں۔ چوڑی چوڑی خوبصورت سڑکیں ہیں جنکے دونوں طرف درخت
لگے ہوئے ہیں شیمس الی سیر ہے جہاں۔ روشمون پر درخت اپنی بنتر ناز کی خوش
پتوں سے سایہ کیے ہوئے ہیں اور قسم قسم کے شرابخانے ہیں اور رات کے وقت
برقی روشنی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ

اگر فردوس بر روے زمین است + ہلین است وہین است ہین است
تو ہی ڈی بلون ایک باغ ہے جہین بڑے بڑے عظیم الشان درخت اپنے
پتی بہری شاخوں کو پھیلائے ہوئے ہیں۔ ہر طرف خوشنما روشیں ہیں اور
چمکے ماندوں کے لئے جا بجا چمچیں بکھی ہوئی ہیں۔ کسی طرف چوڑے چوڑے نالے
اور آبشار ہیں کہیں پانی میں ہزاروں مرغایان گلگشت لگا رہی ہیں۔ ایک
خوبصورت چوک ہے جہاں فواریں چھوٹے ہیں اور پتھر کی ہوش ربا تصویریں
رکھی ہوئی ہیں۔ اس مقام کا نام پلیس ڈی لاکسار ڈکھتے ہیں۔ پلیس کے
یہ مقامات فی الواقع الاجواب ہیں تمام شہر تاریخی اور فرانسیسیوں کی فتوحات کی
یا گاروں کا گہرا ہوا ہے۔ ان لحاظات سے لندن بہت کم مایہ ہے لیکن محنت کاروانی تجارتی
ترقی میں لندن سے ٹکر کھانا محال ہے۔ تجارت کے اعتبار سے لندن پیرس کو دہی
نسبت ہو جو دیو کو بالشتے سے۔

فرانسیسی ہنایت خلیق اور منساہوتے ہیں پہلی دفعہ دیکھ کر اجنبی شخص کا
دل انگریزوں کی یہ نسبت اور انکی طرف زیادہ کھینچتا ہے۔ مگر وہ ظاہر پرست بہت ہیں

امین وہ متانت تدین اور مروت نہیں ہوتی جو انگریزوں پر ختم ہو کر کیکی بات ہے کہ وہ اپنے ملک کو انتظام اندرونی میں کیا خاک اڑا رہے ہیں۔ ہر روز پارلیمنٹ میں شرمناک قضیے ہوتے ہیں ذرا ذرا سی باتوں پر ایک دو سیرٹریٹیں ہن گویا کہ لڑنے والوں کو شابشی دینے کا مقام ہے کہ وہ اتنی ہوشیاری ضرور کرتے ہیں کہ کسی کی چوٹ نہ آئے منظم ملک اپنی اپنی بڑائی کی تدبیروں میں متفرق رہتے ہیں اور بغیر کسی نام سے واقع نہیں۔ انگلستان ممکن ہے کہ تمام فرمیوں سے جیسا چاہیے ولسا راستہ ہو مگر انصاف یہ ہے کہ وہ ان کے لبرل اور کنسر ویٹو دونوں اپنے ملک کے سچے خواہ ہیں۔ انگریزوں کی حکومت جب کسی دوسرے ملک میں ہوتی ہے تو وہ ہمیشہ اپنی رعایا کی تعلیم و تربیت تہذیب و شایستگی اور فلاح و بہبود کی فکر میں رہتے ہیں اس کے برعکس فرانسیسی اور کو چاہ جہالت میں ڈالے رکھتے ہیں۔ میں نے یہ چند لفظ فرانس کی نسبت اس وجہ سے لکھے ہیں کہ وہ ابھی تک دنیا کا شاہد ترین حصہ اور اس کا دار السلطنت بہترین شہر سمجھا جاتا ہے۔ یورپ کے دوسرے شہروں مثلاً وینس، لیون، میلان، فلورنس، پیزا، روم وغیرہ میں بھی خاص خاص باتیں پائی جاتی ہیں مثلاً کوئی اچھے موقع سے واقع ہو کر کوئی تاریخی واقعات اور عمارت کے لحاظ سے شہرت یافتہ ہے کہیں صنعت و حرفت کے عمدہ عمدہ نمونے موجود ہیں مگر لندن کے سامنے سب گرد ہیں فقط

بقیہ سفر کوہ نیلگری

(سلسلہ کے کیے نمبر، جلد ۲ ملاحظہ ہو)

۱۴۔ رمضان ۱۳۸۶ء روز چہار شنبہ

شب کو سردی کی وجہ سے آج میں ساڑھے آٹھ بجے بیدار ہوا۔ میں بجے چھوٹی حاضری ہوئی اور ساڑھے بارہ بجے برک فاسٹ ہوا۔ تین بجے بعد کرنیل اور سپرینٹنڈنٹ سر ایور سینٹ جان رزیڈنٹ میوڑ سے ملاقات ہوئی۔ سر ایور سینٹ جان اور سنراڈ سن مکان میں نہ تھے، اس لیے کارڈ چھوڑ کر چلا آیا۔ چھ بجے بعد گھوڑے پر پولو گروڈ اور تالاب کا چکر لگا کے سات بجے مکان کو واپس آیا۔ آج سردی شدت سے ہے۔ ہمراہی باورچی عبد اللہ کو کہ ضعیف ہے بجا آگیا ہے۔

برننٹ مکان سطح زمین سے آٹھ ہزار کیسوفٹ بلند ہے۔ اور اس کے اندر پہاڑ آٹھ ہزار تین سو فٹ بلند ہے اس بنگلہ میں اقسام کے رنگارنگ گل وکیل ہیں۔ سنکونہ اور صندل اور کافور کے درخت بھی بکثرت ہیں۔ تالاب میں پانی کم ہے اور جب قدر ہے وہ مچھری سے زور نخل کے کم ہوتا جاتا ہے بارش نہ ہونے کی وجہ سے یہاں کے لوگوں کا بیان ہے کہ اس سال گرمی ہی مگر کھو تو اچھی سردی معلوم ہوتی ہے۔ تالاب میں چلانے والے اس سے کشتی چھوٹی منگوائی گئی ہے شاید آج آجائے۔ رات کو وٹھٹ ہوا اور دو بجے بعد آرام کیا۔

۱۵۔ رمضان ۱۳۸۶ء روز پنج شنبہ

شب بیداری کی وجہ سے ہم نو بجے بیدار ہوئے بعد حمام وغیرہ کو نمٹ

ہوس ٹیک بار بجے پونچھ گئی تک ایڈی کانگ نے پیش وائی کی اور پریوٹ
سکرٹری نے ملاقاتی کرومین لیجا کر گورنر صاحب کو اطلاع دی صاحب معزز
روم میں تھے وہیں طلب فرمایا یہ مجھ دروازہ میں داخل ہو سیکے لارڈ کینارا گورنر
مدرس نے نہایت تپاک سے پہلے آپ ہی اوٹکر دروازہ تک بڑھے اور
خیریت پرس کی اتنے میں ہاتھ لایا برابر چپس منت محبت آئے گفتگو ہوتی رہی۔
ایٹن لارڈ صاحب نے ہماری دعوت لندن میں بھی گئی تھی۔ بڑے بہائی کی مزاج
پرسی بھی کی اور بلدہ کی فوج کی تعداد اور تقاسم اقوام فوج اور کچھ مال گزاری
کی کیفیت دریافت کیا اور فرمایا کہ اگلی بہان جو کچھ مطلوب ہو بلا دینے مجھے مد
لیجے میں خوشی مدد دینا اور یہ بھی کہا کہ دعوتی کارڈ ۲۴ مئی کے روز پہنچے گا
ضرور تشریف لایگا بعد حضرت لینکے دروازہ تک مشایعت کی۔ اور ایڈی کانگ
نے گاڑی تک پہنچایا۔ وہاں سے میں نے سہ چاریس آرتھ نٹ کمانڈر انچیف
حسنت مدرس کے ملاقات کو گیا دس منٹ کی ملاقات رہی معلوم ہوا کہ یہ
فوجی آفسر مدینہ میں معمولی سوال و جواب ہوئے گویا آفیشل ملاقات
ہوئی وہاں سے نکل کے میں نے مسٹر شیشاوری ایئرمنٹ ٹریسور کے ملاقات کو
گیا وہاں پچھلے اپنے ملازم مسٹر سیبوں کو کارڈ دیا سیبوں زمینہ کے قریب
پہنچا تھا کہ ایک ہندو صاحب دھوتی باندھے ٹوٹ کا لانگ کوٹ جو نمبر لارڈ
کوٹ کے تھا پہنے ہوئے سر پر سفید مل کا گوی چاروئی ٹکڑے باندھے ہوئے
موجود سیبوں میرا پور پین ملازم یہ نہ سمجھا کہ یہی دیوان صاحب ہیں بلکہ

ان کے سادہ مزاجی سے سمجھا کہ دیوان صاحب کے یکہی ملازم مین فی الفور
 کارڈ انہی کو دیا اور کہا کہ یہ کارڈ دیوان صاحب کو دین پس وہی صاحب جو حقیقت
 خود دیوان تھے زبان انگریزی میں کہا کہ اما نواب میرا ملک بہادر آئیے آئیے
 بہہ کہتے ہوئے خود بڑھے اور گاڑی کے پاس آئے معلوم ہوا کہ وہی صاحب
 شیشادری ایئر سٹریٹ میں اور نہایت لائق اور فہمیدہ آدمی ہی مین کو سی
 دس منٹ ان سے ہی ملاقات ہیں۔ آج برک فاسٹ ۲ بجے دن کے ہوا بعد
 غذا کے دوست کی بازی رہی۔ پانچ بجے منہ مات دھو کر ہوا خوری کی
 غرض سے۔ بروم گاڑی میں پولو گروٹڈ اور تالاب ہوتے ہوئے سالک ٹول
 پھنچا دھان اوتر کے سوڈا پیاسات بجے شام کو مکان واپس آیا آٹھ بجے ڈنر
 ہوا اور سٹرمی اور سٹروڈ کو کل کے برک فاسٹ کی دعوتی چٹیان روانہ
 ہو مین ڈنر کے بعد دوبازی دسٹ کیلے گئے اور ۱۲ بجے استراحت ہوئی۔

۱۶ رمضان ۱۳۶۲ روز جمعہ

آج نو بجے بیدار ہوا سردی بہ نسبت ایام گذشتہ کے کم ہے اگرچہ ہر یک بیٹ
 مین اتنا ان موجود ہے لیکن ہکو آج تک اس کے گرم کر نیکی ضرورت نہوی۔
 ٹیک گیارہ بجے سٹرمی ایجنٹ بینک آف بنگال اور سٹروڈ جسکے پانچ
 ہمارا بنگلہ تھا اور انہین کے معرفت خریدا گیا تھا آئے ۱۲ تک اسنے مکالت
 رہی سو ۱۲ کو مین پر گئے قریب ایک کے کہانی سے فراغت ہو گیا یہ لوگ ۱۲ بجے
 تک یہاں رہے بعد ازاں تبدیل لباس کر کے سح ڈاکٹر صاحب لڈی سوتر کو

ملاقات کو بھیجی ہو جس کے برابر ایک گھنٹہ دنان رہا یہ لیڈی صاحبہ نہایت
خلیق مین اور اونکی فکر معاش نہایت اچھی ہے انکا ذاتی چار کا باغ یہاں بچو
ہے اور انکا بنگلہ یہاں کے سب مکانات سے اچھا ہے انکا ارادہ ہے کہ ایک
فروخت کر کے لندن جائیں لیکن قیمت مکان معہ فرنیچر ۲ لاکھ سے کم نہیں
بتلا تین فی الواقع مکان نہایت اچھا اور فرنیچر اول درجہ کا سوزن ہے۔
یہاں سے ہم سے ڈاکٹر صاحب اور سید غلام رسول آؤ میر فیاض علی صاحب
اور پنورنگم فیضی بازار گئے۔ یہاں کے موجودہ لیڈیوں نے آج اور کل
کیواسطے ایک فیضی بازار قائم کیا ہے۔ ورنہ کالمٹ نی او می ایک روپیہ
ہے۔ یہ بازار اوس کی کمرہ میں تھا جہاں ٹیٹر ہوا کرتا ہے۔ کمرہ نہایت وسیع
ہے اس میں ہر ایک لیڈی نے اپنی اپنی دوکان علیحدہ لگائی تھی اور ہر قسم
کے ایشی سامان اور مٹھائی اور میوہ وغیرہ سے آراستہ تھی ہم ٹکٹ
ایک لیڈی سے جو دروازہ پر کھڑی تھی لیکر داخل کمرہ ہوئے کمرے میں دال
ہوتے ہی سب سے پہلے ایک ہوش لیڈی نے ایک ایک گلہ ستہ
پیش کیا جسکی قیمت ممنونیت کے ساتھ ایک ایک روپیہ ادا کی گئی پھر تو یہ حال
تھا کہ ہر ایک دوکاندار لیڈی اپنی اپنی طرف توجہ دلاتی تھی اور سب سے زیادہ لطف
مٹھائی کے دوکانوں پر تھا بہر حال دو سو روپیہ کا سامان متفرق دوکانات سے
خرید لیا گیا۔ یہاں گورنر صاحب اور کمانڈر انچیف اور سر ایورسینٹ جان
وغیرہ سے بھی ملاقات ہوئی گورنر صاحب اور مہاراجہ میو بہت جلد واپس چلے گئے

اور کمانڈر انچیف صاحب اس بازاری جلسہ میں بھی منہ زیب سینہ کے ہوئے تھے۔ ڈاکٹر کے جو میرے دوست ہیں وہ بھی ایک دوکان پر تھے۔ سر آئور سینٹ جان نہایت خلیق افسر ہیں بہت دیر تک گفتگو کرتے رہے اور ڈاکٹر یوسف علی صاحب کو بھیچا اور کہا کہ میں نے تمکو نواب رسالہ جنگ کے اسٹاف میں گلبرگین دیکھا تھا اور فارسی زبان بول جڑتے آغا سید علی صاحب شومسری کو بہت پوچھا اور کہتے تھے کہ مجھے چھ سال سے فارسی زبان بولنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے با این ہمہ فارسی خوب بولتے تھے ہم سارے چار کو اس بازار سے باہر نکلے۔ اور سید جوہان آئے۔ اس وقت غلام سس سے قتالین اور کرسیان وغیرہ جو برن فٹ کمان کے واسطے طلب ہوئے تھے پونچے مکان کی راستگی میں ایک گتہ گذر گیا چھ بجے بغیر مسلک ہوٹل سید محمد سید غلام رسول اور ڈاکٹر صاحب کے روانہ ہوئے اور ارادہ تھا کہ آج میٹر دکھلینگے لیکن کوڑک برج تک جو ہمارے بجگہ سے شاید چار سو گز ہو گا پہنچے تھے کہ غلیظ ابر نمودار ہوا اور شدت سے پانی برسا شروع ہوا اگرچہ ہم بروم گارٹی تھے اور پانی سے کچھ ضرر نہیں تھا مگر دوسرے ہم ایسے بے بیگ جانے کے خیال سے واپس مکان آئے۔ یہ بارش صرف ہکو تکلیف دینی تھی جبکہ ہم گھر پہنچے پانی بند ہو گیا لیکن شام ہو گئی تھی ایسے باہر جانا ہوا ساڑھے سات بجے ڈنر ہوا۔ اور گیارہ تک دست ہونا قریب بارہ بجے کے استمرحت کیا۔

۱۷ رمضان ۱۳۰۶ء روزِ شنبہ

آج ہی آٹھ بجے بیدار ہوا۔ شکار کے چندہ مین و دوسور و پیہ دیا کیونکہ یہاں کی پٹے یہ لازمی بات تھی فلاحتہ ہوئے ساڑھے بارہ کو برک فاسٹ ہوا اور بدھ وینہ کو چند خطوط تحریر کیا۔ بعد برک فاسٹ قریب ۲ بجے سسٹر شیشادری۔ ایر۔ سی۔ لس۔ امی۔ دیہان میوہ باز وید کو تشریف لائے۔ آج کالباس کچہ بہت تھا قریب نصف ساعت کے مکالت رہی اور پیہ قرار دا ہوا کہ کیشنبہ کے روز نہر میوہ میوہ کی ملاقات کو جائین اور دو شنبہ کے روز ۴ بجے ہمارا جہ میوہ ہمارے باز وید کو برن فٹ مکان مین تشریف لائیں ۴ بجے سے ہم تک دوبازی دست کی ہوئی قریب ۵ ساعت کے گھوڑے پر سوار ہو کر فن ہل تک گیا راہ مین سید غلام رسول اور ڈاکٹر صاحب اور میر فیاض علی صاحب جوڑی گاڑی بروم مین ہو آخری کو نکلے تھے ۷ اور ہم سب ملکر فینسی بازار کے مکان تک گئے معلوم ہوا کہ بازار ہی ختم ہوا اور بیت سے لیڈیان اور فینکس واپس چلے آئے تھے۔ یہاں میرے خود ہانکتے کی گاڑی محبوب خان لائے مین سے ڈاکٹر صاحب کے اس گاڑی پر سوار ہوا ساڑھے چھ بجے مکان کو واپس پہنچا گیا رہ بجے شب تک دست ہوتا رہا کل کے روز جو سامان کہ فینسی بازار مین خود ہاتھا آج آیا۔ ۱۲ بجے استراحت ہوئی۔

۱۸ رمضان ۱۳۰۶ء روزِ یکشنبہ

سات بجے بیدار ہوا آج دس بجے ہقیاس الحرارت ۶۵ درجہ پر ہے آج

جلد دوم حسن منبر

اتوار ہے اسلئے کل ہم بجے علی سے یہاں کے دو کانین بند ہیں۔ نواب
نواب وقار الامرا بہادر کے برک فاسٹ پر دعوت تھی اسلئے صبح کو کہیں
جانا نہوا ٹیک سو بارہ کو نواب صاحب مدوح تشریف لائے۔ جنگا انتظار
۱۲ بجے سے تھا ساڑھے بارہ کو مینر پر بیٹھے بعد فراغ از طعام دست کا ایک
گیم ہوا حسین مین اور اقبال الدولہ بہادر ایک طرف اور ڈاکٹر یوسف علیہ صاب
وجنرل محمد اکبر صاحب ایک طرف تھے انہی موخر الذکر شیخا نے گیم جیتا۔ برابر سبجے
نواب صاحب محتشم الیہ رخصت ہوئے مین منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے
اور ڈاکٹر صاحب کو ہمراہ لیکر چار بجے مہاراجہ صاحب بھادر میسور کی ملاقات کو
گیا گاڑی تک ایڈی کانگ اور پریوٹ سکریٹری سٹارٹن نے استقبال
کیا ملاقاتی کمرہ مین دو کرسیاں صدر مین چھٹی ہوئی تھیں یہ مجھ کو داخل ہونے
کے مہاراجہ بہادر نے سر وقت تعظیم دیکر شیک ہنڈ کیا اور برابر کی کرسی پر بیٹھا
حضور پر نور کی مزاج پررسی فرمائی اور معمولی اخلاقی مکالمات کے بعد عطر ہول
پان دیکر رخصت فرمایا اور شایعت ہی اوسی قسم سے ہوئی گاڑی مین
سوار ہوتے وقت پریوٹ سکریٹری نے کہا کہ مہاراجہ بہادر کل دیرہ بجے
بازوید کو رونق بخش ہونگے داسے میں نے پانچ بجے کے قریب نواب
وقت ر الامرا بہادر کے بگلہ پر پوشاک بدل لی اور سواری کے کپڑے پہنے
اور نواب صاحب سفر کے ہمراہ تالاب پر سیر کو نکلا سید غلام رسول اور میر
فیاض علی صاحب بھی بروم مین سوار ہو کر پونے چھ بجے تالاب پر پہنچے

یہاں آٹھ دس کشتیوں میں اکثر یورپین معہ پریشان فرنگ بعض میں ایک
 ایک جوڑا اور بعض میں دو دو جوڑی حسب مرضی تالاب میں چکرین لگا رہی تھی
 عجب سیر کی جا رہے ہو اور یہی ایک مقام بہت خوشگوار ہے چونکہ میں
 یہی اس کلب کا ممبر ہوں ایک چھوٹی کشتی میں تنہا سلووا اور خوب گشت
 ہوئی اور نواب وقار اہل امراباد یہی کشتی میں گشت کرتے رہے۔ الغرض
 ساڑھے چھ بجے تالاب پر نواب وقار اہل امراباد سے رخصت ہو کر سیدھی
 سڑک ہوٹل کو گیا۔ بلیرڈ روم پہنچا کر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ایک گیم سوکا
 کھیلا یہاں ستر ڈرو سے ملا ت ہوئی چونکہ روز یکشنبہ تھا یہاں کے مفتیم
 پور میں گر جا گئے تھے۔ ساڑھے سات بجے مکان واپس ہوئے آہٹ بجے
 ڈنر ہوا۔ ۱۲ بجے آرام کیا شب کو باخوابی ہی رہی۔ آج شب کو ابجے تک بارش
 ہوئی رہی اسلٹنا میں یہاں کے چار کے طور طریقوں کی دریافت کرنا یہاں
 کے چار کے باغات اکثر یورپین کے قابو میں ہیں جیسا کہ سنکھو نامی کاشت میں
 نواید ہیں چار کے نواید یہی اس سے کچھ کم ہند ہیں جسے بڑے دولت کرذیم جو ہندوستان
 جیٹن افسوس ہے کہ وہ اہل ہند اس پر توجہ نہیں کرتے خلاف اسکے اہل یورپ ہزاروں
 کو حق سے یہاں کر رہے سود مند کاموں کو جاری کرتے ہیں اور بڑی دولت کمایا کرتے
 اب میں چار کی مفصل کیفیت بلا کم و کاست نقل کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ
 کہیں کسی ہمارے اہل وطن بھی اس سود مند صنعت کے جانب توجہ
 کرے۔

چار کا بیان

زراعت اور انتظام

جس قدر تجربہ اس وقت تک حاصل ہو چکا ہے کہا جاتا ہے کہ ان کے موافق انتظام غالب درجہ بہتر ہی ہوگا۔ پس ضرورت کے موافق قطع زمین تلاش کر کے سب سے پہلے شکر کون پر لحاظ کرنا چاہیئے۔

شکر

اگر وہ قطع زمین کسی وادی کوہ میں واقع ہو تو شکر بلند ترین مقام سے شروع ہونی چاہیئے اور رفتہ رفتہ او سکا ڈال نشیب وادی میں اس قدر لیجا نا چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ ایک اور اٹھارہ کی نسبت ہو بعدہ متوازی شکر کین اوسی اتار چڑاؤ کی بنائی جائیں جنہیں باہمی سو گز کا فرق ہو جیسا وہاں کے زمین کا اقتضا ہو بعدہ ان متوازی شکر کون کو آخر میں ملا دینا چاہیئے۔ اگر یہ کام اچھی طرح کیا جائے تو آئندہ کے بہت سے تکالیف اور اخراجات سے بچا رہے۔

پہلے پہل پوری حد تک شکر کون کا وسیع کرنا ضرور نہیں چار میل کے چوڑائی غالباً برسوں تک کیلئے ضرورت رفع کر لگی لیکن یہ مناسب نہوگا اگر شکر پر جایا جائے کہ وہ دے جائیں تاکہ یہ معلوم رہے کہ پوری وسعت کہا تک ہے ان مقاموں پر زراعت نہو۔ ان سے شکر کی حد قائم رہیگی اگر ضرورت ہو تو اس سے زیادہ شکر کین اس قدر وسعت کے ساتھ کہولی جائے کہ عمارات کا موقع موزون واقع ہو اوسی وقت اس امر کی بھی فکر کرنی چاہیئے کہ اگر شکر کے راہ میں کوئی ندی واقع ہو جائے تو کنارے کنارے پانی

بہانے سے فائدہ اٹھایا جائے۔

عمارت

چار کے باغات میں عمارات کا موقع منتخب کرنے کیلئے یہ خیال ضرور ہر کہ صرف دوسری مجموعہ عمارتوں کا ہو۔ بلکہ دفاتر اور کارخانہ ایک مجموعہ میں اور محروم کی نشست گاہ۔ قلیون کی لائن اور میٹھیون کے باندھنے کی بلکہ دوسرے مجموعہ میں ہو۔ عمارت جہاں بنے ضرور ہے کہ وہ ان کے آثار اور راحت جملہ متعلقین کا خیال رہے۔ اگر سکین اس طرح بنائی گئی ہو کہ من سے کسی میں پانی بنیزمین توڑے بہتا رہے تو سایہ دار مناسب بلکہ عمارت بنانگی لمبائی اگر ہو سکے تو عمارت لب سڑک ہر کے قریب تعمیر ہو کیونکہ اس سے پانی اکثر صاف رکھتا ہے اور جو ہر عمارت سے فاصلہ پر ہوتی ہے اس کا پانی اکثر خراب رہتا ہے۔

جب موقع تعمیر کاں کا لمبائے تو تعمیر شروع ہو سڑک سے متصل نکل ہو اور اوسیکے چھپے کارخانہ۔ اگر موقع ہو تو عمارتوں کا مجموعہ مستطیل خواہ مربع ہو جو بہت موزون اور آرام دہ ہو گا بشرطیکہ وضع وغیرہ درست ہو۔ اگر عمارتوں کا مجموعہ اس طرح واقع ہو کہ سڑک پر نصف دائرہ بنائے تو اور خوبصورت اور آرام دہ ہو۔

اگر عمارت اس وضع کی بنائی جائے تو کارخانہ کسی عارضی خیمہ یا جھوپڑی میں

ہوا اور جب اسکی تکمیل ہو جائے تو سڑک کے پیچھے عمارت اور باغ سے ملحق پودہ رکھنے کا مکان یعنی نرسری بنایا جائے۔ رقبہ کل احاطہ کا حسین باغ۔ سڑک مکانات وغیرہ ہوں ایک یا دو یا تین ایکڑ زمین سے زیادہ نہو۔ اگر پودہ کھنڈر کا مکان اور دوسرے تعمیرات ہنیکہ پر ہو تو بہتر کیونکہ بہر قلیون کی لائن کی جلدی نرسری کی اطمینان سے تعمیر ہوگی۔

اگر کوئی گانہ یا گاؤں کا لمبا ہے تو ہنیکہ پر کام چلانے میں بہت آسانی ہوگی کیونکہ یہ لوگ ہنیکہ کا کام بہت خوشی سے کرتے ہیں اگر درمیان میں خجمل واقع ہو تو درختوں کو نکال ڈالیں اور زمین کو نکال اور درختوں کے جڑوں سے خوب صاف کریں اور سوقت زمین پود رکھنے کے لیے تیار ہو جائیگی۔

پودہ رکھنے کا بیان

اس مکان کے گرد کٹہرا لگا دینا چاہیئے اور کٹہرے کے آس پاس بربر یا گلاب کی جھاڑیاں ہوں۔ اسوقت ہی بہت کم قلیون کی ضرورت ہوگی اگر باکا لمبا عین تو بہتر ہے کیونکہ قلیون کی قطاروں کے بنانے میں سب مہلت مل جائیگی۔

پودہ رکھنے کے لیے مکان مسطح کہو دنا چاہیئے کیا رمی درخت رکھنے کی پانچ فٹ اور راہ دو فٹ ہو زمین کے موقع کے لحاظ سے اختیار ہے کہ کیا ریاں میٹری ہوں یا لمبی کیا ریاں عمدہ طور سے برابر کرنی چاہیئے اور پتھر اور جڑا نڈے سے نکال کر

مبشر حسن جلد دوم

را کہہ سے ڈانپ دینا چاہیے اور جب یہ باتیں ہو جائے اور سرک ہی بن جائی اور پود ہوں کے لیے مکان ہی تیار ہو جائے اور پانی کی نہر بھی درست ہو جائے تو تخم ریزی شروع کر دینی چاہیے۔

تخم ریزی

نیلگری پر چار کے عمدہ باغات سے فی الحال تخم بہت اچھے ملتے ہیں۔ اگر موسم موزون ہو تو فوراً تخم لینا چاہیے۔ پودہ رکھنے کے مکان سے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ اس میں پہلے ہوئے درختوں کی کہانٹ گنجائش ہوگی پس اس کے موافق زمین کو پیر خواہ آلہ سے خوب مضبوط کرنا چاہیے زمین سطح ہو بعدہ تخم اس سطح زمین پر بونا چاہیے۔ تخم ریزی باقاعدہ اور تمام برابر ہو۔ دو تین انچہ دبیر گھاس یا شری تپی بچھا دینی چاہیے۔ گھاس برابر اور باقاعدہ بچھنی چاہئے گھاس کی دبازت موسم کے موافق ہونی ہے۔ برسات کے ایام میں گھاس ایک انچہ دبیر ہو بشرطیکہ خوب شرے گرمی کے موسم میں دبازت کی زیادہ ضرورت ہوتا کہ دھوپ ٹھون تک نہ پہنچے کیونکہ دھوپ ہونے سے تخم خراب ہو جاتے ہیں۔ اگر گرمی کے ایام میں تخم ریزی ہو تو انکی دیکھنے کے بعد ہی پانی سے خوب تر کرنا چاہیے بعدہ دو ہفتہ تک کسی قسم کی ٹکڑ نہ کہانی ہوگی اسکے بعد دیکھنا چاہیے کہ اگر کلدھوپ گیا ہو تو فوراً نرسری میں لیجا کر پودہ لگا دینا چاہیے تجربہ سے معلوم ہوا کہ آدھ شرے گھاس میں

پودہ کا اگنا بہتر ہے اور برسات کے شروع میں بھی پودے دوسرے جگہ پر لگا دئے جائیں کہ زیادہ عمر ہونے سے پودہ ہون کو زیادہ ضرر کا خوف نہیں ہوتا جب تخم ہون سے کلا ہونے یا دوسرے جگہ لگانے کے قابل ہون تو ہر کاری میں دو آدمیوں کو مقرر کیا جائے انکی پاس دندانہ وار کہیت کا ایک تختہ اور تخم ہون کا ایک ٹوکرا ہونا چاہئے کیاری کے چوڑائی کے برابر تختہ کی لمبائی ہو اور عرض میں صرف دو انچ ہو اور چار چار انچ پر دندانہ بنے ہون۔ دندانہ کے مقابل سبب بنج ہونا چاہئے۔ تختہ کا کنارہ لائن پر بنولنے سے یہ فائدہ ہوگا کہ کل درخت چاروں کے باقاعدہ مسلسل ہو جائے کیاریوں میں خاصہ ایک فٹ کا ہونا چاہئے۔ یہ ضرور ہے کہ پودہ ہون کی نازک جڑیں لپٹے۔ مٹی کے ساتھ ہون۔ یعنی اس خاص امر میں یہ فیصلہ کیج کافی تعداد پودہ ہون کی لگ گئی تو پہر کسی قسم کی ٹھکرائی نہ بھیجیگی صرف کپاس کا دور کرنا اور کبھی کبھی پانی دینا ہوگا۔ بہت سے حالتوں میں کم عمر پودہ ہون کی محافظت ضرور ہوتی ہے اور ٹھوکرائی سے زیادہ آسان طریقہ یہ ہے کہ کپاس کیوں کو چاروں طرف سے کڑا لگا دیا جائے اور اگر موسم میں کپاس کی ضرورت ہو تو پورانی کپاس کو نکال کر نئی کپاس درستگی کرنی چاہئے اگر اسی اثنا میں کہراڑے تو بہت احمیات سے رات ہونی چاہئے تمام پر سایہ کر دینا چاہئے جب کاشتکار کو اس سے فرصت ہوگی تو مستقل معرکار خانہ کی کھڑائی بھیجی اور دو ایک برس کے بعد پودہ ہون کی جانب توجہ دینی۔

قیون کی لائن

اگر ممکن ہو تو بد اکالوگون کو ٹپک دینا چاہئے کہ اس قدر کفایات کیلئے اس قدر رقم دیجائیگی بشرطیکہ مکانات قبلہ معمولی درجہ کے بنائے ہوں نہ ہوا رہیں یا انٹرنیٹ سے مکان بنواں اور کھپرل سے جھوانا بہتر ہے اسکا کفایتی نتیجہ آخر کو بہت مفید ہوگا۔

بنگلہ

ہر حالت میں وسعت عمارت کا انتظام کاشتکار چاہے کے راسے اور وسعت مقام پر منحصر ہے جب بنگلہ تیار ہو جائے تو جو عارضی مکان کارخانہ کے مرتب شدہ تھا اسکو منہدم کر دینا چاہئے بعدہ کارخانہ کی تعمیر ہو اور ب کے پہلے اسکا نقشہ مرتب کر کے اچھی طرح غور کر لیا جائے۔

کارخانہ

جب سے جھکوا چاء سازی کے اصول معلوم ہوئے اسوقت سے مینے گرم پانی کو گرمی پیدا کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا مینے اب تک نہیں سنا کسی کارخانہ میں کامیابی کے ساتھ اس سے کام لیا گیا ہو لیکن جھکوا بقیہ کا بل ہے کہ اس طریقہ سے بہت سا بڑا فائدہ ہوگا۔ پانی ضرورت سے زیادہ گرم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ سبز چاء بنانے سے جو پانی جلاتے کیلئے ضرورت پہنچای جاتی ہے وہ یہی بہت زیادہ ہوتی ہے اب ہم بہت مفید اور کم خرچ طریقہ قیلہ نے مین جنین پلے خوبی یہ ہے کہ اگر اس طریقہ سے

عملہ درآمد کیا گیا تو لکڑی کا کولہ جو اندون نہایت قیمتی ہو گا سبے بالکل بچا
 ہو جائیگا۔ کل آلات ہونے اور گرم کرنے کے ایک ایک دیکھان کے ایک سے
 گرم ہونے کے خشک کرنے والی آلات اس طرح ترتیب دئے جائیں جو نہ
 صرف تیار شدہ چاء کو خشک کریں بلکہ چاء کو بھی گرم کریں جو بلون کے
 اوپر طاقون پر پہلی رہیں اور اس طرح ایام برسات میں ہی بتیان خشک
 ہو جائیں اور چھوٹ موٹ ہو اسی موسم میں جو مسلسل شکلات پڑی ہے
 وہ بالکل جانی رہینگے۔ دوسرے یہ کہ کارخانہ کے اندر نکلی دھول یا دھواں
 نہ جائیگا۔ اور اگر انتظام اچھی طرح ہو جائے تو کروں کی تعداد میں تقریبی آلات
 مین اور محنت مین بہت کمی ہو جائیگی یا ٹیپ کی حرارت مین کمی بیشی حسب
 ضرورت کیجا سکتی ہے اور اس طرح چار کے چلا سکا خوف نہیں ہر قسم کے
 بوائلر مکانات اور دوسرے قسم کے عمارتوں کے گرم کرنے کیلئے اب
 بنائے جاتے ہیں۔ چنانچہ انگلستان کا کرشل میبلیس اور اعلیٰ درجہ کے گرجے
 اور دوسرے سرکاری عمارتیں گرم پانی کے ذریعہ سے محروم کیجاتی ہیں
 اور اس طرح عین ایام سرما میں مکانات کے اندر گرم ملکون کی حرارت قائم
 رکھی جاتی ہے چاء کے کاشتکاروں کیلئے بوائلر پانی گرم کر نیکا طرف)
 نہایت مفید چیز ہے جو بغیر کسی قسم کی حرارت جدید کے موزوں کے ساتھ
 قائم ہو سکتا ہے۔ اور چائے اچھے کا پائپ معد اور ضروری سامانوں کے بہت
 ازران ہے اور کلان بوائلر سے مساوی درجہ کی حرارت قائم رہتی ہے۔

طشت چین دو تین نیان بانی بہنی کی ہوں حسب خاطر بنوایا جاسکتا ہے
 اوسکی نیان باہم ایک دوسرے سے ملی رہنگی اور ان سب کا سلسلہ اصلی
 بوائلر اور پائپ سے مسلسل رہیگا۔ حرارت ہی ایک آدھو لگا چین بانی
 گرم کرنے کے آلات) بنایا لیکو تعلیم کی ضرورت ہوگی کیونکہ بطور خود
 سمجھ لینا آسان نہیں ہے۔ جب قدر حرارت پہونچانی کی ضرورت ہو اوسی
 نسبت سے بوائلر ہی جسم ہو اور پائپ کی طولانی بھی۔ کارخانہ کے ایک
 مسقف مکان میں یہ بوائلر بندہ ایندین کے رکھا جاسکتا ہے۔ بانی گرم ہوتی
 سے بلشتون میں اور پائپ کے ذریعہ سے تمام کارخانہ میں پہونچ جائیگا قبل
 اسکے کہ بوائلر میں بہر گرم ہو نیکی لئے دابہ سے اس انتظام سے چاؤ بنائیگا
 کمرہ مکمل ہو جائیگا کیونکہ ایک کنارہ پر چاؤ ہونے کا طشت پتوں کے رگڑ
 نیکی نیز خواہ کل درمیان میں خشک کر نیکی پائپ پر چار طرف کمرے میں۔
 اور ملندی پر دیوار میں رات کو سبز چاؤ پھیلانیکے طاق۔ یہہ آخری انتظام
 نہایت کم خرچ اور مفید ہی کیونکہ گرم پائپ کے ذریعہ سے کل ترقیوں میں
 جو طاقون پر رہنگی برسات کے ایام میں راتوں کو حرارت پہونچگی اور
 چینوں کے طرز تیار ہی چاہے زیادہ مفید ہو گا کیونکہ اوس میں دھواں یا
 خاک نہ پہونچگی جوٹے چوٹے باغوں سے ملے کہ یہہ طریقہ زیادہ
 مناسب ہو حالانکہ جھکے نہیں ہے کہ دھواں ہی اس سے بخوبی کام چلی نیگا۔
 ایک کمرہ۔ دوسرے کے طشت ہونے میں جو اینٹ اور چوٹے کے چوٹے

جسے رہتے ہیں پیچھے آج ہوتی ہے یا ہر طشت علیہ علیہ گرم ہوتا ہے ہمیں
 بچی رگڑنیکا سیر بھی رہتا ہے۔ دوسرے کمرہ میں خشک کر نیوالی اگ لکڑے کے
 کولون کی ہوتی جو چو لہون یا ٹوکرون یا چلینون میں رکھی جاتی ہے اور کمرہ میں
 بند پتیاں پھیلائی جاتی ہیں اور کولہ و لکڑی جمع کی جاتی ہے اگر بہت ہی عمدہ نظام
 ہو تو یہی ہمہ مکانات خاک آلودہ۔ گڑبڑ سریر اور دھوان دیا رہتے ہیں۔
 اس میں خشک نہیں کہ بہت کچھ اصلاح کی ضرورت ہے۔ انتظام اور طریقہ تبدیلی
 دونوں میں سخت محتاجی ہے۔

اس وقت جبکہ دفتر بنگلہ۔ اور قلیون کے مکانات تیار ہو جائیں گے اور کاغذ
 کا نقشہ مکمل ہو جائیگا تو نرسری میں درختوں کی نشوونما اس قدر ہو جائیگی کہ
 مستقل طور سے جہان زمین صحت کیلگی ہو لگا دی جائے یا زمین انکے لئے
 درست کی جائے مگر چونکہ جنگل اور کپاس کی زمین کے ساتھ خاص طور سے
 خدمت کی جاتی ہے اس واسطے ہر دو کا بیان یہاں مناسب ہو گا۔

جنگل
 اگر ممکن ہو تو ٹھیکہ کے ذریعہ سے جنگل کو اگر جلو ادینا چاہئے بد کا قوم کے
 لوگ بہت خوشی سے ٹھیکہ لینگے جہاں تک ممکن ہو انھوں کے ختم ہوتے اس
 کام کو شروع کر دینا چاہئے جس میں کاشتکاروں کو ایام قلبہ رانی تک برابر
 مصروف رہنا پڑیگا اس وقت ایک معقول تعداد اوزار کی یعنی ہوگی مگر سب
 اوقات بد کا لوگوں کے پاس انہیں کے اوزار ہوتے ہیں۔ بیون کے جہان کا

چاقو او سوت نکٹ لینا ہو گا جب تک کہ پودہ سے زیادہ عمر کے نہوں اگر موقع ہو اور یہ سجدہ لیا جائے کہ کارخانہ پورانے طریق پر جلایا جائیگا تو جنگل کی لکڑیوں کا کولہ لینا چاہئے اگرچہ اس کے فی الفور استعمال کی ضرورت نہ ہو کیونکہ کولہ سٹر جائے والی چیز نہیں ہے بلکہ اگر حشر یا پودہ موجود ہو تو بر وقت کولہ سے اچھی قیمت آجاتی ہے جب زمین صاف ہو جائے تو درختوں کے جڑوں کو کھود کر نکال ڈالنا چاہئے۔ اور اس کام کو اگر ممکن ہو تو گرمی کے موسم میں شروع ہو کیونکہ اکثر برسات کے ایام میں سنا کی جڑیں کام کو خراب کر دیتی ہیں پانچ فٹ مربع فاصلہ سے چار کے پودوں کا لگانا بہت مناسب ہے اس سے کم دعت دینا مضر ہے آٹھ برس کے درخت پالے گئے جبکہ پہلا ۹ فٹ تھا اور اسی قدر جڑ پھیلن ہوئی ہتی بلکہ بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ فٹ کم دعت میں پودے لگائے جائینگے تو جو اعلیٰ درجہ کی زمین ان درختوں کے نشوونما کی باعث ہوگی وہ بجائے ۸ برس کے بہت جلد گرجائیگی جس سے خود درختوں کے نشوونما میں فرق آجائیگا۔ خراب زمین پر اگرچہ پہلے سال میں تیار زیادہ نکلیں لیکن درختوں کے زیادتی سے زمین کی بالکل قوت کم ہو جائیگی اور بہت ہی جلد روز زمین کھا دینے کی ضرورت ہوگی حالانکہ اور حالت میں جلد کھاؤ کی ضرورت نہوتی۔

کھوٹی گاڑنا

پہلے ایک طول لائن بچھا دینی چاہئے اور پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر مضبوط کپڑا لگا دینا چاہئے اس طرح ایک دوسرے لائن عرض میں بچانی چاہئے جسکا زاویہ قائمہ ہو اور یہ لائن سے اس طرح پانچ پانچ فٹ کے فاصلہ پر ہوں۔ پس جب عرض اور طول کی لائنیں ملینگی تو پانچ فٹ کا مربع بن جائیگا۔ جہاں جہاں اتصال طیف کی لائن کا ہو وہاں کپڑی گاڑ دینا چاہئے مگر لائن خوب سیدھی ہوں کہو تھان مضبوطی سے گاڑی جائیں کیونکہ زمین کہو دے کے پہلے عرصہ تک کہو تھان اس طرح رہتی۔

زمین کہو دنا

زمین کہو دینا کا کام ٹھیکہ پر دینا چاہئے مگر یہ لگانا ضرور ہے کہ ٹھیکہ دار بہت سلیقہ کے ساتھ کام کریں ۱۸ انچ کا خندق چار کے پور ہوں کیلئے کافی ہوگا اور جب اس مقدار کے خندق تیار ہو جائے تو انکو بند کر دینا چاہئے۔ جب پہاڑ کے مغربی حصہ پر جنوبی مغربی موسمی ہوا اچھی طرح آجائے اور اس طرح مشرقی حصہ پر شمال مشرقی ہوا اور زمین کافی طور سے عم ہو گئی ہو تو پود ہوں کے لگانا کا بہت وقت ہی ہے۔

پود لگانا

پود کے پودے لگانے میں تین گروہ کرنا چاہئے ایک مختصر مگر ہوشیار گروہ نرسری لینے ذخیرہ میں درختوں کا اٹھانا دوسرا گروہ لایو والون کا اور تیسرا گروہ لگانو والون کا ہو۔ ہر روز ایک آدمی دوسو درخت سے جتنی عمر

۲ برس کی ہو زیادہ نہ لگائے اگر زیادہ کی ہو اس کر لیا تو ممکن ہے کہ کام خراب ہو جائے یہہ دیکھ لینا چاہئے کہ پودہ ہون کی جڑیں اوس تیار شدہ سوراخ میں آئے یا نہیں اگر زیادہ ہون تو تیز چاقو سے مختصر کر ڈالنا چاہئے اور جقدر گہرے پودے خیر سے میں بٹھا دے سیدر کر سے یہاں لگانا مناسب ہے پودہ کے سسے جڑ کی مٹی آس پاس دو تین انچ اونچے بچے بہتے تاکہ زمین کے ڈھالو ہونے یا زیادہ پانی گرنے سے کچھ نقصان نہ ہو۔

سایہ

بیشک سایہ کرنا درختوں کو مفید ہے۔ پودے کے گرد اور اوس کے قریب میں فرن یا در کومی دو سرے گہاس سے جو قابل سایہ کرنے کے ہو لگا دینی چاہئے یہہ مناسب نہیں ہے کہ پودے کو ایسا ڈھانپ دین کہ روشنی نہ پہونچے بلکہ آفتاب کی تیز دھوب جو بعض اوقات خاص وسط مائسون میں ہوتی ہے رکاوٹ ہو۔

گراس لینڈ

جس زمین پر گہاس ہوتی ہے اوسکی زراعت و برداشت جگلات سے مختلف ہے۔ پہلے گہاس کہوڑا جاسئے جبکا خرج چنی ایکڑ دس روپیہ سے زاید نہوگا انگلستان میں بعض موافق بردشت لکھنی ایکڑ خرج پڑاوی اگر زمین پر ہل چلا دیا جائے تو کام میں بہت آسانی ہوگی ایک اور منافع کی یہ بات ہے کہ اگر ان ڈھیلون کو سڑا کر کیا دیا جائے تو بہت مفید ہوگی کہ

کاٹ چھانٹ کی ضرورت نہوگی۔ اسوقت جو ضرورت ہی ہوگی وہ درختوں کے خوبصورت اور باقاعدہ بنائے گئے کچا ٹیگی۔

چھانٹنا

قاعدہ ہے کہ اگر عرضتک غفلت نہ کیجائے تو زیادہ کانٹ چھانٹ کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر کم عمری میں وقت ضروری پرمیون کو جھگڑوں سے توڑتے رہیں تو چاقو استعمال کرنیکی ضرورت لاحق نہوے۔ جب وہ ایک معقول حالت تک ترقی کر جاتے ہیں اسوقت سے کانٹ چھانٹ برابر رہتی ہے جس سے شاخیں بد نما اور ٹھٹھڑے ہوئے معلوم ہوتے ہیں بہتر ہے کہ ایسے درختوں کو بالکل کاٹ ہی ڈالیں اور عمدہ موسم میں از سر نو ترقی دین جسکے لئے جنوری مہینہ بہت اچھا ہے۔

کترنے کیلئے چاقو استعمال ہونہ کہ فیضی اور اس امر کا خیال ہے کہ شاخ کا ٹھٹھا ہوا آخری حصہ کترنے وقت شاخ کی سطح جوڑی اور برابر رہے۔ کیونکہ اسی سطح سے پھر کو پلین ہو پٹنگے۔ اور آئندہ اسکی زندگی کا دار مدار یہی ہوگا۔

زینت باغ

جھانٹ ممکن ہو باغ کو ادایشی اور فائشی درختوں سے آراستہ کرنا چاہئے برقی اور سٹرکوں کے کناروں پر اس طرح لگائے جائیں کہ خوبصورتی اور فائدہ دونوں ہوں۔ دلچست اکا سبیا تو باغ کے اندر جہاں چار کے پودے ہوں نہ لگانا چاہئے۔ بان بندی خواہ گھاس کے میدانوں پر بہ درخت اور یو کلیٹی جلائے گئے۔

لگائے جاسکتے ہیں۔ مگر زینت کے لئے۔ نہیں۔ کپڑے سے اور اور بہت سے
نمائشی درخت بلندی اور عمدہ اراضی پر جو لکے لئے موزوں ہو لگائے جاسکتے
ہیں سڑکوں پر سکونا۔ شفا لو۔ اور نارنگی وغیرہ کے درخت لگانے سے زینت
اور فائدہ دونوں ہیں۔ لیکن کو درخت لگائے جاسے شرط یہی ہے کہ انکی
حفاظت خوب ہو کیونکہ سمبر پر مین اکثر کہا جاتی ہے اور اگر مین کہا میں تو بہت
نقصان پہونجاتی ہے۔

سڑکوں کے نشیبی حصہ میں کنارے کنارے لگا دینے چاہئے کیونکہ
اس سے دو فائدہ ہے اول تو زینت ہو کی دوم بانی کے بہاد سے کنارے
سمار نہو جائینگے۔ اور لگا س والی زمین میں آخری حصہ صاف رکھنا چاہئے
جبکہ سڑک بنی ہو اور جب میں کہو دیگی ہو تو پہر لگائے جالینا چاہئے۔

باغات

کو نور۔ کٹا گیری وغیرہ میں جہاں باغ میوہ جات ہو سکتے ہیں لگانا چاہئے
لکٹ۔ امرود۔ شفا لو۔ سیب۔ بیر۔ نارنگی۔ لیمبو۔ انار وغیرہ پانچھڑا
سے چھ ہزار فٹ بلندی پر ہوتے ہیں اور اگر ذری محنت زیادہ کیجاسے تو
انگور اور انڈربری اور اسیری وغیرہ بھی بخوبی پیدا ہو۔

ترکاری اور پھول کے باغات بھی لگائے جاسکتے ہیں مگر یہ ایک ایسا
معاہدہ ہے جسپر بہت کچھ رایوں کا رد و بدل ہو گا کیونکہ مقامی کاشتکاروں
کی رغبت پر منحصر ہے۔

طریقہ تیاری کالی چاء

کالی چاء بنانیکے لئے غیر محدد وود طریقہ تھے ہیں۔ بہت کچھ کاریگرین کی ہوشیاری اور موزونیت وقت وسعت کارخانہ اور آب دھوا بہر منحصر ہے۔ اور اسلئے خود تیار شدہ چاء سے فرق رہا کرتا ہے جو کارخانہ کافی طور سے وسیع ہوتا ہے ایندین بکثرت اور انتظام درست رہتا ہے اس میں چاء بنانیکے لئے موسم کی کچھ باندھی نہیں کیجاتی اور اگر بہہ باتن نہوں تو تیار شدہ چاء کے اوصاف میں فرق ہو جاتا ہے کیونکہ وسعت کارخانہ۔ وقت اور حرارت کافی طور سے نہیں ہوتی۔ چاء کے تیاری میں پہلا کام سبز بیون کے جمع کرنا ہے فصل کاٹنے کے پہلے پودھوں کی عمر اور جذبہ ضروری باتوں کو دیکھ لینا چاہئے۔ دوباتوں کا لحاظ ضرور ہے اول یہ کہ پتیان زیادہ ٹھکین دوم یہ کہ درختوں کے صحت وقوت میں فرق نہ لگے۔ اس معاملہ میں بہت سخت غلطیاں ہو جایا کرتے ہیں چاء کی بیون اور جڑوں کا برابر لحاظ رکھنا چاہئے اگر پتیان زیادہ ٹوٹیں تو جڑوں کو زبردستی اور پھر پتیان کم ٹھیکے چین میں نین مرتبہ یعنی بہار۔ خزان اور گرمی میں پتیان توڑتے ہیں۔ لیکن توڑنے کے پہلے وہ اوسکو بڑھنے خوب دیتے ہیں۔ اہل چین کا اقرار ہے کہ موسم بہار میں جب وہ پیکو چاء کم عمر درختوں سے توڑتے ہیں تو آئندہ ترقی مسدود ہو جاتی ہے یہ غلط ہے کہ زیادہ توڑنے سے زیادہ پتیان آئیں گے۔

زیادہ توٹنے سے ہر مرتبہ پتی کم ہوتی جا چکی۔

عورتوں کا ایک معتد بہ گروہ ۱۸ - ۲۰ پونڈ سبز پتیوں کو اکٹھا کر سکتے ہیں بعض تو ۲۹ پونڈ تک توڑتی ہیں لیکن ۲۴ سے ۲۸ پونڈ تک تو معمولی ہے۔ درختوں کی پید اوار اور عمر کے لحاظ سے پتیوں کے توڑنیکی اجوت بھتاب پونڈ دینا چاہئے۔ ایک شخص کا قاعدہ تھا کہ جیون جیون عورتوں کو اس کام میں عہادت ہوتی جاتی تھی اجوت میں کمی کرتا جاتا تھا بیٹے آدہ آنہ فی پونڈ سے لیکر پاد آنہ سال کے آخر تک کرتا تھا۔ پس جب عورتیں شام کو اپنی اپنی پتیاں لائیں تو ل کر دیکھ لینا چاہئے کہ پتیاں سب عمدہ ہیں یا نہیں اگر موٹی پتیاں ملی ہوں تو مزدوری ضبط ہوتا کہ بار دیگر ایسا نہ کریں۔ اسکے بعد کھڑا بویا پر پتلی پتلی برابر پھیلا دینا چاہئے۔ موٹی پہلے سے خیر ہو جاتا ہے۔ شام سے دوسرے صبح تک اس طرح پہلی رہیں اگر آفتاب نکلے تو اور ہوا اکلانا چاہئے یہاں تک کہ نرم اور کنارے ہویرے ہو جائیں۔ اور اگر آفتاب برآمد نہ ہو تو خاصہ برسات میں اندرون دروازہ عمل کریں۔ برشے باغون میں اسکا پورا سامان ہونا چاہئے۔ خشک کرنے کے بعد اس قدر بہوتا چاہئے کہ کو کر اہٹ پیدا ہو۔ یہی ملی بیٹنی نقصان دہ ہے۔ جب پتیاں نرم ہو جائیں تو میز پر بانس کی بوریا بچھا کر پتیوں کو گرنا چاہئے۔ رگڑنا اس طرح ہو کہ پتیاں بغیر ٹوٹے ہوئے رگڑ کر گول ہو جائیں۔ رگڑنے میں اکثر بے پروائی کرتے ہیں۔ عموماً کم عمر بچے اس کام کو اچھا کرتے ہیں۔ پتیوں کا باقاعہ ملنا ضرور ہے کیونکہ مسلم اور برابر رگڑے جانے سے آئندہ پتیوں کی اچھی قیمت

آئیگی۔ خاص غرض رکھنے سے یہ ہے کہ پتیوں پر سبز رنگ نمودار ہو لیکن اندرونی عرق پتیوں پر نمایان ہو جائے۔ پتیوں کی حیثیت سے وقت صرف ہوتا ہے جن اوقات ایک شخص ۲۰ یونڈ تک گڑتا ہے۔ بعدہ سایہ میں کپڑے پر ہلکی ہلکی پہیلا دینا چاہئے اور دن کے خاتمہ پر پتیوں کو باندھ کر صبح تک تو کڑی میں رکھی ہیں مگر سیت لکھنے یا ندین اور ایسی جگہیں جہاں آگ تہہ پٹیر کی ستر درجہ گرمی ہے۔ سردی یا گرمی میں پتیوں کے رکھنے یا زیادہ دھکم لکھنا بندھنے سے اوسمیں خمیر پیدا ہو جاتا ہے یعنی پتیوں کے موقع کی حیثیت سے اوس میں کم یا زیادہ خمیر پیدا ہوتا ہے۔ اگر خمیر کا اچھی طرح انتظام کیا جائے تو صبح کو خوشگوار خمیری ہو آجائیگی اور حقیقت ناخنی رنگ اور حرارت پیدا ہوگی۔

صبح کو تو کروں سے پتیوں کو نکال کر باہنوں سے علیحدہ علیحدہ کرنا چاہئے اور بھونسنے کی وقت حرارت پتیوں کو ہوتی ہے۔ گرم اور نمی دور ہونے پر چارمین بنانا قی خوشبو آجائیگی۔ ہوا میں پہیلا کر پھر بھوننا چاہئے۔ اور تمام شب اور صبح کو بشرطیکہ آفتاب ہو پڑے۔ تو آخر مرتبہ کویلی کی آگ پر بھونے کو اٹھا کر بھوننا چاہئے بھونسنے سے یہ ضرور ہے کہ نہ ہوان لگے اور نہ جلیجاسے اگر گرم پانی کی حرارت پہونچا نیکا طریقہ مستعمل ہو تو پتیوں کا جلنا یا اوسمیں دھوان لگنا ناممکن ہو۔

اسوقت لکڑی کا کولہ جلایا جاتا ہے اور اوسمیں بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے جتنی کا آگ پر گرنا یا ادھ جلتے کولہ کا پتی سے جانا دونوں بدبو پیدا کرتے ہیں جب دھوان نہ رہے اور خالص آگ روشن ہو تب چادر کو احتیاط سے بھوننا چاہئے

پادگنٹھ کے بعد چا کو نارغب حرکت دینا چاہئے۔ جبکہ رچا ہوتی جاگی
اوسیقہ جلیانگی قابل ہو جائیگی بسے آخین اگ ٹنڈی کر دینی چاہئے اسکے بعد
چا کو بحیثیت اقسام کانگو۔ سچانگ۔ پکیو آریج کو علیہ علیہ کر دینا چاہئے۔
اگر چا کی مختلف پتیاں باہم ملکی ہوں تو تا اختتام فصل ذخیرہ میں جمع رکھیں
مگر یہ کارروائی بہت کچھ ان بازاروں کی کبریٰ پر منحصر ہے جہاں یہ چا بھیجی
جائیکو میں۔ اسکے سوا اور بھی بہت سے طریقہ کالی چا کے تیاری کے ہیں۔
مثلاً دھوبہ میں سکھانا۔ طشت میں اگ پر رکھنا۔ ہوتے کے سپیلہ رگڑنا۔
اور دوبارہ سے بارہ ہوتے کے بعد رگڑنا یا سایہ میں خشک کرنا وغیرہ۔

لیکن کل طریقہ میں یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ چاہ سکھانا سنہ میں سبز چا کی خاصیت
پیدا ہو جاتی ہے اور خاکہ جیکہ خشک کر نیکی حرارت مصنوعی جو یہ سب سے کہتے
مجلت کے ساتھ چا خشک کیجا نیکی اوسی مجلت کے لحاظ سے چا میں فرق
ہوتا جائیگا۔ لیکن اور دوسرے عمل متعلقہ تیاری چا سے اسکی برائی رفع ہو سکتی
ہے لیکن اگر چاہر نہایت عمدہ ہو یا اوسین خمیر برابر سے اٹھایا گیا ہو بعدہ طشت
میں فوراً رگڑ لی گئی ہو تو نسبتاً اس طریقہ سے چا میں اصلی عرق پتوں پر نمودار ہو جائیگا
اور بسے اوسین سبز چا کی بہت خاصیت پائی جائیگی۔

چا کے علیہ علیہ کرنے میں دو طریقہ اختیار کرنا چاہئے اول یہ کہ جتنے وقت
پکیو۔ سوچیک۔ کانگو اور بوبو یا پتوں کو علیہ کریں اور منتخب پتوں کو علیہ۔
اس کام کیلئے پتی۔ چنے والون کا دو گروہ علیہ ہونا چاہئے نہایت آسان اور کچھ طریقہ

یہ ہر کہ متیوں کو موافقی کے چاہا اور بعد اسکے نرم متیوں کو علیحدہ کرنا چاہئے اس کام کیلئے دو جلیپوں کی ضرورت ہوگی اور جلیپوں کا سوراج ہتھوں کے علیحدہ کر نیکی لئے جو تہائی اپنے سے لیکر آٹھویں حصہ انچ تک ہونا چاہئے اگر ضرورت ہو تو ان کے درمیانی مقدار کی جلیپاں استعمال ہوں۔ چھوٹی جلیپاں سے بیکو اور بڑی سے سوخک چالی جائیگی۔ مناسب ہے کہ عمدہ جاوہر چلی چالی جاسے کیونکہ اگر ایک تہہ یہ چلی جائیگی تو دوسرے قسم کے چار کے ٹکڑوں سے بہت کم ملے گی۔
فلاوری بیکو

یہ چائے نئی کوپل سے جوڑنے نہیں ملتے حاصل ہوتی ہے اور اس جاوہر کے پختہ میں بہت بڑی احتیاط کرنی چاہیے اور صرف تجربہ کار اور ہوشیار عورتیں ان بہر میں آہستہ دس ادس تیان چیں سکتے ہیں اگر اس چاؤ میں کچھ ملاوٹ ہو تو نہایت قیمتی ہوگی۔ ضرور ہے کہ ان کو پلون کی پٹے کی آہٹ فی ادس وہی جو جو معمولی چاؤ کے فی پونڈ کی ہوتی ہے اس چاؤ کے پختہ میں اس قدر دقت ہوتی ہے کہ یہ جوت ہی باہر مسجھ جاتی ہے جسکے لینے میں عورتوں کو سخت پس و پیش ہوتا ہے۔ اسکی مقدار زیادہ نہیں ہوتی اور اسکو ایک عجیبے تھکے سمجھنا چاہیے کہ بازار میں بکری کیلئے۔ کہ بڑی بونوں کی رات بہر اور جھکو دھوپ میں دس بجے تک چلی پتلی پہلایا کرنا چاہئے۔ تاکہ اسکا عرق اڑ جائے اور سوخت وہ کرکری ہوگی۔ بعد اسکو پتلی آگ پر بھون لینا چاہئے اسکے رگڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ دھوپ ہی میں کھنے سے اسکا عرق اڑ جائے۔ علاوہ میں کچھ قدر تادہ دخت اور گڑھی ہوئی ہے جو بیکو کے جلیپوں میں مقدار اندر ہے کہ اس کے سفید روئیں سفید روئیں مایہ کرپسے پر ملکی ملکی پہلایا جاسے اور سطح دوسرے کپ پہلی راتیں کچھ بد دو ایک روز تک ہوٹ کھلانی چاہئے۔ مٹا میں باہر سے حرکت بھی ہوتی ہے اور آفریں لکڑی کے کوہر اور اسکو ہر کمرہ صندوق میں بند کرنا چاہئے کیونکہ اعلیٰ درجہ کی چاؤ میں بہت چاؤ پسوندی لگ کر غراب ہو جاتی ہے۔

سبز چار

سبز و سیاہ چار میں بہت بڑا فرق یہ ہے کہ سبز چار کو بہت جلد خشک کرتے ہیں اور سیاہ کو آہستہ آہستہ۔ سبز چار کو کارخانہ میں لاتے ہی خشک کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اسلئے اس کے عرق اور رنگ میں کیمیائی تبدیلیاں بہت کم ہوتی پاتی ہے۔ پتیوں کے وزن ہونے بعد فوراً ہونکرات کو گرنا چاہیے اور اگر زیادہ محنت کا خیال ہو تو رنگ لائیکلی نکل گیا ہے۔ ان پتیوں کو رات کے ایک پتلی کاغذ پر پھیلا دینا چاہیئے اور جھکو زاید وہوپ دکھلائے یا پھیلائے ہوئے ہون لینا چاہیئے۔ کالی چار کے گرم کر نیکی نسبت اس چار کو اس حالت میں زیادہ گرم کرنا ہوگا قبل اسکے کہ کافی مقدار عرق نکلا جائے اور پتی ملائم ہو۔ اس کام کے آسانی کے لئے ٹشت کو زیادہ گرم کرنا چاہیئے۔ جب پتیاں کافی طور سے گرم ہو جائیں تو بہت احتیاط سے رگڑنا چاہیئے اور اس امر کا خیال رہے کہ عرق پتیوں پر نمایاں ہو۔ ایک بہت اچھی ترکیب یہ ہے کہ پتیوں کے رگڑنے کے بعد ان کو کسی چیز سے اچھی طرح دبانا چاہیئے تاکہ عرق خوب نمودار ہو اس دباؤ سے ان پیچیدہ پتیوں کو کچھ نقصان نہ ہوگا اور خشک آسانی سے ہوگی اور یقیناً خوشبو بھی بڑھ جائیگی جب پتیاں پورے طور سے گڑھی جائیں اور عرق اچھی طرح نمودار ہو جائے تو دو ایک گھنٹے کیلئے کپڑے پر پتی پتلی پھیلا دینا چاہئے تاکہ جو کچھ عرق ہو وہ بھی اڑ جائے۔ اگر موسم برسات کا ہو تو پتیوں کو سایہ میں پھیلا دینا چاہیئے۔ یہاں اگر گرم پانی سے حرارت پہنچانے کا طریقہ جاری ہو تو

بہت فائدہ ہوگا۔ پائپ سینے لمبیون کے ذریعہ سے پتیون کا عرق اڑ جائیگا
گو کوئی موسم ہو۔ اور اس طرح طشت پر گرم کر نیکی زحمت باقی نہ رہ جائیگی جب
پتیون کو اس قدر دھوپ میں رکھیں کہ اوس سین کچھ کرکراہٹ آجائے تو اوکو
طشت میں ڈال کر برابر حرکت دیں یہاں تک کہ وہ بالکل خشک ہو جائے اور جب
مقصد رنگ آجائے چین کے سبز بے رنگ چار بطور نمونہ کے اپنے
پاس رکھیں اور جب حسب خاطر اپنے عمل ہو جائے تو طشت اگل پر سے
علیحدہ کر لیا جائے۔ سبز چار کا طشت میں گرم کرنا نہایت سخت اور تکلیف دہ
کام ہے کیونکہ ایک شخص دس گیارہ گھنٹہ تک چار کو حرکت دیتے ہوئے قائم
ہنیں رہ سکیں نہ ممکن ہے۔ اسلئے تبدیل و تغیر لازم ہے۔ بعض وقت مناسب خیال
کیا گیا ہے کہ ایک روز صبح کو چار پانچ گھنٹے تک چار خشک کیا یا کرین اور دوسرے
روز صبح کو رنگ پیدا کرنا چاہئے۔

پیداوار

نیلگری کے عمدہ منتخب موقع پر فی ایکرتیار شدہ چار دو سو پونڈ تیار ہو سکتی
ہے بشرطیکہ زمین کھلی ہوئی ہو۔ سوائیکڑ زمین سے جبین چار کی کاشت ہو
بیس ہزار روپیہ سے لیکر تیس ہزار روپیہ تک نیلگری پر وصول ہوگا۔ اس
رقم میں نہایت عمدہ طور سے کل کام درست و مرتب ہونے کے موقع کے لحاظ
سے کام کی اجرت میں کمی بیشی ضرور ہے اور ہر شے کا انحصار کاغذ کار کے
انتظام اور ریافت پر منحصر ہے۔

ٹیلری پر چار کا منصب برہم رہا ہے۔ ایک ایک زمین پر پانچ پانچ مچے
فٹ کے فاصلہ سے درخت چار لگائے گئے اور ۱۷۵۰ ہونے اگر بعض ناگزیر
امور کا لحاظ کر کے اس تعداد میں کچھ تخفیف بھی کریں تو ۱۷۰۰ سے کم ہونگے۔
ایک قطع اراضی جس پر گھاس ہوا کرتی تھی اچھی طرح سے خدمت کرنے
میں ۱۷۹۰ پونڈ چوتھی برس میں ۲۳۵- اور پانچویں برس میں ۲۶۰
پونڈ چار ۱۷۰۰ پونڈ ہون سے نکلی۔

ایک موقع پر ایک ایک زمین سے ۲۳۳ پونڈ تیار شدہ چار نکلی
حالانکہ اس اراضی پر برسوں پودے یونہی بے پروائی سے بڑے رہے اور
دوسری فصل کاٹ کر لگائی گئی ہے جب ہی اس قدر چار نکلی اور یہ اراضی وہ
تھی جس پر گھاس ہوا کرتی تھی۔

ایک اور موقع پر جنگل کی ایک ایک زمین سے جہاں مذکورہ بالا کی طرح
پودے برسوں سے یونہی بڑے رہے تھے ۲۹۷ پونڈ تیار شدہ چار ہوئی۔
بہر صورت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایک عمدہ موقع پر اوسط درجہ دو سو
پونڈ چار فی ایکڑ پیدا ہوگی اور اگر عمدہ زمین اور اچھا انتظام ہو تو چھ برس میں زمین
پورے طور پر پیداوار کے قابل ہو جائیگی۔

چونکہ ساٹھ روپیہ فی ایکڑ سالانہ خرچ پڑتا ہے بشرطیکہ عمارت وغیرہ کل تیار
ہو جائے ٹیلری پر پوری پیداوار والی یاغون کا انتظام کرنا بہت آسان ہر طرح
پر یقین کیا گیا ہے کہ ٹیلری کی ایکڑ پر پونڈ فروخت ہوگی۔

انگلستان میں نیلگری سے ایک مرتبہ چار کے چند نمونے بھیجے گئے تھے مگر اتفاق سے اوس میں کچھ ایسا نقص آگیا کہ وہ نمونے خراب ہو گئے اور اپنی درجہ کی قیمت نہ لاسکے۔

سبز چار کا نمونہ بہت بیشکری سے باندھ کر ۱۴ میل تیاری کے لیے بھیجا گیا جس اثنا میں اوس میں بیت خمیر ہو گیا اور اگلے انگلستان میں ان میں نمونوں کی قیمت فی پونڈ ۲ شلنگ سے لیکر ۲ شلنگ ۴ پنس تک تشخیص ہوئی اگر عمدہ نمونہ پہنچتا تو ۳ شلنگ ۶ پنس فی پونڈ سے لیکر ۴ (پونے چار) شلنگ تک قیمت لگائی جاتی *۔

ستمبر ۱۸۹۶ء

مضامین

صفحہ

۱۵	از نواب عابد نواز جنگ بہادر	{	والشیر کی حیرت افزا تاریخ
۲۳	مستقل از تصیف سکو خیر الدین خان محمود جنگ بہادر		اور حیدر آباد
۳۳	از عابد نواز جنگ بہادر		حسوط کی ہولنی لاشیں
۵۳	از عابد نواز جنگ بہادر		اشفاق ای ملال ساجد مرید شاہ دہلی
۷۳	از عابد نواز جنگ بہادر		دیباچہ سوانح عمری نواب علی
۹۳	از عابد نواز جنگ بہادر		بہادر عابد سلطنتہ کوہی الی
۱۱۳	از عابد نواز جنگ بہادر		قومی تعلیم
۱۳۰	از عابد نواز جنگ بہادر		بقیہ سفرنامہ نیلگری
۱۴۰	از عابد نواز جنگ بہادر		بیان قہوہ
	ایضاً		درستہ العلوم مسلمانان علی گڑھ

حیدر آباد دکن

ملع حسن مین چھپا

والنیر کا حیرت افزا بیان

اور حیدر آباد

ملک کے واسطے یہ ایک نیک فال کچھ عالجیناب مالمہام سرکاری

پھر سالہ والنیر کے اصلاح کے جانب التفات فرمایا ہمارے ملک میں خصوصاً اور
ہندوستان میں عموماً جا بجا والنیر کے قایم ہونے کی فی الحقیقت شدید ضرورت
ہے مگر افسوس ہے کہ جیسا کہ اکثر ہمارے ہم وطن اپنے اور ضرورتوں سے بخیر
ہیں ایسا ہی والنیر کی حالت سے بھی واقف نہیں مگر نمٹ قیصری جو دنیا کے
سلطنتوں میں نہایت دانشمند حکومت بلاشبہ اپنی رعایا کو جب ایسی ضروری
امر سے واقف اور بہ تن اس طرف مائل پائیگی تو بلا ریب نہایت خوشی سے والنیر
میں بہرتی ہونے کی اجازت دیکھی چنانچہ نظیر بیان کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ میں
ہماری سرکار ابد پائدار نظام الملک اصغیہ خدادادہ ملک کے جانب سے
والنیر کے رسالہ کے قایم ہونے کی تجویز ہوئی تو گورنمنٹ قیصری نے نہایت
خوشی سے اس تجویز کے ساتھ اتفاق کیا۔ اب ہم حیدر آباد کے طرف
متوجہ ہو گئے والنیر کی فراہم منہی اور مقاصد بیان کرتے ہیں نظام والنیر کی
معنی بجائے جنگی معاون کے ہیں مگر حقیقت یہ صرف جنگی فوج ہی نہیں ہے بلکہ اپنی
ذات اور اپنے سرکار اور اپنے ملک کے دلی خواہ اور ان کے ہر قسم کے کاموں
کے معین و معاون ہے۔

دنیا میں والنیر فوج کی ابتدا مسیحیہ سے ہو والنیر فوج علاؤ جنگی کاموں کے
اس وقت امور تدار برتی ٹیڈ ٹاڈ اور سنگل وغیرہ ابواب کو بھی انجام دیتے ہیں اور نیز

کا آتا ہے بل دے اور پولیس اور می فلت راہ پی ان کے ذمہ تدریب
ترہونے کو ہے جو لوگ کہ حشر بہ سمجھ رکھے ہیں کہ والنشر فوج سے فقط جنگی امور متعلق
رہینگے اور اس وقت سرکار کے حسن انتظام سے کوئی اندرونی دشمن بیان ایسا
نہیں ہے کہ جکا دفعیہ والنشر فوج سے ہو سکے وہ غالباً غلطی پر ہیں بلکہ یوں
سمجھا جائیے کہ والنشر فوج صرف جنگی کاموں کی ہی معاون نہیں ہے بلکہ
سرکار کے ہر قسم کے کاموں کے معاون ہر اور ہوگی۔

علاوہ اسکے جو قوم امور فوج کا مشق حاصل کر سے یا شبہ استعموم میں کمی لگی
قوت جیسی اور قوت و ماغی بوجہ حسن حاصل ہوتی بلکہ یہاں تک اس بات کو
عقل تسلیم کر چکے ہیں کہ ایسے قوم کے اولاد بھی رفتہ رفتہ قوی العقل اور
قوی جسم ہو جاتی ہے پانچ اس بات کے ثبوت ہیں ہم مسلسل والنشر
کو تاریخ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

فوج و انیسٹر کی تاریخ

وزرا سے دولت انگلستان جو قوم و ملک کے حامی اور نگران کا رتہ جنگ و اثر کو کے بعد کچھ ایسے مطمئن اور تحس و حرکت ہو گئے کہ بجز اندرونی اصلاح اور فوری جیکڑوں کے تصفیہ کے اور کسی جانب خیال ہی رجوع نہیں کرتے تھے فوج بحری اور برسی کی درستگی کی طرف کچھ بھی توجہ نہ تھی۔ انہوں نے تمام فوج کو گمراہی میں ڈال رکھا تھا اور صرف روپیہ پیدا کرنے اور عیش مناس نے کی ہدایت تھی۔ اس خواب راحت اور طاقت اثر سے قوم کی بارگی چوکی اور فوج اُٹھنا تیزی کے ساتھ متوجہ ہو گئی۔ خبر یہ برطانیہ کے دور دراز مقاموں تک اس کی تحریک پہنچ گئی اور ہر دل متاثر ہو گیا۔ قوم کی کیا رگی جوش۔ یہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا حامی رعایا اپنے مگر اہم کنندہ پولیٹیکل افرون سے بدلا لینے کے لئے دست بشیر ہو گئی۔ اہل سیف کی فراہمی کا غلغلہ تمام ملک میں پھیل گیا۔

اس وقت انگلستان کو جو زبردست خطرہ اپنے غیر محفوظی کا تھا اور کو ملک مغربہ و کٹورا یا قیصر ہند کے شوہر سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ کسی مگر زبردستی غرت قائم کرنے اور کچھ سی غفلت مفید طرکے میں ان سے زیادہ کبھی فکر نہیں کی۔

وہ چشمہ وزرا سے ملک سے تاکید کرتے رہے کہ اپنے ملک میں برسی فوج کی قوت اور غلبہ کی نہایت ضروری ہے۔ پس حکام با اختیار سے وہ اپنی تحریروں اور اپنے دانشمند شیر کے ذریعہ سے بالاستقلال سسل ہی کو شش کرتے رہے۔ ڈیوٹ

اوت ونگٹن اور لارڈ پارمرسٹن کی طرح پرنس البرٹ شوہر ملکہ وکٹوریہ ان حضرات سے خوب واقف تھے جو فوج کی کمی اور محافظت کی عدم موجودگی بلکہ دریائے ایمس اور اس کے معبروں کے بے حفاظت رہنے سے تھا۔ پس ۱۸۷۸ء نہایت مبارک اور اطمینان بخش سال تھا کہ اٹلی انگلستان اپنی کمزوریوں پر نظر کر کے وائٹیر فوج کی ترتیب دی۔

جلوے ایک سال بعد ایک بڑے تاریک اور دیر پا طوفان کے آفتاب کی روشنی دیکھ کر بے امتیاز فوجیں ہوتا ہے اسی طرح پرنس البرٹ شوہر ملکہ منظم نے اس عالم آشوب خواب غفلت کے بعد وائٹیر فوج کے مرتب ہونے پر اطمینان اور مسرت ظاہر کیا۔ بعد ازاں انہوں نے اس کے قواعد اور نظم ترتیب دیا۔ جو ۲۵ مئی ۱۸۷۸ء کو محکمہ جنگ سے شائع ہوا۔ پرنس نے اپنا منوسناک موت تک حتی المقدور اس جدید فوج کی مضبوطی اور دائمی قیام کیلئے بڑی کوشش کی اور یہی جانتے ہوئے کہ ملک کے عام نظم و نسق میں اس کا بھی شمار ہو۔

فنی تحقیقت ۱۸۷۸ء میں وائٹیر کا قیام ہونا انگلستان کے زبردست اور نہایت اہم تاریخی واقعات میں سے ہے اگرچہ ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ سلطنت سے ڈاکٹران اور اصلاحی قانون وغیرہ وغیرہ کی دہم رہی اور نہایت خوبی سے تمام دنیا میں ریل کا جال بچھ گیا اور تار سے زمین گھیر گئی۔ ذیل اور خیر نواباویان ترقی پذیر ہوئے جمہوری خیالات نے ہی آہستہ آہستہ اپنا گہر کر لیا۔ بلاشبہ ان واقعات کا اثر قوم اور ملک کی بعد دی پر بہت کچھ

پڑا ہے مگر کسی ملک میں ایک بڑے فرقہ کو پوری جنگی قوت کا حاصل ہونا جو اپنی جان و مال و عزت اور ملک کو دشمن سے بچا سکے قومی عزت اور عظمت کی نشان دہانی ہے اور جو لوگ اس عزت کی قدر کرتے ہیں وہ بیکہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ انٹیری کی تحریک تمام واقعات مصرح بالا کی قوم اور ملک کے لیے بدتر و افضل ہے۔ یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ جو فوائد قومی ملک کے لئے مقصور ہیں اور یہ قدر فائدے دوسرے طریق میں و انٹیری سے قوم کو حاصل ہو سکتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ قومی تعلیم اور و انٹیری بہر ملک کے بہبودی کے لئے لازم و ملزوم ہے۔

و انٹیری کا اثر تمدن پر

قبل اسکے کہ ہم و انٹیری کا اثر جنگی بیان کریں مناسب ہے کہ اس کے تمدنی رخ کو بھی تو جانچیں اور جو اثر انگیزوں کی زندگی پر اس سے پڑتا ہے بنظر غور دیکھیں یورپ کے اعلیٰ سلطنتوں نے زبردستی سے رعایا کو فوج میں بہرتی کرنے اور فوجی خدمات کے دینے کا جو طریقہ نکالا ہے اور جو فوجی قانون حال کے یہی طریقہ پشت بہ پشت مسلسل جاری رہیگا کچھ شک نہیں کہ اس سے لوگوں کی آئندہ جیسی قوت قدرتی بناوٹ اور تمدنی سستی میں ترقی ہوگی اس قاعدہ کے موافق تقریباً ہر جوان آدمی کو لازمی طور سے بچپن سے سرکار خوراک ڈریسنگ سکھان دیا جاتا ہے اور ابتدائی جوانی کے دو تین برس قومی تعلیم میں بسر ہوتے ہیں جس سے قواعد فہمی اور مردانہ تربیت کا عہدہ

ہوتا ہے۔ بعد وہ نوجوان سپاہی نظم و تربیت کی عادت۔ افسروں کی رعایت۔
جسبہم کی صفائی اور وقت کی پابندی سیکھتا ہے۔ غرض اوسکو وہی تعلیم ملتی
ہے جس سے وہ غیر خواہ ملک اور نیک رویہ باشندہ ہو۔ اوسکی طبعی ترقیوں
کی طرف بہت خیال راجع ہوتا ہے۔ جنگوں کی اس طرح تعلیم و تربیت ہوتی
ہے کہ نہ صرف وہ بھی تندرست اور صحیح عالم ہوتے ہیں بلکہ انکی اولاد بھی دور
طو سے باقی اور توانا ہوتی ہے۔ اور بجز وہیوں لازمی سلسلہ کا یہ نتیجہ ہوتا ہے
کہ قوم کی قوم جسمانی اور دماغی قوتوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔

فوجی مسلمانوں کو اگر قطع نظر کیجئے تو یہی میری دانش میں فوجی تعلیم کا سلسلہ
ہر قوم کے لئے مفید ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سلطنت کا یہ فرض
عظیم ہے کہ وہ کوئی نہ ہو۔ یہ ہو کر ایک ایسی تربیت کا قایم کرنا ضرور ہے
جس سے تمام قوم کے صحت جسمانی و دماغی درست ہوتی ہو جس قوم کے
ادنیٰ قبیلہ۔ بہت قند اور رنگ۔ پٹنہ غنیف اور خلقی کمزور ہوں تو اس
بد نصیب قوم کو کو کیسی ہی ملکی آزادی ہو اور تمام عمر کتابی تعلیم دیجاسے مگر کوئی
فائدہ نہ دے گا اور وہ فطری نقص کی تلافی نہ کر سکے گی۔ یہ سچ ہے کہ تجارت
اور صنعت سے دولت اکٹھا کرنا ملک و قوم کے لئے نہایت عمدہ بات ہے
مگر قوم کے آدمیوں کا مقبول۔ بہا اور اوتھند درست ہونا افضلتر و نفعی
اور نیک عزت ہے۔

مگر یہ ضرور سمجھنا چاہیے کہ جو ایک دو سر سے پہلو بہ پہلو آیا ہوں اور

آسیت اور تہذیب میں برابر ہون انہیں سے ایک قوم کو بومنی فوجی قواعد اختیار کرنے دیجئے اور دوسرے کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ پھر دیکھ لیجئے کہ ایک صدی نہ گزرنے پائیگی کہ اول الذکر قوم کے بچے قوی الجشتہ اور ہونہار اور جویہ ہونگے اور دوسرے قوم کی اولاد ایسی ہوگی جیسا کہ گجنان آبادی یا بخار زوہ دیہات اور قطعات کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بمقابلہ ان ممالک یورپ کے جہاں نوجوانان ملک سے جیسے فوجی خدمت لیجاتی ہے انگلستان میں والنٹیر فوج نے وہ ناموری اور غرٹ پیدا نہیں کی۔ تاہم جو کچھ کیا اور کر رہی ہے وہ بہت کچھ ہے۔ ملک غیر چین جقدر جبر یہ فوجی خدمت سے فائدہ ہوا ہے اسکا کچھ حصہ انگلستان کو بھی والنٹیروں کے بدولت حاصل ہوا۔ ۱۸۸۵ء میں فوج والنٹیر میں تعدادی ۲۵۴۵۲ سپاہ نوجوان داخل ہوئے انہیں سے ۷ ہزار سپاہ کی تربیت معمولی خواہ امدادی افواج میں پہلے سے ہوئی تھی۔ دوسرے سال والنٹیروں کا دفعہ ۲۹۱۲۰ ہوا ان دونوں سالوں میں مجموعاً ۸۸ ہزار تربیت یافتہ جوان اپنے خانگی کاموں پر واپس آئے اسوقت تخمینہ کیا جاتا ہے کہ فی الحال انگلستان میں ۸ لاکھ سپاہ ہیں جو والنٹیر فوج میں رہ کر ضروری قواعد و تربیت سے فراغت پا چکے ہیں اگر انہیں ۲ لاکھ ۲۹ ہزار ۵ سو ۲ سپاہ اور داخل کئے جائیں جو حال میں شریک ہو کر قواعد سیکھ رہے ہیں تو مجموعی تعداد قریب دس لاکھ کے ایسے سپاہ کی

ہوتا ہے۔ بعد وہ نوجوان سپاہی نظم و تربیت کی عادت۔ افسران کی نمائندگی۔
جسبہم کی صفائی اور وقت کی پابندی سیکھتا ہے۔ غرض اسکو وہی تعلیم ملتی
ہے جس سے وہ غیر خواہ ملک اور نیک رویہ باشندہ ہو۔ اسکی طبعی ترقیوں
کی طرف بہت خیال رجمع ہوتا ہے۔ جنگوں کی اس طرح تعلیم و تربیت ہوتی
ہے کہ نہ صرف وہ بھی تندرست اور صحیح سالم ہوتے ہیں بلکہ انکی اولاد بھی بزرگ
طو سے جاتی اور توانا ہوتی ہے۔ اور بھرور و ہوشیار لازمی سلسلہ کا نتیجہ ہوتا ہے
کہ قوم کی قوم جسمانی اور دماغی قوتوں سے مالا مال ہو جاتی ہے۔

فوجی مسئلوں کو اگر قطع نظر کیجئے تو یہی میری دانش میں فوجی تعلیم کا سلسلہ
ہر قوم کے لئے مفید ہے بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سلطنت کا یہ فرض
عظیم ہے کہ کوئی نہاچی نہ پچ ہو کر ایک ایسی تربیت کا قایم کرنا ضرور ہے
جس سے تمام قوم کے تحت جمائی و دماغی درست ہوتی ہو جس قوم کے
ادنیٰ قبیلہ تسلیم بہت تندرست اور رگ پٹھے ضعیف اور خلقی کمزور ہوں تو اس
بد نصیب قوم کو کو کیسی ہی ملکی آزادی ہو اور تمام عمر کتابی تعلیم دیجائے مگر کوئی
تاکید نہ دے گا اور وہ فطری نقص کی تلافی نہ کر سکے گا۔ یہ سچ ہے کہ تجارت
اور صنعت سے دولت اکٹھا کرنا ملک و قوم کے لئے نہایت عمدہ بات ہے
مگر قوم کے آدمیوں کا مضبوط۔ بہادر اور تندرست ہونا افضل ترین قومی
اور ملکی غرضت ہے۔

مگر قوم کے آدمیوں کو کیسے جو ایک دوسرے پہلو پہلو آیا دہوں اور

زمیت اور تہذیب میں برابر ہون انہیں سے ایک قوم کو بومنی فوجی قواعد اختیار کرنے دیجئے اور دوسرے کو اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ پھر دیکھ لیجئے کہ ایک صدی نہ گزرنے پاگی کہ اول الذکر قوم کے بچے قوی الخشہ اور ہونہار اور جویہ ہونگے اور دوسرے قوم کی اولاد ایسی ہوگی جیسا کہ گنجان آبادی یا بخار زدہ دیہات اور قضاہات کے لوگ ہوا کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ بمقام بلہ ان ممالک یورپ کے جہاں نوجوانان ملک سے جبکہ فوجی خدمت لیجاتی ہے انگلستان میں والٹیر فوج نے وہ ناموری اور غر پیدائین کی۔ تاہم جو کچھ کیا اور کر رہی ہے وہ بہت کچھ ہے۔ ملک غیر میں جتدر جبریہ فوجی خدمت سے فائدہ ہوا ہے اسکا کچھ حصہ انگلستان کو بھی والٹیر فوج کے بدولت حاصل ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں فوج والٹیر میں تعدادی ۵۴۷۵ سپاہ نوجوان داخل ہوئے انہیں سے ۷ ہزار سپاہیوں کی تربیت معمولی خواہ امدادی افواج میں پہلے سے ہوئی تھی۔ دوسرے سال والٹیر فوج کا دافعہ ۴۹۱۱۷۷ ہوا ان دونوں سالوں میں مجموعاً ۸۸ ہزار تربیت یافتہ جوان اپنے خانگی کاموں پر واپس آئے اسوقت تخمینہ کیا جاتا ہے کہ فی الحال انگلستان میں ۸ لاکھ سپاہ ہیں جو والٹیر فوج میں رکھ ضروری قواعد و تربیت سے فراغت پاچکے ہیں اگر انہیں ۲ لاکھ ۲۹ ہزار ۷ سو ۲ سپاہ اور داخل کئے جائیں جو حال میں شریک ہو کو تو عہد سبکہ رہے ہیں تو مجموعی تعداد قریب دس لاکھ کے ایسے سپاہ کی

پائی جائیگی جنہوں نے دماغی اور جسمانی قوتوں میں ترقی کی ہے اور جن کو
والنظر کہتے ہیں۔

لاریب اس معاملہ میں شاہنشاہ جرمنی کو بدجہا تقدم اور تفوق حاصل
ہے جنہوں نے اپنے ملک کے نوجوانوں سے فوجی خدمتیں لینے اور ان کو
آرام و راحت جسمانی اور روحانی ترقی و مسرت کیلئے کل ضروری سامان و مکانات
ڈریس وغیرہ نہایت عمدگی سے پیدا کیئے اور تربیت دی۔ انگلستان
میں جو کچھ والنظر و ن نے اسی نمونہ پر کارروائی کی وہ بھی حسب حیثیت
ضرور قابل فہم رہے جس سے فوجی صحت و تندرستی میں بڑی ترقی ہوئی
اور ہوگی یہہ فائدے نہایت بیش قیمت ہیں جب ۱۲ مئی ۱۸۵۹ء
کو محکمہ جنگ سے ایک اعلان والنظر فوج کے تقرر کے بارے میں جاری
کیا گیا تھا تو لوگوں نے اس قدر اشتیاق کے ساتھ شرکت کی کہ اس
زیادتی کے ساتھ اہل پڑے کہ گویا سمجھ معلوم ہوتا تھا۔ انگلستان کے
اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے لوگوں نے ہی اسریت کی خواہش کی۔ نیز
سے بہت سے ایسے ہی تھے جو فوج میں پہلے خدمتیں کر چکے تھے۔

۱۸۶۰ء کا موسم گرا ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک لاکھ ۱۹ ہزار والنظر و ن کا
نام درج رجسٹر ہو گیا۔ اوس زمانہ سے پہر برابر نہایت مضبوطی کے ساتھ
یہہ قومی امتیاز کا قابل فخر بودا بڑھ کر گیا۔ نومبر ۱۸۶۹ء میں اشخاص جیٹر
شدہ کی تعداد ۵۲۰۴۲۰۴۹ تھی جنہی سے ۲۲۰۸۲۹ تو اعداد ان و فرج۔

خزانہ سرکاری سے ہتیار۔ پوشاک۔ اور گولہ بارود اس فوج کو دیجاتی ہے اور جب کیمپ میں ہوتی ہے تو ضروری سامان اور ڈیرے وغیرہ دے گئے جاتے ہیں۔ دریس اور مکانات اور دوسرے اخراجات فوجی کے لئے گورنمنٹ ایک ہندو شنگ خستہ پان سالانہ فی کس قواعد اور فارغ التحصیل کے لئے دیتی ہے۔

انگلستان میں نجدہ کورہ بالا تعداد فوج کے ۷۱ ہزار ایسے گولہ انداز ہیں کہ اگر انکو توپخانہ باقاعدہ میں شریک کر کے کس قدر اور تعلیم ہو تو بلاشبہ اس قابل ہو جائینگے کہ جنگ کے وقت ساحل البحر کے فوجی توپخانوں میں شریک ہو کر برابر کام لیکیں۔ تمام افواج میثبا یو مبرہی اور والنٹیر میں کوئی میدانی توپ (فیلڈ گن) نہیں ہے اسلئے کہ ہم بہت جلد میثبا اور والنٹیر فوجوں میں میدانی توپیں دیکھینگے اور پورا آنے تک تعصب انگیز خیالات جو ہزار ہا سے رائل آرٹیلری کے افسروں میں ہر یقیناً بہت جلد جاتے رہینگے۔

والنٹیر کی فوج اس وقت مارٹھ خانہ اور کنل وغیرہ کا کام ہی دیتی ہے اسلئے کہ طبی کاموں کے متعلق ہی اسے کام دیا جائیگا علاوہ برین ریل اور پولیس اور حفاظت راہ وغیرہ کام ہی اسے متعلق ہوگا۔ بڑی تعریف والنٹیروں کی اسلئے ہے کہ اوس میں ہر طبقہ کے لوگوں نے جب لوطنی اور جوش قومی سے شریک ہو کر اس طرح کام کیا ہے کہ آج ادنیٰ

نہدہ حسن جلد دوم

پورا ہر وسہ رکھہ سکتے ہن کچھ شک نہیں کہ والنیٹرون کو شروع شروع میں بڑے بڑے وقفون کا سامنا ہوا۔ انکی بیچ اخبارون میں برابر تضحیک ہوتی تھی بعض جھوٹ لکھنے اور قہقہے اونکے بدنامی کیلئے لکھتے تھے اور جلد میں اس پر فہمہ لگایا جاتا تھا۔ فوج کے افسر باسٹنا سے چند کے والنیٹرون کو عموماً گاد نفرت سے دیکھتے تھے۔ لشکر افسر جب پیشیا فوج کو پسند نہیں کرتے تھے تبہ اس جدید اور نوزائیدہ فوج والنیٹرو کو کب محبت بہرے انکھون سے دیکھہ سکتے۔ اور یہی سمجھا گیا تھا کہ اگر والنیٹرون مستقل طور سے قائم ہو گئی تو عجیب نہیں کہ فوج باقاعدہ کہ یہ قدر کم ہو جائے۔ جب والنیٹرون کی پریڈ پر قواعد ہوتی اور نئی فوج کے قائم ہونے کی وجہ سے قواعد میں غلطی ہوتی (جو لازمی بات تھی) تو لشکر افسر راہ تحقیر خوب مضحکہ کرتے اسے طرح انکی اور چال ڈالیں پر جو ابتدائی حالت میں جنگی نمونہ اور واقف کاری کے ساتھ نہ تھی افسران فوج شش کرتے تھے۔ اگر اسے کوئی کہنا کہ یہی والنیٹرو کسی زمانہ میں خوب ترقی کریں گے جس طرح آپ فہمہ لگا رہے ہیں تو اس کو وہ ہنسی دلیکے زینت دیتے کیونکہ وہ تو سمجھہ ہوئے تھے کہ والنیٹرو چون کا کہنا تو ہے۔ انکا قیاس تھا کہ جس جطران کی بغاوت کے ضد و کرینکے سیکے ایک جمعیت عارضی طور سے قائم کی جاتی ہے اور یہی جطران والنیٹرو کی جطران کے عارضی اور جب وہ ضرورت عارضی رفع ہو گئی تو

یہ عارضہ ہی جانا رہیگا مگر ان خیال غلطیوں اور والنٹیروں کی غرت و عظمت روز افزون رہی۔

منجملہ ان تین زمانوں کے جنہیں تخت انگلستان پر پور توں نے حکومت کی ملکہ الزبتھ کا نام اس لئے روشن رہیگا کہ ان کے ایام سلطنت میں سپانیہ کا بیڑہ جہاز است جو انگلستان پر حملہ آور ہوا ہتھ بٹا ہوا اور ملک این کی سلطنت اس عرصہ میں یادگار ہو چکی کہ ان کے عہد میں انگلستان کی کبھی قوت بہت ترقی پذیر ہوئی اور وزیر بارہوردو سے ایک عالم ڈراتا تھا۔ ملکہ منظمہ و کٹوریا کا زمان سلطنت بدینو جہد مشہور رہیگا کہ ان کے عہد میں دولت میں والنٹیروں کی ایجاد ہوئی جو آج دس لاکھ تک موجود ہیں۔

فوج والنٹیر کی کوئی نظیر دوسرے ملک میں نہیں ہے۔ اسکے آمدنی کے ابواب اس طرح ہیں کہ جس قدر اس کا صدر ہے منجملہ اسکے تین حصہ (یعنی روپیہ میں بارہ آنہ) افواج باقاعدہ کے فنڈ سے ملتا ہے اور بقیہ اخراجات کے لئے اہل ملک بطور عطیہ کے وقتاً فوقتاً دیا کرتے ہیں جو ان کے جب الوطنی اور فوج والنٹیر کے مقبولیت عام کی دلیل ہے۔ پہلے کی طرح فوج باقاعدہ کے صدر اب والنٹیروں سے نفرت نہیں کرتے بلکہ ان کی قدر کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس کے گروہ سے باقاعدہ فوج کے لئے جیٹن اور اسلیم

دہندہ اسٹاف ملتا ہے۔ ہم شکر گزار ہیں کہ فوج والٹیر نے بہت سی ضروری زمینیں کین اور فضول باتوں کو قواعد سے کمال ڈالا۔ اسوقت والٹیر فوج بر حصہ ملک کے مقامی فوج میں شمار کیجاتی ہے جو بیدل اور سوار تو بچاؤن میں تقسیم ہے۔ امید ہے کہ موجودہ ارتباہ مختلف قسم کے پلٹنوں میں روز افزون ترقی کریگا۔ والٹیر ون کے پاس اسوقت مارٹین ہیری رائفل ہیں مگر کچھ عجیب بنین کہ بہت جلد جدید نمونہ کے رائفلیں آنگو دیجاویں۔

سلاہ میں شیل رائفل ایسی ہی قائم ہوئی جو والٹیر کی ترقی کی ایک لیل ہو گئی اور یہ فوجی ہتھیاروں کا ایک نیا نمونہ ہے۔ پس تھکو ہر صورت سے امید کرنی چاہیے کہ اب حیدر آباد والٹیر جن کی از سر نو زندگی ہو چکی اور میں اہل ملک اپنے فساد ایض حب وطنی کے بجا آوری میں نہایت خوش دلی سے شریک اور متحد ہوں گے اور جس طرح انگلستان کے امراد شرفاؤں جس حب الوطنی اور بیہودی قوم کے لیے کجیاں صدا کا لب ہو گئے ہیں اس طرح ہمارے اہل ملک جنہوں نے پہلے پہل نہایت خشک اس نامور اور شہور رسالہ میں حصہ لینے کی جدوجہد کی ہے اپنے حب الوطنی اور بیہودی قومی کا ایک ایسا نمونہ قائم کریں گے جس سے دوسروں کو جرات تک کسی وجہ سے شریک نہیں ہو سکے ہیں ترغیب پیدا ہوگی۔ ہم شروع میں پنا کر چکے ہیں کہ والٹیر کو ایسی فوج نہیں ہے جس کو کسی قسم کا مساو

جلد دوم حسن نمبر

نقدی شے بلکہ یہ فوج ملک کی مجسم غرت ہے اور چونکہ اس میں نامی
 مشاہیر اور اراکین خاندان شاہی اور مغز باشیندگان ملک برضائے
 خود شریک ہوتے ہیں اسلئے اسکے اغزاز اور ملکی فخر و افتخار کے نسبت
 کسی قسم کا شک ہی نہیں رہا ہے یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ اور ملک
 کی غرت و عظمت جنگی افواج کی حمد کی اور ترتیب و تہذیب پر منحصر ہے
 مگر چونکہ عام افواج میں پہلے سے تہذیب اخلاق کا سبق نہیں دیا جاتا
 اور ان کی حالت بھی مقتضائے تعلیم و ترتیب شایستہ ماقبل شرکت
 افواج نہیں ہوا کرتی اسلئے ان کے چال چلن درست رکھنے اور جملہ اولیٰ
 متعلقہ کی درستی افواج والٹیر کے برتو سے ہوتی ہے جنکے مشرف
 اور عالمانہ ان ہونے سے تہذیب اور شایستہ زندگی کا معتد بہ حصہ
 صرف کر چکے ہیں حقیقت میں والٹیر فوج باقاعدہ افواج کی مصلح ہوتی
 ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں والٹیر بجائے خود مصلح قوم ہے۔
 امید ہے کہ جن امیدوں سے والٹیر از سر نو اس ریاست عظیمہ میں قائم
 ہوا ہے اسکو وہ لوگ اپنے جملہ خرائض متعلقہ سے ثابت کر دینگے۔
 یہ امر کہ قدر فخر کے قابل ہے کہ خود ہمارے حضرت بندگانِ عالیٰ علیہ السلام
 اس والٹیر فوج کے انگریزی کرنل ہیں جیسا کہ ملکہ وکٹوریا والٹیر کے مجلس
 میں بذات خاص شریک ہو کر سب سے پہلے ایک ہندو جلاسنے سے
 انطا کرات انتہا دگر اسطرح ہمارے حضرت بندگانِ عالیٰ اور فوج

انہری کرنل ہونے سے والنٹیر کی حرمت کو دو بالا کر دیا اور تیر جیسا کہ
ملکہ مغظمہ کے زمانہ میں والنٹیر قتل فخر یادگار ایجاد ہوا ہے
اسی طرح ہمارے ملک میں حضرت بندگان عالی کے عہد میں منت مہد
میں اس رسالہ والنٹیر کی یادگار اور ایجاد قابل فخر ہو۔

ع

قدیم زمانہ کے حنوط کئے ہوئے لاشیں

۱۹۹۱ء ہجری مطابق ۱۹۷۸ء میں قدیم زمانہ کے حنوط کئے ہوئے سلاطین کی لاشیں شہر اتینس نواح مصر سے برآمد ہوئے اسکی کیفیت یہ ہے کہ شہر اتینس کا رئیس اعظم ابوالرؤناں نامی قدیم زمانہ کی نادر چیزیں جو اس شہر کے ویران زمینوں اور قدیم کھنڈیروں اور عمارتوں سے ملتی تھیں لوگوں کو دکھانا اور انکو فروخت بھی کرتا تھا اور کبھی کبھی ایسی چیزیں خود عام کو بھی بھجایا کرتے تھیں۔

اہل فرنگ جو ہمیشہ نادر چیزوں اور قدیم اشیاء کے خواہان اور سہی جستجو میں رہا کرتے ہیں اور اسکے تلاش میں تمام دنیا کی سیر و سیاحت کرتے پھرتے ہیں شہر اتینس کی یہ کیفیت سنکر اس شہر میں بھی آنے جانے لگے اور نادر قدیم قوموں کی پرانی چیزیں خرید کر نیکے۔ ششہ عام میں ایک شخص قوم فرانس کا رہنے والا اتینس کو گیا اور وہاں بہت سی ایسی چیزیں دیکھی کہ خود دار السلطنت فرانس کے عجائب خانہ میں موجود تھیں ہر چند اس شخص نے دریافت کیا کہ یہ چیزیں کہاں سے ملتی ہیں مگر اسکا اصلی تہ نہ لگا۔ مگر اس شخص کو کہیں سے ایک لٹھو ملا جس پر ششہ طوفان فوج کندہ کیا ہوا تھا پھر اس فرانس نے اس لٹھو کو پیرس دار السلطنت فرانس میں لے گیا اور پروفیسر موسورس کو ملایا انہوں نے اس خط کو باسانی ٹھیکھا

ملہ فرانس۔ انگلنڈ۔ اور جرمنی میں علم فضل اور حکمت و ہنر و صنعت کے تعلیم کے سیکڑوں

منبر حسن جلد دوم

بعد اسکے خود پروفیسر کو آئینس جانیکا شوق پیدا ہوا۔ اور اسی غرض کیلئے دو مہینوں کی رخصت لیکر چار پانچ آدمیوں کے ساتھ مصر ہوتے ہوئے شہر آئینس پہنچا اور ابو الرومال رئیس اعظم کا ہمان ہوا۔ جب موسورس نے ان قدیم چیزوں کی کیفیت دریافت کرنے لگا تو ابو الرومال سخت ناراض ہو کر دھڑکے ہوئے چہرہ ایہیوں کے ایک تنگ و تاریک حجرہ میں قید کر دیا اور تیسرے دن ان کو کہنا پانی دیتا تھا۔ وہ مہینوں تک اونکو ایسی ہی مصیبت اور بے غرتی میں رہنا پڑا مگر کوی صورت رہائی کی نظر نہ آتی تھی آخر کار جب اپریل میں پیرس کے مدرسہ السنہ قدم کے استعان کا زمانہ قریب آیا تو پیرس کے حکاموں نے مصر کے خدیو کو لکھا کہ پروفیسر موسورس کی تلاش کر کے جلد روانہ کرو۔ مگر خدیو مصر اونکو مصر میں نہ پایا اور مصر بالاسکے حاکم محمد کو لکھا کہ پروفیسر مذکور کی تلاش کریں اور سننے بڑی کوشش سے دریافت کیا تب کہیں اوسکا چہ ابو الرومال کے پاس لگا حاکم موصوف اوس رئیس کی سخت ریزش کی اور کہا کہ ایسی بد چال سی بیہ ڈر ہے کہ کہیں فرانس جنگ کو آمادہ ہو تمہارے شہر کو برباد نہ کر دے۔ یہ سنکر ابو الرومال نے معافی چاہی اور پروفیسر موسورس وادو کے ساتھیوں کو قید سے چھوڑ دیا۔ من بعد پروفیسر مذکور نے مصر چھوڑ کر یہاں آکر رہا کہ جو شخص قدیم زمانہ کے قوموں کے آثار کے خیر و شر سے

۱۵

کے بڑے معلم کا نام موسورس تھا +

کہ غلام کرتی ہیں اطلاع دیگا تو اس کے پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ پہر
 پرونسز کو رنے سٹر مارون اشبیلی کو جو شہر معرین قدیم اور عجیب
 پیرون کے پیدا کرنے اور تلاش کر نیکی مہتمم اور عجیب خانہ کے ناظم
 تھے اس کام میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود پیرس کو چلے گئے بعد چند
 کے سٹر مارون اشبیلی کے پاس ابوالروناں کا چوٹا بیٹا لایا اور کہا
 کہ اگر وعدہ کے مطابق انعام دو تو میں نہایت عجیب چیزوں کا تہ تہ بلا دوں
 پہر سٹر مارون اشبیلی نے بلا تامل اس کو پانچ ہزار روپیہ دے دیا اور اپنے
 ہمراہ پانچ آدمی اور لیکر ابوالروناں کو بے باقی کے ساتھ آنتیس گورونڈ
 اور دمان پہنچاؤں سے اڈ کو ایک دن وہاں رکھا۔ جب کو ان کے ہمراہ آنتیس
 کے مغربی دروازے سے ایک ہولناک بیابانین پیونچا وہاں ایک
 چوٹا سا تالاب اور پہاڑ تھا اور نہ کوئی انسان اور حیوان دکھلائی دیتا تھا
 پہر دمان سے ہی آئے چلے تو ایک ٹوٹا کنواں ملا اس سے ہی آگے
 چلے تو ایک پہاڑی نظر آئی اسکے دامن میں ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا
 تھا اور وہ پتھر ایک غار کے منہ پر تھا جو پہاڑ کے دامن میں تھا۔ اور
 اس پہاڑی اور پتھر سے دو زنجیریں بڑی بڑی اندر ہی اندر لپی
 بند ہیں تھیں کہ سوائے واقف کار کے اور کسی کو نہیں معلوم ہو سکتا کہ
 یہ کس لیے ہیں اور کس چیز سے بند ہی ہوئی ہیں۔ مگر ابوالروناں کے
 بھائی نے سٹر مارون اشبیلی کو ہمراہ لیکر دمان آٹرا اور کہا کہ ایک

بہاری سل اس تہر پر رکھ دیا جہاں زنجیریں پھین پیرا ابو الرضال کے
 بہائی نے پہاڑی پر چڑھ کر زنجیر ونگو ہلانے لگا اور اسی کے کہنے کے مطابق
 مشر مارون اشبیلی نے پیچھے سے ان زنجیر ونگو ہلاتا تھا چند جھنڈوں
 کے بعد وہ بہاری پتھر غار کے منہ پر سے ہٹ گیا پیچھے پہاڑ کے دامن
 میں ایک اندھیرا غار بہت عمیق نمودار ہوا۔ ابو الرضال کے بہائی اور
 مارون اشبیلی نڈر بے خوف اس غار میں اتر گئے بیس بیس گز کے لہنے وان
 دو صندوق تھے اور ایک بڑا چرمی صندوق بھی تھا انکو تو آؤ میونچی مردے
 باہر نکال لائے اور کہول کر دیکھے تو چرمی صندوق میں خانہ داری کے اسباب
 اور صنایع کے اوزار اور ہتھیار اور بہت سی پرانی اور قدیم سلاطینوں کے
 سکے تھے۔ اور ہر ایک صندوق میں تیرہ تیرہ قوم کی کشتیاں اور ہر
 کشتی میں ایک ایک لاش حوط کئے ہوئے آلاش سے بالکل صاف
 و پاک دہری ہوئی تھی۔ ان لاشوں کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ
 کسی نے انکو پاک و صاف کر کے روغن لگائے اور سبز پتے اوپر چاکے
 رکھا ہے۔ علاوہ اسکے ایک سنگین گاڑی و درگھوڑا بھی وہیں ملا۔ ان سب کے
 دس بارہ چکر ٹون اور بہت سی مزدوروں نے اٹھوا کر قہرہ میں لائے اور
 پروفیسر موسورس کو تار پر اطلاع دی گئی۔ یہ سننے ہی پر پروفیسر فوراً قافلہ
 لے کر ایک قہرہ کا مرکب دواؤں کا تھا جبکہ مردہ جسموں پر لگاتے تھے جسے
 جسم مٹھانے اور گلنے سے محفوظ رہتے رہتے تھے۔

چونکہ وہ پروردگارِ سنہ قدیمہ اور پرانی حروف و خطوط سے خوب آشنا تھا ہر ایک سک کو بہت غور سے دیکھا اور بتلایا کہ یہ سک فلان فرعون کی وقت کا ہے اور یہ سک حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہے اور ہر ایک لاش حنوط کیے ہوئے اور اپنے بار یک حریر سے کپڑے پہنے ہوئے اور سنہرے بنے ہوئے ہوئے تھے۔ اور ادن لاشوں کے پشت پر ایک ایک پتھر کی تختی لگی ہوئی تھی۔ اور پرنادرتش و نگار اور قدیم حرفوں اور اگلے زمانہ کے زبان میں عبارتیں کندہ تھیں جو ان لاشوں کی زندگی کی ایک مختصر تاریخ تھی پروردگار موصوف تختیوں کی عبارتوں کو پڑھ لیا اور بیان کیا کہ ان تختیوں میں سے اکثر تختیاں قدیم ایرانی زبان میں لکھی ہوئی ہیں۔ یہ لاشیں بڑے بڑے بادشاہ اور اونکی بیگیوں اور شہنشاہوں کی تھیں۔ انکے مرینکے بعد قوم کے قدیم رسم و رواج اور بت پرستوں کے مذہب کے دستور کے موافق بطور تبرک و یادگار کے حنوط کیا رکھے ہوئے تھے۔ تختیوں میں ہر لاش کی زندگی کا ہوا ہوا احوال اور سوانح عمری طوفان نوح کے سنہ کے حساب سے کندہ کئے ہوئے تھے چونکہ اس زمانہ کے لوگ سنہ طوفان نوح سے بہت کم واقف ہیں اسلئے اس

سلسلہ اس زمانہ میں فرعون مصر کے ایک بادشاہ کو کہتے تھے۔

سلسلہ یہ وہ عبرانی تھی جو محمد صلعم کے زمانہ میں قوم یہود کی زبان تھی اور یہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وقت نبی اسرائیل کے قوم کی زبان تھی۔

فاسل پر وفسر نے ان عبارتوں کے ترجمہ میں بجائے سنہ طوفان نوح کے
سنہ قبل ولادت حضرت مسیح لکھ دیا۔ اور اوسکو ق۔ م۔ سے تعبیر کیا
بعد ولادت مسیح کو۔ ب۔ و۔

پہلے صندوق میں تیرہ لاشیں بادشاہوں کے بے ہوئے اور کرگدن یعنی
گینڈے کے چڑے میں منڈھی ہوئی اور موم کے پتیوں میں لپیٹی ہوئی
موم کے کشتیوں میں دھرے ہوئے تھے۔

(۱) پہلی لاشیں۔ بادشاہ رمان ابن کارا لاسل ^{۱۱}سنہ۔ ق۔ م۔

(۲) دوسری لاشیں۔ بادشاہ لکھوی ابن رمان ^{۱۲}سنہ مدت سلطنت

۵۴ سال۔

(۳) تیسری لاشیں۔ تاج سلاطین بادشاہ کچیلو ابن لکھوی ابن رمان ابن
کارا لاسل ^{۱۳}سنہ۔ ق۔ م۔

(۴) چوتھی لاشیں۔ بادشاہ ^{۱۴}سایلو ^{۱۵}سنہ۔ ق۔ م۔

(۵) پانچویں لاشیں۔ بادشاہ ^{۱۶}حیفہ ابن ساران ^{۱۷}کا چا ^{۱۸}ابن ^{۱۹}دووم ^{۲۰}سنہ

ست و سیوم ^{۲۱}سنہ۔ ق۔ م۔

(۶) چھٹی لاشیں۔ بادشاہ ^{۲۲}لڈینا ^{۲۳}ابن ^{۲۴}پوویچ ^{۲۵}سنہ۔ ق۔ م۔

سیوم ^{۲۶}سنہ۔ ق۔ م۔

(۷) ساتویں لاشیں۔ بادشاہ ^{۲۷}ہولم ^{۲۸}ہو ^{۲۹}ابن ^{۳۰}کارک ^{۳۱}تالیسی ^{۳۲}مدت سلطنت

۷۷ سال ^{۳۳}سنہ۔ ق۔ م۔

۷۰) آٹھویں لاشیں بادشاہ ڈی یونا ابن عمران قلی ساکلان کشنڈا - ق - م۔

۹) نویں لاشیں بادشاہ جہلک ابن مسان نسل ہفد ہم کشنڈا - ق - م۔

۱۰) دسویں لاشیں بادشاہ جرجو ابن کرجان جی جہم کند کشنڈا - ق - م۔

۱۱) گیارہویں لاشیں شہزادہ لولوائی ابن بادشاہ جرجو ابن کرجان جی

جہم کند - نابالغ کشنڈا - ق - م۔

۱۲) بارہویں لاشیں شہزادہ ملیش ابن بادشاہ جہلک ابن مسان نسل

ہفد ہم نابالغ کشنڈا - ق - م۔

۱۳) تیرہویں لاشیں شہزادہ جرجو پائیر فنین ابن بادشاہ لم فونی نص امام

نابالغ کشنڈا - ق - م۔

دوسری صدیقہ میں تیسری لاشیں عورتوں کی ہر لاش

حنوط کے ساتھ اوسے طرح پر حسب طور پر کے

مردوں کی لاشیں تھیں کشتیوں میں دہری تھی۔

۱۴) پہلی لاشیں - ملکہ سیریوانی کرسی بنت بادشاہ فی سالی زوچہ کرینینی

کشنڈا - ق - م۔

۱۵) دوسری لاشیں ملکہ ہسیرنی باقی بنت بادشاہ لم فونی نس بارا - بزو

ہو کم ہو ہو ہو کشنڈا - ق - م۔

۱۶) تیسری لاشیں ملکہ تریبولی جدہ اعظم نسل چار دہم کشنڈا - ق - م۔

۱۷) چوتھی لاشیں ملکہ مسدی بای یوا کشنی کی - فی بنت بادشاہ

کواسان زوجه شهزاده جهلمک پاریل نسل دوازدهم سنه ق - م
 (۵) پانچوین لاش ملکه نرخی نالادان یکم شهزاده قمر ناره سنه ق - م
 (۶) چپش لاش شهزادی کوتهبا بنت پادشاه قمر ناره سنه ق - م
 (۷) ستهوین لاش شهنزادی لیتی پانیا زوجه کر جان بی جهلمک سنه

سنه ق - م
 (۸) آتوین لاش شهنزادی قمرس بر بی زوجه شهزاده لالتا بهشیره
 بادشاه از کنای نسل پنجم سنه ق - م
 (۹) نوین لاش شهنزادی دلال بنت شهزاده لولکان نسل بستم
 سنه ق - م

(۱۰) دسویین لاش شهنزادی کامت یا نجی بنت شهزاده لولکان نسل پنجم سنه ق - م
 (۱۱) گیارهوین لاش ملکه اوزنا یکم یارن نالانبا نسل چهارم از شاخ دوم سنه ق - م
 (۱۲) بارهویین لاش شهنزادی فتن مان شهزادی دقشی شهزادی لم اس
 سنه ق - م

(۱۳) تیرهوین لاش ملکه لی لی با خانابنت بادشاه لوراس نالانبا نسل
 نسل بستم و دوم سنه ق - م

کُلْ نَفْسُ ذَا الْيَقْتِ الْمَوْتَ

راجنندر بباد پریشکار کا انتقال

اللہ اقدس موت وہ شے ہے جو ہر ذی روح کے لئے امر لازمی ہے ایک دن سب کے لئے فنا ہے۔ گوشہ قبرین آرام کرنا ہے۔ دنیا و مافیہا سے الہتہ و ہونا ہے۔ اس سے کیونکہ نجات نہیں۔ کسی کو ہمیشہ کے لئے حیات نہیں۔ عجب حیرت ہے اور کیسی غفلت ہے کہ ہوشیاری نہیں۔ عجب نیند ہے کہ جس کو بیداری نہیں۔ یہ وہ نوحیت ہے کہ استغراق سے ہی سبقت لی گئی ہے۔ یہ وہ عالم ہے کہ جس کو آرزو نہیں۔ یہ وہ بخود ہی ہے کہ خودی کی خبر نہیں نہ تمنا ہے۔ نہ فکر ہے۔ نہ غم ہے۔ نہ حسرت ہے۔ ایک ناپید اکثر سمندر ہے۔ کہ جس کے ڈوبنے کا پتا نہیں۔ یہ ایسا سخت مرض ہے کہ جس کی دوا نہیں۔ یہ ایسی سخت بلا ہے کہ جس کی دوا نہیں۔ کیا لڑکا کیا جوان کو بئیس سے نجات نہیں پایا۔ سیکڑوں شیر خوار آغوش مادر سے گہوارہ لحد میں آرام کئے۔ اور نہرا لہو جوان عروس لحد کے ساتھ ہم آغوش ہوئے۔ اور ایسے بخود پڑے ہیں کہ کبھی اوٹھیں گے ہی نہیں۔ خدا جانے کس قیامت کے نیند میں سوتے پڑے ہیں۔ اور کس نشہ میں سرشار مست خواب میں از خود رفته پڑے ہیں کہ سانس ہی نہیں لیتے۔ کسی طرف آنکھ اوٹھا کے دیکھنے کی قسم کہانی ہے۔ اون کے پس ماندہ نہرا و نطر جسے چلا تے اور پیٹتے ہیں کہ دو دو باتیں کرے۔ مگر او نہیں کب اونکی پروا اور عرض ہے۔

کیسی تمناؤں کا خون ہو جاوے۔ اور آرزوئیں خاک میں ملیں۔ مگر ادنیٰ اپنے کام سے کام ہے۔ اور انکی حیثیت انسانی دیکھی جائے تو کیا چیز کم ہے۔ سب کچھ ہے۔ اگر حفظِ صحت دیکھی جائے تو ادنیٰ ہم سے زیادہ ہے۔ مگر اندر بے بخودی۔ کیسی پرلے درجہ کی بخودی ہے۔ ہمارے آہ و زاری پر ترس کہاتے ہیں۔ نہ ہمارے دردِ آئینہ بائیں اس طرف متوجہ کر سکتے ہیں ساری دنیا اس سے عاجز ہو گئی۔ اچھے اچھے فیلسوف کا ہی زور پھل سکا۔ اور نہ عقل قابو پا سکی۔ کیا فرے میں ہیں اور کس تماشے میں معروف ہیں۔ جولوٹ انکی قسم کہائے ہیں

جو کوئی جاتا ہے چہرہ آتا نہیں کیا عدم ہی دل لگی کی جاسکتا ہے ان یہ حالت موجودہ سب کے لئے ہے۔ مگر جنہوں نے اس دنیا کے فانی کولات مار کر سامنے سے ہٹا رکھے ہیں۔ اور بے پروا بیٹھے ہیں چلو اب تدا اور انتہا پر نظر نہ تھی۔ اور نہ پہلی جیسی غرض رکھتے تھے۔ جس طرح دنیا میں آئے تھے اسی طرح سفر کئے ہیں۔ اور جنہوں نے کل کائنات کا خلاصہ پا چکے ہیں۔ اور خالی ہاتھ چل بسے ہیں۔ اور جنکی شانیں یہ مصحفِ غنیمت ہے۔ کان را کہ حساب پاک است از محاسبہ چہ باک۔ انکے سب سے نرالے ڈھنگ ہیں۔ اور ہی فرے ہیں۔ ادنیوں نے اس موت کو عین حیات سمجھا۔ اسخواب کو عین سیداری جا نا۔ اس جدائی کو عین وصل تصور کیا۔ انکو اس قیامت کا اطمینان حاصل ہے۔ کہ کسی کو بھی نصیب نہوگا۔ غرض

دنیا کے عجیب معاملات ہیں کہ اسکا بیان حیطہ تحریر سے خارج ہے۔ مگر یہ مضنہ
 دل جو پہلو میں مثال سیاب مچلتا پڑا ہے اسکی اوہی حالت ہے۔ الامان
 اس دل پروردگار ہوا جو انسان کو ہر ایک طرح سے مجبور کر رکھا ہے اللہ مدہ
 کیا اسکا حال بیان کروں یہ وہی دل ہے جسے یوسف کو زینجا کے چاہ الفت
 میں جھوک دیا۔ یہ وہی آفت جان ہے جسے مجنون کو لیلہ کے فرقت میں
 راہ نوردی کر دیا۔ غرض جسکے ساتھ رشتہ الفت کا سلسلہ باندھتا ہے اوپر
 سو جان سے فدا ہوتا ہے۔ لگاؤ اسقدر بہاتی ہے کہ از خود رفته ہو جاتا ہے۔
 آہ وہ وقت یاد آتا ہے اور مددہ دگداز سے سینہ بہراتا ہے جب میرے جد
 مرحوم کا انتقال یاد آتا ہے۔ اوس حالت کا بیان مختصر طور پر بیان کرنا مسافیقہ نہیں
 سمجھ کر نعل حالات سے ناظرین کو خبر کرتا ہوں۔ ہمارا ج کے خاندان کے حالات
 تواریخ دیکھنے سے بخوبی ظاہر ہونگے۔ اسکا بیان طوالت سے ہے۔ اب یہی
 ہمارا ج کو ذاتی حالات۔ وہ ایسے ہیں جسکے لکھنے کو ایک دفتر چاہیئے اسقدر
 کہنا کافی ہے کہ ہمارا ج بیشک فرد فرید اور لاجواب تھے اونکے اخلاقی اور
 مروت اور سخاوت اور شجاعت بالک کی فرہم برداری یہ اوصاف فطری
 تھے جس سے ہر فرد بشر واقف ہے۔ ماسیوا اسکے ہمارا ج کے
 عقائد اور طریقہ بالکل موافق تھا۔ ہر چند کہ ظاہر میں مذہب ہنود سے
 اسقدر تعلق تھا۔ کہ اونکی پیدائش خاص اس مذہب میں تھی۔ مگر باطن میں تا
 ملتہ و مذہب اور شرک و کفر سے بری تھے۔ بلکہ ایک اچھی خاصہ موصوحتہ۔

مرحوم کے اشرافان سے یہ: معلوم ہوتا ہے کہ عالم طفولیت سے فقر و کسالت
 ساتھ لیکر لی تعلق تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قناتی الفقر کا درجہ حاصل کی۔ ادھکا
 مذہب یہ تھا کہ خدا صفا و پاکہ۔ مرحوم کے ہی فیض تربیت کا باعث ہے
 بلکہ امر و روئی کو ترجیح ہے کہ یہ راقم کو بھی عالم طفولیت سے فقر و کسالت
 ساتھ دلی تعلق اور اعتقاد ہے۔ چنانچہ مرحوم کے پسند پذیر اور نصیحت فیض
 اثر اس قدر موثر ہوئے کہ حضرت چنڈا شاہ صاحب قادری ساکن بیدردام
 فیوضہ با خدا ولی کامل جو اس وقت حیدرآباد دین قریب اسٹیشن بلدہ حیدرآباد دکن
 افرزین۔ اور جگہ ہر ایک فرد شہر مداح ہے۔ اور نہر ہر شخص معتقد ہیں
 ایک زمانہ سے اون کے اہمیت لزوم سے مشرف ہوا۔ اور ہنوز فیض صحبت سے
 شرف حاصل ہے خدا تعالیٰ ہمیشہ با اعتقاد ثابت قدم رکھے۔ جب کہ مرحوم
 اس بات سے مطلع ہوئے کہ راقم حضرت مدوح کا معتقد ہوا۔ اس قدر شائستہ
 ہوئے کہ گویا اپنے ذات کے لئے انکسار حاصل ہوا۔ بے ساختہ یہ لفظ فرمائے
 کہ الحمد للہ ہمارے فیض صحبت کا کچھ تو اثر ہوا۔ اور یہہہ کہتے تھے کہ کبھی مسافر
 ملت و مذہب نہیں رکھنا۔ اور اس جگہ پر عمل کرنا۔ خدا صفا و پاکہ ہر صرح
 متاع نیک بہرہ دکان کہہ باشد۔ غرض اونکی محبت دلی اور رعایت سرفرازی
 کا حال کہان تک بیان کروں۔ اور کس منہ سے اون کے تفضلات بزرگانہ کا شکوہ
 ادا کروں۔ اقد تعالیٰ مغفرت کرے۔ سیوا کے ان اوصاف مبینہ کے مالک
 کی فرمانبرداری اور خیر خواہی کا اس قدر خیال تھا کہ جبکہ بیان۔ بارہا سیوا

اور نصیحتوں کے فرماتے تھے کہ دنیا کی بیہودی چاہے تو مالک کی فرمانبرداری
 اور خیر خواہی میں اپنے مایہ عمر کو صرف کرے۔ اور عقبی کی بہتری اور فلاح
 چاہے تو مرشد اور رہبر کی اطاعت گزاری کرے۔ اس کے سوا اور
 کوئی خیالات و دو نوجہان کے بیہودی کے لیے بڑھ کر نہیں۔ القصد جامعہ
 بشری میں ایسے بالکل بہت ہی کم نظر آئیں گے۔ افسوس صد افسوس ہزار
 افسوس۔ اس جرج گچ رفتار نے کیوں کو تہہ خاک کر دیا۔ بتایں ۱۲
 رمضان المبارک ۱۳۸۷ شب سہ شنبہ کو عجیب و دوا استعمال فرمائے اور اسی
 شب کو نوبے شب کے بخار اس شدت سے آیا کہ قریب ایک بجے شب
 کے بیہوش ہوئے۔ تمام رات بیہوشی رہی۔ صبح میں ہوش آیا اور
 بخار کم ہوا۔ بعد ازاں ایک بار اجابت ہوئے جس میں خون شامل تھا جب
 کہ ہوائی ضروری سے فارغ ہوئے۔ شمس الحکماء اکثر جو معالج تھے او کو طلب
 فرمائے۔ اس وقت مزاج اس قدر درست تھا کہ اپنی کیفیت مفصلہ بیان
 کئے۔ بشرہ سے ہی کوئی علامت موت کی ظاہر نہیں ہوتی تھی۔ اور
 حکماء و ن کی تشخیص سے کوئی ایسے مملک کیفیت ظاہر نہیں ہوئے چنانچہ
 راقم نے ہی مزاج کی حالت دریافت کی بہت ہی اچھی طور سے کیفیت بیان
 کئے۔ اور یہ ارادہ ہوا کہ حضور پر نور دام ملکہ سے بعض تبدیلی آب و ہوا
 بہی جائیکے لیے اجازت لینا چاہیے۔ چنانچہ ایک شخص معتبر کو۔ روانہ ہوئے
 لئے حکم دیئے۔ بعد ازاں کچھ ہوڑیسی دوا استعمال فرمائے اور کرسی پر

بیٹھے رہے۔ قریب گیارہ بجے کے۔ جب تمازت آفتاب زیادہ ہو گئی۔ رقم
سنے اور چند صاحبوں نے کہا کہ اس مکان میں گرمی زیادہ ہے۔ حسب معمول
تہہ خانہ میں تشریف لیجا۔ عین مناسب ہو گا۔ اوس وقت میں ہر چہ بیہوش
ہوا۔ مگر مزاج صاف نہ تھا۔ غرض اویٹھے اور تہہ خانہ میں تشریف لیگئے۔ برب
تقاہت دو شخص پہا لے ہوئے تھے۔ جب اوس تہہ خانہ میں پہونچے۔
بعد پانچ منٹ کے دوبارہ اجا پٹ ہوئے۔ جبکہ ساتھ ہی بیہوشی طاری
ہو گئی۔ قریب بارہ بجے کے خوش الحکا معالج تھے آئے اور مزاج کی
حالت دریافت کی اور نبض دیکھا۔ جس سے یہ معلوم ہوا کہ پیر بخار کی آمد
ہے۔ غرض بخار شروع ہوا۔ اور مرض بڑھتا چلا اور بیہوشی کا غلبہ ہوا۔
شمال الحکا کی یہ رائے ہوئی کہ اوس تہہ خانہ سے کوئی ہوا دار مکان میں
یجا ناچا ہیئے۔ کیونکہ جہاں ہوا بہنیں آتی ہے اور سردی زیادہ رہتی ہے
مسامات بند ہوتے ہیں اور عرق بہنیں آتا ہے جبکہ باعث بخار میں تخفیف ہی
نہیں ہوتی۔ اونکے کہنے موافق۔ وہاں سے بکرا اویٹھا لیگئے۔ اوس
بیہوشی میں تھوڑے دور پہنے اخیر دروازہ تہہ خانہ تک از خود چلتے ہوئے
گئے۔ جب قریب پہونچے قوت رفتار نے جواب دیا۔ دفعا کھڑے ہوئے
ہر چند کہ منشی مرزا اسحاق بیگ اور راقم نے اور اور لوگوں نے اون کے
چلنے کے لیے سکی۔ مگر بخار آمد نہیں ہوئے۔ آخر شکر سی پر بیٹھا کہ
دوسرے مکان میں لے گئے۔ رفتہ رفتہ بخار کی شکایت بڑھنے لگی۔ ۱۲۔

بیہوشی کا فائدہ زیادہ ہوا۔ چنانچہ حکیم محمد باقر علیخان صاحب کو طلب کیا اور انہوں نے بعد تشخیص مزاج باتفاق ڈاکٹر شمس الحکما دوا تجویز کیا۔ جبکہ دو غوراک حسب تجویز اوہنوں کے پلائے گئے۔ بعد ازاں نواب سردار آسمان جاہ بہادر نے ڈاکٹر اعجاز الحق کو روانہ کیا۔ مگر چونکہ اس وقت میں مزاج حد اعتدال سے تجاوز کر گیا تھا اس لیے اوہنوں نے کوئی اپنی رائے بنیں دیا۔ واپس چلے گئے۔ قریب چھ بجے کے ڈاکٹر لاری صاحب کو طلب کیا گیا مگر ڈاکٹر صاحب نہ پہنچ سکے باتفاق رائے حکماء نے مذکور سنگیان بھی دی گئی تھی۔ ماسوا اسکے بہت سے تجویزین جو کرنے کی تہین کئے۔ مگر بمصدق۔ اذاب، احلہم لایساخرون ساعۃ ولا یستقدمون۔ مرض بڑھتا چلا جون جون دوا کی کا نقشہ جم گیا۔ سب کے دلوں جگہ چوڑ دیا۔ یاس کا عجم چھا گیا۔ قریب نو بجے کے نزع کی حالت شروع ہوئی۔ پوسے گیارہ کو روح قالب عنصری سے جدا ہوا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔ ناظرین یہ خیال کریں کہ انکا اس عالم فانی سے گزرنا کس قدر شاخ گذار ہو گا جسکی حالت حیطہ تحریک سے خارج ہے۔ وہ شب ایک آفت کا سامنا اور قیامت کا نمونہ تھا۔ ماسے واسے کی صدا درود دیوار سے گونجتی تھی زیادہ مصیبت کا سامنا یہ تھا کہ ایسے حادثہ جانگاہ کے وقت ہمارے سرنامچ نخل سبحانی شکار کے لئے رونق افروز ہوئے تھے محض

اوس وقت بذریعہ تار برقی اطلاع دی گئے۔

ان کیا کہتا تھا اور کیا کہہ چلا۔ مرحوم کا اکثر یہ خیال تھا کہ لباس ظاہری بدلے جا رہے۔ گرم شیت ایزدی مین کیسکو دخل نہیں کچھ بن نہ پڑی۔ خیر تمام رات قیامت سے گزری صبح مین میت کی تیاری ہوئی۔ جب میت روانہ ہوئی۔ یہ دیکھا گیا کہ مکان سے تانبہ رُو و موسیٰ دو طرفہ طریق کی پرچول جمع تھی۔ بلکہ سنا ہی گیا کہ اکثر لوگ گویا سے سکانات لیسکر بیٹھے تھے۔ ہر ایک فرد بشر کے زبان سے۔ سوائے افسوس حالت فنا اور تعریف ایام زندگی کے اور کوئی بات نہیں سننے گئے۔ چنانچہ اوقت مین نام نوج کا اوٹے بندوقین لٹے ہوئے چلنا۔ اور غم کے با۔ جملہ گذار کی آواز جان لیتی تھی۔ جب رُو و موسیٰ کے کنارے پہنچے۔ ایک بیٹھا تو وہ ہنرم مندل وغیرہ مین میت کو رکھراگ دے افسوس کس قدر سنگدلی اور ہیر مٹی کی بات ہے۔ جو ایسے ناز و نعم کے پلے ہوئے اور جبکا جسد اغوش محبت والدین مین ایسے آسائش آرام کے ساتھ رہا ہوا ایک چشم زدن مین جلد خاک ہوا۔ مگر ان یہاں یہی ایک بات جو بیان کی جاتی ہے۔ خالی از تعجب نہیں ہے۔ اور ہر ایک کے لئے یہ بات مہونا بہت دشوار ہے۔ یعنی اوس جسد مین جسکی گنجینہ عرفان کہیئے تو بجا ہے بہت دیر تک نہ جلا۔ بلکہ اسقدر ضرورت ہوئی کہ سوائے اوس ہیشمار تو وہ ہینرم کے۔ اور کٹری بہت سی دی گئی۔ جب دہان سے واپس ہوا تو ایسے ایسے

خبرین سن پایا کہ بیت زدہ ہو گیا۔ جب قدر مخالفین تہو آمادہ شرارت ہوئے۔
مگر بفضل ایزدی اور توجہات خداوندی مینی نل سجانی بندگان عالی محفوظ رہا۔
حضور اقدس و علی سے نواب سرسماںجاہ بہادر کے پاس تار برقی پہنچا اور اس
سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت اقدس علی نے۔ اپنا ایک نگوں قدم کے
گدڑ جانیسیکا نہایت ناسف فرمایا۔ اور اس راقم کے نسبت جو موروثی طایز
ہے تشفی اور تسلی کا ارشاد ہوا۔ جبہ دوبارہ زندگی ہوئی اور ہر ایک امر کی توفیق
ہے وہ حکم عالی نے مخالفوں کو عقد اللسان کا اثر کیا۔ سچہ ہی یہ ہے
کہ میرے آقا خداوند نعمت کی سرفرازی اور پرورش کی نظر اس راستہ
کے شامل حال ہے۔ خدا تعالیٰ اس راقم کو اپنے آقا کی اطاعت گزاری
اور جان نثاری میں تا دم زلیت ثابت قدم رکھے۔ اور میرے مالک کو
مجھ سے خوش و خرم رکھے۔ ناظرین بھی دعا فرمادیں۔ بفضل ایزد و جلا
و جیبہ۔ آقا نامہ از نل سجانی بندگان عالی مسند حکومت پر دیر گاہ با حشمت
واقبال دایم و قایم دین سے این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد *

کشن چا و عفا نہ

سواخ عسری یا لائف
ارم آرا نگاہ جناب نواب سرسیر لائق علیخان بھادور
سالار جنگ رابع منیر الدولہ مختار الملک و السلطنتہ

کے سی۔ آئی۔ ای۔ استعفی
وزیر اعظم حیدر آباد وکن

انٹروکشن

یہ امر نہ صرف قدیم مصلحت ہی ہے بلکہ اشد غوری اور لازمی ہے
کہ فردوس منزل کے حالات زندگی کہنے سے پیشتر ایک مقدمہ لکھوں
جس سے اس نامور اور غریب عالم پر سواخ عسری یا لائف کو تعریف اور
فلاسفی اور اسکے قدیم تفسیر فائدہ سے ناظرین پر سمریزم کا سامل ہو سکے کہ انکو
دنگ کر دین۔ اگر ایسا نہ کروں تو خاص کر ہمارے ملک میں زمانہ کی ہوا کچھ اسی
چل رہی ہے۔ کہ ناظرین اسکو ایک نا اول یا افسانہ یا سٹوری سمجھ کے پڑھ لیں گے
اور جو غرض اسکے لکھنے یا پڑھنے سے ہے وہ ہرگز حاصل نہ ہو گی۔ حالانکہ اس
نالیف سے خاص النامی میں اسطاب یہ ہے کہ ناظرین کو اس سے الوالغزی
وضیرہ صفات اہلیت و انانیت ہی حاصل ہوں۔ اور یہ کہ ایک طور
کی تبلیغ ہی پیشتر ہو۔ کیونکہ نا اول افسانہ اور سٹوری اس علم کے مقابلہ

خواب پریشان کی سی وقت رہتا ہے جس کی تحقیق اصنافِ اعلام کہتے ہیں۔

(۲) اس علم میں سوانح عمری کے چوٹ اور مگر اگر ہے تو علم قاسخ

ہی ہے یہ بات ہی خوب یاد رہے کہ علم سوانح عمری اور علم تواریخ میں باہم فرق تو ہے جسکو میں اس کے چل کر بیان بھی کروں گا مگر جزوی فرق ہر کچھ بہت ایسا

فرق نہیں۔ سوانح عمری کے لکھنے میں اوپر اوس کے پڑھنے میں عام اس سے کہ وہ زندہ آدمیوں کے ہوجیسا کہ مذہب ملکوں میں دستور ہے یا انکی جو

اس قاتل دنیا سے رخصت ہو کر عیدِ فانی جہان میں ہے یہ میرا بہت کچھ بیان ہے کیونکہ میں اس علم کی تعریف فلاسفی، اہلیت اور حقیقت اور تنقیص میں

جو صفحہ کے ایک یا دو اشت پہن لکھی ہے مگر افسوس ہے کہ اس رسالہ میں اس کے

درج کرنے سے روکا گیا ہوں۔ اس نظر سے اس شریف علم کے نسبت اس

رسالہ میں محض اسی قدر لکھنے کی اجازت پاتا ہوں کہ جو ذیل میں عرض کرتا ہوں۔

البتہ احتیاطاً یہ بات ہی یاد دلانا ہوں کہ علم سوانح عمری کا تالیف کرنا ایک

الگ امر ہے اور اوسکا پڑہنا دوسرا پوائنٹ ہے۔ مگر میں اس بحث میں علیحدہ

علیحدہ بحث نہ کروں گا بلکہ دونوں امروں کی اس رسالہ میں خاص کر جیسے قصداً

کی قید اور اسکا لحاظ ہے مشترک بحث کروں گا۔ بہر حال دونوں امروں کا مدار

یہی واحد ہی ہے۔

(۳) علم سوانح عمری یا لائف ہی وہ علم ہے کہ جسکے مطالعہ سے

ظاہرین اور شائقینِ اصل انسان ہو سکتے ہیں۔ ورنہ وہ بڑے اور صاف

آدمی ہی رہتے ہیں۔ مین خالص آدمی اسکو کہتا ہوں کہ جسے ہنوز نیت
نے سراسر نہ کی ہو۔ اور یہہ ایک مسکات مین سے ماہیت ہے کہ آدمی
اور انسان مین وہی فرق ہے جو حیوان مطلق اور حیوان مطلق مین ہے۔
خیر الناس انسان کی سوانح عمری کا لکھنا یا پڑھنا تو ایک طرف رہا۔ اگر کسی
اشر الناس آدمی کے لائف ہی لکھے یا پڑھے گی ہے۔ تو وہ بھی پاکیزہ مزار
انسان کو لئے عبرت اور تنبیہ کا باعث ہوئی ہے۔ یہہ بات بھی درست
اور صحیح بلکہ تسلیم کے قابل ہے۔ کہ اور شر النفس اس کے مطالعہ سے شرارت
سیکھتے ہیں مگر ایسا مولف جو سچے فلاسفوں نہ کہ جھوٹے فلاسفوں کے نقش
قدم پر چلتا ہو اور یہہ کہ کمال دنیا لوگوں سے ہمیشہ خلاف ہو قادیانی اور
نوسا دونوں مین سے کسی کو بھی پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا جب کسی خیر الناس
کی سوانح عمری لکھتا ہے۔ تو اس کے پڑھنے والوں کو اس کی پاکیزہ زندگی پاکیزہ
چال ڈھال اور پاکیزہ روش سے ایک ایسی نینثر حاصل ہوتی ہے
کہ جسکے دلربا اور نورافرا روشنی مین وہ چلتے ہیں۔ اور پھر ہر جگہ اور اویخ
بچ اور شیب و فراز کے موقع پر سنبھال سنبھال اور تول تول کر قدم
رکھتے ہیں۔ جس سے کہ کج روی انکے پاس تک پہنچنے نہیں پاتی۔ اخلاقی
کتا بون نے دنیا پر لاریب بے انتہا احسان کئے ہیں انکے مولفوں کی شکر گزاری
لازمی ہے جو آدمیوں کے سچے دوست اور انکے پورے ہم دروستے مگر
وہ زمانہ خیر باد کہہ چکا ہے۔ اب محض علمی و عروون سے کچھ نہیں بننا

اگر میدان مابہتہ میں ہے تو عملی نتیجوں کے۔ کیونکہ ایسا ہونا چاہیے لاکلام
ایک اچھا حکم ہے مگر ایسا کر کے دکھاؤ جو فلاں خیر التماس نے کر کے دکھایا ہے
پہلے حکم پر بدرجہا غالب ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ حکم ہی نہیں کیا جاتا بلکہ
کچھ کر کے ہی دکھایا جاتا ہے۔

(۴) سوانح عمری کے علم کا عالم یا ماہر نہ وہ جو ادسکو ایک افسانہ اور
سمولی ناؤل سمجھ کے پڑتا ہے اس سے قبل امت کا مادہ اور جو ہر اس قدر
حاصل کرتا ہے کہ اُس کے اس تفرس کا نام اکثر خوش اعتماد کہو یا یا سیرنگ تھا
لوگ پیش گوئی کر کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ تفرس ہی ہوتا ہے پیش گوئی اور
پیش خبری۔ بڑے بڑے معزز اور گروں کش ایم۔ اسے۔ اور بی بی
ڈی۔ ہی بتائیں کہ اس علم سوانح عمری کے بغیر اس شخص کی سیکلہ پر عبور ہو سکتا
ہے۔ کہ دنیا پر کے قوموں کی ترقی اور متزلزل کے اسباب کیا تھے اور کیسے
اقبال مند قومیں ادبار کے گڑھے میں سر کے بل گر پڑے اور پھر وہ قومیں دوبار
کے گڑھے میں سر کے بل گرے ہوئے تھے کیونکہ عمران یا یون سبھی کہ اوج
اور عروج پر پہنچ گئیں۔ ایک دستور کی بات ہے کہ بیٹا باپ کے نام سے
نام پاتا ہے۔ مگر سوانح عمری کے علم کا فاضل کہتا ہے کہ یہ کوی عجیب تہہ
اور طرفہ ماجرا نہیں بلکہ دنیا کے پردہ پر صحیح نظریہ موجود ہیں۔ کہ باپ نے
بیٹوں کے نام سے نام پایا۔ جیسے کہ شیخ مبارک بزرگ مقدس نے اپنے
بیٹوں ابوالفیض فیضی فیاضی۔ ابوالفضل۔ ابوالبرکات ابوالخیر

ابو الحارث - ابو تراب - ابو حامد - ابو راشد سے شہرت پائی۔ پہلے دو تو اس
 رشتہ کو بچھے کہ جغیتہ خاندان کے آفتاب محمد جلال الدین اکبر شاہنشہ
 مملکت ہندوستان کے وزیران اعظم اور دستوران منعم ہوئے۔ جب مروج
 اہل عرفان نے ہمارے موتیوں والے اکبر ہی کے دلولہ اور امٹنگ سے
 اس تاجدار سے ملاقات کی۔ تو فلاسفر اگر دنیوی فلاسفر نہیں بلکہ سچے فلاسفر
 نے بیٹوں ہی کے استفسار پر حکم لگا دیا۔ کہ ظل اقدس کا مزاج اقدس خیر الیایا
 واقع ہوا ہے اور اس سے ایسے کام ظہور میں آئیں گے اور ویسے کام ظہور میں
 آئیں گے وغیرہ چنانچہ ایسا ہی ہوا یہ کیا جیسا کہ اس واجب التکریم و تعظیم اور
 وحید اللہ ہر بزرگ نے فرمایا تھا۔ اب یہ سوال خود بہ خود لازمی ہو گیا ہے۔
 کیا اس واجب الآداب فرید عصر نے وہابیات علم نجوم اور محض جہوٹے علم
 رتل اور زے وہمی اور خیالی علم جفری اکبر کریم الشیم منیع رحم کی مزاج اقدس
 کو پہچان لیا تھا ؟

نہیں نہیں صرف علم سوانح عمری کے بدولت اور اس کے زور سے پہچانا تھا۔
 سچ بات تو یہ ہے کہ یہ سوانح عمری (پیشگوئی ہی ہے۔

(۵) فصری اکنومی یا فزولوجس کو اپنے زمانے کے زنی کے
 عہد میں عرب کے نامدار فاضل علم قیافہ کہتے تھے اور آریئن محقق اسی علم کا
 نام اپنے اقبال کے دنوں میں سائنڈریک رکھتے تھے۔ ایک بہت ہی لمبی
 عجیب و غریب اور دربا علم ہے۔ اگرچہ صوبہ پنجاب کی لیٹ فائنل کیشنر

جنت آرمگا جنرل ایڈورڈ صاحب سے تحقیقی رائے کے مطابق اہل
یورپ اور عرب کے محققین اور آریکن مدققین کے تصانیف میں یہ فرق ہے
کہ پہلے گروہ والی جن کو مشاہیرین مدقق اور بال کے کہاں نکالنے والے اور ہر
بات کے تہ کو خواہ وہ کیسی ہی باریک و دقیق اور لائق کیوں نہ ہو بچھنے والا کہا جاتا
ہے اور کہنا ہی بڑا ہوتا ہے اس علم کا موضوع ہے صرف آدمی کے جسم
کو گردانتے ہیں۔ اور دوسرے قیصرے فرستے والے انسان کے نام جسم کو
اسکا موضوع نہ ٹھہراتے تھے۔ خیر خواہ کچھ ہی سو میں بیان نہ اسکی بحث
ہی کرنا چاہتا ہوں اور نہ اس موقع پر ایسی جھنجٹ ہی لکھتا ہوں اگرچہ ایک اور
مقام پر لکھوں گا اور ایک موقع پر لکھ ہی چکا ہوں۔ اس وقت فلسفہ مقرر
کے عزیز یا فرعون جو کہوں سوچ ہے **لامرڈ بیکن** جنت آرمگا
کے ہمسفر ہو کہ صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ وہ ایک ٹراہی نا اور اور جہت کے عالم
میں ڈالنے والا علم ہے۔ اسکا حاصل کرنا یوں تو کچھ بات نہیں لیکن نجاب
کے با اقبال اور با تہ اور فلاسفر و ماغ امیر ابن امیر جناب سودا
دیال سنگھ صاحب بھادرا مجبیت یہ دم حشمتہم کے قول مقول کے
موجب اس علم میں فیثن برسوں کے پریکٹس پر منحصر ہے۔ غرض کہ سوانح
عمری کا علم ایک ایسا علم ہے کہ جو ٹیک ٹیک فراگنومی یا فزیکوجی یا فزیک
یا سادریک سے ملتا جلتا ہے۔ جیسا فراگنومی کے علم کا موضوع ہے اور فزیک
کا چہرہ ہے ویسا ہی علم سوانح عمری کا موضوع ہے دینا جس کے قیود

یا شخصوں کو ترقی اقبال اور فیض اُنکے منزل اور ادبِ جار کی حقیقت
اور واقعی اسباب کا چھپا افتا۔ اس شریف اور اعلیٰ درجہ اور
دستِ حق علم کا ڈاکٹر یا حکیم ایک قوم یا شخص کے افعال و کردار خصوصاً اسکی
سوانح عمری علی الخصوص اُسکے لائف اُسکے جو چال و مال اور رنگ و ہنگ
ظاہر ہو معلوم کر کے قطعی حکم لگا دیتا ہے اور لگا سکتا ہے بلکہ لاکھوں تجربوں
سے ثابت ہوا کہ لگا دیا ہے۔ کہ یہ قوم یا شخص اقبال مندی کے اتار رکھتا ہے
یا اِدبار کے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر وہ قوم یا شخص اقبال مندی کے تواس
سے گرا چاہتا ہے یا اوسکو قائم رکھنے والا ہے۔ اور اگر اِدبار زدہ ہے تو
اقبال کے اسمان سا اونچی منزل پر پہنچ سکتا ہے کہ نہیں۔ اور اگر پہنچ سکتا
ہے تو کیسی جناب باری تعالیٰ جل جلالہ و عِز و اَکرام کی حمد و ستائش ہو کہ جس
نے فانی انسان کو ایسا دماغ اور عقل دی کہ وہ ایک سچا علم ایسا دے کرتا ہے
اوپر اُسکے ذریعہ سے گویا غیب کے باتیں بیان کر دیتا ہے جو ٹھیک ٹھیک ایسی ہی
ہوتے ہیں۔

(۶) زیرک اور فہیم آدمیوں نے (حمین ناظرین کا فرائیڈ پروف ہی ایک مثال
ہے) اسی علم نے سوانح عمری سے ایسی انگلیں پائی ہیں کہ ہائیون ہمارے
موتیوں والے شہنشاہ اکبر ظل اللہ کے والد کے تکلیفات کو ٹرہیون
کی سی کہانیوں یا اپنی زبان کے اور الفاظ میں یون کہوں کہ افسانوں اور فنی
عاقِل لوگوں کے لیٹگو پچ میں یون کہا جائے کہ ناو کون کی سی وقعت نہیں بنتی

اور یا اگر بالوں کو نیند نہ آتی ہو تو انکے سلا نے کے لیے اونکا منتر پڑھیں پونکتے۔
 بنین بنین ہم لوگ ان تخلیقات سے جب کہ وہ اولی العزم شہنشاہ ہندوستان
 کے میوٹھی کے فلنگ کامقابلہ کر سکا (جیسا کہ ہماری برٹش گورنمنٹ نے
 اسی ہندوستان میں ^{۱۸۵۷ء} ایک ہزار آٹھ سو ستاون عیسوی میں مقابلہ
 کیا اور اپنے اقبال خدا داد کے تصدی سے اسی فلنگ کو اپنی تیز تلواری کی وہاں
 اور آب سے بالکل فرو کر دیا) اور ہندوستان سے بہاگ گیا۔ اور پھر
 انکے نمایان کامیابی سے ^{۱۸۵۷ء} پندرہ سو چودہ عیسوی سے ^{۱۸۵۸ء} اٹارہ
 سو ستاون عیسوی تک جو تین سو تینتالیس برس کی مدت ہوتی ہی رہی تھی
 کا عادی ہونا اور کامیابی کے لیے مستعد رہنے کا بہت ہی نا دور اور اکیس صفت
 اور دونوں جہان میں مفید سبق سیکھتے ہیں۔ اسکے علاوہ فرانس کے
 مٹ پور و معروف سفر و گردن کش مگردانا شہنشاہ فرسٹ نیپولین بونا
 پارٹ کی ترقی اقبال جو سو بحر کے شہر کے شہنشاہی کو پہنچا۔ اور پھر اسکی
 مصیبت جو ہمارے شہنشاہ انگریزی قوم کے ہاتھ سے ^{۱۸۵۷ء} اٹارہ سو پندرہ
 عیسوی میں گرفتار ہو کر قید فرنگ میں رہا اور سات سال تک قید رہا۔
^{۱۸۵۸ء} اٹارہ سو اکیس عیسوی میں مشد کی حالت میں مر گیا۔ شائقین علم
 سوانح عمری کو ذی حوصلہ ہونے کا سبق سکھا کر مصیبتوں میں برداشت
 اور تحمل کی تعلیم ہی دیتا ہے۔ پھر ارم نشین اور شیخ مبارک فیضی اور
 ابو الفضل وغیرہم خلف الصدقون کے والد کی مصیبتیں باوجودیکہ علم میں

سمندر اور صفات میں فرشتہ تھا ایک بار تو پتھر دل سے پتھر دل آدمی کو بھی جڑ میں ڈال دیتے ہیں اور ہر اکبر چشمہ رحم کے بعد معدلت ہمدین اُسکے سر اُس کی آنادھی (برائی آف آپمنین) جس پر وہ علامہ اعظم شیفۃ اور فریفتہ تھا اور فرزندوں کے اعلیٰ سے ہی اعلیٰ رتبہ کے اقبال مندی حوصلہ بخشی ہے۔

حضرت موسیٰ کے پیدا ہونے کے وقت ہی مصر کے بادشاہ فرعون نام کے وزیر پوشیدہ کیا جا یا پھر فرعون ہی کے بیٹی کا بیٹا کہلا کر مصر کے بادشاہی تختوں میں پرورش پانا اور اُسکے بعد فرعون کے دختر نیک اختر کے شاہزادے کہلا کر نیک نسبت اپنے قوم کے مصیبتوں میں۔ آئندہ دینے کو ترجیح دینا جو ان دنوں مصر میں قید تھی۔ اور پھر مصری نام ایک مشہور بزرگ کے ہاں لے کر

اہل اسلام حضرت شعیب کہتے ہیں۔ بکریاں چرانا اور آخر اپنے قوم نبی اسرائیل کو فرعون کے بندی خانہ سے چھڑانا علم سوانح عمری کے پڑھنے والے کو خدا کا قادر مطلق کی حیرت بخش قدرت اور عظمت کا سمجھ دار اور زیرک انسان کا تو کیا ذرا اس کے پاک ہستی کے منکر کو بھی قایل کر دیتا ہے۔ اور اعلیٰ کے معتقد بلکہ ایک ملائراج کا ہندوستان کی بادشاہت کا حقدار نہ ہوتا تو ہی ایک شہنشاہ عالم جاہ ہو جانا۔ اور باوجود اہل شرع اور تازی ہونے کے اپنے سن والدین بچان کو اگرہ کے قلعہ میں قید کر لیا۔ اور اپنے بڑے بھائی پور سے اہل عرفان اور

صوفی اہل ایم پروردہ و شہداء اس اشکو اور اپنے اور بھائیوں کو بے رحمی سے مردواں اور سرحد جیسے ناک الدنیا نہ کہ منروگ الدنیا کو قتل کر ڈالنا اس کے

اوبار اور تباہی کے علامتوں کو اٹھائے ان کا مون سے معلوم کر لینا
 سوانح عمری ہی کے علم کے شایق کا خاص الخاص کام ہے۔ ناول اور افسانوں
 کے شایق کو معلوم نہیں ہو سکتا۔ اجو دیہالی ہی کے سورج منشی راجہ سرف
 کے سید خلف الصدق سی رام چند رچی کا باپ کی فرمان برداری
 سے بارہ برس تک بن باس کا قبول کرنا اور اسی دگھن سے جیکے والی سلطنت
 حیدرآباد فرخند بنیاد سے یہ رسالہ شایع ہوتا ہے طرح طرح کے مصیبتوں کا
 مقابلہ کرنا لگائے مگر نہ صرف سوانح عمری کے ناظر علم ہی کے شائق ہی کو معلوم
 کر سکتا ہے۔ کہ حسین اصل خدا پرستی کی بنیاد اور پوری اقبالیت
 کی علامتیں ہوتی ہیں۔ وہی صرف وہی باپ کی فرمان برداری کرتا ہے۔
 ایسا ہی اقبالیت اس امر کو اپنا پرنسپل گردان لیتا ہے کہ۔ نوکر چاکر ہو تو بدل کوں
 باپ برا ہو یا بھلا اسکو کیسے بدل کوں۔ اور یہ کہ اگر اسکی فرمانبرداری نہ کروں تو
 وہ والد اور مین بیٹا کیونکر ہونا فرمان بخش والد کو اپنا بیٹا اور نوکر سمجھتا ہے
 اور آپ کو اسکا باپ اور آقا اور بہ انار اسکے ادب اس بلکہ جہنمی ہوئے کی ہیں۔
 (د) اب میں اس انٹرویویشن کو ختم کیا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اس مختصر
 رسالہ کے لئے سوانح عمری کے علم کے فلسفی اور اسکے فائدے کافی
 ہیں۔ مگر پھر بھی ناظرین سے دو ایک اور یہی ضروری امر دن کی جیسی علم کے
 متعلق میں گزارش کی اجازت چاہتا ہوں۔
 (۴) مصیبت ہر فرد بشر کے لئے چپ تک کہ وہ جسم کے قید میں ہے

کیلیسی ہے۔ اور جب وہ روح میں آزادی حاصل کر لگا تو پھر اس کیلئے سے ہی
 آزاد ہوگا۔ ایک بڑا ہی تجربہ کام شخص جس نے اپنے کو ایک ادنیٰ درجہ
 بلکہ اگر اور بھی سچ کہوں تو اسفل السافلین کے سے رتبہ سے اعلیٰ درجہ کے
 بلکہ قاب و قوسین او ادنیٰ کی سی عالی پاینگاہی میں اپنے ہی دست و بازو
 اور تدبیر اور ادب پر بے دریغوں کے ذریعہ خدا کی مہربانی سے پہنچایا۔ کہتا ہوں
 جس کو میں بادی ایزادی یاد دلاتا ہوں کہ انسان کی عمر خواہ کوی کیوں نہ ہو
 ہمیشہ خوشی اور غم میں سے نہیں گذرتی۔ اور پھر کس زور سے کہتا ہے کہ یہ سچی
 تو ایک ہے کہ انسان کو گویا خوش نصیب کہنا چاہیے کیونکہ اگر ایسا ہوتو
 وہ آرام اور غفلت میں بسر کر کے جفاکش اور دہشتی کا مادہ ہی اپنے مین
 سے بشرطیکہ دنیا کی پیدا کر نیوالے سے اٹھنے دیا ہو۔ کہو بیٹھے گا۔

(۹) جبکہ خود تقریباً پچاس برس سے تجربہ ہے اور یہ کہ صحیح تجربہ ہے
 صرف ایک خیال ہی نہیں جس کو اکثر محققانہ حق انجربان پر کہتے ہیں
 اور ہر موقع اور بے موقع اسکو فلسفی ریزن کے جگہ استعمال میں لائے
 ہیں۔ کہ بعض آدمیوں کے طبیعتیں قدرت اور نیر ہی سے ایسے واقع ہوئی
 ہیں۔ کہ مصیبت انکے حق میں اصل محکم اور بجا استاد بلکہ ایک درد منداقانی
 ہے۔ ایک پُرانے زمانے کا بڑا پرافت جوا ہے وقت کا بہت بڑا بادشاہ
 تھا کہتا ہے کہ بھلا ہوں کہ میں نے اسکا کیا کہ میں تین حکم کو کیسیکون
 یہ اس نے اپنے سچے خدا کو جس کو وہ اپنا حقیقی معبود سمجھتا تھا مخاطب کر کے کہا

اور بہت ہی سچ کہا ہے۔ میں نے اپنے واجب الادب معلم کے قول کو یوں ہی اندھا دھند اپنی آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کیا بلکہ ہر طرح سے کسوٹی پر پرکھ کر اور تراژوفین ٹول کر اور ڈور بھی چنک سے دیکھ کر اور یہ کہ تاسلاک کر ہی قبول کیا ہے کوئی جھکواس وجہ سے کچھ نہ کہے کہ میں اسکو جو ایک طرف تھا ہے کیوں پرکھا اور کیوں تولا اور کیوں دیکھا اور کیوں تاسلاک لیا یوں ہی اندھوں کی طرح ہے کیون نہ مان لیا۔ مگر رسالہ کرنا ظہیر صاحبان !!! میں مجبور ہوں میری کچھ اختیار میں نہیں کیونکہ میری طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو امور تجربہ کرنے کے قابل ہوتے ہیں میں انکا بار بار تجربہ کر ہی لیا کرتا ہوں۔ اور یوں اگر انسان سے فرشتہ ہی مجھے کہے تو نہیں مانا کرتا کیونکہ میرے وہ دن گئے کہ اسس سے کچھ لیں مہم ماہیتوں پر یوں ہی علم الیقین یعنی ہتھ مار کل فیتہ رکھوں اور میں الیقین یعنی ٹرنشنگ فیتہ کے مرتبہ پر ترقی نہ کروں۔ اسے کاش اس سے رسالہ کے ناظرین اسی علم سوانح عمری کے متعلق امور میں ہی پسندیدہ شیوہ اور شائستہ روش قبول فرمائیں یوں ہی اٹکل کچھ کسی ماہیت کی ذمہ دار نہ ہو جائیں۔

(۱۰) میرا بار بار کا اور یہ کہ صبح بالکل صبح تجرا جہ ہے یہ ماہیت بتاتا ہے۔ کہ البتہ بعض آدمیوں کے مزاج ایسے ہی واقع ہوئے ہیں کہ ادن کو مصیبت کی کچھ ضرورت ہی نہیں۔ مگر ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ ایسے فرشتہ طینت یا ہوسے بہالے لوگ کم بہت ہی کم بلکہ نادر الوجود ہوا

کرتے ہیں۔ ایسی ہی پاکیزہ دل رکھنے والوں کو بڑھکے یا ولی اللہ کہا گیا اور کہا جاتا ہے اور آئندہ ہی کہا جائیگا۔ اور بعض انسانوں کی گویا خیریں ایسی ہیں کہ مصیبت اور دکھ کا کھلا اصل مسلم اور سچا استاد یا اور دہشتہ نامی سبق بنیں ہو کرتا۔ مان یہ امر سخت بحث طلب ہے کہ ایسے آدمیوں کے کائناتیں اور قوتیں اور خصوصاً انکی دی ششیں کی کس کس میں ضرور فوہ ہوتا ہے کہ نہیں۔ برسوں بلکہ اگر اور سچ کہوں تو صدیوں کے چہان میں اور تحقیق اور تیر تدقیق سے یہ امر مسلم الثبوت ہوا ہے کہ ایسوں کا حال یہ ہے کہ انکی کائناتیں قوتیں تمیز اور علی الخصوص انکی دی ششیں ان کی کس کس قوتوں اور کیا بالکل ہی مردہ ہوتی ہے۔ اس پر بڑے بڑے واقعات شاہد موعکہ اور عادل ہیں اور ہر ایک قوم میں اسکے گواہ پائے جاتے ہیں۔ بچوں دیوں میں فرعون کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ میت ہی مشہور اور غیر قوموں میں زبان زو خاص و عام ہے۔ یہ عیسائیوں میں یہود اسکے کو ملی کا معاملہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ گویا بیرے کی نوک سے عقیق پر پتھر کے نمونہ ہے۔ علاوہ اسکے آسین لوگوں میں راؤن اور کنس کا واقعہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ نرارون برسوں سے عام و خاص کے زبان پر ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کے پتھر تار خون میں بھی درج ہے۔ اور ایسے تاریخین کہ جنکو صحیح اصولوں کے مطابق تاریخی وقت دی گئی ہے اور دیکھتے ہیں اہل سلام میں ابو جیل اور ابی لبس کا ایسا ماجر ہے کہ ہرگز ہرگز

پوشیدہ رکھنے سے ہی پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ غرض کہ اس رسالہ کے ناظرین کو مذکورہ بالا شخصوں کے لائف پر جیسا کہ چاہیے عبور ہو تو انکو بہت اچھی طرح سے ثابت ہو جائے۔ کہ درحقیقت نہ اونکے کائنات میں کچھ دم تھا۔ اور نہ اونکے قوت تیز ترین کچھ جان تھی اور یہ کہ انکی دی سٹرین آف کیرکٹر میں ہی کچھ حس نہ تھی۔ جھگو اس وقت خفہ صفا میں معدود صفحوں اور معدود موقع پر انکی سوانح عمریوں بیان کرنے کی نہ تو فرصت ہی ہے اور نہ اجازت۔ مگر انکے لائف اور انکے کیرکٹر آفتاب کی روشنی سے ہی زیادہ ظاہر ہے۔ اگر کوئی شخص انکی حیرت انگیز حالات اور واقعات سے ناواقف ہے تو نہ اسکو علم قائم کیج ہی سے مسئلہ فائدہ پہنچے گا اور نہ علم سوانح عمری سے ہی کچھ حاصل ہوگا۔ وہ بڑے محنت و واقعات ہیں (۱۱) میں جب لافز آفتاب میں غور اور تامل کرتا ہوں تو صریحاً اور بے شک و کھتا ہوں۔ کہ لوہا جو ایک مشہور ترین دھات ہے ہستی ہی تیز آگ سے پگھلتا ہے اور چاندی جو وہ بھی ایک مشہور دھات ہے لوہے کے نسبت ذرا کم آگ میں پگھلتی ہے۔ اور کنڈن لینے والا جو ایک سب سے مشہور دھات ہے اور بڑی قیمتی ہے ایک ذرا سی آگ دکھانے سے موم کے مانند نرم ہو جاتا ہے۔ مگر تھر کو (جس کو دکن دیس میں گنڈو کہتے ہیں) کیسی ہی تیز آگ بلکہ جلتی ہوئی آگ میں ڈالو۔ ہرگز ہرگز نہیں پگھلتا اور مطلقاً نہیں پگھلتا موم ہوتا تو ممکن اور ایسا ہوتا یا نہ ہے۔ پس آدمیوں کے گروہ میں سے بعض آدمی لوہے کی سی

طبیعت رکھتے ہیں۔ اور بعضوں کا مزاج چاندی کا سا ہے۔ اور بعض کندن
 کی سی اصالت رکھتے ہیں اور بعض کجخت پتھر ہیں۔ ناظرین کو ذرا اب
 دل کے انگلیں بھول کر اور ذرا گہری نظر کرنی چاہیے۔ کیونکہ بڑا بزرگ موقع
 ہے۔ اور وہ یوں ہے کہ دنیا کے پردہ پر پرافٹ لوگوں کا ایک گروہ
 ہے۔ اور فلاسفوں کا ایک مجمع ہے۔ پھر آج اُن ہمارا جون بادشاہوں
 شہنشاہوں کا ایک سلسلہ ہے۔ ان تینوں مقدس ہندب اور شہزاد
 گروہوں میں سے چند کا نام پیش کرتا ہوں جو معتقون سے نہیں بچ سکے
 جیسے کہ حضرت نوحؑ ابراہیمؑ یعقوبؑ یوسفؑ دانیالؑ موسیٰؑ اور خداوند
 مسیحؑ۔ پھر عرب کے نبیؑ ساری کرشن جی۔ ساری رام چندر جی وغیرہ۔ تھان
 ستر اٹھ فیٹا غورس جارتینور و نو وغیرہ حضرت داؤد سکندر ہمایون عالمگیر
 بونا پارٹ ظفر۔ واجد حلیشاہ وغیرہ۔ میں اس وقت اس امر کی بیان کی
 مصلحت نہیں سمجھتا کہ ان تینوں مقدس ہندب اور شہزاد گروہوں میں کس
 گروہ یا کس شخص کو تو ہے چاندی ظلا اور پتھر سے تشبیہ دون۔ کیونکہ
 میرا یہ بیان ایک راجن یعنی نقشبہ ہو جائیگا جو مجھے یا ان اسوقت منظور نہیں۔
 شہزادی میں اس بات کے بیان سے اپنر دل کے ولولے اور انگ اور فینک
 کچھ تک نہیں سکتا کہ ان تینوں گروہوں میں ایسے شخص تھے جو تذکرہ بالاد
 اور گندو (یعنی پتھر) سے تشبیہ تمام رکھتے تھے۔ چنانچہ جو شخص علم تاریخ
 اور نیز علم سوانح عمری سے باہر ہو گا اُس پر حیا کہ چاہیے مسلم الثبوت ہو چکا ہوگا

کہ اصل معاملہ جیسا کہ نیچے چیلنج ہی کیا ہے حقا اور تحقیقا یوں بھی ہے
اب میں پھر بڑے زور سے اصلی سچکٹ پراتا ہوں کہ میرے پیری گراف
چارم - ششم - دھم - اور یازدھم کے عبرت بخش بخشوں کا اوسی
سچکٹ سے جس سے میرے اس تحریر کا عنوان معنون ہے یہ تعلق ہے کہ
جب تک ایک آدمی سوانح عمری کے علم کا اسٹرینین ہوتا۔ وہ نہ تو اس
جہان ہی میں چین اور آرام کے ساتھ اپنی زندگی گزارا سکتا ہے۔ اور نہ
ایسے جہان میں جو فانی نہیں بلکہ غیر فانی ہے اور جس کا یہ جہان
ایک فوٹو ہے تسلی اور اطمینان کے ساتھ رہ سکتا ہے غرض کہ انسان دنیا
میں رہ سب کر آدمیوں کے مختلف خاصیتوں سے واقف نہیں ہونا چاہتا
تو اسکو نہ اسی کہنا چاہیے اور نہ انسان بلکہ کچھ اور کہنا چاہیے جو اسکو
سوز و غم اور انسب ہو۔ پھر اسکے لئے کیا یہ دنیا اور کیا وہ دنیا ایک ہی
سی ہے۔ کیونکہ ایک عارف بابتہ نے جو سچا فلاسفہ ہی بتا سچ کہا
کہ کیا راحت دلی اور تسلی قلبی اور کیا دلی عذاب اور قلبی تکلیف عارف
اور اہل علم کے لئے ہی ہے۔ اجمل و بیہ علم کو درجستہ اور تسلی
سے کچھ سرور کار اور نہ عذاب اور تکلیف سے کچھ کام۔ وہ بالکل پتھر
کے مانند ہے چونکہ تو آگ میں جلتا اور نہ پانی میں تر ہے۔ یہ جو کچھ دیکھیں
زمین اور آسمان آفتاب اور مہتاب جہنم اور بہشت ہر اہل عرفان اور
خدای علم کے لئے ہی ہے اجمل و بیہ علم کے لئے کچھ ہی نہیں۔

(۱۲) اس رسالہ کے ناظرین! آپ گہرا نہ جائیں اب میں اثر و محنت کے ملاحظہ کے لیے آپ کا قیمتی وقت اور نہ کوٹھا۔ صرف دو تین مہینے ہی اسکے خاتمہ میں اور عرض کر کے اس مقدمہ کو تمام کرتا ہوں اور پھر اصل مطلب یعنی فردوسِ نزلِ مدوح الاوصاف کے لائف شروع کرتا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس مقدمہ کے ساتھ آپ اسکو ایک سٹوری نہ سمجھیں گے۔

(۱۳) الحاصل جن لوگوں کا تذکرہ میں نے پیرے گرامت یا زوہم میں کیا ہے ان سب کے عجیب و غریب اور حیرت انگیز سوانح عمری پڑھنے سے ایک تعجب خیز اور حیرت بخش اثر دلیں پیدا ہوتا ہے۔ اور انکے لائف میں اس درجہ تک اثر کشش ہے کہ ناظرین اور شائقین کو ایک ایسی دنیا انکھیں ملتی ہیں کہ وہ اس نیلی جہت کے پردہ میں جو کچھ ہے دیکھ لیتے ہیں اور پھر چودہ طبق کی یہ خبر رکھتے ہیں۔ ان میں اس بات کو بھی عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ انکے لائف کے اثر کشش کا عمل انہیں پر ہو گا جو صحیح اور سالم کائنات رکھتے ہیں پس ایسوں کے حق میں یہ علم اگر میرے ہی بڑے کام کرتا ہے۔ خاص کر یہ علم یعنی سوانح عمری کا علم اپنے بکثرت کو بتاتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے اپنی غیر فانی اور ابدی روح کو اس جہان میں جو ابدی اور غیر فانی جہان کا عکس ہے عرفانِ تقدیس اور تسلی کے خاص الحاصل درجوں اور غفلتوں کو طے کر لیا ہے۔ ایسا کہ یہ افعال انکے عادت ثانی اور سیکینڈ نیچر ہو گئے ہیں تو ان لوگوں کے رویے میں جو اصل انسان

یہی ہیں انیوانے جہان میں گویا پرس اور ڈیوک ہو گئے۔ اور جنہوں نے
ایسا نہیں کیا وہ اس جہان میں گو پرس اور ڈیوک کیوں نہ ہوں مگر دنیا
پہنچ کر قلیون اور گدا گروں کی ادا اس اور نامید گہیرا ہٹ اور بے
چینی میں ہو گئی۔ اور یہ بات یاد رہے کہ بہت سی کارگرا اور اطمینان دہنی
والے دلیلون اور برہانوں سے یہ امر ثابت ہو کر تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انسان
کی روح فانی نہیں بلکہ ابدی اور غیر فانی ہے اگر اس رسالہ کے ناظرین میں
سے کوئی اس بابت اور حقیقت کا مشککہ ہو یا یوں سمجھے کہ اسکے سمجھ میں
نہ آتا ہو۔ تو میں اُن وجہوں اور دلیلون کو انکے سامنے پیش کر کے انکے
اقرار اور تسلی کا ذمہ دار ہوں کیونکہ اگر انسان کی روح ہی چند روزہ
اور فانی ہوئی تو پھر نہ عقاب اور عذاب کچھ چیز ہے اور نہ ثواب اور
نیکی۔ اور یہ کہ بہشت ہی ہر کچھ چیز نہیں ٹھہرتا ہے اور نہ جہنم۔ بلکہ جناب
باری تعالیٰ غراشمہ جو اپنے ذاتِ اقدس اور اعلیٰ میں قادرِ مطلق ہے اور نور کا
بانی مبنی ہے اور آپ اس میں رہتا ہے اور جوازی اور ابدی ہے اور
جس نے انسانوں کی روحوں کو پیدا کر کے انہیں ابدیت اور عدم فنا پذیری
کے خاصیت خاص رکھی ہے اور اگرچہ اسکے علم ازلی میں انسانوں کے
روح میں تہین مگر وجود فی الخارج کے عرصہ میں نہ تہین (پناہ بہ خدا)
ہی کوئی نہیں۔ حالانکہ یہ بات ہرگز ہرگز نہ ہونے چاہیے کہ ہر ایک چیز
کا پیدا کر کے والا کوئی نہ کوئی ضرور ہی ہوتا ہے پس جسے آسمان اور زمین

آفتاب و رہتاب و آوازِ خیر و ن کو پیدا کیا ہے اس لامباک نام امد یا خدا ہے جس پر اسکے
پتے عارف مقصد ق جو فرہین اور یہ کہ ہر ایک انسان اپنی غیر فانی روح کے اعتبار سے
اسکا منظر حاصل اور گویا آئینہ ہے۔

(۱۴) اس عہد میں یہی جو عین روشنی کا زمانہ کہلاتا ہے اور لاریب یا سیاہی جو بلی سا
اہیت سر انکار نہیں کیا گیا۔ اور نہ ترے سے بے غلا سفر و عارف کمال انکار کر ہی
سکتے ہیں۔ کہ یہ جہان حسین ہم اب باندین آئینا ہے جہان کا ٹوٹا اور عکس بلکہ فانی
ہے ایک کامل صاحب عرفان اور ایقان کا قول ہے کہ جن لوگوں نے اسی مینا میں اپنی
پتے معبود کو جان کر اسکی پرستش کی ہے۔ جس سے کہ رضا اور تسلیم کا عالی رتبہ حاصل کر لیا
ہے وہ اس مینا میں فردوس آماگاہ ہونے کے لیے قابل اور مستعد ہو گئے ہیں اور
جنہوں نے اسی جہان میں اسباب و موقوف کر میسر آنے پر یہی دنیا کر منبع برحق کو
نہیں پہچانا اور اپنی زندگی کا مناسب حصہ اسکی حمد و ستائش میں صرف کر کر اسکی رضا
کا عالی درجہ نہیں پایا۔ اگر وہ حقت نصیب ہو ہی گئی تو بھی جس کو کاملین دلی رتہ
اور قلبی تسلی لکھتے ہیں نہ پاسکیں گے۔ جس شخص کو ذرا ہی عرفان اور ایقان سے لگاؤ
اور انسی ہو وہ ہر روز اپنی آنکھوں کو دیکھتا ہے کہ انسان جس سو سائیلی اور محبت کا ہوا ہے
اسی سو سائیلی اور محبت کو پسند کرتا ہے۔ جو رجورون کی باعث پر دل دیتا ہے متوالا
منوالون میں خوش رہتا ہے اہل عرفان اہل عرفان ہی کے محبوبین میں روحانی قدرت
حاصل کرتا ہے فلا سفر فلا سفر و ن کے گمراہ سے تسلی پذیر ہوتا ہے جو غرض کہ
جنسیت علیٰ تم کا مسئلہ جو نانیون کا ایک پرانا و قدیم مسئلہ ہے

ثابت ہو گیا ہے۔ چھ ہزار برس کے تجربوں نے نیز جہاں تک کہ تاریخ کے دفتر ملتے ہیں وہاں تک اس مسئلہ کو بالکل صحیح ثابت کر لیا ہے۔

(۱۵) نظریات فاضل اور فلاسفر اہل عرفان اسی دنیا میں اسی جسم کو ساتھ حسین فانی کا غیر فانی کر ساتھ لہر اعلق ہے۔ تقدیس باطنی اور سچی شناخت اور دنیا کو خسرانِ برحق کی موت کو اپنی عادات ثانی کر لیتے ہیں جبکہ سکینڈ پیپر ہی کہا جاتا ہے جو امر انسان کو حق میں سب سے ضروری چیز ہے کہ صرف علم الیقین کے ہی مرتبہ میں نہ رہے بلکہ اس ترقی کر کر عین یقین کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے۔ کیونکہ کلام ایک خیر ہو اور عمل دوسری ہائیت ہو ظاہری دین ہی سچا خود ایک چیز میں اگر جب تک کہ محویت کا عالم حاصل نہ ہو اور تیز اس میں کامیاب نصیب نہ ہو اس باطنی انسان کو حق میں جو روح مراد ہو اور کوئی تدارک اور چارہ نہیں۔

(۱۶) نو ناظرین آپ صاحب کو کمالیہ اس بیان کو جو دل بہانی والا ہے ہنوز ادھما ہی چڑا کر اصل جگہ طبعی مدد الوصف جنت اراکام کی سوانح عمری کو جاتا تو بوجہ دلائی کر دے ہمارے فہم ناظرین یہ جو سمجھ گئے ہو گئے کہ اصل مطلب یہی مرحوم منفور کی سوانح عمری کے بیان پہلے پڑے سڈو کے ساتھ یہی سڈو وکشن اس بنا پر لکھنا پڑا کہ لائف کے علم کے قائد کو جیسا کہ چاہیے واقعی ہو جا۔ اور یہ کہ فردوس منزل کو لائف ہی اور سوانح اور سڈو یون کے ساتھ ہے جا۔ بلکہ عبرت کے نگاہ اور ادب اور بچنے اور اقبال کے حاصل ہو سکتی نظر سے پڑ ہی جائے۔

راشم
حب علی

گزشتہ رسالہ میں مسرت کے ساتھ پڑھی ہوگی مسرت اسلئے نہیں کہ بچہ
 دیگر شایستہ ملک کے وہاں علوم و فنون کی ترقی ہوئی بلکہ اسلئے کہ جہالت
 کی تاریکی میں شعاعِ علم پونجی - عرب - ایران - بخارا وغیرہ کی قومی تعلیم
 کا بڑا حصہ غالباً مذہبی اور اخلاقی تعلیم ہے۔ علوم جدیدہ کی طرف قومی
 رجحان نہیں ہے۔ اسلامی حاکم کی مجموعی آبادی میں تعلیم یافتہ بالعموم
 بہت کم ہیں افسوس یہ ہے کہ یہی حالت مسلمان ممالک میں بھی ہے جہاں کی قومی
 تعلیم کے سلسلہ سے مسلمان فرقہ نے اپنے تئیں عرصہ دراز تک علیحدہ رکھا۔
 ہندوستان کے مسلمانوں کو اس زمانہ میں تعلیم جاری رکھنا ان کی
 قومی اور مذہبی حیثیت کے لحاظ سے آسان نہیں ہے۔ غیر زبان کا سیکھنا اپنی
 مذہبی اور اخلاقی تعلیم کے ساتھ لازمی ہے۔ ایک کے کونے سے دوسری بھی جاتی
 رہتی ہے۔ غالباً یہ حالت ہندوستان میں کسیدوسرے فرقہ کی نہیں ہے۔
 گورنمنٹ جسکی ماتحتی میں مختلف اقوام آباد ہیں کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں
 کرتی جو سب کی ضرورتوں کو کافی ہو اسلئے اسنے اپنے مدارس سے ایک بڑا
 ضروری جز اوڑا دیا جو بہت کچھ مسلمانوں کی علیحدگی کا باعث ہوا۔
 ہندوستان کے مختلف اقوام کی ضروریات اس قدر ایک دوسرے سے
 جدمی ہیں کہ انکی مجموعی تعلیم کو قومی تعلیم صحیح معنی میں نہیں کہہ سکتے۔
 آئیکمیل سرسید احمد خان بہادر نجم الہند نے علی گڑھ میں مدرسۃ العلوم کی
 بنیاد اس غرض اور نیت سے ڈالی کہ اس میں مسلمانوں کی وہ تعلیم ہو

جس کو ایک محدود معنی میں مسلمانوں کی قومی تعلیم کہہ سکیں۔ چنانچہ خوشی کی بات ہے کہ وہ بہت جلد اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہوئے۔ مگر اس وقت وہ کالج ایک کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔ دیکھا جاتی ہے کہ قوم اس پندرہ سالہ نوجوان کالج کے لئے آئندہ کیا انتظام کرتی ہے (۱) آیا عمدہ حالت میں قومی امتیاز قائم رکھنے کے لئے باقی رہتا ہے۔ (۲) یا ذات کے ساتھ اسکا آئندہ قیام رہتا ہے۔ (۳) یا دنیا سے مدد چاہتا ہے۔ تا وقتیکہ ہماری قوم عالم الغریب سے کام نہ لے اور تہذیب کو اچھی طرح سے سمجھ کر موجودہ گتھیوں کو نہ سلجھائے پس پتہ لگے میں برس مدرسہ کی زندگی محال ہے۔ اگر دوسری حالت میں مدرسہ کاربہا ہے تو ہمارے خواہش ہے کہ وہ تیسری حالت میں آج ہی پہنچ جائے۔

ہم مختلف ممالک کے قومی تعلیم کو بیان کرنے ہیں امید ہے کہ ہمارے ملک کی تعلیمی حالت کا موازنہ اس سے ہو جائیگا اور مسلمانوں کی تعلیم کی ایک ذہنی تصویر انکھون کے سامنے جلوہ گر ہو جائیگی۔ مخصوص مدرسہ العلوم علی کی نسبت حلقہ طور سے دوسری جگہ بحث کی گئی ہے۔

ہندوستان کی موجودہ تعلیمی حالت کو پورے طور سے قومی تعلیم کے معنی میں نتیجہ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری کی رو سے حسب ذیل ہے۔

اسمین دیسی ریاستیں شامل نہیں ہیں جہاں بالمقابل زیادہ ٹکڑی چھائی ہوئی ہے مگر جعفر برہما اس زمانہ تک انگریزی مضامین نہاشریک ہے۔ پس پھر آبادی برٹش ہندوستان سے برہما کی قریب ۴۵ کروڑ کے ہے۔ انہیں نے بڑھ

کمر بستہ کی قدر زاید صاحب سواد ہیں خواہ وہ ہنوز زیر تعلیم ہوں یا نہ ہوں
انہیں سے مسلمان لڑکوں کی حالت حسب ذیل ہے۔

زیر تعلیم ————— ۴۷۳۶۱۱

قابل نوشتہ خواندہ جو زیر تعلیم نہیں ہیں ————— ۸۶۷۰۰۳

کل آبادی مرد مسلمانوں کی ————— ۲۳۱۲۲۲۳

اور مسلمان لڑکیوں کی تعلیمی حالت یہ ہے زیر تعلیم ————— ۲۳۶۳۲

اور قابل نوشتہ و خواندہ جو زیر تعلیم نہیں ہیں ————— ۳۲۲۹۵

اور مسلمان عورتوں کی آبادی ————— ۲۱۹۸۷۹

غرض ————— ۳۳۲۵۰۲۵۱ ————— مسلمان زمین

۳۳۲۹۷۷۱۳ صاحب سواد ہیں —————

قومی تعلیم

لفظ تعلیم سے عام طور پر وہ فعل مراد ہے جس سے انسان کی تمام قوتیں اور تقابیر زور اور آزادی کے ساتھ کام میں لاسکیں۔

قومی یا ملکی تعلیم وہ ہے کہ اس فعل تعلیم کا اطلاق کسی خاص ملک کے عام باشندوں سے ہو تاکہ عوام الناس اپنے اپنے مقاموں پر اس قسم کی دماغی قوت حاصل کریں جو منہ ب زندگانی بسر کرنے کے قابل ہو۔

قومی تعلیم کے بارے میں تین امر تحقیق طلب ہیں۔ فرد یا مجموعہ تعلیم سے کیا مراد ہے؟ کون اور کس کا ذمہ دار ہے؟ اور کارروائی کس طرح ہونی چاہیئے؟ پہلے سوال کا جواب اصول تعلیم پر مبنی ہے اور ہم کو دیکھنا چاہیئے کہ ہر ایک شخص کو تعلیم یافتہ سمجھنے کے پہلے کس قسم کی تعلیم دینی چاہیئے۔ دوسرا اور تیسرا سوال عملی ہے۔ ایک میں مناسب ذرائع تعلیمی پر بحث کا رخ ہے۔ اور دوسرے میں موزوں طریقہ تعلیم قومی کا خیال رکھنا چاہیئے۔

اصول تعلیم

تعلیم کے معنی جو اوپر بیان ہوئے وہ تعلیم کا صحیح خیال ذہن میں پیدا کرتے ہیں اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تعلیم کا کام یہ نہیں ہے کہ علمی ذخیرہ انسانی دلوں میں اس قدر نمود کر دیا جائے کہ اس سے قابلیت اور قوت کے ساتھ کام لین اور دماغی فہم اور طاقت کو اپنی خارجی چیزوں سے مدد ملے جب تک کہ

ذہنی قوت سے ہے۔ انسانی خلقت اپنی ازلی بناوٹ سے اس طرح رکھی گئی کہ اس کو بے انتہا دنیاوی تعلقات سے ہر دم سامنا رہنا ہے اور وہ اپنے حواسِ خمسہ سے مستفید ہوتا رہتا ہے۔ قلب کی قوت اس طرح بنائی گئی ہے اور اس دنیا کے تعلقات اور مناظر سے اس طرح مناسبت پیدا کی گئی ہے کہ جو اثرات خارجی طور سے اس پر منکشف ہوتے ہیں اسی کے مناسب حال اندرونی قوتیں فوراً حرکت میں آتی ہیں اور اس منظر کا فوراً ایک نقشہ دماغ میں گڑھتے ہیں اور ذہنی تصویر قائم کر لیتے ہیں اور اس طرح علم اور تجربہ کے سانچے میں ڈھل جاتے ہیں اگرچہ دنیاوی خیالات کا مادہ پیش نظر نہیں ہوتا مگر اس کی شکل و لمین کچھ جاتی ہے۔ اور یہ قوت حیوانیہ کا نتیجہ فطرتی قوتیں اور قلبی اور دماغی کششیں جو اس کو قبضہ میں لاتی ہیں اور ذہنی شکل میں تشکیل کرتی ہیں باہم مختلف طریقوں میں رہتی ہیں۔ انسان کے بچپن میں فطرتی قوتیں غالب رہتی ہیں۔ چاروں طرف کے نظائر انسانی خیالات و قوت پر غالب آجاتے ہیں کیونکہ قواسم عقلی جو فطرتی زور کے مقابلہ میں ہوتے ہیں اور جن پر نظرت کا زیادہ اثر پڑتا ہے دفعتاً ترقی نہیں کر سکتے اس لئے طبعی خواہشات پر انسانی قوتیں زور شکل سے غالب آسکتی ہیں اس لئے ذہنی قوتیں جو چھپیدہ خیالات تہذیب کو درستگی کے ساتھ مرتب کر نیوالی ہوتی ہیں اکثر بیکار گزر جاتی ہیں اور اپنا کسی قسم کا اثر نہیں پیدا کرتیں۔

بخلاف اسکے جب انسان کی عمر بڑھتی ہے تو انسان اپنی زیادتی
 عمر کے سبب فطرت کا تدارک کر سکتا ہے۔ اور اس وقت انسان کی قوت عقلی
 قوت فطری سے جو چاروں طرف کی قدرتی اشیاء کے نظارہ سے ادھر
 اثر پڑتا ہے زیادہ قوی ہو جاتی ہے اور رفتہ رفتہ فطرت مغلوب ہو جاتی ہے
 اور فطرت بجائے فرمانروائی کے خواہشات کی فرمانبردار ہو جاتی ہے۔
 انسان کی زندگی کی ترتیب اس باقاعدہ طرز سے ہوئی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ
 اپنی مشہور عالمگیر ذہنی قوت پر تیار ہو جاتا ہے اور بجائے اسکے کہ محض
 عقل انسانی کا وجود ہے وہ ہر روز انسانی ضروریات کی راہ نکالنے کے
 لئے زور دیکھتا ہے۔

پس جو کچھ انسان کی دو حالتوں میں فرق ہے وہ حقیقت میں تعلیم کا
 تفاوت ہے بشرطیکہ اسکے وسیع معنی لئے جائیں انسان اپنی خلقی ذہانت
 سے ہر کام میں زیادہ کامیاب ہو سکتا ہے اور اپنی عقل و تجربہ سے عمدہ کام
 کرتا ہے اور اسکا نور عقل اور اس کے خیالات ہر کام میں رہنمائی کرتے ہیں اور یہ
 سب باتیں تعلیم کے وسیع استعمال پر زیادہ منحصر ہیں جو ان انسان شیخ
 خفہ اور خفیبہ جلی قوتوں کو باہر لا کر کام میں لگاتا ہے اور سید رائے عقل و
 فہم میں روز افزون ترقی کرتا جاتا ہے۔

خود اختیاری تعلیم

انسان کا جب کوئی بڑا گروہ کسی خاص مقام میں آباد ہوتا ہے اور وہاں اسکے

اپنی ترقیات کے تدرقی مواقع مہیا ہوتے ہیں تو وہ گروہ لازمی طور سے ترقی کی جانب مائل ہوتا ہے۔ لوٹ مار یا شکار کی عادت اور اسی طرح سے وحشیانہ طریقے رفتہ رفتہ چھوٹتے جلتے ہیں اور آخر کار مستقل طور سے ایک شہر یا قصبہ میں آباد ہو کر کسی صنعت یا زراعتی مشاغل میں مصروف ہوتے ہیں ان مشغولوں سے جائداد اور مال پیدا ہوتا ہے اور جب مال و مطلق اکٹھا ہوتا ہے تو ضرور بڑا ہون کے انتظام کے لئے حکومت قائم ہوتی ہے اور قانون بنایا جاتا ہے تاکہ جان و مال کی حفاظت ہو اور آئندہ ترقیات کا ہر دوسرا ہر۔ اور جب گورنمنٹ کے مقررہ اصول قوانین کے موافق لوگوں کی جان و مال کی حفاظت ہو جاتی ہے تو تجارت و اسباب و ذر کا ایک دوسرے سے تبادلہ شروع ہو جاتا ہے اور دولت اکٹھی ہونے لگتی ہے۔ اور اس قدر مہلت ملنے لگتی ہے کہ ہوشیار آدمی اپنے اوقات فرصت میں زندگی کے اور ہنرون کی طرف متوجہ ہو سکتا ہے۔ لیکن جب کسی قوم کا علم و فن و نیامین پیدا ہوا گو وہ کیسا ہی ابتدائی حالت میں ہو پھر اس کی رفتہ رفتہ ترقی ہوتی جاتی ہے خواہ اس کا حسن ظاہر ہی ہو یا نہ ہو کی طرف مائل ہو خواہ اس سے کوئی فائدہ حاصل کرنا منظور ہو اور یا کسی بڑے اور نامور شخص کی نظم میں تعریف کرنا ہو۔ انسان کی رفتہ رفتہ خود رو ترقی کا یہی طریقہ ہے اور اسی ترقی کے ساتھ ہی مذہب کا بھی خیال پیدا ہوتا ہے اور خواب و بدنامت پرستی سے ترقی کرتے ہو کر

خالص خدا کی عبودیت پر انسان پہنچ جاتا ہے۔
 ان سب باتوں کو خود اخت یا حکام تعلیم کسی ایک قوم کی کہی جاتی
 ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ کوئی ایک قوم ہوزن حالت میں متواتر کوشش کر رہے
 ہیں اور دنیا کی کوئی بڑی قوم ایسی نہیں جو اس خود اخت یا
 تعلیمی ترقی کی ممنون احسان نہ ہو۔ تاریخ حقیقت میں خود اخت یا
 ترقیات اقوام کا ایک معتبر دفتر ہے جس میں علاوہ اس ترقی کے جو
 خارجی ترقیات اپنے اپنے زمانہ میں ہوتی ہیں ساتھ ساتھ دوجہ رہا کرتی
 ہیں اور فلسفہ تاریخ بتلاتا ہے کہ کیونکر ان فی ترقی مختلف ذریعوں سے
 ہوئی۔

ایرانی تعلیم

دنیا کے مختلف قوموں کی تاریخ تعلیمی دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے
 ابتدائی اور اول ایرانی ہیں جنکی تعلیم کے طریقہ اور تفصیلی کیفیت ایک
 سلسلہ کر ساتھ اب تک موجود ہے۔ ان لوگوں میں پوری تعلیم پانچ برس سے
 لیکر بیس برس تک ہوتی تھی۔ اور اس اشار میں وہ تین باتیں دیکھنی ہر
 سواری۔ تیر اندازی۔ راست بازی۔ اول کی دو باتیں وحشیانہ طریقہ کا
 پتہ دیتی ہیں مگر مؤخر الذکر اس امر کی شاہد ہے کہ وحشیانہ طریقہ سے انہوں
 نے اعلیٰ تہذیب کی جانب توجہ کیا۔ اور جسمانی عمل سے گزر کر اخلاقی ترقی
 میں پہنچے اور طلباء کی جسمانی ترقی کے ساتھ علمائے زمانہ نے روحانی ترقی

کی بھی فکر کی۔ اس طرح اخلاقی تعلیم کا چرچا ایرانیوں میں قریباً مابین
تعلیم کے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اب اسکا ایرانیوں میں بالکل اثر نہیں پایا
بجز ان چند استثنیات کے جنکو مذہبی تعلیم دی گئی ہے۔

یونانی تعلیم

جب ہم مشرقی دنیا سے مغربی دنیا کی طرف نظر کر گئے ہیں اور یونان کے
طرز تعلیم اور یونانی تہذیب کی زندگی و کلیتہ میں توانائی زندگی کی
آب و ہوا کو دیکھ کر بالکل متحیر ہو جاتے ہیں۔ وہ ان خلقت انسانی تبار
جو اس قسم نہیں پائی جاتی اور نہ ان کی رہنمائی محض خارجی تاثیرات سے
ہے۔ ہر یونانی جانتا ہے کہ خدا کی روح اور عقل اسکو عطا کی ہے جس سے وہ
تاثیرات عالم کے متقدمین کھڑا ہو سکتا ہے اور اندرونی و بیرونی قوتوں سے
بخوبی کام لے سکتا ہے۔ اپنے اندرونی قوتوں کی حرکت کو چاہتا ہے اور بیرونی
اثرات کو اپنی مستقل مزاجی سے دور کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اہل یونان اپنے
دلوں میں تاثیرات عالم کا ایک خیالی نقشہ کھینچتا ہے لیکن اسکو محض خیالی
نقشہ و صورت نہیں دیتا۔ اور جو کچھ وہ دیکھتا ہے اس کا اثر ہوتا ہے اس سے
بخوبی واقف ہے۔

رومی تعلیم

یونانیوں کا جو کچھ طرز تعلیم تھا وہ غالب درجہ عملی نہ تھا بلکہ اسکے رویوں کی
تائید و توثیق ہی ہے۔ یونان میں ہر ایک شہر انسان کی ترقی کے متعلق خیال

کجاتی تھا اور اسکی عزت و عظمت اونکے دلوں میں اوسے بقدر ہوتی تھی جبکہ
اوسکا خیالی حسن و خوبی کا اثر اوپر پہنچتا تھا۔ بخلاف اسکے رومیوں میں ہر شئی
کا عملی فائدہ ملحوظ نظر رکھا جاتا تھا چنانچہ اہل یونان علم ریاضی میں مصروف تھے
تھے مگر انکی مصروفیت کسب باطن کے لئے تھی حالانکہ علم ریاضی اور علم حساب
اہل روم کے نزدیک محض جنگ یا تجارت میں کامیابی کے لئے تھا۔
یونانی علوم طبعی کو جسبانی خوبصورتی کے لئے پرستتے تھے حالانکہ رومی اس
سے محنت کی قوت اور زیادتی اوقات چاہتے تھے رومیوں کے سلسلہ تعلیم
میں لکھنا پڑھنا اور حساب تھا اسکے سوا کبھی قدر جغرافیہ اور اپنے ملک
کی تاریخ پڑھاتے تھے۔

جب یورپ میں مذہب عیسوی کا چرچا ہوا اور یہی بعد دیگرہ عالمی
ملک اس مذہب کو قبول کرتے گئے گو اس جدت مذہب کے ساتھ ہی علم
و تہذیب بھی جدید ہوئی اور قدیم عمارات ڈھا کر بالکل از سر نو جدید تعمیر
کھڑی کی۔ اگرچہ اوس زمانہ میں بھی یونانی عقل و حکمت بڑے زور و فیر تھی۔
زمانہ وسطی کی تعلیم

اس زمانہ کی تعلیم کے دو حصہ قرار دیے جاسکتے ہیں اول اصولی۔ دوم
اول میں بہادری۔ عزت۔ مروت۔ عورتوں کا اغاز۔ سچائی۔ عاجزی۔ پرہیزگار
جو شخص کہ ان اوصاف کے ساتھ متصف ہوتا تو اس کو پورا جنت ملیں گے
اس میں تعلیمی شاخ کوئی بھی نہ تھی یہاں تک کہ لکھنا پڑھنا بھی مشروط تھا

دوسرے حصہ میں صورت و نحو۔ بلاغت۔ ریاضی۔ اقلیدس۔ ہیئت اور سیمیوتا۔
لیکن یورپ میں علم کی تجدید اچھی طرح سے اس وقت ہوئی جبکہ
ترکوں نے حملہ کر کر قسطنطنیہ فتح کر لیا۔ یورپ کے سابق طالب علم علم
حاصل کرتے اور تمام یورپ میں اشاعت دیتے تھے اس کے ساتھ چند تین
اور ہو گئیں جس سے علمی دنیا کی بہت جلد ترقی ہوئی یعنی چھاپے کی کل جارجیا
ہوئی اور امریکہ ظاہر ہوا اور رفاہیت شروع ہوا رفاہیت کے پہلے سے
تمام جرمنی اور انگلستان وغیرہ کے تعلیمی حصہ میں روح پڑ گئی۔

مختلف قسم کی تعلیمیں

انسان کو عموماً پانچ قسم کی تعلیم دیکھائی ہے۔ ۱۔ طبعی۔ ۲۔ دماغی۔ ۳۔ اخلاقی۔
۴۔ ملکی۔ ۵۔ مذہبی۔ ان پانچ صیغوں میں انسانی آئندہ زندگی بچھ رہ جاتی

ہے۔
تعلیم طبعی۔ اس قسم تعلیم کا انحصار قدرت اور اتفاق پر رکھا گیا ہے۔
اس میں مفصلہ ذیل امور قابل لحاظ ہیں۔ اول حفظان صحت کا قایم رکھنا یعنی
صفائی۔ تازہ ہوا۔ کثرت خوراک۔ تہیج محنت اور تفریح۔ دوم قواعد طبعی
کو قوت دینا جس کے اسباب جنگی مشق سیر اور ریاضت ہیں۔ سوم کسی خاص قسم کی
عادت پیدا کرنا۔

تعلیم دماغی۔ تعلیم دماغی کا بڑا اصل الاصول مادہ خیالات کی درستگی ہے
جب انسان کی نظر سے کوئی شے گزرتی ہے تو فوراً قلبی حرکت سے اس کا نقشہ اس کے

جلد دوم حسن مسبر

دماغ میں جسم جاتا ہے۔ اس سطح دوسرے واسطوں سے جس بات کا علم ہوتا ہے اس کا اثر فوراً دماغ پر عمل کی کے ساتھ ہوتا ہے۔ ایک نہایت قابل شخص کا قول ہے کہ جس قدر میں نے زندگی کے ابتدائی تین برس میں تحصیل کیا اس کے برابر بقیہ تمام عمر بھی حاصل ہوا۔ دوسری بات۔ اس کے متعلق یہ ہے کہ جن باتوں سے دل پر اثر پڑتا ہے اس کو ظاہر کرنا۔ ذہنی قوتوں کا بڑا کام باتوں کا ساتھ بخونہ رکھنا۔ اور بروقت ظاہر کرنا ہے۔

اخلاقی تعلیم۔ اخلاقی تعلیم وہ ہے جس سے انسان فی مرنی قوت مزینہ کی تعلیم کے موافق اجرائے افعال میں کام کرے جس سطح قوت ذہنی پہلے پہل محض ابتدائی تصور وادراک سے رفتہ رفتہ بڑھتے بڑھتے کمال عقل و فہم و دانائی تک پہنچتی ہے اس کا طرح انسان فی مرنی میں پہلے محض خیال کی ایک تحریک پیدا ہوتی ہے بعد رفتہ رفتہ پوری آزادی اور خود اختیاری حالت تک پہنچ جاتی ہے۔ اور جس سطح ذہنی تعلیمات تو اسے تعلیم کو بتدیج مضبوط کرتی ہیں اس سطح اخلاقی تعلیمات انسان فی خواہشات کی خود اختیاری حالت کو مضبوط کرتی ہے۔ لاکون کی ابتدا متصور حالت میں ضرورت ہوتی ہے کہ اونکی خواہشات کی ہوشیاری سے رہنا کی کیجئے۔ کیونکہ لاکون کی خود استیاری حالت کی ترقی چنانہ قوتوں کے ساتھ بنا سبب تعلقات بیرونی ہو کر نی ہے۔

پیشگی شکل تعلیم

پیشگی شکل تعلیم کسی ایک گروہ کی بہت کچھ اختیار کی ہوتی ہے رفتہ رفتہ

مختلف قسم کے تجربات حاصل کرنے سے ایک قوم کو خود اختیاری حکومت کا حق
آتا ہے اور پولیٹیکل نظرون سے ایک شخص واحد اپنے گروہ میں اعزاز پاسکتا ہے۔
بہت سی نہایت ضروری باتیں ایک آزاد شہر کے باشندے کے لئے ہوتی ہیں
جسکا جاننا اور سیکھنا ضرور ہوتا ہے جسکے نہ جاننے سے شخص واحد وزیر سلطنت
کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور وہ یہ ہیں کہ گورنمنٹ کی چال ڈھال اور اسکے
فرایض کا علم۔ ہر شخص کو اپنی ذاتی آزادی سے عام بہبودی کے متعلق کیا
کیا کرنا چاہیے۔ اس گروہ کے کل مفید قواعد کی پابندی اور متابعت کی ضرورت
جائیداد کے اقسام اور اسکے حقوق۔ راس المال اور محنت کے باہمی تعلقات
اور آقا و ملازم کے باہمی فرایض۔ دولت پیدا کرنے کے قواعد و قانون۔
تجارت میں آداب مشارکت۔

اگر ان ضروری باتوں کی ابتدائی تعلیم کسی گروہ میں نہیں ہوتی تو ایک
جانب بغاوت و سازش اور تملک انگیز اور فسادات اور دوسری جانب فلسفی
ناخوشی۔ برائی اور ابتری پہنچاتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ ہر لڑکی کو اس طرح
کی تعلیم و تربیت دی جائے کہ وہ تمدنی مسائل اور شہریت کے ابتدائی ستر
سے آگاہ ہو جائے۔

مذہبی تعلیم

مذہبی تعلیم کل قسم کی تعلیموں کی سرکھ ہے اس سے بڑی غرض یہ ہے کہ ہم اپنے
کل اخلاقی ضروریات اور قانون میں خدا کی مرضی حاصل کریں۔ مذہبی تعلیم ہم کو

جلد دوم ص ۹

سکھلاتی ہے کہ ہم اپنے خیال کو زور کے ساتھ خداوند تک اور اس کے نام محمدؐ
 قوتوں کی جانب بائبل کرین یعنی ہمیشہ موجود رہنے والے قادر مطلق خدا تک
 جل شانہ کا خیال کرین جو سکودیکتا ہے۔ اور حکومت و ہدایت کرتا ہے خواہ وہ
 اچھے ہوں یا بُرے۔ بعدہ یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی مرضی کا کیا ثبوت ہے
 ایا عالم میں اس کا ظہور بدریغہ قدرتی اشارے کے ہے یا براہ راست کسی اور
 حیثیت میں منکشف ہوئی ہے۔ مذہبی تعلیم بچپن میں دینا۔ یا قبل اسکے کہ علم
 حکم کو یا ایک مذہبی باتوں کے سمجھنے کی قدرت حاصل ہو بتلانا انجام خیر
 کرنا ہے۔

انگلستان میں کلاسیک تعلیم تمام یورپ میں کوئی تعلیم یافتہ شخص ایسا نہ ہوگا جس نے اپنا جوانی کا تعلیم صرف مذہبی
 ڈاکٹر یا جو۔ میں شروع میں بیان کر چکا ہوں کہ ہندوستان کے سکول میں اس میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم بالکل
 ہوتی ہے جس کا خود گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر کو بہت کچھ کہنا پڑا ہے اور جس کی برائی کا روز بروز ثبوت ملتا جاتا ہے۔

ہمارے علی گڑھ کالج میں آریبل سرسید صاحب خان نے اس قسم کی ضرورت کو جو تمام ہندوستانی مدارس
 و کالج میں پائی جاتی ہے اپنے بیان میں کر دیا ہے اور بہت شاعری و شکیل کر میر و خیال میں کل اقسام کی تعلیم ہوتی ہے
 سکول شکیل تعلیم کا براہ راست مسئلہ ہو گا سلف ریگٹ (خود ہستیاری) تعلیم کا بہت بڑا اثر ہے مذہبی تعلیم کا
 سمجھنا اپنے ایک غریب کے داخلہ سے جو وہاں فی الحال یہ تعلیم ہے پورا اطمینان ہو گیا ہے۔ لارڈ ڈورن نے حال میں
 جب ریتہ العلوم علی گڑھ کا ملاحظہ فرمایا تو وہاں کو اخلاقی تعلیم کی تعریف کی جس کی سرکاری مدارس میں ضرورت
 پائی جاتی ہے پھر پھر پھر اس میں اعلیٰ اقسام کی تعلیم ہوتی ہے۔ حسن

تعلیم جرمنی

تمام ملکوں سے زیادہ جرمنی میں باقاعدہ اور نہایت مکمل طریقہ سے قومی تعلیم کا سلسلہ جاری ہے اس لئے کچھ اوسکا اصول اور مختصر حال بیان کیا جاتا ہے۔
 اول یہ کہ جرمنی میں کیسی خاص کردہ کے لئے تعلیم نہیں ہے بلکہ علی العموم بلا امتیاز احاد سے تمام رعایا کو تعلیم دی جاتی ہے اور صرف ابتدائی تعلیم ہی نہیں دی جاتی بلکہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ کل مدارس سرکاری ہوتے ہیں اور کل احکام و زیر تعلیمات سے جاری ہوتے ہیں جو صرف بادشاہ کا ماتحت رہتا ہے۔ تعلیم کے تین صیغے ہیں۔ اول یونیورسٹی۔ دوم اعلیٰ مدارس۔ سوم ابتدائی مدارس۔ ابتدائی مدارس قصبات و دیہات میں بھی ہیں۔
 انتظام تعلیمات کا اسطرح ہے ہوتا ہے کہ تمام سلطنت کو دس صوبوں میں تقسیم کیا ہے ہر صوبہ میں اضلاع اور ہر ضلع میں حلقے اور ہر حلقے میں گروہ تقسیم ہیں یہ لمبی تقسیم ہے اور اسی تقسیم سے تعلیم کا سلسلہ ہی جاری رہتا ہے۔

اول صوبوں کو لیجیے تقریباً ہر ایک صوبہ میں ایک یونیورسٹی ہے۔ یونیورسٹیوں کا انتظام ایک ایک کشتہ کرتا ہے اور کشتہ کا تعلق براہ راست گورنمنٹ سے رہتا ہے اس لئے درمیان میں کسی صیغہ کے افسر کی مداخلت ہونے نہیں پاتی اور کل تقررات اور انتظام براہ راست گورنمنٹ سے ہوتے ہیں۔

جلد دوم حسن نمبر

اب اعلیٰ مدارس کو لیجیے۔ انکا تعلق صوبوں کے افسروں سے رہتا ہے ہر صوبہ میں ایک مجلس مقرر ہوتی ہے جسکا تعلق گرجون مدرسوں اور عام حفظان صحت سے رہتا ہے ان میں سے جن لوگوں کو تعلق مدارس سے رہتا ہے او انکی تقرری اور تنخواہ گورنمنٹ سے ملتی ہے اور جسکا تعلق گرجون سے رہتا ہے وہ سب پادری ہوتے ہیں اور مدارس کے متعلقین میں دار رہتے ہیں اس طرح سے مذہبی و غیر مذہبی تعلقات ملنے نہیں پاتے۔ پس جس طرح یونیورسٹیکا تعلق صدر حکومت سے رہتا ہے اسی طرح اعلیٰ درجہ کے مدارس کا تعلق صوبہ کی حکومتوں سے رہتا ہے۔

اب مدارس ابتدائی کو لیجیے۔ انکا تعلق ملک کے چوتھے چوتھے تقسیم شدہ حصوں سے رہتا ہے۔ مثلاً اضلاع جیفے کردہ۔ ہر گروہ میں ایک ابتدائی مدرسہ لازمی ہے۔ ہر ایک لڑکے کو مدرسہ آنا ضروری ہے تا وقتیکہ اس لڑکے کی معقول تعلیم جو اور ذریعہ سے ہوتی ہو بیان نہ کرے۔ ان مدارس کے قیام کے لئے یہ بندوبست کیا گیا ہے کہ پچھلے زمانہ کے جوفنڈ اور اوقاف میں ہیں وہ بہت ہوشیاری سے قائم رکھے جائیں اور کام میں لائے جائیں۔ دیہات کے زمیندار اور طلباء کے باپوں کو مدرسہ کے مجلسوں میں شریک ہونا ہوتا ہے جسکے اوپر یہ فرض ہے کہ باہمی مساوات سے قیام مدرسہ کے لئے فنڈ تجویز کریں جبکہ کسی مدرسہ میں وہانکے لوگوں کی غربت کی وجہ سے فنڈ بقدر کافی اکٹھا نہ ہو تو جہاں جہاں زیادہ روپیہ وصول کیا گیا ہو وہ روپیہ

ایسے مفلس مقاموں کے مدرسوں کے لئے تمام ضلع میں براہِ تقسیم کر دیا جاتا ہے۔
نگرانی کا سلسلہ بھی بہت مقول رہتا ہے۔ صوبوں کے ناظرین کے اوپر
ایک نگران رہتا ہے جو بطور وزیرِ تعلیم کے کام کرتا ہے اور مقامی مدارس کے
کیچون اور صوبہ دار حکومتوں میں ہی افسر درمیاں رہتا ہے۔ مقامی متخون
کو بہت کم اختیار دیا گیا ہے۔ اور قانون بنانے کی مطلق اجازت نہیں ہے
اور کا کام صرف فنڈ جمع کرنا ہے۔ مدرسوں کے بارے میں کہنے سے کا استحقاق
ہے۔ لیکن ان کے اجراء کا یہ عمل نہیں دیکھتے اور نہ طریقہ تعلیم میں مداخلت
کر سکتے ہیں۔ یہ گورنمنٹ کا کام ہے کہ مدرسوں کی لیاقت کو جانچے جو بغیر
امتحان مقابلہ دے ہوئے مقرر نہیں ہو سکتے۔ چونکہ مدرسوں کو طریقہ تعلیم
سے واقفیت رہتی ہے اور ان کو گورنمنٹ بعد امتحان لینے کے مقرر کرتی
ہے اسلئے یہ اپنی جگہ پر خود مختار اور اپنے سوسائٹی میں ممتاز رہتے ہیں۔
مسئلہ اعرابین مدارس جرمنی کی تعداد حسب ذیل تھی۔

ابتدائی مدارس — ۳۳۰۳۰ — دیہاتی اسکول — ۱۲۰۲ —

تصباتی اسکول — ۱۰۰ — مجموعی تعداد ان کے — ۲۲۳۳۲ —

جن میں — ۲۵۴۰۵ — طلبہ رہتے تھے۔ ان کے علاوہ — ۱۱۷ —

اعلیٰ مدارس جن میں — ۲۹۴۰۳ — طلبہ رہتے تھے۔ اور — ۳۸۲ —

بچوں کے مدرسہ فخر جن میں — ۲۵۰۰ — شاگرد رہتے تھے۔

۱۹۳۸ء میں جرمنی کی آبادی ایک کروڑ ساٹھ لاکھ تھی جن میں

قیاساً قابل مدرسہ طلباء کی تعداد تینتیس لاکھ تھی۔ انہیں سے پچیس لاکھ سرکاری مدارس میں تھی باقی چار لاکھ یا خانگی تعلیم میں مصروف تھی یا کسی وجہ سے داخل مدرسہ نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں علیٰ عوام اعلیٰ و ادنیٰ سب کے لئے تعلیم کا سلسلہ جاری ہے۔

پس آپ مہربانی سے غور کیجئے کہ نتیجہ تیس لاکھ کے چھپیس لاکھ لڑکوں کا عمدہ تعلیم پانا کس درجہ حیرت کے قابل ہے اور پھر کیونکر اتنی قوم دنیا کی تمام قوموں سے لایق و فایز نہ ہوگی۔ اب اس قوم کو مقابلہ میں ہندوستان کے مسلمان لڑکوں کا مقابلہ کیجئے جو اس وقت تعلیم پاتے ہیں پھر آپ کو ہماری بہت حالی کا اندازہ نہایت آسانی سے معلوم ہو جاوے گا اور نیز اس بات کو خیال کیجئے کہ جس قوم کی تعداد ایک کروڑ ساٹھ لاکھ ہو جائے قریب پچیس ہزار مدرسہ ہیں۔ مسلمان جنکی تعداد پانچ اور چھ کروڑ کے دیکھیں ہر پھر ایک مدرسہ علی گڑھ کیا کام کا سکتا ہے جس میں پچہنویس لاکھ لڑکے ہر تعلیم پالینڈ

جرمنی اور ہالینڈ میں بہت فرق ہے میان تعلیمات کا تعلق براہ راست گورنمنٹ سے بہت کم ہے بلکہ مستظہرین کو باہقون میں ہوتا ہے۔ صرف وزیر داخلہ کو مدارس سے کچھ تعلق رہا کرتا ہے۔ گورنمنٹ کی طرف سے مدرسہ کے انسپکٹر مقرر ہونے میں جو لپٹے اپنے اضلاع میں بغرض نگرانی تعلیم سفر کرتے ہیں۔ مدرسہ کے ناظر گاہ گاہ بطور مجلس اعلیٰ کے جمع ہو کر تعلیم کے متعلق

بحث کرتے ہیں ہر ضلع میں ایک انتظامیہ مجلس بھی ہوتی ہے۔ مینوسپل کو کوئی اختیار نہیں رہتا۔ ابتدائی مدارس کی کل کیفیت ناظرین کے ہاتھ میں رہتی ہے اور مدرسہ کے قیام کے لئے فنڈ کا کوئی قانون نہیں رہتا بلکہ ضرورت کے وقت اہل قصابات سے۔ وہ یہ وصول کیا جاتا ہے تاکہ ایک سلسلہ سے مدرسہ قائم رہے۔

تعلیم فرانس

اب فرانس کا حال سنئے کہ مثل جرمنی اور ہالینڈ کے تعلیمات کا سلسلہ حصوں میں تقسیم ہے۔ اول یونیورسٹی۔ دوم کالج۔ سوم ابتدائی مدارس۔ یونیورسٹیوں میں پانچ صیفے ہیں۔ یعنی علم الکلیات۔ قانون۔ طب۔

طبیعیات۔ اور یونیورسٹیان براہ راست گورنمنٹ کے ماتحتی میں زیر حکم زیر تعلیمات رہتی ہیں۔ فرانس کے کالج دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول شاہی کالج جو بالکل سرکاری ہوتے ہیں۔ دوم امدادی کالج جس میں کچھ گورنمنٹ اور

دینی ہے کچھ مینوسپل مگر انتظام سرکاری رہتا ہے۔ ابتدائی مدارس میں پچھلے وقت سے عیدب تھے مگر جب سے گورنمنٹ نے براہ راست اپنا ذمہ

لیا ہے تب سے بہت کچھ درستگی ہو چلی ہے۔ اسلئے ان میں کریم کرن جرمنی اور ہالینڈ پہنچا گیا تاکہ وہ ان کے سلسلہ تعلیم پر رپورٹ کرے جس کی رپورٹ پر جدید قانون بنے۔ سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ تعلیم عام کر دی گئی اور اسکے چند قواعد یہ ہیں۔ ہر ایک دیہات میں ایک مدرسہ ضرور

ہونا چاہیے جس مقام میں چہ ہزار کی آبادی ہو تو وہاں اصلی درجہ کا مدرسہ ایک اور ہو۔ ہر ضلع میں ایک نارمل اسکول ہی ہونا ضروری۔
۱۸۴۰ء میں مفصلہ ذیل مدارس و طلبہ وغیرہ تھے۔

تعداد دیہات فرانس ۳۷۰۴۸ تعداد ان دیہات کی ۳۴۵۷۸

تعداد دیہات بغیر مدارس ۲۴۶۰ جن میں مدارس ہیں۔

کل تعداد ابتدائی مدارس ۵۹۸۲۸ تعداد ناظران مدرسہ ۸۷

تعداد نائب ناظم ۱۱۳ مدارس مزدوران نیکو شام ۶۴۳۴

تعداد طلبہ مدارس ابتدائی ۳۱۶۴۲۹ کو درس دیا جاتا ہے۔

تعداد طلبہ اخیرائی ۷۳۸۲۰ تعداد نارمل اسکول ۷۸

تعداد مدرسین نارمل اسکول ۲۹۵ تعداد کالج ۳۵۸

طلبہ کالج ۳۱۳۱۶

اس حیرت انگیز تعداد مدارس و شاگردوں کے دیکھنے کے بعد آپکو (ناظرین)

معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کو اپنی قوم کے واسطے بہت کچھ کرنا باقی ہے باقی کالفاظ

غلطی سے لکھا گیا ہے اسکا معنی یوں نہ سمجھیں کہ ہم نے بھی کچھ کیا ہے اور کچھ باقی

ہے بلکہ جو کچھ اچھا ہے وہ فی الحقیقت کچھ بھی نہیں ہے اگر آئینہ کی طرح

جاوے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ ہمیں سے ابتدا ہے دیکھئے خداوند کریم کب

ہماری قوم کے کشت امید پر علم و ہنر کا باران رحمت نازل فرما کے

سبز کرنا ہے۔

تعلیم امریکہ

ممالک یورپ سے امریکہ کا طرز تعلیم بالکل جدا ہے وہاں تعلیم بالکل جمہوری گورنمنٹ کی جانب سے ہر مگر بواسطہ رعایا دار السلطنت سے کہی اس بات کی منظوری نہیں ہوتی کہ کہاں کہاں مدارس جاری ہوں بلکہ ہر صوبہ کی گورنمنٹ پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ بطور خود تحقیقات کر کے رپورٹ کریں کہ آیا انکے صوبہ میں سرکاری مدارس کی ضرورت ہے یا نہیں چنانچہ اس بنیاد پر کئی صوبے ایسے ہیں جنہیں کوئی سرکاری مدرسہ نہیں لیکن غالب تعدا ایسی ہے جہاں قانوناً سلسلہ تعلیم کا قیام ہے اور ایک صوبہ کی کیفیت سے دوسرے سے بالکل جدا ہے۔

ہر قصبہ جہاں ڈیڑھ سو خاندان آباد ہوں وہاں کے لوگوں سے اس قدر خرچ لیا جاتا ہے جس سے دو مدرسہ نو مہینے تک یا تین مدرسہ چھ ماہ تک قائم رہ سکیں اور اگر پانسو خاندان ہوں تو دو مدارس تمام سال کے لئے یا تین مدارس آٹھ ماہ کے لئے بالضرور قائم رہیں باقی مہینوں کے مصارف سرکار سے ملتے ہیں۔ ان مدارس میں ابتدائی تعلیم۔ لکنا پڑھنا۔ حساب۔ انگریزی۔ صرف و نحو اور جغرافیہ ہوتی ہے۔

ہر قصبہ جس میں پانسو خاندان ہو سکویہ بھی لازم ہے کہ ایک مدرسہ اعلیٰ درجہ کار کے جسمین اقلیدس۔ جبر و مقابلہ۔ پیمائش۔ تاریخ اور بعض علوم جدیدہ پڑھائے جاتے ہیں۔

جس مقام میں چار ہزار آدمی آباد ہوں وہاں علاوہ اور مدارس کے ایک اعلیٰ غیر ملکی زبان کا مدرسہ بھی ہو اور یہ کل مدارس عام و خاص لوگوں کے لئے کھلے ہوں۔ اخراجات کے لئے ہر ضلع سے ایک مسافر جج کا ٹیکس لیا جاتا ہو۔ اگر تعلیمی خرچہ ادا کرنے میں کسی ضلع نے غفلت کی تو اسکو اپنے حصہ کا دو چاند ٹیکس بطور جرمانہ کے دینا ہوتا ہو اگر بیوجہ کوئی لڑکا سید سے غلطی کر گیا جو اسے خود اپنے والدین یا مربی پر نالاش کر سکتا ہو۔ بشرطیکہ والدین تعلیم سے باز نہ کہنا چاہیں۔

تعلیم انگلستان

انگلستان کی عام تعلیم ہر شاخہ کسی دوسری ترقی یافتہ قوم کے نہایت پست حالت میں ہے۔ جن لوگوں کو بیس تیس برس کی گزشتہ حالت یاد ہو وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ کس قدر تاریک حالت طریقہ تعلیم قومی کی تھی۔ رفتاشین کے بعد سے لوگوں کو تعلیمی سہ گرمی کا خوب اظہار ہوا اور خیراتی رزمین وغیرہ تعلیم کے لئے وصول ہونے لگیں۔ انہیں سے بعض رزمین تو بالکل فصول مدارس میں مثل گرامر اسکول کے دی گئیں۔ اور بعض محض چند محدود غریبوں کو گرجوں میں تعلیم کے لئے رزمین دی گئیں۔ یعنی کیا جاتا ہو کہ اگر اس قسم کی رقوم کا استعمال مناسب طرح سے کیا جائے تو تمام ملک کے سلسلہ تعلیم قومی کے لئے نہایت مناسب اور موزوں ہوگی۔ باوجود ان سب باتوں کے اس صدی کے شروع میں عام تعلیم کی جمالت کی چوائی ہوئی تھی۔

لنگا شیریں اسکول

۱۸۷۵ء میں جوزف لنگا سٹر نے لندن میں آکر رات دن تعلیم کی متعلق محنت و جان نثانی کرنے پر آمادہ ہوا اور بہت سے لڑکوں کو اپنے گرو جمع کیا بلکہ معقول قعدا و جہان مرد اور عورتوں کو اپنے طریقہ اور طرز تعلیم کے ساتھ مختلف مقامات میں تعلیم دینے کے لئے بھیجا اسی سے موجودہ نارمل اسکول کی بنیاد پڑی۔

انگلستان میں مدارس کی ترقی اور تعلیم کی اشاعت برٹش اینڈ فارین نیشنل اسکول سوسائٹی کی وجہ سے ہوئی جسکے اراکین تمام ملک میں ہیکلر تعلیم کی اشاعت کرتے رہے۔ لیکن ملک کی ضروریات ایسی ادنیٰ تعلیم سے رفع نہیں ہو سکتی تھی۔ مدارس کے لئے اخراجات بھی کم تھے مدرسوں کی خود عمدہ تعلیم نہ تھی۔ کوئی نارمل اسکول اپنے صحیح معنی میں اس وقت نہ تھا۔ اس زمانہ کی تعلیم محض پند و نصیح تک منحصر تھی۔ ۱۸۳۳ء تک یہی حالت رہی بعدہ پریوی کونسل کے لارڈون نے

انہیں مجالس کے ذریعہ سے مدارس کی تعمیرات وغیرہ کے لئے تھوڑی سی رقم دینا شروع کیا جب ۱۸۳۹ء میں اس قسم کی رقموں کا مقابلہ زیادہ ہونے لگا تو تعلیمات کے مقابلہ اور انوسکے طرز کو درست کرنے کے لئے ایک کمیشن قائم ہوئی۔ نارمل اسکولوں کو بھی امداد پہنچائی گئی اور ایک تجویز اس قسم کی قرار پائی کہ سرکاری امداد کے ساتھ سرکاری نگرانی بھی ضرور ہو۔

جلد دوم حسن نسبہ

۱۳۶۹ء میں سیریس شمل ورثہ معتد تعلیمات نے ایک یادداشت پیش کی
 جس میں طالب علموں کی مدارس میں عمدہ مدرسے کا امیدوار کرنا اور تنخواہ دینا۔
 مدرسوں کو امتحان مقابلہ کے سرٹیفکیٹ پیش کرنے پر عمدہ عطا کرنا قرار
 دیا تھا۔ اسکے سوا آلات نقشہ جات وغیرہ کا بہم پہنچا کر دیا گیا تھا۔ اس
 وقت سے برابر تعلیمات میں ترقی ہوتی رہی اور کل مذاہب بلکہ خانگی شجر
 کو بھی امداد تعلیمی دی گئی چنانچہ انگلینڈ اور اسکات لینڈ میں صرف ۱۷
 میں مختلف ابواب سے تعلیمات کا خرچ ۶۳۳ ۲۲۳ پونڈ ۲ شلنگ
 ۴ پنس ہوا۔ یہ کل بائین ملک کی حاجت رفع کرنے کو بھی کافی تھیں
 گورنمنٹ صرف انہیں کو امداد پہنچاتی جو طالب امداد ہوتے ہیں ہر
 مذہب کے قدیم مدارس ایک قائم ہیں گورنمنٹ کی امداد کل مدارس میں
 چاہتے بعض تو مداخلت سرکاری سے انکار کرتے ہیں اور بعض اسکے
 قواعد کی پابندی اور اسکے امتحان وغیرہ سے پرہیز کرتے ہیں اس وقت
 بہت سے دیہات و قصبات میں گرجن خانقاہوں اور اور ذریعوں سے
 تعلیم اس قدر پہلے ہو رہی ہے کہ ضروریات رفع ہو جائیں اس طرح اعلیٰ شہر
 میں مدارس کی کثرت سے ضروریات و فتنہ رفع ہو گئے ہیں مگر جب ہم
 کثرت آبادی کا لحاظ کرتے ہیں اور بنظر غور تعلیم کی مجموعی حالت دیکھتے
 ہیں تو ہنوز بہت کم درجہ کی تعلیم معلوم ہوتی ہے چنانچہ تعلیمی حالت آخری
 مردم شماری سے خیاب کم ثابت ہو گئی۔ پانچ لاکھ ۱۱ میں ۱۱

حاضری تمام مدارس کی از روئے تحقیق ۱۵۴۸۱۲ انھی یعنی انگلستان اور ویلز میں جبکہ آبادی پانچ اور پندرہ سال کے بچے میں ہر اوس میں سے صرف ۳۳ فیصدی تعلیم پانچویں اور جب یہ خیال ہوا ہو کہ اس مجموعی تعداد میں اعلیٰ اور متوسط خاندان کے بچے شامل ہیں اور اوسے درجہ کے لوگوں کے بچے بھی جو نہایت اتر مدارس میں زیر تعلیم ہیں جنکا تعلیم پانا براے نام ہر اسی میں شامل ہر تو اس تعلیم کی نہایت درجہ اتر ہی معلوم ہوتی ہے۔

انگریزی یورپین وار میرکہ کی تعلیم کو کامیاب

مالک یورپ کی تعلیم تقریباً بالکل گورنمنٹ کے ہاتھوں میں ہو رہا ہے کہ صرف فتنہ جمع کرنا اور کسی قدر نگرانی کرنا ہے۔ مدرسوں کی تقرری میں اپنے کچھ واسے لی جاتی ہے مگر طریقہ تعلیم میں کچھ مزاحمت کرنا یا کسی قسم کی ڈکٹا ڈالنا انکے اختیار کے باہر ہے۔ جا بجا خانگی مدارس (پرائیویٹ) چھوٹے سے ہی پائے جاتے ہیں مگر عامہ العموم کل مدارس سہ کاری ہیں۔

بخلاف اسکے انگلستان میں کوئی مدرسہ سرکاری طرف سے نہیں قائم ہو تا۔ سٹاٹوٹجکی اور مجسٹری اور غریب کے مدارس کے اور نہ سرکار کو ان مدارس کے انتظامات میں کچھ دخل ہے صرف اوسکا کام خانگی مدارس میں بشہ ایڈ مشروطہ ادا دینا ہے۔

اگر کچھ میں ان دونوں مقامات کی تعلیمی طریقہ سے جنسیت کے

جلد دوم حسن نمبر ۹

دہان کی گورنمنٹ مدارس کا تقرر بلحاظ مقامی آبادی کے اپنی جانب سے کرتی ہے اور جو ابد ہی اپنے تعلق رکھتی ہے مگر گورنمنٹ کے اور تعلقات باقی نہیں رہتے۔ مثلاً مدرسہ کی تعمیر کس وضع کی ہونی چاہیے۔ مدرسوں کی تنخواہ کیا ہو۔ طریقہ تعلیم کیا ہونا چاہیے۔ تداویر نگرانی کس قسم کریں اور مدارس کے فیس کی مقدار کس طرح قائم کرنی چاہیے اور کل سامان تعلیم کیونکر مہیا کرنا چاہیے۔ یہ سب کام مقامی آزاد باشندہ لکھا ہے۔

امریکہ اور یورپ کے تعلیمی طریقوں سے انگریزی طریقہ بالکل جدا ہے اگر اس کا کچھ صحیح حال بیان ہو سکتا ہے تو انہیں مختصر لفظوں میں کہ دہان ہر فریق مذہب اپنے طور سے عوام الناس کو تعلیم دیتا ہے گورنمنٹ خواہشمند ان امداد کو یکساں اعانت کرتی ہے۔

انگریزی طریقہ تعلیم کے فوائد

انگریزی موجودہ طریقہ میں چند فوائد ہیں ایسے جن جو دوسرے ممالک کے طریقہ تعلیم میں مفقود ہیں۔ سب سے اعلیٰ بات یہ ہے کہ اس طریقہ تعلیم سے مقامی لوگوں کا تعلق بہت رہتا ہے۔ گورنمنٹی یا مینوٹ پبلیک کے متعلق مدارس میں گورنمنٹ کے افسردن کی پوری مداخلت رہتی ہے۔ اور اگرچہ افسران سرکاری کی مداخلت سے مدرسہ کا کاروبار پورے انتظام کے ساتھ چلا یا جاتا ہے مگر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں زیادہ جمالت اور تاریکی ہو وہاں سرکاری انتظام کے مدارس سے زیادہ خود اختیاری مدارس

کی خواہش کی جاتی ہے۔ مدارس کے طلباء اور اسکے والدین ہمیشہ اس امر کے خواہشمند رہتے ہیں کہ ان کو اپنے نئے اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے ساتھ ملنے جلنے کا موقع ملے جو ان کی خیر خواہی کی کوشش کیا کرتے ہوں۔ بس سب سے عمدہ بات مدارس اور طلباء مدارس کے لئے مقامی لوگوں کی دلچسپی ہے جس سے روز افزون لوگوں کو حوصلہ ہوتا ہے اخلاقی امداد پہنچتی ہے۔ پس جو لوگ غریب طبقتوں میں عمدہ خیالات اور تنسیم کی اشاعت چاہتے ہیں وہ لوگ غور کریں گے کہ اگرچہ انتظام اور کارروائی مدارس کی بذریعہ انشان سرکاری ہوتی ہو مگر بحیال ادنیٰ حالتوں کے زیادہ تر مناسب ہے کہ وہ طریقہ اختیار کیا جائے جس سے روزمرہ ان کو دلچسپی کے ساتھ تعلیم سے تعلق پیدا ہو۔ پس انگلستان کا یہی طریقہ موجودہ زمانہ میں ہے جس کی عمدگی پر اکثر دیگر ممالک حید کرین قویٰ نہیں۔

انگریزی تعلیم کے تقاضا

جہاں اسکے فوائد بیان کئے گئے وہاں اس کے بین تقاضا بھی ملاحظہ ہوں۔ اول۔ ابتدائی تعلیم کا مسئلہ بالکل کمالیت کرینس پہنچتا۔ عام لوگوں کی طرف سے مدارس کے ضروری سامان کی فراہمی محض انتہائی پرچوڑ دی گئی ہے۔ اگر کسی مقام پر مدرسہ جاری کرنا چاہتے ہیں جاری کریں مگر قیام مدارس کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی۔ اس لئے محض اضلاع میں ضرورت

زیادہ مدارس ہیں اور بعض اکثر آباد اضلاع میں ایک مدرسہ بھی نہیں ہے۔ بلکہ جس قدر رغبت فوجد اضلاع ہونگے اوس قدر وہاں مدارس کی کمی ہوگی۔ کیونکہ ایسے مقاموں پر کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جو انتظام اور نگرانی یا کچھ امداد کر سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ طریقہ تعلیم قومی طریقہ نہیں کہا جاسکتا۔ انگریزوں کی چچی عموماً تعلیم سے نہیں ملکتی عموماً تجارت میں شہمک ہیں۔ خیریت تو یہی ہے کہ تعلیم کا سلسلہ مذہبی مجالس کی طرف سے جاری ہے۔ علاوہ برائین انگلستان کا طریقہ تعلیم بہت کچھ فریقی ہے۔ یعنی مذہب کے مختلف فریقوں کے لحاظ سے تعلیم ہوتی ہے۔ اگر تعلیم ایک طریقہ سے تمام فریقوں کے لئے ہوتی اور دہمی اور دنیوی تعلیم برابر امداد کرتی جیسے تمام ملک یکساں دلچسپی کہتا ہو اور صرف اپنے ناظروں کے ذریعہ سے رپورٹ مدارس سنا کرتی تو ایک سلسلہ تعلیم کا قرار پانا۔ اور یکجائی بات ہونے سے بہت قوت ہوتی۔ جوچہ طریقہ میں کفایت شعاری ہی نہیں ہوتی۔ اگر ملکوں کی تقسیم اضلاع میں ہوتی اور اس لحاظ سے تعلیم کا سلسلہ قائم کیا جاتا تو کفایت اخراجات بہت ہوتی اسوقت بحیثیت نام فریق کے مدارس کو کہیں بھی امداد دی جاتی ہے جس سے فائدہ کم اور حسیج بہت ہوتا ہے۔

اصلاح طریقہ تعلیم انگریزی

انگریزی تعلیم کے نقص و صواب بیان کہنا پر ضرور ہوا کہ جو امور قابل اصلاح ہیں ان کا یہی ذکر کرنا چاہئے۔

تب سے پہلے ملک کی تقسیم از روئے تعلیم ضلع وار ہونی چاہیے۔ موجودہ تقسیم نہ ہی تعلیم بہتہ اعراض کے قابل ہے۔ دوسرا امر اصلاح طلب یہ کہ مقامی لوگوں کی طرف سے نہیں بلکہ سرکاری افسروں کی طرف سے آپ امر کی تحقیق کی جائے کہ کن مقام میں کیسے اور کتنا تعلیم کی ضرورت ہے اور اس امر کے دریافت کے لئے موجودہ مدارس گو وہ کسی قسم کے ہوں کافی نہیں تیسری بات اصلاح طلب یہ ہے کہ پارلیمنٹ کی طرف سے ایک مجلس انت داروں کی مقرر ہو جسکو اختیار دیا جائے کہ وہ ہر مقام کی امانت اور خیرانی رقموں کو اپنے اختیار میں لیکر اس کو مناسب طریقہ سے استعمال کریں اور آمدنی پیدا کرنے کا ایک عمدہ ذریعہ نکالیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ ہر مقام میں از روئے حیثیت اخراجات مدرسہ جائداد پر محصول لگایا جائے اور محض مدرسوں اور عام اخراجات مدرسہ میں صرف ہوں۔ پانچویں بات یہ ہے کہ محصول دینے والوں کو ایک جماعت مستظہرین کی مقرر کرنے کا اختیار دیا جائے جسکے پاس وہ آمدنی رہے اور اپنے اختیار سے بشرط مشروطیت طور سے مختلف مدارس مقامی میں تقسیم کریں۔ چھٹی بات یہ ہے کہ جن مدارس میں عام رعایا کے محصول سے کام چلتا ہے اس میں سرکاری ناظرین امتحان لیکر رپورٹ کیا کریں۔ موجودہ انتظامات متعلقہ مدارس مقامی میں مداخلت کی چند ان ضرورت نہیں ہے صرف یہ انتظام کرنا ہے کہ مذہبی تعلیم بالکل جدا کرنی چاہیے اور والدین کو اختیار ہو کہ اگر وہ معترض ہوں تو مذہبی مدارس سے

لڑکوں کو علیحدہ کر سکیں۔ اسکے سوا اور کوئی اصلاح یا مداخلت نہیں ہونی
میں کرنی مناسب نہیں ہے اور نہ وہاں کی رپورٹ سہ کار سی طور سے کرنی
لازم ہے۔ یہی طریقہ ہر جیسے غل و راہد کرنے سے انگلستان کی تعلیم میں
ترقی ممکن ہے۔

مارمل اسکول

اول اور سب سے زیادہ عمدہ طور سے قومی تعلیم جاری رکھنے کا ذریعہ مارمل
اسکول ہے۔ جہاں عمدہ اور مکمل طور سے مدرسوں کی تعلیم و تربیت ہو چکی
کافی نہیں ہے کہ مدرسوں کا علم کافی ہو بلکہ یہ ضرور ہے کہ کام کرنے کی اولین
پوری قابلیت ہو۔ وہ لڑکوں کی خاصیت کو سمجھیں اور ان کے دل لگانے کا
طریقہ جانیں۔ بغیر سختی کیے ہوئے پوری تربیت دین اسکول کی تہذیب
اور تنظیم عمدہ طور سے جانیں اور طالب علموں کے قابل پسند طریقے جاری
کریں کہ ان کے دل بستگی ہو۔ انکی مشکلات کو روکیں۔ راستہ صاف کریں۔
حوصلہ بڑھائیں۔ مستی دور کریں۔ ترغیب پیدا کریں اور دماغی ترقی
زیادہ بڑھاتے جائیں۔ یہ سب باتیں خاص طور سے ترتیب دینی
جیسے حاصل ہوتی ہیں اور اس قسم کی تربیت صرف مارمل اسکول میں ہو سکتی ہے

تنظیم مدارس

مدارس تین قسم کر رکھے جاسکتے ہیں اول وہ کہ جس میں مدرس کے سوا خلیفہ
ہو جاتے ہیں خلیفہ ہر روز تھوڑے عرصہ کے لئے ادا کرنے کے طالب علموں کو

تعلیم دینے میں جو خود چند روز پہلے وہ حاصل کر چکے ہیں اس سے گو مدرسہ کو
تھوڑی سی فرصت ملجانی ہو مگر اس سے عمدہ تعلیم میں فرق ہو جاتا ہے اور جو
نہایت ضروری باتیں متعلق اخلاق اور تہذیب ہیں اوس کی تعلیم خلیفوں
سے نہیں ہوتی دوسرا ذریعہ تعلیم کا مجموعی گروہ کو ایک سبق دینا ہے
وہ اس طرح کہ زیرینہ بزمینہ لوگوں کو مسلسل بٹھا دیتے ہیں کہ مدرس کی نظر
سب پر ایک آن میں پڑتی ہے اس میں اس بات کی کوشش کی جاتی
ہے کہ ایک سبق ایک ہی وقت میں سب لوگوں کو دیدیا جائے۔ اخلاقی
تعلیم میں کچھ مدد اور فائدہ اس سے ملتا ہے مگر دماغی تعلیم کے لئے سخت مضر
ہے۔ کیونکہ مختلف لیاقتیں طبائع کے طلباء ایک ہی قسم کے سبق سے کوئی
مستفید ہو سکتے ہیں۔ تیسرا طریقہ ان دونوں طریقہ مذکورہ بالا کے بیچ
میں ہے جس میں لوگوں کو بحیثیت ان کی عمر اور لیاقت کے تفریق کی جاتی
اور ہر فرق کے لئے ایک مناسب درجہ کا مدرس مقرر کیا جاتا ہے۔

دایچ اسکول

علامہ مدارس کو رفتہ رفتہ ترقی دینا۔ یا طالب علموں کو ایک مدرسہ سے
دوسرے مدرسہ میں ترقی کر لینا کا موقع دینا۔ نہایت ضروری ہے جو منی
میں تین قسم کے مدارس ہیں۔ اول کٹری اسکول جس میں صرف ابتدائی تعلیم
ہوتی ہے۔ دوم ٹون اسکول جس میں کیفہ علم ریاضی اور علوم جدیدہ کا
جدید زبانیں سکھائی جاتی ہیں۔ سوم جہازیم یعنی اعلیٰ مدارس جن میں

اعلیٰ درجہ کی تعلیم علمی اور پیشہ وری کی ہوتی ہے۔ — بالینڈ مین پانچ قسم کے مدارس ہیں۔ مدارس مغربا۔ مدارس درمیانی۔ مدارس قصباتی۔ فرنچ اسکول (اس میں خدمت خواہ تجارت کی تعلیم ہوتی ہے)۔ گرامر اسکول جس میں قبل داخلہ یونیورسٹی کی تعلیم ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا کیفیت تعلیمی تمام ملک کے لئے سودمند ہے کیونکہ دسپین کوئی قوم اور ملک اب نہیں ہے جہاں کہیں نہ کہیں قومی ترقی کمال درجہ کو نہ پہنچی ہو مگر ان کی موجودہ حالت نہایت اتر ہے یا ہوتی جاتی ہے بلکہ وہاں تہذیب اور تعلیم ضروری کا سلسلہ قائم نہیں ہوا۔ پس ہر ایک قوم کی خوشحالی و بد حالی اہل شہر کے خیالات و قیاد پر منحصر ہے جہاں اون کی قوت عمدہ اور مضبوط حالت میں ہے وہاں اہل قوم صرف اپنے رتبہ پر قائم نہیں رہتی بلکہ ترقی کرتے ہیں اور جہاں حالت نقص اور ضعف اعتقادی کی حکومت ہوتی ہے وہاں رفتہ رفتہ شیرازہ شکست ہو جاتا ہے اس میں شک نہیں کہ موجودہ اقوام کی آئندہ عزت و عظمت انکی تہذیب و شایستگی میں حصہ لینے کے موافق ہوگی۔ — حسن

بقیہ سفرنامہ نیلگیری (گزشتہ اشاعت سے آگے)

۱۹ رمضان ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹ مئی ۱۹۱۶ء

آج سات بجے بیدار ہوا۔ چھوٹی عاضری دھنسل بجے ہوئی اور ساڑھے بارہ کو
برک فاسٹ - ایک بجے مین تبدیل لباس کر کے تیار ہو گیا کیونکہ ہمارا اجہ مکے
تشریف آوری کا وقت قریب تھا۔ غلام رسول صاحب ڈاکٹر اور پرنسپل نے
ایوننگ ڈرس پہنا، مگر میرا حاضر علی صاحب اپنے قدیم درخت تھے یعنی قبلے
شال و برودستہ اور سرخ برسر اور میرا کاظم علی صاحب بھی منڈائی درس میں
تھے اور سب باہ رنگ کا تبا پہنے ہوئے تھے کہ ہمارا اجہ ہمارا کی سواری آئی بڑے
ڈھانچے کو لینڈ و گاڑی تھی جو ٹری ٹیلی گراف لکھا اور اس نہایت اچھے تھے
کوچ بانکس پر کوچان کے بازو پر اسی بیٹھا ہوا تھا ہر دو فٹل ڈرس میں سٹھے
چیر اسی کا پانچامہ لال مشرور کا ہٹا گاڑی میں سیدھی طرف خود ہمارا اجہ صاحب
اور بائیں طرف مشٹر اٹن پریوٹ سکرٹری جنکی عریشی سال کی ہوگی مگر حیاق چوہا
اور فررونی ہمارا اجہ لکھے ایڈی کانگ ہے صاحب خوشرو اپنے جوان ہن اور
ہمارا اجہ کے داماد ہی ہن اور سیدہ رار و د بھی بولتے ہن لیکن انگریزی اچھی
جانتے ہن پریوٹ سکرٹری اور ایڈی کانگ ایوننگ درس میں سٹھے
ہمارا اجہ ہمارا ہی انگریزی ڈرس پہنے ہوئے تھے مگر سرخ برسر ہی رہا
تھا اور لکھن ہن پر ملک کے رواج کے موافق زربین پتہ ڈالے ہوئے تھے

جون ہی لگی پوریگو میں چھپی میں استقبال کو گاڑی تک گیا اول ایڈی کانگ
 اترے بعد ہمارا جہ بطریق درباری سب لوگوں کا سلام ہوا۔ درانگ کو ہم میں کو پنج
 پر ہمارا جہ ہمارا تشریف رکھے اور سید ہے ہاتھ کی کرسی پر اور بائیں ہاتھ کی کرسی
 پر پریوٹ سکریٹری اور دوسرے کرسیوں پر ایڈی کانگ اور باقی سب لوگ درجہ
 بدرجہ بیٹھے پوریوٹ سکریٹری ہمارا جہ کے آئین میں جو زمانہ خورد سالی میں
 گوشت و خمر کی طرف سے متحرک تھے۔ بعد از تشریف رکھنے ہمارا جہ ہمارے
 ہمراہی کے لوگوں نے نذرین گذرانی ہمارا جہ ہمارا ہاتھ رکھے واپس کیا۔ ہمارا جہ
 چہرہ سے نہایت حالاک اور مدتر پائے جاتے تھے اردو نہیں بول سکتے۔ نگری
 اور نگری زبان کے مشاق میں اور نہایت خلق سے مکالمہ رہے کوئی دس
 منٹ کے بعد میں نے اپنے ہاتھ سے ہمارا جہ ہمارا کو پھول پان اور عطردان
 دیا اور پریوٹ سکریٹری کو۔ ایڈی کانگ کو میرا صاحب نے پھول
 پان دیا کو گھبراہٹ کام ہمارے شہر میں ہی اپنی کا تھا۔ رخصت کے وقت لگی
 تک مشائستہ ہوئی قبل سوار ہو چکے مگر راجہ صاحب ہمارے سب کا سلام لیا
 اور بعد سوار ہو چکے خود ہی سب کو سلام کیا۔ واپس کے وقت واپسی ہاتھ پر
 پریوٹ سکریٹری اور بائیں ہاتھ پر ہمارا جہ صاحب ہمارے بیٹھے تھے ۲ بجے
 کے بعد میں معہ ڈاکٹر صاحب کال کرنے کی غرض سے گاڑی میں سوار ہو کر
 روانہ ہوا اور لاڈلہ اسٹیشن ایڈی کانگ گورنر اور میجر جن ملٹری سکریٹری اور میٹر
 کلارڈ ونگ پریوٹ سکریٹری گورنر جن سے ملاقات ہوئی ملٹری سکریٹری

صاحب نے بھگپور لوہین شریک بونگی دعوت دی جو آج ہو گا۔ میں نے حسب
مہول گورنمنٹ ہوس کے بک مین جو خاص ملاقاتیوں کی فہرست ہوتی ہے اپنا نام
یہی لکھ دیا۔

۳ بجے بنگلہ کو واپس آیا اخبارات اور خطوط و نامہ وغیرہ جو پتہ سے آئے تھے ملاحظہ
کیا چار بجے چار بیابانج بجے ریڈنگ ڈرس (لباس سواری) میں معذور الکرام
کے سوار ہوا اور پلوگر وینڈ پھنچا پلوگر شرف ہوا۔ میں ہی گورنمنٹ ٹیم میں شریک
ہوا اور ایک ٹیم کیلار سارٹسے چمبے مکالکو واپس آیا۔ راہ میں نواب قارا
بہادر سے ملاقی ہوا بہادر مدوح کا مزاج دوروز سے سست ہے اور صبح
میں بخار بھی آتا ہے آج ہی کے روز سارٹسے ۳ بجے کرنل سر ایورسینٹ جان
ریڈنٹ میسور جو منظم ریڈنٹ حیدر آباد بھی رہ چکے ہیں ملاقات کو لے گئے تھے۔
ہمارا چیمبر چار شنبہ کو بنگلور اور دہانے میسور جانو آئے ہیں۔ اب معلوم
ہوتا ہے کہ یہاں کا سینزن (موسم) قریب الحتم ہے۔ آج ہمارا چیمبر وزیراعظم
بھی نیلگری میں داخل ہوئے۔ آہٹہ بجے ڈنر ہوا۔

۲۰ رمضان ۱۳۸۷ھ کے شنبہ

آج سارٹسے حیدر ہوا پولس گارڈ (جس میں چچہ بھان اور ایک حوالدار ہے) آج بھوک
ہمارے تعیناتی کے لیے سہ کار سے آیا اور ہمارے قیام مکہ میں
رہے گا۔ راجاؤن اور تو ابون کے مکان پر جو نیلگری میں بطریق ہوا
خوری آبا کرتے ہیں گورنمنٹ فیصلی سے پہر تیس نہیں جاتا آج گورنمنٹ ہوس

ڈاکٹر میر یوسف علی صاحب کے نام دعوتی کارڈ ہی آیا جو ہم ۲ سن کو کونسل
برتبہ ڈسے کے ہال میں جہاں ہوگا۔ دس بجے کے بعد یہاں کے جنگلی لوگ
جنگو ٹوڈہ کہتے ہیں سوچنا اپنی عورتوں کے آگے جنگوین نہایت دلچسپی رکھا
علی ایوم لنگ یاد رکھو کہ تین مرد عورت سب کے سر شرن لائے لائے بال ہوتے
ہیں حسین ناریل کا تیل ڈال سٹے ہیں اور تمام بدبو اوکی پھیلی رہتی ہے مردوں
بائیں میں تار کو تو کچھ ہوتی ہو کہ نہ ستر ہو تو ایک اور ہی ایک باندھی رہتی
ہیں۔ عورت چوٹی تین پینتے ہیں اور ایک ہی کپڑا کندھوں سے پیر تک
لیٹ لیتے ہیں اونکی بات چیت کا ایک حرف ہی سمجھ میں نہیں آتا کہیں
بہت دہیسی آواز سے بات کرتے ہیں اور مدد ابا اکل بندروں کے چیخ
کی سسی لگتی ہے بچے بالکل رہنما و رز اور پستے ہیں الغرض ان
عورتوں نے بعد اسی بات چیت کر نیلکا شروع کیا۔ اس میں کوئی تلفظ
نہ تھا بلکہ صرف آواز ہی جس میں غم کا بہت استعمال ہوتا تھا اس
گانے اور بجانے میں اور تار پڑاؤ کچھ نہ تھا حلق سے آواز میں برابر کالٹی
تین نہت چھوٹے چھوٹے آوازوں میں راگ تمام کرتے تھے مگر کچھ
عربی سے ملتا تھا۔ انکو دس روپیہ انعام دیا گیا اور یہ لوگ ہم سب کو بہت
محظوظ کر کے رخصت ہوئے۔

آج (۱) بجے برک فاسٹ سے فارغ ہوئے کچھ ہی وقت ایک اور غول
جنگلی اور شہر علی لوگوں کو بلایا جا رہا ہے ہوئے پھینا پھینا آدمی ہونگے۔

دور سے پہلے کی آواز نہایت ست و میری مسکوم ہوتی تھی یہاں قریب قریب میری
 کی ہانڈ یا افغان پولیس کے ہاتھ کی آواز سے لگا ہے ان ہاتھ کے آلات میں
 چوڑے چوڑے وف اور شہنا سیٹھی شکل کے آلات تھے جانیوٹ بالکل چمکی
 اونی بین اور ناچنے والے قریب ایک درجن کے شہری تھے۔ یہ قوم بڑے
 گڑ کے نام سے مشہور ہے جو قدیم سے یہاں بستے ہیں ناچنے والوں کا لباس چمکتی
 کا ہتہ بند تھوڑا ہوا اور لنگ گہرے دار کے تھا اسکے نیچے بعضوں کے پانچاے اور
 بعضی وہ ہوتی پینے تھے اور بعض تو بالکل برہنہ تھے سب کے جسم میں کوٹھتی
 جو ایک ہی رنگ کے تھے اور ان کے سرو میں لال رنگ کے پٹکے تھے ان کا ناچ ہی قریب
 قریب انگریزی اور عربی ناچ کے تھایہ لوگ حلقہ باندھنا ناچتے تھے۔ اور باجون
 کی تال پر پاؤں ڈالتے تھے اور بیا جیسا باجے کا ٹیون لاؤنڈ تھا ان کا رقص ہی
 بدلتا تھا اور باؤن کی حرکات ہیں۔ گانا کسی قسم کا نہ تھا ایک بوڑھا چڑھی ہاتھ میں
 لئے ہوئے بطور بیٹھ ماسٹر کے اشارہ کرتا جاتا تھا۔ بعد اس طرح کے قابل یادگار
 ناچ کے ختم ہونے کے یہ لوگ رخصت ہوئے اور انکو ۱۰ روپیہ انعام دیا گیا۔
 آج بطور یک پک پہنٹ کے وائٹ فال پر جو ہمارے بنگلہ کے حد میں ہے اور اسی
 راہ سے برن فیسٹے مکان کے تالاب میں پانی آتا تھا اوپر کے پہاڑوں سے
 شب و روز تین سو فٹ کے برابر پانی گرتا رہتا ہے ہم تمام لوگ گئے تھے جو بڑے
 دیر بھر سے اور چار خود ہی وہیں ہوئی۔ سوا پانچ کو میں سو ڈاکٹر صاحب و مرزا
 کاظم علی صاحب ایک گاڑی میں اور سید غلام رسول میر فیاض علی صاحب

پنوزنگم دوسرے گاڑی میں سوار ہوئے اور اوس بجلگہ کے دیکھنے کو گئے جو حال
 میں ^{اعلیٰ}حضرت نبدگانا علی نے خرید فرمایا ہے۔ ہمارے مکان سے یہ بجلگہ تین
 میل ہوگا حسین ایک میل سے زاید کی چڑائی ہے۔ یہاں کے سب مکانوں سے
 اسکی بلندی زاید ہے یعنی آٹھ ہزار نو سو فٹ بلند ہے ٹک نہایت گہاؤ سے
 لگیا ہے اوسکے اوپر کوئی بجلگہ نظر نہیں آتا۔ اور اوس تمام سے دیکھا گیا تو کوئی
 پہاڑ بھی اوس سے بلند نہیں ہے۔ احاطہ بہت وسیع ہے اور مکانیت بھی بہت
 ہے۔ ہر ایک کمرہ نہایت وسیع اور فرش تمام چوبیس فٹ ڈانگ روم ڈانگ
 روم تو بہت بڑے بڑے تھے اور پانچ بڈ روم مسجد جہاں بتلو کے مسجد دیں
 طویل اور خدام کے مکانات اور بہت سے امکنہ چھوٹے چھوٹے کثرت سے ہیں
 اور ایک ناپ گہرا پیڑ گاہ بہت وسیع ہے۔ اور اوسکے متصل طویل تین
 یا چار گی بعد دیگرے بڈ روم وغیرہ جو زمانہ رکھنے کے لیے نہایت موزون ہیں
 ہر حال مکان نہایت عمدہ اور خوش وضع ہے اور اعلیٰ حضرت کے لائق
 لیکن آبادی سے بہت دور اور حالت موجودہ بہت خستہ ہے اگر ۲۰ ہزار روپہ
 اس مکان کے مرمت اور ترمیم میں خرچ کیا جائے تو یہ مکان مستحکم ہو جائیگا
 احاطہ ہی بہت بڑا ہے اور ایک چھوٹا سا کٹہہ بھی واقع ہے اور سب سے
 علیٰ کرب مقرب میں ایک بجلگہ چار آدمی کے رہنے کے لائق کالج ٹکے نمونہ پر بنا ہوا
 ہے۔ اس بجلگہ کا نام اسنوٹن ہال ہے جس میں سابق جنرل رابرٹ
 کمانڈر انچیف رہتے تھے اعلیٰ حضرت نے اس بجلگہ کو سوانے اخراجات و کھار کے

سورویہ میں خرید فرمایا ہے غرض وہاں سے مکان کو سات بجے واپس آیا اور آٹھ کو دھڑکایا بعد دس ایک عرض کیفیت مسانہ مکان اور ضرورت ترمیم کی اعلیٰ حضرت کے پیشگاہ میں گدرا سنے گراشب کے بارہ بجے خوابگاہ میں گیا۔

۲۱ رمضان ۱۲۸۶ھ یوم چارشنبہ

سات بجے بیدار ہوا۔ سردی بہت کم ہی تھی یا میٹر (مقیاس الحرات) ۶۹ درجہ پر ہے ایک جوڑی اسب سبزہ رنگ جو سابق کے چکرہ کے ساتھ ملکتی ہے بارہ سورویہ کو خرید اہل راجہ میو راج آٹھ بجے سیدامیسور کو بذریعہ ڈاک گاڑی کے روانہ ہوئے میو یہاں سے ۴۸ میل ہے اور ٹانگے کاٹھ ہے۔ سو تہ اندین ریلو تیار ہو چکی ہے ابھی پنکھی انونیسیہ پانچ ٹرین بنیں چلتی چند روز میں چلنا شروع ہوگی اور سو قوت بلی اور پونہ کے لوگ میو تک آکے وہاں سے پٹہ پر نیلگری کو آئینگے۔ اگر ایسا ہو تو نیلگری ہر سال موسم گرما میں بہت مجمع ہوا کریگا آج تمام دن میں کافی کے حالات کی تحقیقات کرتا رہا حیرت ہے کہ یہاں کچھ یورپین لوگ کس قدر سو مند کاموں میں اپنے آپ کو مصروف کرتے ہیں۔ ساڑھے بارہ کو برک فاسٹ ہوا تین پہر کی چار خوری پہر اوسمی واٹر فال پر ہوئی جکا ذکر ہو چکا ہے۔ بعد چار نوشی کے بندی کو درم میں تک پیدل مشی کیا فی الحقیقت یہ نہایت ہی بزم فرما جائے ہے ساڑھے پانچ بجے مکان میں داخل ہوا۔ آٹھ بجے ہوا۔ اور گیارہ بجے استراحت۔

۲۶ رمضان ۱۲۸۳ھ بمطابق ۱۲ ستمبر ۱۸۶۶ء

آج آٹھ بجے بیدار ہوا شب بیدار بہت سردی تھی خصوصاً آخر حصہ شب میں
 ہنڈی ہو چلی۔ ۵ بجے تقیاس لگواتی دیکھا گیا آٹھ بجے درجہ برتا اور آٹھ
 بجے ہوا میں اچھی برودت تھی۔ دس بجے۔ ۹۵ تقیاس ۹۵ درجہ پر ۱۲ بجے برگ
 فاسٹ ہوا۔ آج ہی تمام دن کافی کی کیفیت اور اسکی تدریج دیکھا اور درخت
 رزاق اعلا وہ اسکے۔ چند تھجیات انعام بھی دیکھا۔ سو لہذا پچیس بجے میں اور ڈاکٹر
 صاحب میل فٹن میں رسید غلام رسول سیر فیاض علی صاحب مرزا کاظم علی صاحب
 پوزنگم کہلی گاڑی میں سولہ لارنس اسپرٹ روڈ سے دامن پہاڑ ہوتے ہوئے
 بطریق ہماخوری چلتے تین میل کے بعد تمام جنگل میں چلا اور سنگونائی زراعت
 نظر آنے لگی سوائے اسکے اور کوئی مکان یا آبادی کا نشان نہ ملا۔ ہم فرن ہل
 کے گیٹ پر سے گزرے تو ہمارا جہیسو کا بنگلہ ہے احاطہ نہایت وسیع
 ہے چونکہ ہمارا جہ صاحب میسور روانہ ہو چکے ہیں اسکے دیکھنے کے لیے مکان کے
 اندر گئے مکان بہت وسیع اور شاندار ہے شاہی پیالیس ہے اور ایک
 دوسرے کے متصل مکان کے دو قطعہ بنائی گئی ہیں ایک تو انگریزی فشن کا
 اور دوسرا چمکھ ہندوی وضع کا۔ آرائشی سامان بھی بہت بہتر اور اول
 درجہ کا ہے پورٹیکو پر چہنڈا اوڑٹا ہے۔ اب ہمارا جہ کے نہنے کی باعث
 سے پھر میرا بیٹا ہوا ہے۔ اسی مکان پر زمانہ سابق میں چھ روز کے واسطے
 میں قیام ہی کیا تھا۔ بطریقہ روم علیحدہ بنی ہوئی ہے طویل بہت بڑا اور باو

کوتن کے رکھنے کا مکان علیحدہ بنا ہوا ہے۔ اسی اساتذہ میں بطور کٹائی ایک
ٹیکہ کے نیچے چوٹا سا ایک مکان علیحدہ بنا ہوا ہے جس کے زیرِ نٹیا دیوانہ بنے ہیں۔
اوسین ۵ بیڈ روم۔ ڈاشنگ روم۔ ڈرائنگ روم۔ وغیرہ بنی ہوئے۔
چیمے کی طرف طویل گلیا ری کے ہیئت میں کچھ کمرے ہیں جو آفس کا کام دیتے
ہیں اس مکان کی نگہداشت کی غرض سے ارٹن صاحب نامی ایک انگریز انٹرنین
سروپیرہ ملازم ہیں۔ اسکے متقل ایک بنگلہ جنرل اسٹورٹ صاحب کا ہے
جسکو حال میں ہمارا جو نے خریدا ہے۔ انفرن بعد غلط آگئے ہم سب ملک ہول
پہنچے بلڈ روم میں انفرن بازی گئے تو معلوم ہوا کہ اس ہوائل میں بہت سے
مسافر ہو جائیگی وجہ سے یہ گھر نے بلڈ روم پر ایک بڑا ہنگ ڈال دیا ہے اور
وہ صاحب انفرن کش ہیں بدین سبب وہاں سے واپس ہو سکے اور ساڑھے سات
کو مکان پر پہنچا تو یہی عمر خاندان کے تارے معلوم ہوا کہ بڑی بھائی پوتہ و نہی کے
بین آن سب کو بارہ بین داخل ہوں گے۔ ۸ بجے ڈنر ہوا۔ ۱۲ بجے آرام کیا۔

۲۳ رمضان شمساً یوم جمعه

آج سات بجے بیدار ہوا۔ سقیاس الحار ۶۵ درجہ ہے۔ صبح موٹے سوتے
بلد سے ایک منٹ لایا باورچی آیا۔ سارٹ ہے بارہ کوبرک فاسٹ ہوا۔ اور کچھ ساکن
از قسم جو اہر وغیرہ فروخت کیلئے ایک پارسی لایا تھا۔ بعد ملا غلیہ میں تین چار سو روپے
کا اسباب خرید گیا۔ سارٹ ہے ۵ کو پو لو دیکھنے گیا۔ گورنر ٹیم وپا گاہ ٹیم کل رہا
تھا تھوڑی دیر ہم وہاں ٹیپرے اسی عرصہ میں نواب وقار الاہر ہوا وہاں بھی ٹیپرے

لاسے چہ بجے دس منٹ پر سلاک ہرٹل کو لگے۔ پوسنے، کو مکان پہنچنے
 میں نے جلد تبدیل لباس کیا اور لیوی دس میں گورنر ہوس کو ڈنر کی دعوت میں
 گیا اور ڈاکٹر صاحب بعد غذا سے شام ہجے بال کی دعوت پر آکر شریک ہوئے
 ساڑھے بارہ بجے شب کو واپس آیا ڈنر کے میز پر کوئی لیڈی نہ تھی قریب
 سو اسم کے سب مرد تھے میں گورنر صاحب کے مقابل کے کرسی پر بیٹھا۔ نواب
 وقار الامراہادر اور راجہ وزیر انکرم۔ اور راجہ پدا کوٹہ اور میرے سواے دوسرے
 کوئی نیشنل دعوت نہ تھا۔ بال میں ۳۴ حصہ لیڈیاں اور ایک حصہ جنٹلمین تھے۔ گورنر
 سے اور مجھے میز پر بیٹھ سکلا۔ میز پر اور بوقت مراجعت پہنچا کہ میں
 بوجہ کم فرستی باز دید نکر سکا پرسون ضرور اونگھا اور اسکی اطلاع آپ کو ہو جائیگی
 بلجے شب کے بعد سے بڑے بھائی کا تار آیا کہ اگر تین گھرے خالی ہوں تو میں
 ہی ننگری کو آتا ہوں۔ کل جمع جواب جائے گا۔

آج بھی کافی کابیان دیکھتا رہا چونکہ کافی کی کاشت اور اسکی تجارت نہایت
 سود مند ہے اور اسکا بیان بڑا ہی دل چپ ہے لہذا میں اپنے ممولوں
 کے آگے کے لئے بطور غلامہ تاریخ کے ذیل میں درج کرتا ہوں۔

قہوہ کی تاریخ

معلوم ہوتا ہے کہ قہوہ کی بنیاد اپنی سینا کے کوہستانی ملک انار یا اور

کفایین ہوئی۔ جہان سے سوہوین صدی میں عرب آئے اور سترہویں صدی میں
 لٹکا اور میورین اور سترہویں صدی میں جزیرہ مارشیس اور بوبرن میں اور سترہویں
 بٹام یا مین اور بعد ازاں جزائر و سٹ انڈیز میں۔ کائی کاشت شروع ہوئی۔
 عبدالقادر محمد الاظہری الخیرری البنبلی جنہوں نے مصر میں قریب سترہویں صدی کے
 ایک کتاب نگہی بیان کرتے ہیں کہ پندرہویں صدی کے وسط میں جمال الدین ابو
 عبداللہ محمد بن سعید الدوبانی عدن کے قاضی تھے۔ اتفاق سے انکا بی سینی
 جانا ہوا جہان کے لوگوں کو قہوہ پیتے ہوئے دیکھا۔ بوقت واپسی وہ قہوہ کے
 چند وزت ہمراہ لیتے آئے اور انہوں نے تمام عرب میں اسکی اشاعت کی۔

شیخ علی شاد ولی بن عمر نے سترہویں صدی میں سمندر کے قرب میدان موخا میں
 سکونت اختیار کی۔ انکی شہرت اسقدر جلد پہلی کہ قرب جوار کے لوگ وہیں انکر
 آباد ہونے لگے اور رفتہ رفتہ ایک گاؤں آباد ہو گیا انہوں نے وہاں کے لوگوں کو
 قہوہ کے استعمال کی بہت تاکید کی تھی جو بعد وفات کے انکے متعقدین نے وہیں
 انکا نہایت عمدہ مقبرہ بنایا۔

ٹریورنیر اپنے کتاب "ملکشن آف سیول لیشن" میں لکھتا ہے کہ ہندوستان
 اور ایران میں قہوہ پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کے تجاروں نے ہر فرسے راہ
 اور تاتاریں اور بلسار ایسے کالہ ما۔ عرب۔ ماورالنہر اور دیگر صوبجات ترکی میں
 پہونچایا۔ اسکو پہلے پہل ایک فقیر گوشہ نشین شیخ مولیٰ نے ظاہر کیا جبکہ پہلے کسیکو
 معلوم نہ تھا۔

تقریباً اسی زمانہ میں جبکہ قہوہ کا حال عربوں کو معلوم ہوا میسور میں اس کے پودے لگائے گئے۔ ایک حاجی بابا بون نامی نے عرب سے لاکر یہاں پہلایا۔ انہوں نے پیٹری پر ایک گالچ اسکے متعلق تیار کیا اور وہیں تمام اشاعت ہوئی۔ یہ گالچ اب تک اسکے نام سے مشہور ہے وہ اپنے ہمراہ صرف سات درخت لائے ہیں جسکی ترقی استدر ہوئی تہنی کہ انسانی ہاتھوں سے ترقی اور غرت کسی شے کی ممکن ہو سکتی ہے۔ - درج - اپریل اور مئی میں قہوہ کے خوبصورت اور خوشبودار پھول ہوتے ہیں اور پھل نومبر و دسمبر جنوری میں ہوتا ہے۔ اسکے پھل میں نہایت خوشگوار عرق ہوتا ہے اور بھوننے کے بعد نہایت عمدہ غذا ہو جاتی ہے جسکو چار کو کو ادیغہ کے طریق بہت شوق سے لوگ پیئے ہیں اور تمام یورپ ایشیا - افریقہ امریکہ میں علاوہ چار کو کو ادیغہ منشی عرقوں میں ہی کافی کو لاکر استعمال کرتے ہیں۔ اگرچہ اسکے بنائاتی خاصیت میں نہ ہم کچھ فرق ہو اور باہم اقسام ہی کچھ مختلف ہوں مگر خوشبو میں قریب قریب سب اقسام برابر ہیں اور یہ عمدہ قیمتی جزو ضرور قائم رہتا ہے۔

عرب میں اکثر پتیوں اور جملکوں کو حینانہ اور جوئانہ کرتے ہیں اور بعض اوقات اسکے جملکوں کو - لیکن کا بیان ہے کہ نفع قہوہ پہلے عرب میں شراب انگوری کا مترادف تھا۔ اور ڈاکٹر شارٹ اپنے کتاب میںڈبک تو کافی لینگ میں کہتے ہیں کہ وایمن اور اسپرٹ قہوہ کے تازہ گو وہ ادیزرا اسکے شک جملک سے بناتے تھے۔

سیرین قہوہ - اس قسم قہوہ کی چٹیان اور پہل بڑے ہوتے ہیں اور عرب کے قہوہ سے زیادہ خوشبو ہی ہوتی ہے اور پیداوار یہی نسبتاً زیادہ ہے بعض وقت خیال کیا گیا ہے کہ اس میں ہمیلیا کی بیماری نہوگی جو اور پتیوں میں لگ جاتی ہے کیونکہ اسکی پتوں میں اس قسم کی بو ہوتی ہے کہ وہ عارضہ نہیں ہونے پاتا۔
انگستان میں جب قہوہ لنگا اور دیگر انگریزی مقبوضات خواہ برازیل وسطی امریکہ اور دیگر مقامات سے لیا ہے اسکی تفصیل حسب ذیل ہے

سنہ	وزن ہندویش	قیمت
۱۸۷۷	۱۶۰۹۷۱۷	۷۷۸۸۰۱۴ پونڈ
۱۸۷۸	۱۲۷۳۷۱۰	۶۰۱۲۹۷۷
۱۸۷۹	۱۶۱۷۳۸۹	۷۲۴۷۵۶۸
۱۸۸۰	۱۵۵۵۹۳۹	۷۰۶۲۰۱۶

لیون قہوہ ایسی مہندیوں پر ہوتی ہے جہاں عربی قہوہ نہیں ہو سکتی سنہ کے آخر میں لنگا میں پانچواں کڑ زمین میں سیرین قہوہ لگایا گیا تھا اور سنہ کے آخر میں ۴ ہزار سے دس ہزار ایکڑ تک تخمینہ کیا گیا ہے۔ اگرچہ ان پتیوں کو وہ ماحول ضرور لگ رہے مگر زرقی اور پیداوار میں زیادہ نقصان نہیں پڑا۔ لندن کے لوگ ان پہلوں کو زیادہ پسند نہیں کرتے مگر امریکہ میں بہت مقبول ہوئی۔

کاشت قہوہ

اگرچہ قہوہ کی کاشت ہندوستان میں بہت تھوڑے دنوں سے پوری ہے مگر اس منفعت بخش محسن کے جانب بہت سے لوگوں کی کشش و کشش ہو گئی ہے اسکے کاشت میں خرچ بہت کم ہوتا ہے اور لٹکا اور جنوبی ہندوستان میں نقصان بہت کچھ آیا اور بعض حالتوں میں تو کاشتکار کو نئی بالکل تباہی ہو گئی۔ اور گنٹن ہے انہما فائدہ ہی ہوا۔

گورنمنٹ وچ اپنے مقبوضات ہند میں قہوہ کی کاشت سرکاری طور سے کراتی تھی اور کوئی دوسرا شخص قہوہ بونے کا جائزہ تھا اور جاوے بیان بہت قہوہ پیو پکڑتا تھا مگر آخر کو معلوم ہوا کہ قہوہ کی مونو پولی (مخصوص سرکار میں کاشت) گورنمنٹ کیلئے کچھ مفید نہیں۔

برٹش انڈیا میں قہوہ کی کاشت مغربی گھاٹ کے چوٹی اور اسکے ڈھلوان مقامات پر پینے سرحد میور سے لیکر اس کنارے کے جنوب تک ہوتی ہے علاوہ برین کورگ۔ ٹراونکور۔ وینا و نیلگری۔ اور شیوری پٹاری اور مینی پٹاریوں پر ہی ہوتی ہے۔ میجوریون نے ۱۹۲۲ء میں وینا و مین قہوہ ایک عجیب شے سمجھا کر دیا۔ مشرقین نے کچھ دنوں کے بعد میور میں اسکا ایک باغیچہ بنایا۔ کما۔ اور مشرق میں نے مشرق میں۔ منوٹوڈی میں ایک باغیچہ بنایا۔ اور ۱۹۲۸ء میں قہوہ بلگام میں اچھی طرح ہونے لگا۔

اوس زمانہ سے قہوہ کی خوب ترقی ہوئی اور ۱۹۳۸ء میں کوچین۔ ٹراونکور

نیور۔ اصلاح مدراس۔ لوہرو کا واقع بنگال میں ۱۲۹۴ء ایگزین
میں کاشت قہوہی زمین سے ۱۹۲۸ء۔ ایگزین ادسوقت تک کمزور بود
تھے پس زراعت میں ہر سال ترقی ہوتی رہی اور یورپ کے ملکوں کو روز
افزون ترقی کے ساتھ قہوہ روانہ ہوتی رہی۔ چنانچہ ۱۸۵۵ء میں ۹۴۹۶
ہنڈرڈ ویٹ قہوہ ۱۰۵۵۹ پونڈ کی روانہ ہوئی اور ترقی کرتے کرتے ۱۸۹۵ء
میں ۲۶۱۰۳۷ ہنڈرڈ ویٹ قہوہ ۱۶۳۳۰۳۲ پونڈ کی روانہ ہوئی۔

لکھا

پرنالیوں کے آئینے مشیر عربوں نے لکھا میں قہوہ کی بنیاد ڈالی تھی۔ لیکن
باشندگان لکھا و سکی نرم پتیوں کو پکار کر بطور بہاجی کے کہاتے اور اوسکی خوشبو
کو خوشن چیلی کے پھول کے ہوتی ہے دیولون میں استعمال کرتے تھے۔ چون
نے نشتہ اعز میں قہوہ کے پودھوں کو بٹا دیا لیکن اور اوس وقت انہوں نے
خود لکھا میں بھی اوسکی کاشت شروع کر دی لیکن ۱۸۳۳ء میں بند کردی گئی
اوسکی زراعت عام طور سے لوگ کرتے رہے۔ جب ایگزین کا قبضہ ہوا
تو مسلمان اسکو دیکھ کر جمع کر کے لکھے اور کو لمبو میں لاتے اور معاوضہ
چھوڑی۔ چاقو۔ روئی وغیرہ کے دیکھاتے۔

چترپون اور شالون کے ذریعہ سے قہوہ کی اشاعت تمام ملک میں بہت
ہوئی۔ ۱۸۳۳ء سے قہوہ کی روانگی انگلستان میں روز بروز ترقی ہوتی رہی
مگر یہ قہوہ وہاں کے باشندے بہت بے پروائی سے جمع کرتے۔ اوسکے

پہلے عمدہ طور سے میکانہ کئے جاتے۔ اور ہر قسم کے قبوہ سے یہاں کا بن کر لیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں وہاں کے گورنر سر ایڈورڈ بارنس نے پہلے مرتبہ زیادہ ہوشیاری اور احتیاط سے تیار کرایا اور چونکہ نتیجہ نہایت کامیابی سے ہوا اسنے اور لوگوں کے اپنے جنگوں اور افتادوار اضیاء میں اسکی کاشت کا شوق پیدا ہوا۔ سنہ ۱۸۳۲ء میں سات ہزار ایکڑ زمین سرکاری خریدی گئی اور کچھ صاف کر کے کاشت کی گئی۔ سنہ ۱۸۳۳ء میں ۶۰۳۳ ہزاریت قبوہ پیدا ہوئی۔ سنہ ۱۸۳۴ء پائش گریا پاڑ پر ایک چھوٹا باغیچہ لگایا گیا۔ سنہ ۱۸۳۵ء میں پچاس باغیچہ ہو گئے جن میں ایک بدرجہ اوسط دوسوا ایکڑ کے تھے اور اسی ہزار ہزاروٹ قبوہ نکلتی تھی۔ آخر سنہ ۱۸۳۷ء میں پچاس ہزار ایکڑ زمین کاشت تھی خرچ مجموعی پچاس لاکھ پونڈ ہوا۔ ۱۷ برس میں یعنی سنہ ۱۸۵۴ء سے سنہ ۱۸۵۷ء تک میں زراعت قبوہ کی ترقی ۱۷۵ فیصدی ہوئی اور ۴۰۴۰۰ باغیچہ سے لیکر ۱۰۸۰۰۰ باغیچے ہوئے اور پیداوار ۴۷۰۰۰۰ سے لیکر ۷۴۰۰۰۰ ہزاروٹ ہوئی۔

سنہ ۱۸۵۷ء میں بنگالہ کے اسماعیل شاہ میں ہشتکاری قبوہ کی تھی اور زمین مزروعہ مجموعی ۴۸۱۵۳۹ ایکڑ تھی۔

بنگال میں قبوہ کی کاشت میں نقصان ہوا کیونکہ شروع کے کاشتکاروں نے اس جایداو حاصل کرنے کیلئے بہت قیمت دی۔ جبکہ وہ جایداو میں بگاڑ خاصیت اراضی کے مستحق نہ تھیں۔ چنانچہ سنہ ۱۸۵۷ء کی فصل میں بالکل ٹوٹا آیا اور سنہ ۱۸۵۸ء میں بہت کم فصل ہوئی کیونکہ اسی سال سے ہیون میں عارضہ

شروع ہوا۔ اٹھ سے اٹھ تک سالانہ پیداوار ۵۵۰، ۵۵۰، ۵۵۰ ہیرو پیٹ ہوئی
 اور وسط لنگا سے روانہ ہوئی اٹھ میں ۵۵۰، ۵۵۰، ۵۵۰ ہیرو پیٹ اور اٹھ میں ۵۵۰، ۵۵۰، ۵۵۰
 سالانہ پیداوار ۵۵۰، ۵۵۰، ۵۵۰ ہوئی جب سے اس قسم کے خراب نتائج پیدا ہوئے
 تو لوگوں کا خیال ادھر سے پھر کر کوکوا اسکونا۔ اور چاکر کی طرف رجوع ہوا۔

عرب

قبوہ کی کاشت خاک اطراف میں اور اضلاع عدن اور مہا میں ہوتی ہے۔
 اگرچہ عرب کے میدانوں میں سخت حرارت ہوتی ہے مگر بارشوں پر اعتدالی
 موسم رہتا ہے اور قبوہ کی کاشت پیاروں کے نصف بندی پر ہوتی ہے۔
 جب قبوہ کی کاشت میدان میں کیجاتی ہے تو محافظت کے لیے بڑے بڑے درخت
 لگاتے ہیں جس سے دھوپ کی سختی رگمی رہتی ہے اور پہل قبل از وقت خشک
 ہینے ہونے پاتی۔ سال میں تین بار فصل کی دروہوتی ہے زیادہ مقدار مٹی کے
 ہینے میں ہوتی ہے جبکہ کاشتکار درختوں کے نیچے کپڑا بچھا دیتے ہیں اور شاخوں
 زور سے ہلا کر پھلون کو گرا لیتے ہیں اور بوریا پر خشک کرتے ہیں بعدہ ایک وزنی
 میلن سے اسکو دور کرتے ہیں اسکے بعد اندر کی گری اسہی دھوپ میں خشک کرتے
 ہیں قبل اسکے کہ ذخیرہ میں جمع کیا جائے خاص مقامان پیداوار قبوہ بنجر سیاہ
 تزیادہ وغیرہ ہیں سب سے نزدیک موقع عدن سے ۵۰ میل پر ہے۔ گردوار کے
 اضلاع سے بازار صنعا میں اور بنجر میں قبوہ ہونچتا ہے۔ قبوہ کے
 اقسام کئی ہوتی ہیں مگر شری سب سے افضل ہے۔

بنفہ حسن جلد دوم

منہما سے نصف یوم کے راستہ پر قہوہ کی کاشت ہوتی ہے عرب میں قہوہ کی کاشت اکثر دامن کوہ - وادی اور دوسرے سایہ دار مقاموں میں ہوتی ہے جہاں کہ بلندی سے پانی بہہ کرتا ہے اور چاروں طرف اس طرح سنگین دیوارا ہٹا دیکھائی ہے کہ مسافر کو گور سے کہلی ہوئی چٹین معلوم ہوتی ہیں۔ ان پودھوں کو نرم زمین کی ضرورت ہوتی ہے گو بہت پانی نہ برسے جہاں کوئی چشمہ نہ ہو وہاں باغیچہ نہایت لطف انگیز مقام ہوتا ہے مگر پودھوں کیلئے پانی کی مقدار زیادہ چاہیئے تاکہ اچھی طرح سے پہلوئیں میں ترقی ہو۔ شہر انگریو کا بیان ہے کہ نہایت عمدہ قہوہ عین کا ہوتا ہے لیکن دو تہائی تو عرب اور شام اور عین میں صرف ہو جاتا ہے باقی تہائی حصہ یورپ پہنچ کر ترکون اور آرمینیا کے مصروف میں آتا ہے گول سنزری سنزری نایل بیویری رنگ کی پھلیاں سب سے افضل سمجھی جاتی ہیں۔

نیپہر گایان ہے کہ عربوں نے قہوہ کو ابی مسینیا سے لاکر عین میں لگایا جہاں سے لائے اور جہاں لگایا وہ دونوں ملک بہت کچھ آپس میں ملتے ہیں۔ انہوں نے عرب میں لاکر برسوں اور صدیوں پہاڑوں کے صحت بخش مقاموں پر لگایا جہاں اکثر بارش ہوتی تھی اور تالاب اور چشمے بھرے ہوتے تھے۔

لنگکا

لنگا میں قہوہ کی کاشت سمندر کے سطح کے برابر ہی ہوتی ہے اور دوسرا فٹ سے تفع مقام پر ہی کئے جاتی ہے۔ پودھے اپنی نوجوانی میں نہایت دلنور ہے

معلوم ہوتے ہیں۔ کافی کے درخت بہت جلد بالغ ہو جاتے اور پہلے کثرت لاتے ہیں گہلیاں ہلکی اور ادنیٰ ہوتی ہیں لنگامین قہوہ کے عمدہ بانغات ... سہ ہزار سے ۴۵۰۰ فٹ بلندی تک ہوتے ہیں جہاں عموماً سوا اچھ سالانہ بارش ہوتی ہے اور ۱۰ دگری سے ۲۰ دگری تک مقیاس الحرارت رہتا ہے۔ تین ہزار فٹ سے پانچ ہزار فٹ کی بلندی تک نہایت عمدہ خوشبودار پھلیاں ہوتی ہیں جبکہ بلندی پر شبنم کو نیچے کاشت ہوگی اور سیقدر افضلیت پہلیوں میں ہوگی اگرچہ مقدار کم ہو جائیگی کاٹنے کے باغیچوں میں نہایت عمدہ پیداوار قہوہ ہوتی ہے جہاں کی سواریت ۳۰ سے لیکر ۶۰ درجہ تک رہتی ہے ان بلند مقاموں سے قہوہ کی پھلیاں کو لمبو کو آتی ہیں جہاں سخت موسم ہونے سے خوش کھلتا جاتی ہیں جنوبی مقام کے وسیع اراضی میں قہوہ کی کاشت میں بہت فراغت ہو ا کیونکہ پہلے تو موافق موسم کے ہونے سے پودہوں کو قوت ہوئی لیکن بعد کو موسم میں خرابی آجانے سے پودہ بے رفتہ رفتہ بالکل کمزور ہو گئے۔ خاص کاشت نومبر اور اکتوبر میں ہوتی ہے اور دوسرے مارچ یا سیپتمبر ماہ میں۔

لنگامین عمدہ اراضی قابل کاشت کی قیمت فی ایکڑ آہٹہ پونڈ سے لیکر ۲۰ پونڈ تک ہوئی اور ۲ پونڈ سے لیکر ۲۰ پونڈ تک فی ایکڑ خرید شدہ اراضی میں تیاری یا تعمیر مکان شرک راہ وغیرہ میں خرچ ہوتے ہیں تخم کاری کیلئے زمین عمدہ قسم کے دو فٹ عمیق ہو کیونکہ قہوہ کی جڑوں دو ترک پہنچتی ہیں اور تخم نصف فٹ کے فاصلہ پر بوسے جہاں اگر زمین خشک ہو جائے تو سبز شاخوں سے

ڈھاپ کر رات دن بانی دینا چاہیے۔ اگر بارش عرصہ تک متواتر نہ ہوگی تو عجب
 بنین کہ زمین کے اندر تخم سرخا میں نمی اور گرمی کے لحاظ سے چھ ہفتہ سے
 لیکر تین ماہ تک تخم اگنے کے لئے ضرور بین اور بعدہ چار ماہ کے بعد درختوں کا
 نقل مقام کیا جائے۔

سیلون میں کام کر نیوالے جنکی تعداد ۲ لاکھ بیس ہزار ہے در اس
 کے جنوبی مقامات سے محلی اور اکٹوبر میں آتے اور جنوری اور اپریل میں
 واپس جاتے ہیں۔ نشیبی باشندگان جزیرہ اس کام کیلئے ناکافی
 اور ناقابل ہیں۔

۱۹۶۶ء سے ۱۹۶۷ء تک شمال کے مزدوروں نے ۳ لاکھ ۵۰ ہزار سے
 لیکر چار لاکھ پونڈ تک پچایا یا اپنے وطن کو بھیجا ہو گا مگر جہاں اس قدر مالی
 فائدہ ہے وہاں جان کا بھی بڑا خطرہ ہے اس آہٹہ برس میں ستر ہزار
 قتل ماباری مر گئے۔

جنوبی ہند

جنوبی ہندوستان میں قہوہ کی کاشتکاری ۲۵۰۰ فٹ بلندی سے لیکر
 ۴۰۰۰ فٹ تک ہوتی ہے۔ کینن نے پہلے پہل کامیابی سے قہوہ کی کاشت
 کی اور "کنینس میوز" اور "کی قہوہ" کا نام شہور ہوایا ان کی پہلیوں کے لیٹون
 کی باہمی پسیدگی اور زیادتی کی خوشبو زیادہ شہور ہے۔ ۱۹۶۶ء سے اہل
 یورپ اس کے زراعت کے جانب اہل ہوئے اور بہت جلد کینن کی قہوہ

نام شہرت پذیر ہو گئی چنانچہ ۹ شلنگ فی ہنریٹ سے لیکر ۱۱ شلنگ فی ہنریٹ قیمت پہنچی اور وہی لوگوں کی قبوہ بجائے فی من ایک روپیہ کے چھہ اور اٹھ روپیہ فی من قیمت ہو گئی (ایک من ۲۸ پونڈ یعنی چودہ سیر کا) پہلا باغ بودن بابا کے ہاڑی پر لگا یا گیا بعدہ منظور آباد میں۔

اس امر کی بھی کوشش کی گئی کہ میدانوں میں پودے لگائے جائیں مگر کامیابی نہ ہوئی۔

۱۹۶۲ء میں اراضی قابل کاشت قبوہ کی بڑی قدر ہوئی و دربرس پورے پودے ۱۲-۱۴ پونڈ فی ایکر کھنے لگے۔ اسی طرح جس قدر پورے بنی ہوئی ہی قیمت میں ترقی تھی اور قبوہ ۵ شلنگ سے ۹ شلنگ فی ہنریٹ قیمت تھی۔ اسی زمانہ سے کاشتکاروں کو شک پیدا ہوا اور بعض اضلاع میں نتیجہ نہایت تباہ کن ہوا۔

کرگ میں قبوہ کے دشمنوں نے (کمپٹرے) گھونس چو ہے۔ سرمایہ کی کج مالک کی عدم توجہی (زور شور سے حملہ کیا اور اگرچہ مزدوری ارزان خواہاں نہ ہو سکا پختہ موجود لیکن ۱۹۶۲ء میں باغیچہ ناقابل فروخت تباہ و منکور میں ۱۹۶۲ء میں ۷۸۱۷- ایکڑ اراضی ۲۱۴۷۶۱ روپیہ کو فروخت ہوئی تخمینہ کیا گیا ہے کہ ایک ایک جھل واقع نیلگری سے کل اخراجات دو سو روپیہ میں تیار ہو چکا ایک عمدہ کانا سکونت چار ہزار میں تیار ہو گا اور گری ٹھانے کل رکھنے اور گودام بنانے میں چار ہزار اور خرچ ہونگے بغض کہ سو ایک زمین کی تیاری میں تیس ہزار کا خرچ

تختہ کیا گیا ہے۔

زمین

جنوبی ہندوستان (برٹش انڈیا) کی زمین باغ بنانے کے لیے عمدہ کہی جاتی ہے۔
موقع مرتفع اور سیلاب اور ہوائی طوفان سے محفوظ ہے جس میں دامن پہاڑ
میں اسکے اہمیت ہوں اور ان پر سایہ ہو وہ ہر موسم میں فائدہ مند ثابت
ہوے اور جہاں ہمیشہ دھوپ رہتی ہو اس کے پھل ان قبل از وقت پک جاتی ہیں
کو رگ میں تھوہ اچھی ہوتی ہے سو سو رہے کہ جہاں خفیف حرارت اور نمی
ہوتی ہے وہاں تھوہ کی خوب پیداوار ہوتی ہے۔ کو رگ میں چھ مہینے خوب
بارش ہوتی ہے اور بقیہ ایام میں خوب تیز دھوپ۔ پہاڑی ملکوں میں
مٹی کو بھیان سے روک رکھنے کی کنگری کی ہی آب دھوا تھوہ کیلئے موزون ہے۔

ختم ریزی

جو تخم کہ ختم ریزی کے لیے علیحدہ رکھے جائیں مناسب ہے کہ ان کو جلد تر کام
میں لانا جائے کیونکہ بہت جلد زمین سے اُگنے کی قوت زایل ہو جاتی ہے
کم عمر ونٹھی کے تخم میں وہ اوصاف نہیں ہوتے جو چار یا پنج سالہ ونٹھے کے
تخم میں ہوتے ہی صاف عمدہ اور بعض جراثیم سے پاک پھلیوں کو زہری
میں بونا چاہیے خود وہ عمدہ کہا دوالی زمین ہو یا کوئی سایہ دار طرف ہو۔
خاصہ ایک معقول درجہ تک ہو کیونکہ تا وقتیکہ وہ کچھ بڑی نہیں ہیں
رہنگی۔ سات مہینے کے بعد زہری دھیرے سے بودہ نکالے جاسکتے ہیں

ایک بوشل مین دس ہزار پودے ایک ایکڑ زمین مین ہونگے۔ قہودہ کے پودے قطار در قطار چھ چھ خواہ آہٹ آہٹ فٹ کے فاصلہ پر (۲) انچ عمیق اور ۸۔ انچ دو کے سوراخون مین لگانا چاہیے۔ پتیون کو اس طرح کاٹنا چاہیے کہ ہر شاخ پر دھوپ پہنچے تیسرے چوتھے سال مین عموماً درخت تیار ہو جاتے ہن۔ قہودہ کے درخت اگر بڑھنے پائین تو ہا فٹ تک بلند ہوتے ہن مگر پتل توڑیے لیئے اسکو بڑھنے نہیں دیتے اور صرف اس آسانی کے لیئے اسکو تین ساڑھے تین فٹ تک جانے دیتے ہن اس سے پیداوار مین کمی ہوتی ہے کم سے کم ۲۵ فیصدی کا نقصان ہے۔ اگر کوئی شاخ نکلی تو توڑ دانا چاہیے کبھی زیادہ شاخون کا کاٹنا نہیں چاہیے۔ درختون کو حرارت آفتاب سے محفوظ رکھن ایسا نہو کہ جل جائین اور ایسے سایہ کے قرب مین باغیچہ بہتر ہے اور اس طرح کہا دنانے سے مٹی کو محفوظ رکھنا چاہیے جس عمر تک قہودہ کی درخت پہنچتے ہن اسکی اتیک کامل طور پر تحقیق نہیں ہوئی۔ لکنا۔ دینا۔ مسور۔ وغیرہ مین دیسی کاشت کار قہودہ ایسے درختون کو بکثرت پاتے ہن جنکی صحیح تعداد عمر معلوم نہیں اور جو کئی پشتون سے برابر چلے آتے ہن۔

پھل

پھول پہننے سے پہل لگنے تک آہٹ نوہینے کا سرق ہوتا ہے سبز پتیون پر سفید پھول نزدیک اور دور سے نہایت دل فریب معلوم ہوتا ہا پھولون کی عمر صرف یکروزہ ہے۔ آدھی انچ کا پہل دہنٹی کے جڑ مین لگتا ہے جب

پورا بڑھ جاتا ہے تب یہی سبب نہی رہتا ہے اور کچھ ایک ماہ پہلے زرد ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے سایہ پہنچانے سے مثل یا قوت کے آخرین سرخ ہو جاتا ہے۔ آخری وقت میں تراوت زیادہ چاہیے۔ جب مثل خون کے سرخ ہو جائے تب بالکل ختم سمجھنا چاہیے۔ کچھ کے بعد فوراً توڑ لینا چاہیے۔

سیلون کی قہوہ

بازاروں میں سیلون کی قہوہ کو دھوئی ہوئی قہوہ کہتے ہیں موخہ کی قہوہ کو جھلکے دار کہتے ہیں اور یہ عمدہ و افضل ہوتی ہے۔

موخہ کی قہوہ

اسکی کاشت بہت مختصر سطح کہیتوں میں ہوتی ہے اور جب تک پہل خود پک کر گر نہ جائیں یا گرا سے نہ جائیں درخت ہی میں لگے رہتے ہیں۔ اب وہ ہوائے ملک عرب کے اقصا سے اندر کا شہر سخت ہو جاتا ہے اور ماہ سے اس کے کل اجزا علیحدہ کرتے ہیں۔

لشکا کی قہوہ

جب ہلیان باغیچہ سے ذخیرہ ملتا ہے جاتی ہیں تو گودہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ تانبے کے ایک چلین سے جسکو پلیر کہتے ہیں ہلیان و بائی جاتی ہیں کہ اونچا چمکا علیحدہ کرتا ہے اور اندر کی گری دبکر نکلتی رہتی ہے۔ گودہ کے ساتھ پیچ ہی نکل جاتا ہے جسکو ایک حوض میں لیجا کر پیر دھوتے ہیں اور اس طرح پیچ جو عمدہ ہوتے ہیں وہ پانی کے اندر بیٹھ جاتے ہیں اور سب اتر آتے ہیں

اسکے بعد وہ چ تین روز تک دھوپ میں سکھلائے جاتے ہیں۔ سیلون سر و مقاموں میں قہوہ کی درستگی کا کام اچھی طرح نہیں ہوتا اسلئے کولمبو میں پہونچا کر اور خاص کلون کے ذریعہ سے غیر ضروری اخراج علیحدہ کئے جاتے ہیں اور اس کے بعد وہ جہازوں پر روانہ کئے جاتے ہیں۔

تجارت کی نظر سے قہوہ کی غرت بجا نا اس کے جا بہت شکل رنگ اور خوشبو کی ہوتی ہے۔ علاوہ چکنے کے جو ضروری ہے بشرطیکہ ممکن ہو ایک اور عمدہ ذریعہ اس کے شناخت کا یہ ہے کہ تازہ پس ہوئی قہوہ میں خوشبو خوب آتی ہے۔ عمدہ قسم کے قہوہ پینے کے بعد مجموعی اظہار میں سیاہ معلوم ہوتی ہے۔ بعض قسم کے پھلیاں جب ہونی جاتی ہیں تو بھنبہ اونکا موٹا اور سخت پوست قائم رہتا ہے۔ خاص کر مسور کے قہوہ میں۔ برخلاف اسکے موخہ کی قہوہ جب ہونی جاتی ہے کہ کھری اور مختلف الالوان ہو جاتی ہے۔

ابی سینیا کی قہوہ ہی افضل ہونی ہے مگر مین کے قہوہ سے اسکا نمبر ادنی ہے اس کے بعد ہندوستانی قہوہ کا نمبر ہے۔ عرب میں قہوہ کو اب کڑا ہی میں ہونے میں جب تک کہ کرکری اور سرخ نہو جائے اور دھوا پیدا نہو۔ بعدہ نہایت ہوشیاری سے قبل اسکے کہ اوسمیں سیاہی آئے یا لچکے آگ پر سے اتار لیتے ہیں اور کاخ کے برتن میں سرد کر لیتے ہیں۔ بعدہ گرم پانی میں ڈالکر ابالنے کی حالت میں متواتر ایک لکڑی

حرکت دیتے رہتے ہیں) ہاؤن دستہ سے چور چور کرتے ہیں اب اسے
وقت زعفران اور دوسرے خوشبودار چیز ڈالتے ہیں بعد چھان
لیتے ہیں۔

کھاد

جن باغیچوں میں خوب کھاد دی گئی ہو اسکی سرسبزی کی دھوم ہی خوب
رہی۔ مویشی سے اچھی اور مفید کام کھاد کالیا جاتا ہے۔ درختوں کی پتیاں
جو زمین پر گرین ہوں اور مقامی گھاس سے عمدہ کھاد ہوتی ہے گائے کا گوبر
کھاد کیلئے سب سے زیادہ مفید ہے۔ گوبر ہی اوس میں داخل کر دینا چاہیے
لیکن بوسیدہ لکڑی تپتی وغیرہ سے علیحدہ رکھنا چاہیے کیونکہ قبوہ کے
دشمن بوسیدہ کھاد میں پیدا ہوتے ہیں۔ تمام باغیچے میں ایک مرتبہ کھاد
پھونچانی کی کم ضرورت ہوتی ہے۔ بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر دوسرے
تیسرے سال کھاد پھونچنا چاہئے ایک مرتبہ سیلون کے ایک باغیچے میں بے
انتہا سچ سے تمام وکمال خوب کھاد دی گئی ہو سکا نتیجہ یہ ہوا کہ فی ایکڑ
۲۰ منبر وٹ قبوہ پیدا ہوئی

کھاد کے لئے ہڈیوں کا چوراگا۔ گائے کا گوبر لکڑی کی راکھ نہایت
مفید ہیں اور اسانی سے ملتی ہیں۔

اگر اور چیزیں غلین تو جونا وغیرہ جاسے انکے مستعمل ہو۔ ایک ڈاکٹر نے یہ
آزمائش کے لٹکا کے قبوہ کی نسبت لکھا ہے کہ قبوہ کی ایک ہزار پونڈ کھجور

مفصلہ ذیل اجزاء کے کیا دی ترکیب پاتے ہیں۔ پوٹاش ۷۳ پونڈ چونا ۳۲ پونڈ میگنیشیہ ۲۲ پونڈ۔ لوہا ۱۲ پونڈ سلفورک ایسڈ (نمک کنڈہک) ۲۲ پونڈ کلورائن ۲۲ پونڈ کاربونک ایسڈ ۱۱ پونڈ فاسفورک ایسڈ ۱۱ پونڈ سلفٹ آف لائیم اور کاربونیٹ آف میگنیشیا اور فاسفورک ایسڈ کا دیکھ کر نہایت ضروری اجزاء بتلائی گئے۔

نفع و نقصان

جنوبی ہندوستان اور لنگامین یورپین کو قہوہ کی کاشت خاص کر ارضی کے خرید و فروخت میں بہت اچھا نفع حاصل ہوا۔ لیکن نقصان بھی ایسا عام اور زبردست ہوا کہ گورنمنٹ کے ملازم اور ارضی خرید و فروخت کر نیوالوں کی کل جمع پونجی بالکل صاف ہو گئی چنانچہ ۱۸۱۲ء تا ۱۸۲۰ء میں عام نقصان ہوا۔ قہوہ کی پیداوار میں موسم کے لحاظ سے بہت تبدیلی ہوئی جس کے سوا دختوں کے مختلف اقسام و شمنوں کے زبردست حملہ سے عام تباہی ہو گئی۔ لنگامین پہلا باغیچہ ۱۸۲۵ء میں باقاعدہ مرتب ہوا۔ ۱۸۳۰ء تک تباہ کن کیڑوں کی کثرت نہ تھی لیکن رفتہ رفتہ ترقی ہوتے ہوئے ۱۸۳۵ء میں وہ زور ہوا کہ عام کاشتکاران قہوہ میں عظیم تباہی ہو گئی۔ تباہ کن کیڑوں کی کثرت نہ تھی لیکن رفتہ رفتہ ترقی ہوتے ہوئے ۱۸۳۵ء میں وہ زور ہوا کہ عام ہوا تباہ کن کیڑوں کی عجیب و غریب حالت ہے جس درخت میں لگ جاتی ہیں پھر اوسکی ترقی بلکہ اوسکا وجود معدوم ہو جاتا ہے انکا عدم اور وجود ہی تعجب انگیز ہے کہی تو نہایت عجالت سے تمام باغیچہ میں پھیلایا ہوا دیکھائی

دیتا ہے اور کبھی ہزاروں درختوں میں سے صرف ایک ہی پر ہے کسی باغیچہ میں بلکہ ایک ہی باغیچہ کے کسی ایک مقام پر سال سال بہر غایت اور دوسرے مقام میں بارہوں مہینہ موجود تحقیقات سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی باغیچہ ایسا نہیں ہے جہاں ان مضر کیڑوں کا وجود کم و بیش نہ ہو۔ یہ کیڑے چوڑے مختلف الاجسام اور مختلف الالوان ہوتے ہیں۔ سفید، ہویرے، سیاہ وغیرہ وغیرہ۔

ان کے علاوہ قہوہ کا ایک اور سخت دشمن گہونس ہے یہ جانور پھلیاں نہیں کھاتے مگر چھال ایک انچہ تک نہایت صفائی اور صوری سے کھا جاتے ہیں اگر درخت کم عمر ہوتے ہیں کہ نرمی سے کال کر لگائے گئے ہوں تو وہ نیچے ہی نیچے درختوں کو کھود کر مسلم اپنے سوراخ میں لیجاتے ہیں باغیچوں میں ان گہونسوں کا آنا ہمیشہ نہیں ہوتا بلکہ گاہ گاہ۔ لیکن لگان میں کوئی باغ ایسا نہیں ہے جہاں انکا قدم نہ آتا ہو۔ وہ ان کے باشندوں کا بیان ہے کہ گہونس کی خاص غذا ایک یوڈائیٹل نامی ہے جب اس میں کمی پڑتی ہے یا نہیں ملتا ہے قہوہ کی جانب توجہ کیجاتی ہے۔

دوسرے نقصان رسان جانور ایسے سخت اور مہلک نہیں ہیں گاہری پھلیوں کو کھاتی ہے مگر قہوہ چھوڑ کر گودہ ہضم کر جاتی ہے اس طرز شمال اور بندرگاہ گاہ تصرف کرتے ہیں ہرن بھی کبھی کبھی جنگل سے آنکر پودھوں کی پھنکینوں کو کھا جاتی ہے۔

ان نقصانات کا علاج مختلف طور سے کیا گیا اور ایک بہت کم فائدہ ہوا بخیریت
 علاجوں کو ایک یہ تھا کہ سرخ چیتوئی دھجک بہت سی لانیوڑی کمین مگر کجا علاج کے
 یہ نقصان ہوا کہ کہیتوں کو اندر قابیل سے جاتے سے انکار کیا کیونکہ یہ دکن بہت دور
 کا مٹی تین بعد یہ بہت بیز ہوئی کہ ان کیڑوں کو جو پر دھون کے تنوں اور شاخوں میں لٹے
 رہتے ہیں انہوں سے مل ڈالا کریں گواس سے بہت سے جانور اور اُمحاتی ہیں مگر لاکھوں
 کا لکھا آسان نہ تھا اس لیے کیا گیا کہ ہوی پر دھون کے جڑوں میں روغن تار لگایا گیا مگر اس
 ہی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا بعد یہ خیال ہوا کہ اعلیٰ درجہ کا شستہ نین شاید یہ ملک جانور
 نہ پہنچیں مگر معلوم ہوا کہ جب تک کوئی ایسی تبدیلی نہ ہو جس کا طبعی اثر کہیتوں پر پڑے کوئی
 فائدہ نہ ترتیب نہ ہوگا۔ پس کہتے ہوئے گرم اور سرد اور کہیتوں کی تجویز ہوی جنہیں ہویا
 ایز جو سخت مہلک ہے مہلک سے زندہ رہ سکیگا۔ یا اگر باغیچوں کی وسعت میں ہی کیجئے
 اور بجائے اس تفصیل کے اعلیٰ درجہ کے فن کا شکاری سے کام لیا جائے تو یقین ہو کہ یہ
 اثر دشمنوں کی باقی نہ رہے گی۔

احاطہ در اس میں ہوا کہ وہ خون میں لگیا تا ہو پہلے یہ جانور شاخوں میں چند سوہا
 کرتے ہیں پس ان کا وجود معلوم ہو جاتا ہے مگر چند ہی روز کے بعد لاکھوں کروڑوں سوہا
 نظر آتے ہیں اور سبھو مثل براہ کے گزرتا رہتا ہے۔ وہ خون کی پتیاں رفتہ رفتہ زردی
 پیل ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ وہ مہر جا کر پڑتی ہیں اور دھت خشک ہو جاتا ہے مگر یہ نقصان
 سے کیڑوں دھتوں تک محدود رہتا تو بیچارے کا شکار کسی نہ کسی طرح اس چھوٹے
 مگر خوفناک شہرین کا مقابلہ کر سکتے تھے اور نقصان برداشت کر لیتے۔ مگر صد ایسی

منبر ۹ حسن جلد دوم

مثالین موجود ہیں جس سے پتا چلتا ہے کہ ہزار بار باغیچے اس طرح تباہ ہو گئے۔
عرصہ دراز تک تو لکھن کا علاقہ ہنسکا مگر آخر کار معلوم ہوا کہ ان کے بیٹے جس کے بچے تھے تیار
اور نسل کی افزائش ہوتی ہو وہ پسمین بن گئے جاتے ہیں۔ روشنی اور دھوپ پلانے والی ہے۔
پس قبوہ کی درختوں کو دو سو سو برس درختوں کا سایہ پہنچا یا گیا جس سے بہت مفید اثر پہنچا۔

پیتھون میں عارضہ

لکھن میں پہلے پہل ۱۹۷۱ء میں اور جنوبی ہندوستان میں ۱۹۷۲ء میں پیتھون کا عارضہ دیکھا گیا
اس بیماری میں پہلے زرد داغ پڑتا ہے پھر دھندلا ہوتا ہے۔ اس کے بعد داغ پر تاریکی
دنگ کی خاک پڑتی رہتی ہے جو آسانی سے حل ڈالی جاسکتی ہے۔ یہ داغ رفتہ رفتہ بڑھتا رہتا ہے پیتھون
میں ہو جاتا ہے یہاں تک کہ پیتھون زمین پر گر پڑتی ہیں اور درخت بالکل برہنہ ہو جاتا ہے۔
موسم بہار میں پھر پیتھون پھوٹتی ہیں اور دھندلا ہوتا ہے پھر پیتھون پھوٹتی ہیں۔ یہاں تک کہ فصلیں
پامال ہو جاتی ہیں۔ پس لکھن میں ۲ لاکھ ہندو روپیہ قیمتی جس ۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ کا
نقصان ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہی عارضہ جو درختوں میں ہوتا ہے جھیرن کے گوشت اور
ریشے میں چھپک سے پیدا ہو جاتا ہے جو اسی قسم کے بیماریوں کے اسباب انسان اور دیگر ادنیٰ
حیوان میں ہوتے ہیں۔ ابھی تک ان ذرہ ناپود ہون کو دور کرنے کی کوئی ترکیب نہیں نکلی
جس کے تخمیناً قابل قیمت مقدار کے ہواؤں میں نہایت کثرت سے آتے ہیں اور درختوں
کے پیتھون پر چڑھ کر ان کی غذا ہو جاتے اور بیماری پیدا کرتے ہیں۔ گندہک کو استعمال
کی مقدار فائدہ ہوتا ہے جو سیلون میں اور استعمال کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستان میں پہلے پیتھون کے عارضے سے کچھ زیادہ اضطراب نہیں ہوا لیکن یہاں تک

ترقی برابر ہوتی رہی تو عظیم تھلکہ کا شمار دن میں پڑ گیا تقریباً سب کے سب متفق ہیں کہ کہا دس سیکڑ زیادہ غیر علاج جو بے یلین بود ہے شروع شروع میں لگا سکا گئے تو امید لگ گئی تھی کہ دس سیکڑ لکھ کو کچھ فطرہ ہوگا اگر تجربہ سے یہ امید غلط ثابت ہو جائے گی کثرت سے پہلے جاتا ہے اور بلا وجہ غایب ہو جاتا ہے۔ اور آخر نہایت مضر چہوڑا جو محض بتوں پر چلے ہوتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے شاخیں بر منہ پانی کھاتی ہیں اس عارضہ سے دھندلنے کی صورت و قدرت پر حملہ نہیں ہوتا مگر جب پتیاں جو پہلیوں پر سہکتے رہتی ہیں گرجاتی ہیں پورہ آفتاب کی تپشیں سر رقتہ رقتہ مبرجہا جاتی ہیں اور فصل خراب ہو جاتی ہے۔ سیکڑ تھلکہ اس سیارے کے سیلون کے پورے کم نقصان ہوا تھا وینا میں کوئی باغیچہ نہیں بچا اگر ٹراؤ کموری ۲۵ یا ۳۰ چھون میں سے صرف ایک میں پتی ہی کم اثر اس عارضہ کا ہوا۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ پوٹاش گینے مشیا اور امونیا کے استعمال سے پتیوں کے اس عارضہ میں تخفیف ہو جاتی ہے اور تجربہ کیا گیا ہے۔ چونکہ استعمال نہایت مفید ثابت ہوا ہے بہت سے ماہرین علم نباتات و مختلف ادویہ تجویز کیا ہے۔ بیرن ملک کا بیان ہے کہ سیکڑ میں لکھ میں پتیوں کے عارضہ سے ۲۰ لاکھ پونڈ نقصان ہوا مگر جب قدر بچا کر دیسی اسن شمن کے پامال خراب سے پہلے کسی پر نہیں آئے جہاں تقریباً بالکل کاشت کاری ترک کر دی گئی تھلکہ کو پہلے دیسی کا شکاروں کا دو گروہ تھا ایک خواہش مند تھا کہ ذریعہ کی عمدت پر صرف اعلیٰ وجہ کی کھاد دے دوسرا اس امر کا مخالف لیکن متواتر تھا بیوں کے سب بہت جلد زراعت کو نقصان دہ کرنے پر تیار تھا انکامین پہلا عارضہ پتوں کا سیکڑ میں معلوم ہوا سیکڑ میں عام طور سے پیگلیا کے سیکڑ میں لاکھ ہندرو ویت قہوہ انگلستان و انہ ہونی مگر سیکڑ میں ۹ لاکھ گئی تھی اس کے بعد سے فی ایکڑ ہندو

پر کہیں نہیں ملی۔ بلکہ چوتھے برس فی ایک سو ہنڈر دو بیٹ ہو گیا۔

پتیون میں بوسیدگی

کو لاروگا ایک قدیم دشمن اور اق شجر جو میسور کے قہوہ کی پتیون میں پایا جاتا ہے۔ یہ پتیون میں اسکی زیادتی ہو جاتی ہے اور جس تپ پر اسکا اثر ہوتا ہے وہ سیاہ ہو جاتی ہے اور گر پڑتی ہے پھر اسکے بعد کل پتیاں ہی زمین پر پڑتی ہیں لیکن جو باقی رہے ہیں وہ پختہ ہو نیکے قہوہ کی پتیوں پر پک جاتے ہیں۔ آرائش کرنے پر معلوم ہوا کہ پتیوں کے نیچے کی سطح سفید سفید ہو رہی ہے۔ یہ جاتی ہے مگر نصفیہ طلب ہے کہ یہاں جو پتیون میں دوڑ جاتی ہے وہ اسکا نتیجہ ہے کہ سب اس میں شکستیں کہ اسی بوسیدگی کی وجہ سے کافی آب زانی اور شاخوں کا ہر چار طرف سے ہوا ہے۔

اسب

اکل و نقصان سان شہ قہوہ کو باغیچوں میں بہتی ہے جہاں اسے پھونک دیتے ہیں۔ اس کے بعد کیا جاتا ہے تو ایک خاص قسم کی دشمنی میں پتہ قوت ہوتی ہے کہ اسکا اثر صحت و راز کے بعد قہوہ کا دشمن کو نقصان پہنچاتا ہے اور یہ دھت بابی ہر سال اسے مہینا نا شروع ہوا ہے یہ عادت زیادتی کو رکھتا ہے۔

ایک اخبار نے قہوہ کی پتیوں کے دشمنوں کے نام بھی رکھ کر بتلائی اور ان کا ذکر کرنے پر پوری انہی ایک پتیوں کے لیے نیک قوت دار جو پتیوں کے شیش پر لکھا ہے ایک قطرہ سوڈہ و اسٹرکامین و رب فوراً ان کیڑوں نے علیحدہ علیحدہ کیا رکھی اور مرنے لگے۔ ایسا کوئی عسقی درختا قہوہ کے لیے مفید ہے۔

ایسا گندہ لکھا ہے۔ سوال نہایت مفید ثابت ہوا ہے۔

اس سارے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ملک کے لوگ دیہی کج شایستہ قوموں
 اپنے فراست اور دانائی سے کہاں تک ان تمام سود مند کاشت اور تجارت میں
 ترقی کی ہر اور یو یا فو یا ترقی کرتی جاتی ہیں برخلاف اسکے ایک ہمارے قوم کی حالت
 ہے کہ اس طرح کے مفید اور نفع بخش کاموں کے مطلقاً توجہ نہیں کرتے اگر کوئی شخص
 دل سوزی ہر قوم کی طرف توجہ ہو اور اس کے فائدہ کی کہے تو اس سے بھی جی چراتے ہیں
 کہ جن کاموں میں نفع عظیم ہو اس میں جان مالی کا نقصان ہی ہوتا ہے مگر بہت اور غم خرا
 اور سعی و غور و فکر سے تمامی قسم کے نقصانات کی تلافی ہوتی ہے ہمارے ملک میں دہن کوہ
 چند گنتی درق پر گنہ امرا باد اور نیزہا کہاں اور ایٹور نا گارم وغیرہ غالباً کافی کے کاشت
 کے واسطے مفید ہوں اس نوع میں کہیں کہیں سات ستر یا پانچ تک بارش ہوتی
 ہے اور یہ مقامات سطح سمندر سے بہت اونچے ہیں اور یہاں بڑے بڑے اشجار بھی موجود
 ہیں اور جا بجا پھاڑوں کا سلسلہ چلا گیا ہے کچھ عجیب نہیں کہ ایسے مقامات میں کامیابی ہو
 بشرطیکہ عمدہ طریقہ سے امتحان کیا جائے ہمارے ملک میں اس وقت مولوی عبدالحی صاحب
 مددگار ہتھم بند دست ضلع کہم کافی کے باغات اور اسکے کاشت کے حالات سے خوب آف
 ہیں اور وہ اس وقت انہی مقامات میں دورہ کر رہے ہیں جہاں کافی کی کاشت ہونا
 عین البقین سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اس کا کیا وجہ ہے کہ ہمارے لائق مددگار اس طرف توجہ
 نہیں فرماتے اور ایسے مفید کاموں سے عام کو اطلاع نہیں دیتے۔

کچھ سال گذرے کہ دلی احمد صاحب تعلقد سابق خلیج الیکندل نے نقد سرسہ میں ایک
 کافی کا باغ امتحان لگایا تھا من بعد علی بن عبد اللہ سابق ہتھم افزائش نسل جو پایاں گلزار میں

وہ باغ دیا گیا تھا جگر ماو ہے کہ اس باغ کی کاشت میں کامیابی ہوئی اور کیا یہ
سات پلے کافی دہان سے تیار ہو کے بلکہ کو آئی اور فروخت ہوئی کچھتے ہیں کہ کافی عمدہ
تھی علیٰ ہذا علی بن عبد اللہ نے باغ عامہ میں آم کے بڑے بڑے درختوں کے سایہ میں
بہت سے کافی کے درخت کے پوسٹے تھے چنانچہ وہ تمام درخت اس وقت میں کمال
شادابی کے حالت میں موجود ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین پر کافی
کی کاشت عمدہ ہو سکتی ہے بشرطیکہ مختلف قسم کے بیاریوں سے اسکو پکایا جائے
اور مختلف مقاموں میں اسکا امتحان ہو۔

میں نے خود ارادہ کیا ہے کہ بہت قریب اپنے جاگیر کے کسی عمدہ موقع کو تلاش
کر کے دہان کافی کے کاشت کا امتحان کروں۔

اور میں وعدہ کرتا ہوں جو شخص ہمارے ملک میں کافی کا باغ لگائے اور
کامیاب ہو بشرطیکہ اس باغ ایک ایک راضی سے کم ہو تو میں خود اپنی جیب
خاص سے ایسے شخص کو پانچ سو روپیہ انعام دوں گا فقط

نمبر ۱۱

مدرسۃ العلوم مسلمانان علیگڑھ

علی گڑھ کالج کے آئندہ بہبود اور انتظام کے بارہ میں آجکل بہت کچھ شور و غل مچا ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا اہم معاملہ ہے کہ صرف ممبران مدرسہ ہی کا حق نہیں ہے کہ وہ اس میں اپنی رائے کا اظہار کریں بلکہ تمام قوم اور علی الخصوص اہل ملی جید راجا و جنگلی اعانت بمقابلہ کسی شخصی پارپاسٹی امداد کے بدرجائزہ کالج موصوف کو مل رہی ہے اپنی خالص رائے اور اظہار مافی الضمیر کا حق رکھتے ہیں۔ بیشک یہ وقت ہے کہ کالج علی گڑھ کا آئندہ انتظام آج ہی سچ لیا جائے مبادا سہل انکاری میں دیکھتے ہی دیکھتے حالت مرض کی اس قدر دی ہو جائے کہ آخر کار آخر علاج بھی کوئی فائدہ نہ پہنچو پچائے۔

اگر کالج کے اعضائے رئیسہ کی درستی آج ہی کر لی جائے تو آئندہ نہ کوئی احتمال واقع ہو اور نہ ضعف۔ کوئی شخص اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آئریبل سید احمد خان بہادر آفتاب لب باقیم اگرچہ ان کے تمام دوستوں اور قوم کے بھی خواہوں کی زبان پر ہر وقت یہی دعا ہے کہ خدا ان کی عمر میں زیادہ برکت دے اور جب قدر مدت مافوق العادۃ تک طبیعت زور لگا سکے گی اور انکو سلامت رکھے۔ سید صاحب موصوف علیہ السلام

بنتیجہ کام قوم کے لئے کیا وہ ایسا اظہار من اظہر من الشمس ہے کہ اسکے اعادہ کی حاجت نہیں۔ ممکن نہیں ہے کہ اگر انتظام مدرسہ انکی زندگی میں خاطر خواہ نہ ہوا تو انکو قبر میں چین پڑے۔ جس شخص نے اپنی تمام زندگی کا حاصل

قومی پیہودی قرار دے لیا ہوا اور اپنا کل وقت صرف ایک ہی خیال میں صرف کر کے بہت دور تک اوسکو کامیابی کی صورت میں دکھا دیا تو کیونکر ممکن ہے کہ اوسکے آئندہ خلل انداز مشکوک کو دیکھ کر زندہ درگور نہو جائے اگر فی الواقع قومی ترقی کا ذینہ تعلیم ہے تو تمام ہی خواہاں قوم کو لازم ہے کہ اس معاملہ میں بنظر غائر غور کریں۔

سید احمد خان بہادر تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں فریقین اور دنیا کے لائق ترین اشخاص میں شمار ہوتے ہیں اور کما تجربہ تعلیم انتظام تعلیم کے متعلق مستند اور مجرب اور قابل تقلید ہے۔ انہوں نے پیش بہار زندگی کا معتمد بہ حصہ صرف کرنے کے بعد ایک مدرسہ قائم کیا۔ جس میں ہزاروں مزارحتوں کے بعد اذکوار سفدر کامیابی ہوئے کہ تمام ہندوستان کے کالجوں میں من حیثیت المجموع اوسکو افتخار دیا۔ نہایت درجہ کی جانکاہی اور استقامت و تحمل کے بعد قوم

کے روبرو فقیرانہ جوبلی ڈالکر دیوزہ گرمی کر کے لکھو کاروپہ کا بیڑا جمع کر لیا جو حقیقت میں ماون لوگوں کے نزدیک جو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے لیے مخصوص مسلمانوں کے موجودہ حالت سے وقف

بین ایک امر غریب بلکہ مستنقع الوقوع معلوم ہوتا ہے۔ سید صاحب کے نام سے دعوت کو تمام وقتوں اور مشکوک کو جب تک آخر کار وہ کامیاب حاصل کی جو کم کیونکر نصیب ہوتی ہے۔ صلح و خیر کی کش و رزم میں

اگر کسی نے زمین کو کھرتیا کر کیا تو بڑا کام کیا اور اگر زمین عورت کی
تخمریزی بھی کر پاتا تو اوسکا کیا کونا ہو گیا ہو؟ غلی نور ہو۔ مگر یہ حساب
نے نہ فقط زمین کو درست اور تیار کیا بلکہ تخمریزی بھی اپنے ہاتھوں سے
کی اور نہ فقط تخمریزی اپنے ہاتھوں سے کی بلکہ اپنے کاشت کو سرسبز
و شاداب ہوتے دیکھ لیا اوسکو بار آور ہوتے دیکھ لیا بلکہ اپنے ہاتھوں
سے خرمن کیا اپنے ہاتھوں سے اوسکے دانوں کو جمع کیا اور حضرت
یوسف علیہ السلام کی طرح آئندہ کی خشک سالیوں کے واسطے
غلہ کا انبار لگا دیا۔ اگر مسلمانوں میں کوئی شخص قومی خدمت کے واسطے
میں شکر یہ کا مستحق ہو تو یہی ایک غریب الوجود سید احمد ہیں۔
لیکن کالج جو حقیقت میں سید احمد خان کی ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی
ہو آئندہ خطرات سے بے کبلکہ نہیں ہو اس لئے ایک دور اندیش اور
پختہ کار ناخدا کی طرح جو حتی المقدور طوفان سے محفوظ رہنے کے لئے قوع
واقعہ سے پہلے ہی انتظام کر لیا ہو۔ سید صاحب کو ضرور ہوا کہ وہ ابھی
سے اون تدبیرون کو مضبوط کر میں جن سے یہ قومی جہاز آئندہ کے خطر و نا
سے بچکر لنگر گاہ مقصود تک پہنچ جائے اور ہمیشہ کے واسطے مامون
اور مصنون ہو جائے۔ اور ہم لوگوں کا فرض عین اور عین فرض ہو کہ اپنے
اپنے درجہ کی سعی و کوشش کو اون کی کمک اور مدد میں صرف کر میں
اور اس کام میں غرض اور نفسانیت کے دواعی کو نزدیک نہ پہنچنے دیں

قوم کے لئے یہ تو خوشی کی بات ہو کہ اتنا بڑا تیار شدہ کالج جو پچھلے برس سے باقاعدہ جاری ہو اس کے سپرد کیا جاتا ہو مگر یہ بڑے نصف کی بات ہو گی کہ وہ اس کو اپنے سونپے بیرونی سے پست مالی میں پہنچائے۔ اس کے تحفظ کے لئے ضرور ہو کہ ایک مستحکم برآمدہ حصار اس کے گرد گھیریں تاکہ پست خیالی کے مظہر اثر و ن سے محفوظ رہے۔ ایسے قواعد نہ ہوں جو معرفت گنبد کے لئے کثرت اور قلت کے ناموزون فیصلہ پر مبنی ہوں کیونکہ ایک لائن اولوالعزم پھر چار شخص کی اسے سیکڑوں آدمیوں کی اسے پر فایم ہوئی ہو۔ ہاں میں ہاں اور نہ میں میں نہیں ملا دیتے دکھا تو دین میں بہت مگر بات کی تھمک پھوپھنے والے معدودے چند ہوتے ہیں۔ جہاں پبلک معاملات میں ذاتیات پر حملہ کرنا فرض خیال کر لیا گیا ہو اور جس ملک میں مفید عام راہوں سے قطع نظر کر کے اہل اس کی شخصی محاسن اور معائب کی تفتیش جزو اعظم قرار دی گئی ہو وہاں کی مجارٹی اور منارٹی (کثرت و قلت آراء) کا خدا ہی فیصلہ کرنے والا ہے ہمارا ملک ہنوز ان معزبی شائستگی کی نعمتوں سے مالا مال نہیں ہوا اور جب تک پبلک اور پریوٹ معاملات میں تمیز نہ ہو گی ہم کم از کم اس کی عزت کے مستحق نہیں۔ یہ اعتراض ہو سکتا ہو کہ علی گڑھ کالج کے کل انتظام کثرت و قلت اسے پر فیصلہ ہوا کئے آئندہ ہونا کیا معنی مگر سوٹی سے غور اور کالج کی تاریخ ملاحظہ کرنے سے معلوم ہو گا کہ تناظر

فیصدی معاملات کا تصفیہ محض سید احمد خان صاحب ہی کی رلے پر ہوتا رہا ہر مگر حقیقت یہ ہر کہ مع دو لاکھ کے دم کے ساتھ سیاری برات ہر بڑ جیت سید احمد خان کے دم میں دم ہر اوس وقت تک کوئی مشکل مشکل نہیں ہر مگر طبیسی ہر گردش وہ زمانہ کلچ کو دکھائے گی کہ سر سید نہ ہوں توقضیہ بدلجائیگا قضیہ لا ابا حسن لہا کا معاملہ ہو جائیگا۔ اس واسطے ضرور ہر کہ ہم ابھی سے اوس وقت کی شیش بندی کر لین اور سید صاحب کے جیتے جی اس کام کو معطل نہ چھوڑیں۔

میرے نزدیک ایک سید ہی ایر صاف راسے یہ ہر کہ طرح سمنے گزشتہ زمانہ میں معاملات کلچ کو سید احمد خان کے صوابدید پر چھڑا تھا اوس طرح ہر کہ اوسکے آئندہ کے بہود میں بھی اونہیں کے صوابدید پر تکیہ کریں اور اوسکے تجویزوں کو خود پستندی کی مقراض سے نہ تراشین۔ یہ امر محتاج شرح و بیان کا نہیں ہر کہ تو میں نے ابتداء کے سے سید صاحب پر بھروسہ کیا۔ سید ہی صاحب کی امانت و خلوص نیت پر اعتماد کے والیان ملک نے ادا کے ہاتھ بند کئے۔ میرے والد علیا نواب مختار الملک سر سالار جنگ بہادر مرحوم جی سے لیں۔ آئی۔ نے جو ایک عالم کی نظرون میں ممتاز تھے محض سر سید احمد خان کی رلے پر بھروسہ کر کے جیب خاص اور اپنی سرکار دولت دار کی طرف سے کلچ کی اعانت فرمائی اس طرح میرے ہائی ارم شین نواب سر لای علی خان بہا کے یہی۔ آئی۔ اسی

عماد السلطنہ سالار جنگ مرحوم نے بنفس نفیس کالج کو ملاحظہ فرما
ہمدردی کے ساتھ پیش رقم امداد سے باعث رونق کالج ہوئے۔ علی ہذا
جاد بہادر۔ اور بہت سے رؤسائے ریاست نے بکثرت وہ پیشانی بشیر
سے مدرسہ العلوم کی عزت افزائی کی۔ یہ امر اسے غلام سوا سے سیدا
کے کسی اور کے نام تک سے واقف نہ تھے فقط انہیں کے اعتماد پر
شایانہ اعانت کرتے رہے اب کیا وجہ دکھائی جاسکتی ہے کہ وہ
اعتماد میں کمی کریں اور سید صاحب کی رائے کو ضعیف سمجھیں۔

اس وقت کالج کے متعلق دو امر بابہ بحث ہیں۔ اول آئینہ
سید احمد کو بحیثیت سکرٹری اختیارات کا مل ہونا۔ دوم سب سے
نمایب ضروری امر سید کا جانشین مقرر کرنا۔

جب یہ امر مسلم ہو کہ آئینہ سید کی ذاتی کوششوں
العلوم کا وجود قائم ہوا اور انہیں کے ذاتی وجاہت اور اخلاقی مرا
آج کالج اپنے قابل فخر حالت تک پہنچا ہے تو پھر میں نہیں سمجھ سکتا کہ
وہ ضروری اختیارات کیونہ دیے جائیں جو نظم و نسق اور حرج
مدرسہ کے لئے وہ مناسب سمجھتے ہوں۔ آئینہ سید احمد خان
کا کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا اگرچہ قوم کے اوپر چند بزرگوں نے
مقاموں پر کوششیں کیں چندہ جمع کیا لیکن حقیقت میں مختلف خیا
لوگوں کو اپنا ہمدستان بنالینا خود سید صاحب کے انتہا درجہ

کا بین ثبوت ہو۔ قوم کو ان مختلف سرگرم ممبروں کا بھی سید صاحب کے ساتھ شکر گزار ہونا چاہیے اور میری دانست میں وہ ممبر بھی بجائے خود مشکور ہونگے کہ ان کی خدمتوں سے قوم نے چشم پوشی نہیں کی اور ان کی سعی و کوشش نامشکور نہیں ہوئی۔ سید صاحب کے خدمات کا اعادہ مشکل ہو کیونکہ ان کی غم کا کوئی حصہ نہیں ہو جو اسی سعی و کوشش میں صرف ہوا ہو۔ اپنی زندگی اپنا مال اپنی جان اپنا وقت غیر نرب کا سب اونہوں نے قوم کی راہ میں صرف کیا۔ علم کا چرچہ پہلایا۔ مسلمانوں کے حقوق کی سہل سرکارت سے وکالت کرنے رہے۔ انجمن قائم کیں۔ سوشلسٹیاں بنیں مفید اخبار جاری کئے۔ مفید کتابیں تصنیف کئے اور کرانے رہے۔ آخر جب مسلمانوں کی تعلیم اور اسلامی مدرسہ کے قیام کا خیال ان کے ذہن میں اسخ اور مضبوط ہو گیا اور سوقت اونہوں نے پہلا کام اپنے ارادہ اور صرف سے یورپ کا سفر کیا۔ اپنے وطن کی بہتری کے واسطے غربت اختیار کی۔ انگلنڈ میں رہ کر ادھر سرولیم پیور اور عیسائی پادریوں کے جملہ کا دندان شکن جواب دینے رہے اور ہر اکسفرڈ اور کیمبرج یونیورسٹیوں اور اسکے جملہ امور متعلقہ تعلیم کے چرچے اتارنے میں مشغول رہے اور وہ ان تعلیمی قواعد کو مہندسوں کے مسئلہ کے ضرورتوں سے مقابلہ کرتے رہے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد سید صاحب مدنون مسلمانوں کی ترقی تعلیم انگریزی اور دوسرے امور مختلفہ پر انجمنیں لکھواتے رہے۔ جب وہ اپنے ابتدائی مقاصد میں کامیاب

ہو گئے تو ایک طرف مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور دوسرے طرف تہذیب
 الاخلاق شائع کیا گو میری ذاتی رائے تہذیب الاخلاق کے بعض یا کچھ نسبتہ کچھ ہی
 لیکن اس میں کوئی مرد افسانہ میں شک نہیں کر سکتا کہ تہذیب الاخلاق
 نے قوم کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ میں یقین کہہ سکتا ہوں کہ جب وہ زمانہ آویگا
 کہ کوئی بڑا فائدہ معنی و سخن ہندی زبان کی تاریخ لکھیگا تو وہ سید احمد
 اور تہذیب الاخلاق کو اپنے زبان کی اٹریچر کے طبقہ ریعامرزمین سب
 سے زیادہ عزت کی جگہ دیگا۔ غرض یہ کہ قوم کے فائدہ اور کل کے قیام
 کے لئے جو ذرائع انہوں نے اختیار کئے وہ انہیں کے لئے مخصوص ہیں کیونکہ
 عام طور سے روپیہ وصول کرنا جبکہ نہ سرکاری زور ہر نہ دینے والے کو
 ذاتی منفعت یا معاوضہ کی امید ہر کچھ آسان بات نہیں ہر بلکہ یہی ایک
 اونکی جانفشانی۔ وجاہت ذاتی۔ ہر دلعزیزی کی کافی دلیل ہے۔ یہ ظاہر
 ہے کہ سرسید قدیمی باشندہ دہلی کے ہیں انہوں نے صرف مدرسہ کے لئے
 اپنا عزیز وطن چھوڑا اور استقلال کے ساتھ مدرسہ سے متصل بود و باش اختیار
 کر کے اپنی تمام زندگی اوسکے تعمیر۔ انتظام۔ نگرانی۔ خط کتابت تحصیل و صل
 میں وقف کر دی۔ میرے نزدیک یہ واقعات اس امر کے کافی شہادت
 دیتے ہیں کہ مدرسہ کا وجود۔ اوسکا نظم و نسق اوسکی موجودہ حالت بالکل
 سید صاحب کی ذات سے وابستہ ہے۔ جو استحقاق کالج کے حبلہ امور کے متعلق
 اؤ کو حاصل ہے اوسکا کوئی دوسرا شخص مدعی نہیں ہو سکتا اور اگر مدعی ہو تو اؤ

دعویٰ قابل سماعت نہیں ہے۔ میری رائے جہاں تک مدرسۃ العلوم کا سوڈو بہبود متعلق ہے سید صاحب کو سیاہ و سفید کا مالک بنانا اور وہ نام اقتدار بہاؤ کے اختیار میں چھوڑنا فقط مقتضائے انصاف بلکہ عین انانیت ہے۔

تمام ہندوستان میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمان ہیں اور اس کثیر مجموعہ کے لئے یہی ایک مدرسۃ العلوم قومی حیثیت سے قائم کیا گیا ہے۔ بیشک یہ افسوس ہوگا اگر اس میں کوئی ضروری بات جو قومی شان و شوکت کے لئے مناسب ہو چھوڑ دی جائے یا اس کی آئندہ کی کامیابی اور ترقی میں کوئی خلل واقع ہو۔ میرے نزدیک جس طرح آغاز اس کام کا سید احمد خان کے ہاتھوں ہوا ہے اور سیطیح انجیٹم اسکا اونہین کی رائے سے ہونا چاہیئے اگر یہ کام اون کی رائے پر محمول نہ کیا گیا اور اون کے بعد کسی ایسے شخص یا اشخاص کے ہاتھ میں آگیا جنکو سید صاحب کی رائے اور ارادوں کے ساتھ پوری ہمدردی نہیں ہے گو نیت اون کی کیسی ہی درست اور خالص ہو تو مدرسۃ العلوم کا خدا ہی حافظ ہے۔ اسکی بھی وہی صورت ہو جائے گی جو اور دس یا اس انگڑی کو ششون کی صورت ہوئی ہے۔ اختلاف اور نفسانیت کی شمشگر میں اس ناز پروردہ اور ہونمار درخت کی ٹہنیوں سے نانبائیوں کے تنوں گرم ہونگے۔ ایک والا الغرم خالص النیت شخص کی عمر بھر کی محنت ایک آن آن میں خاکستر ہو جائے گی۔

کالج کی آئندہ قسمت

اب رہی یہ بات کہ مدرسۃ العلوم کی ترقی کے واسطے کس قسم کی کوششیں
 درکار ہیں اور سید احمد خان کی تجویزیں ان فکروں کے موافق ہیں یا کافی
 اس مسئلہ میں غور کرنے سے پہلے ہی پہل ایک اصول موضوعہ کو سمجھ لینا
 چاہئے جسکے بغیر یہ بحث بے سود ہے۔ وہ اصول موضوعہ یہ ہے کہ مدرسہ سے
 غرض تعلیم اور مدرسہ قومی کی غایت تعلیم قوم ہے اور تعلیم کے یہ معنی نہیں ہیں
 کہ چند کتابیں پڑھا دیں۔ چند ٹکلیفیں صاف کر دیں۔ چند مسئلہ یاد کر دیں
 تعلیم سے یہ مراد ہے کہ متعلم صفات انسانیت پیدا کرے اور مکتب یا مدرسہ
 سے آدمی بن سکے۔ اوسکے قوائے جسمانی و روحانی کو تہہ و بالا اعلیٰ
 درست ہو جائیں۔ جو ہر کلبی امین۔ دنیا میں اپنے اہل سے جنس کے ساتھ
 مردانہ معاشرت و معاملت کر سکے۔ حقوق عباد و حقوق معبود کو سمجھے۔ اور
 خداوند عالم اوسکو جس حالت میں رکھے اوس حالت کے مقتضائے موافق اپنے
 فرائض منصبی و ملی کے ادا کرنے پر قادر ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ صفات فقط
 مکتب میں بیٹھنے اور سبق پڑھنے سے نہیں حاصل ہوتے۔ اور یہ امر بھی مسلم
 ہے کہ ہمارے ملک کے نوجوان تعلیم یافتہ گو۔ ام۔ اسے۔ اور ایل ایل ڈی
 کیون نہوں ابھی اسکے قابلیت نہیں رکھتے کہ اوسکے اخلاق اور طرز معاشرت
 کی اوسے کم عمر کے لڑکے تقلید کریں۔ اومنین سے عمدہ سے عمدہ لوگ ابھی
 اس کو چہرین طفل مکتب ہیں۔ اومنین نے ایک حد تک علم حاصل کیا ہے مگر
 اومنین وہ اشرکمان ہیں جو سیکڑوں برس کے تمدنی ترقی کے بعد کسی اعلیٰ درجہ

کی سوسائٹی کو حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں ابھی تک سوسائٹی کوئی چیز ہی نہیں ہے کہ ہم اس کی عہدگی یا عہدگی سے بحث کریں۔ ہم ابھی ایک مدت تک اہل انگلستان کے مدد کے محتاج ہیں۔ انہیں کے اعلیٰ طبقات کے لوگوں کو اس وقت یہ شرف حاصل ہے کہ ہم کو اپنے مقاصد کے موافق پوری تعلیم دے سکتے ہیں۔ پس ایک مدت مدید تک ہم اس کے محتاج ہیں کہ انگلستان سے صاحب علم اور شریف خاندان لوگوں کو پیدا کر کے اپنے مدرسہ کی تعلیم ان کے دست اقدار میں تفویض کر دیں۔ ان کے بغیر نہ کوئی چارہ ہے نہ کوئی دوسری راہ ہے۔ یہ مسئلہ ہندوستان میں سب کے نزدیک ایک مسلم ہے کہ اگر آج کسی بڑے کالج میں سے انگریز پروفیسر اور پرنسپل لوگ نکال دیے جائیں تو کل تعداد طلبہ کی چوتھائی رہ جائیگی۔ پس جو لوگ کہ یورپین لوگوں کو بلائے اور بلا کر خوش رکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے وہ کیونکر کالج کی سربراہ کی اہلیت رکھ سکتے ہیں۔ جو لوگ اسکے درپہلے ہیں کہ پروفیسروں کی تنہا گھٹائی جائیں ان کو کیونکر لائٹ پروفیسر مل سکتے ہیں۔ گورنر اور بوس مثل مور و ملین کے بوجھڑوں اور چاروں کے تعلیم یافتہ اولاد انگلستان میں بھی بہت دستیاب ہونگے مگر شرفا زادوں کی تعلیم و تربیت ان کے ہاتھوں میں نہیں ہو سکتی۔ مدرسہ کی غایت و غرض ہی فوت ہو جائے گی اور مدرسہ قالیب بیجان رہ جائیگا۔ حق یہ ہے کہ مدرسہ العاد میں شریف اور مہذب انگریزوں کا موجود ہو نامدرسہ کی خوش قسمتی ہے۔ اور اس وقت تک جبکہ

ترقی اور نام آوری مدرسہ حاصل کی ہر وہ ادنین کے طفیل سے ہر۔
اگر اس خوش قسمتی کی کوئی وجہ قرار دی جاسکتی ہے تو وہ آنریبل

کی سکریٹری شپ ہے جس کے بھروسہ پر دور و دراز مقامات سے اعلیٰ درجہ کے یورپین جنٹلمین آتے ہیں اور بلا ضمانت کافی اور بلا امیدیشن کے مصروف تعلیم ہوتے ہیں۔ اگر سید صاحب نہوتے تو ایسے نامور لوگوں کا ایسے مدرسہ میں آنا جہاں گورنمنٹ کی ذمہ داری تک نہیں ہے قریباً محال تھا۔ مگر دینین کوئی عمر مدرسہ لیکر نہیں خلق ہوا آخر ایک نہ ایک دن سید صاحب حسرت بھروسہ سینہ سے کالج کو اوداع کہیں گے۔ اس حادثہ ناگزیر کے بعد اس کالج میں کسی یورپین تعلیم یافتہ کا آنا ممکن ہے تاوقتیکہ اون کو کافی ضمانت نہ ملے اور ہر طرح سے بھروسہ نہ ہو۔ لازم ہے کہ اون کے بعد ایسا وجیہ او با اختیار اس خدمت کا جائزہ لے جس کا اعتبار یورپین سوسائٹی میں سید صاحب سے کم نہ ہو۔ اب یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ وہ کون ہے جو مدرسہ کی سکریٹری شپ کا بلحاظ قابلیت اجراء کا مستحق ہو۔ مولوی سمیع اللہ خان صاحب سیاح ام۔ جی۔ اور آنریبل جسٹس محمود اس عہدہ کے متعلق نامزد کئے جاتے ہیں۔ جناب مولوی سمیع اللہ خان صاحب منجملہ اون بزرگان قوم کہ جن کا نام پوری قظیم کے ساتھ لینا چاہیے۔ عدالتی کاموں میں انکو بہت کچھ عزت حاصل ہے۔ انہوں نے ہائی کورٹ کی وکالت سے ترقی کر کے وکٹریٹ جج کی عزت حاصل کی۔ ہمیشہ تعلیم کی طرف بھی اون کی توجہ مبذول رہی

اور مدرست العلوم کے منتظام میں بھی انہوں نے سید صاحب کو بہت کچھ مدد دی
علی گڑھ کالج کے متعلق جس قدر علحدہ علحدہ کمیٹیاں ہیں سب میں سمیع اللہ خان بہا
کو ممتاز جگہ ملتی ہے۔

آئریل جسٹس محمڈ کی ہائی کورٹ کی ججی اس امر کی کافی شاہد ہے کہ انہوں
نے اپنے ذاتی علم و قابلیت اور نیک کرداری۔ اور معاملہ فہمی سے کہاں تک
عزت حاصل کی ہے۔ پانچ کروڑ مسلمانوں میں آج ہائی کورٹ کے جج کی عزت
انہیں کو حاصل ہے۔ تمام قوم کے فہمیدہ اشخاص نے ان سے آئندہ بڑی بڑی امینین
قائم کی ہیں اور کچھ شک نہیں کہ انکو اس قسم کے موقعے ہیں کہ وہ اپنے نامور باپ
کے قدم بقدم چلکر گورنمنٹ اور قوم کی نظروں میں اعزاز حاصل کریں۔ آئریل سید
محمڈ نے صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ انگلستان کی اعلیٰ سوسائٹیوں میں بھی
اعزاز حاصل کیا۔ انکو میرے والد مرحوم نے اصلاح عدالت کے لئے یہاں طلب
کیا تھا مگر زیادہ عرصہ تک قیام نہ فرمایا اور نجوشی خاطر چلے گئے۔ اس شہر کے قیام کے
زمانہ میں انہوں نے اپنی لیاقت اور انسانیت اور خوش اخلاقی سے ہر شخص کی
نظر میں عزت حاصل کی۔ یہ امر ہر صاحب رائے کے نزدیک مسلم ہے کہ آج انکو بڑی
لیاقت میں وہ اپنے نظیر نہیں رکھتے اور جیسا کہ لیاقت مسلم ہے اور مسیح
اونکی دیانت و امانت اور سلاست طبع اور استقامت رائے بھی مسلم ہے ان کو سرسید
سے زیادہ مشہور کیجھ کے طرز تعلیم کا ذاتی تجربہ حاصل ہے انکو یورپ میں سوسائٹی میں
اپنے نامور باپ سے زیادہ معاشرت کرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ انکو اہل یورپ کے

خصایل اور طرز معاشرت کا زیادہ تجربہ حاصل ہر دہ خود ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں جس قدر انکو یورپین اخلاق کی معلومات ہو اور سیدھا اس کے محسن حاصل کرنے کے لیے ذرائع معلوم ہیں اہل انگلستان بھی انکی مستقل مزاجی - اخلاق اور خوبی اوصاف سے جریورپین سوسائٹی میں قابل تعریف ہیں بخوبی واقف ہیں۔ علیگڑھ کالج کے انتظامی اور علمی معاملات میں آنریبل جسٹس محمود کی رابین ہمیشہ قابل تحفا سمجھی گئیں انکو ذہان و دل سے مدرسہ کے بہود میں اپنے اوقات گرانمایہ صرف کرنے کو موجود ہیں۔ پس میرے خیال میں اس وقت محمود صاحب کو کچھ دنوں سے خود سید احمد پرنسٹون پر یعنی اول تودہ یورپین تعلیم یافتہ ہیں اور انگلستان کی اعلیٰ سوسائٹی ان سے خوب واقف ہو اور انپر اعتمادرکنے کی کافی وجہ سمجھتی ہو۔ دووم مدرسہ کے کاموں سے بقول مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب کے انکو پوری واقفیت ہو۔ تمام افراد قوم میں گورنمنٹی نظروں سے انکو عزت ہو نیز مسلمان سوسائٹی میں ان سے زیادہ کوئی اور موقر نہیں۔ پرجا نیک میرے خیال کو وسعت ہوتی ہو درست العلوم کے لئے ایک ایسے سکریٹری کی ضرورت سمجھتا ہوں جو ایشیائی اور یورپی تعلیمی طریقوں سے صرف آگاہ ہو نہ بلکہ دونوں جگہ کی مغز سوسائٹیان اوس کو خود نظر غرت سے دیکھتی ہوں اوس میں ضروری اوصاف ایسے ہوں کہ انپر اپنی اور غیر قوم کو اعتمادرکنی ہو وہ کسی فریق یا مذہب یا جزمذہب سے تعصب نہ رکھتا ہو۔ خود تعلیم و تربیت یافتہ انگلستان ہو اور گورنمنٹ میں بھی اوسکا اقتدار ہو۔

ان مجموعی صفات کے ساتھ اگر کوئی شخص کالج کا آئندہ باقاعدہ لائف سکرٹری ہو سکتا ہے تو وہ بجز سید محمود کے اور کوئی مستحق نہیں۔ انریبل سید جو کالج کے جُز و کُل امور سے خوب واقف اور صحیح نتیجہ نکالنے کے قابل ہیں بلا لحاظ رشتہ پرداری و فرزندہ انہوں نے شخصِ سرہ کی بہبود اور قیام و دوام کے لحاظ سے انریبل سید محمود کی نسبت فیصلہ کیا ہے۔ اگر انریبل جسٹس محمود سید صاحب کے فرزند نہ بھی ہوتے تو بھی انہیں کے حق میں فیصلہ ہوتا۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ انریبل جسٹس محمود سید صاحب کے فرزند بھی ہیں۔ مگر قریبی رشتہ آئندہ کی سکرٹری کے لئے لازمی نہیں تھا اگر کسی لیاقتوں اور خدا داد عزتوں کی جامعیت ان میں نہ ہوتی۔ اگرچہ انریبل سید محمود نے اپنے باپ کے حین حیات میں زیادہ سرگرمی سے مدرسہ کے متعلق کام نہیں کیا۔ مگر جو لوگ کہ ان کی آفتل زندگی سے واقف ہیں اور دیکھتے ہیں کہ چھپیدہ مقدمات میں کیسی کوشش اور جانفشانی کرتے اور عمل عقود میں سرگرمی دکھلاتے ہیں وہ پورے طور سے قائل ہیں کہ جب انہیں اس اغزاری خدمت کا بار پڑے گا تو لامحالہ کالج کی عزت کے لئے اپنے نامور باپ کی عزت کے لئے۔ اپنی اور قوم کی عزت کے لئے وہ ویسی ہی کچپی ظاہر کریں گے جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں۔

ایک ضعیف اعتراض انریبل سید محمود کی نسبت اور ہے۔ کہ وہ انگریزی پوشاک پہنتے ہیں اور ان کے خیالات انگریزوں کے سے ہیں یہ

ۛ سما نون كے مدرسہ كے لئے ايك مشرع اور پورا مسلمان سكرٲري ہونا چاہئے۔ بلكہ جھكوايسے ضعيف اعراض پر تعجب آتا ہر كيونكہ خود ستيا احمد صاحب انگلش درپستق مزين اور خيالات انگريزي ميں ركٲتے ہين اور انھين كے ہاتھون مدرسۃ العلوم كو كاميابي ملوئي ہر نو بھكو گزشتہ تجربہ آيندہ كي جنبہ ديتا ہر كہ سيد محمود كے زمانہ ميں كوئي جديد مزاحمت نہ ہوگي بلكہ خوب ترقي ہوگي۔

اگر ہمارے مشرع اور مقدس حضرات ايسے عظيم الشان كايج كے سكرٲري شب انجام دينے كے قابل ہوتے تو آج چارون طرف قومي فوجون كي آوا سميع خاش اور جانگداز نموني بلكہ اور بھي بہت سے كايج اس وقت ميں موجود ہوتے۔

خاتمہ پر مين نہايت افسوس سے لكھتا ہون كہ اس كايج كے متعلق اتي اور واجب التكريم لوگون ميں اختلاف آراء ہوگيا۔ اگرچہ مخالفت يي ہي كمزور ہو۔ بہر حال ہماري قوم كے نامور افراد نے ان دونون زير بحث مسائل پر غور سے توجہ فرما كر كايج كو آيندہ مصائب سے بچانے كي فكر كي نواہي سعي قوم كي نظرون ميں مشكور ہوگي والا مدرتہ

العلوم مسلمان اور خود مسلمانان
كا خدا جي نظر

ہو۔

اطلاع

۱۔ اس رسالہ کی قیمت خریداران ممالک محروسہ سرکار عالی بذریعہ
 زر سب اولاد خریداران ممالک انگریزی بذریعہ سنی آرڈر ارسال فرما کے سنبھال
 کو ممنون منہ مائیں -

۲۔ ناظرین اپنے تبادلہ مقامات سے دفتر کو اطلاع فرماتے رہیں سب اوقات
 عدم کیفیت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہے یا داپس آتا ہے -

۳۔ اگرچہ رسالہ حسن خباہت کے معاوضہ میں بھیجا جاتا ہے مگر یہ تو نہیں
 ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاوضہ اس رسالہ سے ہو سکے - مگر اکثر
 صاحبان مطابع اخبارات ارسال فرما کے معاوضہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں
 ہم ادن حضرات کا معاوضہ ہی قبول کرینگے جو صاحب اپنے اخبار میں ماہوار ہی
 ایک بار رسالہ حسن کا اشتہار جو عن الطبع طبعیہ و مرسل ہوگا طبع فرمائیں +

محمد عبدالصمد خان مخبر رسالہ حسن

استعار ماعنا

ہمارے باغ واقع منیر آباد میں ایسا اور یورپ کے مشہور شہور اور دور دور از
سے آئے ہوئے مختلف قسم کے سیودن کے پودے موجود ہیں جنکی
نظیر شاید تمام ہندوستان میں ہی کم ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام معہ تعداد و
اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق و خواہش کریں طلب فرمائیں جو پودے تیار
نہوں تاریخ اطلاع سے دو ماہ کے اندر پہنچے جائینگے کرایہ بار برداری ذمہ
خریدار ہوگا۔

(۱) قلمی (پیوٹی) آم ۲۴ - اقسام فی ۱۲	(۲) سیب ۳۳ - اقسام فی ۱۴
(۳) شقائق ۱۷	(۴) البو بخارا ۹
(۵) انار - ۵	(۶) شہتوت ۲
(۷) پیر انگیزی میو ۶	(۸) زندالو ۵
(۹) جام (امروہ) ۷	(۱۰) سفرا ۱۲
(۱۱) چکو ترا ۵	(۱۲) انجیر ۵
(۱۳) انگور ۵۲	(۱۴) واپس چین کامیو ۵
(۱۵) کلاٹ ۵	(۱۶) سورسپ یہ ایک انگریزی میوہ ہے
(۱۷) سیجاہیل ۱۴	(۱۸) رام پھل ۱۴
(۱۹) ہر فالو ٹی ۱۴	(۲۰) چلو ڈیلا (یہ نہایت انگریزی میوہ ہے)
(۲۱) زیتون ۱۴	(۲۲) سوز مختلف اقسام ۱۴
(۲۳) ٹکڑن (انگریزی میوہ دوم) ۱۴	(۲۴) اسٹرا بیری ۱۴

۲۵	پنپس	۱۸	۲۶	برید فوٹ (روٹی پل)	۷
۲۷	کرک	۷	۳۸	ترنج	۱۴
۲۹	پل پل (الہ آبادی)	۱۸	۳۱	کاجو	۱۸
۳۱	لیمو	۷	۳۲	کوٹھ	۱۸
۳۳	گلانی جام	۷	۳۴	گلاب پل	۴
۳۵	کھجور	۱۸	۳۶	پیر	۳
				مشم	۱۸

المشہر

نیچر رسالہ حسن
کاجی گورہ حیدر آباد چادر گھاٹ

اشتہار تاریخ عرب

ہمارے بلع من ترجمہ تاریخ اسلامین مولفہ محسن پروفیسر عربی یونیورسٹی کمبریج
طبع ہوتی ہے اس مشہور کتاب نے نصف کیلکریاں جن حضرات کو خریداری منظور
ہو یا پھر وہ یہ بیکر طبع فرمائیں یا نذر یہ دیلو پی ایل پارسل کے ۔

المشہر
نیچر بلع حسن

اعلان

بکھڑے ہٹری آف سویٹیز شین کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے یہ وہی عظیم الجود
کتاب ہے جس کا آرٹیکل ہمارے رسالہ نمبر جلد دوم میں درج ہے
یہ کتاب غایت شہرت سے محتاج تقریباً نین اگر خرید ریکی سود و خوشن
بہترین جابن تو ہم اس کو چھاپ دیتے۔

اشتہار طبع اشتہارات

ہمارے طبع میں تجارتی اور معمولی حسب ذیل اجرت پر اشتہار طبع
ہوتے ہیں اجرت فی سطر فی ماہ ایک سال کے لئے (آدھا آنہ)۔
نیم سال کے لئے اسی ماہ کے لئے ۲/۰
مگر ایک روپیہ سے کم کا اشتہار درج نہ ہوگا۔

المشتر
مینجر رسالہ حسن

ضمیمہ رسالہ حسن
ہم ذیل میں اجرتی اشتہار بجنہ درج کرتے ہیں۔

تدبیر نوجوانی

پیر کو کرتا ہے یہ روغن جوان

یہ روغن قوت باہ کیلئے حکم اکسیر ملکہ کا کرتا ہے جس سے پیرن نہتہ سالہ لگ بھگ
نفع ہوا ہے اور اسکی استعمال میں نہ کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے نہ آبلہ وغیرہ کا کچھ خطرہ لگے
بڑے کو حیرت بخش استحکام بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض نامرد کو خواہ وہ کسی سبب سے عارض
ہوں بحسن خلقی ہمارا زرد نامرد کی انہی سببوں سے روغن کرتا ہے اور صرف ایک ہفتے کے استعمال سے
فائدہ کامل ہوتا ہے ترکیب کاغذ ہمارے ہاں ملے گی قیمت فی شیشی پانچ روپیہ پیمول ۴۴ اور ہر ایک شیشی میں ایک
روغن رہتا ہے

دوا عجیبے کشتہ زرد

زرد کاشتہ جو باہر اسباب تیار کیا گیا ہے صاف چانول کے برابر جو لاک ہوگی قیمت فی خوراک ہر دو پیسہ ہر
ایک بار روز کی خوراک میں نصف فائدہ ملی ہوگا خواص ان برا قوت باہ اور تمام امراض مختلفہ اسکے خواہ
وہ کسی قسم کے ہوں اور سوزا لگے ہو یا جدید۔ دافع جراثیم قوی و مائع و غشاء کی رو سے اور اسکی نفس سے کہ نہ خواہ
جدید خشک یا تار اور لاغری بہ ان روغن و باہیضہ میں تو حکم اکسیر ملکہ کا کہتا ہے کسی ہی میں کئی دن رومی ہو کر
خواب ہوگی ہر نصف موت ہوگی (اکسیر حیات) یعنی عرق بنجاہ۔ امراض مختلفہ بصر و مفاصل و انواع درود
اقسام تپ جریا چہ تہیان و ق استقامت و حال اسٹیک۔ سوزا۔ جریا۔ مفوداغ۔ نامور۔ بوا سیر خرد باوی
اور شرخواری اور چاند و نشی سوز خشکی لاغری اور ضعف جگر وغیرہ لاتی ہوئے ہیں سب کو بغیر پرہیز روغن کرتا ہے
بول ایکما کو کافی ہوگی قیمت فی بوتل پانچ روپیہ پیمول اکبر و پیہ مدہ (عجیب چیر)

فہرست

[illegible]

مفتاب نایا

بیشتر نیک و شگوار بود و خضاب

مگر تاکہ آمد آمد فصل ششما ہے

جیسی عوام میں خضاب کو دین واقع ہوتی ہیں لیکن پر ظاہر میں یعنی جو تیرے آئینہ روزی لٹاکر
باندھنا اور بعد دین گھنٹہ کے پہرہ لٹاکر باندھنا اس میں قریب آگھنٹہ کے وقت ضایع ہو جاتا
اور بالوں کو سیاہ ہونے کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت ظاہر ہے
کہ ہندی اور دھرم کا پانی جب دماغ میں جذب ہو گا تو اس سے سوائے نقصان کے
اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سرما میں مثل سردی وغیرہ کے جذبہ رکھنے بجا نہیں
وقت کے سبب سے یہ خضاب نایاب تیار کیا گیا مسجد تعریف کی جائے یا ظہر سے
امید ہے کہ قیمت یک کلو گرام آئینہ کوئی مبالغہ نہیں۔ توڑی تعریف اسکے اجڑا کی ظاہر کرتا
ہوئے دماغ بالوں کا رشتہ صحت دماغ علاوہ ہر این خوشبو میں بے نظیر مثل کیوڑہ باعث درازی
منفع دماغ ہے بالوں میں کھنچن آنے دینا بلکہ ملائم رکھنا ہے سیاہی میں بالوں کو مثل اصل
بالوں کے کرتا ہے دوسرے در بطور روغن ضلی لگانا ہوتا ہے کسی خیر سے باندھنی کی ضرورت
نہیں دوسرے تیسرے روز لٹائی تو بال مثل اصلی بالوں کے سیاہ ہونے کے کوئی تیسرے کر سکیگا
کہ یہ خضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۳ روپیہ ہر لینے دیر پا ہوتا ہے قیمت فی بوتل چار

ضمیمہ سن

علاوہ محصول نصف شبشی دور و پہ چہارم شبشی عہد اس سے کم غیر ممکن ہے سیر و شفا خانہ میں
علاوہ اسکے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری دافع ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی شیفٹ جو صاحبان بور میں بہادر
نے میرے عمدہ علاج کے ثبوت میں عطا فرمائے ہیں اور نیز سند و دستاویزی خطوط۔
صحت قریب ہزار بارہ سو کے موجود ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے چاہئے
کہ طلب فرما کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت باطنی و اور غیر صفا اثر
بہت حکیموں کو سار شیفٹ موجود ہیں آدہ اٹھ تک بچکر طلب کریں کہونکہ بعض حکیموں نے اپنے
شہر کے رئیسوں سے خوشامد کر کے شیفٹ بنائے ہیں میرے شیفٹ اور ان
حکیموں کے شیفٹ میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے شیفٹ دیکھا کر ملاحظہ فرمائیں تا
کہ دہو کا نہ ہو۔ ایک طویل فہرست بہت سی ادویہ کی جو اخبار میں گنجائش نہیں کہتی اور جو
لطف زندگی تادم مرگ انسان قائم رہتا ہو۔ قابل ملاحظہ ہو جو صاحب چاہیں کارخانہ
طلب کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔ **المشترک**
حکیم ابو الحسن شفا خانہ حکیم فخر حسین صاحب شہر بنارس محلہ اندھ
مغرب از مودہ شریطہ و دامن

امراض ذیل کے ادویہ شفا خانہ زبہ اکمل ڈاکٹر غلام نبی ڈیڑہ سالہ حافظ صحت لاہور میں جو
۱۹۷۲ء سے جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست و سار شیفٹ آدہ آنے سے مل سکتی ہیں
(طلالہ) جو استعمال بچپن سے نقص گوئی و طوبت و بگاڑ دور کرتا ہے فی تولد
لحمہ (سرپ) دافع نامردی رقت منی جبران سستہ انزال احتلام
دامی تبس ضعف اعضاء زہیہ و عمدہ تاریکی چشم درد سرد وغیرہ جو کثرت سے

ضمیمہ سن

مسکرات و اقسام خوش سے کمی اشتها ضعف جگر و دستی لاتی ہو و در کرتا ہی فی بول
 لعلہ (سوزاک و قرصہ) بنا ہو یا برانا علی العموم ۸ گنٹہ میں اپنا اثر شرین
 ریم وغیرہ کو دیکھتا ہے فی تولہ ص (ہیرا تیل خوشبو دار) بالون کو
 سیاہ کرکے تا ہی نزلہ زکام ریزش در و در ضعف دماغ و بصر کو مٹا تا ہی نیشی سے (حب
 آتشک) با منہ آجی قوی دست و در کرتا ہی ہر ہوشا تہین و دہفتہ لعلہ (کحل الجواہر)
 سرمہ مقوی بصر حافظہ مینائی و داغ نزل و دہند جالہ آغارش پانی جانا ۳ ماشہ سے
 (عجیب الاثر سفون) دانت کا ہلکا کرالگن بدبو سیل خون جانا مسوڑون سی
 ۴ تولہ عطر (حب بو اسیر) بادی خونی سوکھی شمسین قبض کو مفید و دہفتہ عطر
 (حب دیا بطیس) بار بار آنا پیشاب کا و پیاس و کمزوری و لاغری کو داغ ہی فی تولہ
 (حب قائم مقام) افیون دچاند و بلا ضرر و ہرج نشہ چھوٹ جانی فی تولہ ص
 (عرق ماء الکحل الخوی) مفرح مولہ خون مقوی دماغ ضعف جگر و دل دماغ مومہ
 در و سر تاب تلی دجہ امفاصل لاغری ضیق النفس سرمہ کہنہ بی قاعدگی
 ایام صیف لغوہ فالج عثہ فی بوتل عطر ۳ بوتل سے کم -
 (روغن اعجاز) ناسور بگندر - تالو کا سوراخ - خا زیر - بدکیر خرمون
 کے کالی کہانی - تے ایام حمل - خسر و کچک کو دغ کرتا ہے ۲ تولہ عطر
 رسالہ داغ آتشک و سوزاک رسالہ سفید رسالہ بوا سیر مفرح مسکرات رسالہ طہ صحت سالانہ
 ۱۰ ۹ ۱۱ ۱۲

المشتر

زبدۃ الحکماء و اکثر غلام نبی ایڈیٹر رسالہ حافظہ صحت لاہور

اشتہار

(۱) اس سالہ کی قیمت محض دو روپے سالانہ - عہدہ -
 (۲) کم آمدنی والوں سے لینے جس کی تنخواہ ڈیڑھ سو سے زیادہ ہو سالانہ -
 (۳) صاحب سب اعلیٰ مضمون یا ترجمہ غنائین کے انکو ایک اشرفی
 نقد دیا جائیگی۔

(۴) دفتروں میں ہر مہینے کی ۲۰ تا ۳۰ تک پہنچ جانا چاہیے۔
 (۵) ناپسند مضمون نہ طبع ہو گانہ واپس۔

شرعیہ مستحق

حسن بن عبداللہ النخاسیہ نواب علوانیہ

ذیل کی جگہوں میں ہر دفتر میں موجود ہیں

(۱) نواب خانستان مضافہ بنی اسے واکر سٹراٹ لا۔ قیمت - عہدہ -
 (۲) بچوں کی پرورش کے طور طریقہ ڈاکٹر اروی کی کتاب کا ترجمہ سس اور
 بورڈ میں صاحب نے کیا ہے اور انعام پایا ہے۔
 (۳) زراعت و کھن مضافہ حسن بن عبداللہ النخاسیہ نواب
 علوانیہ جنگ پانہ

المشتہ
 محمد عبداللہ النخاسیہ

صیغہ آباد و کھن

نمبر

حسن

جلد دوم

اکتوبر ۱۹۰۹ء

مضامین

تجارت کی دھچپ تاریخ از ذاب و ادوار جنگ بہار۔۔۔ صفحہ ۲۵
مسلمان جو خوش ہوگی بچی تصویر از مولوی محمد اصغر حسین صاحب۔۔۔ ۲۵
بقیہ سفر نامہ تنگسری علی بیگ محل اقبال از امیر المملکت علی گڑھ کا ۳۱
خود بنکے سو پیرایشن کی تاریخ از مولوی یوسف علی صاحب ڈیرہ ہالک و شیر آئینہ ۵۵
(اس مکتوبہ کے مکتوبین ایک شریفی مذکور)

سحب و مشق از ذاب و ادوار جنگ بہار۔۔۔ ۶۵
جرمن کے جعلی پیسے۔۔۔ ایضاً۔۔۔ ۷۳

حیدر آباد کن

مطبع حسن میں چپا

جلد دوم حسن نمبر

رسید زر

منیجر لشکر کے سامنے اوس حضرات کے اسماء گرامی درج ذیل کرتا ہوں جنہوں نے زر چندہ ادا کیا۔ امید کہ دوسرے حضرات بھی چندہ سے ممنون فرمائیں گے۔

جناب مولوی محمد کرام الدین صاحب	جناب سید محمد عبد اللہ صاحب جمعدار عورت
مردگار مال	علامہ علی صاحب قریشی منجم اول نقاد
جناب مولوی عبد المکرم صاحب مقرر قضا	مولوی غفر علی صاحب
جناب صاحب بشیر ذوالجنگ بادر اول نقاد	ملاح علی صاحب
مولوی سید غلام رسول صاحب	میرزا احمد علی صاحب
مولوی محمد عیسیٰ صاحب	مولوی نجم الدین صاحب فقیر ہونوئی
مولوی محمد امجد علی صاحب	غلام غوث صاحب
جناب غلام حسن العابد نچان بادر جاگیردار	مولوی عبدالحی صاحب چندہ اسی
مولوی سید علی حسن صاحب	مولوی عبد اللہ صاحب کس
جناب دوست کی الدین صاحب مردگار	میرزا من علی صاحب
میرزا محمد شریف صاحب میرمنشی نظامت	مولوی بشیر الدین احمد صاحب دگا
ڈاکٹر میرزا یوسف علی صاحب	ذاب منصور ذوالجنگ بادر
جناب حکیم سعید الدین صاحب	ذاب سید محمد زین الدین صاحب
ذاب یار جنگ بادر رامپور	ذیر ذوالجنگ آصف الدولہ شہی عالمک

اطلاع

۱۔ اس سالہ کی قیمت خریداران مالک محروسہ سرکاری بندریچہ ذر مبادلہ اور خریداران مالک انگریزی بندریچہ نئی آرڈر سال قرا کر منیجر کو ممنون فرماوینگے۔

۲۔ ناظرین اپنے تبادول مقامات سے ذقہ کو اطلاع فرمائے ہیں بسا اوقات عدم وقت مقام سے رسالہ نہیں پہنچتا ہو یا واپس آتا ہو۔

۳۔ اگرچہ رسالہ حسن چند اخبارات کے معاونین میں پہنچایا جاتا ہے مگر نہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام ہندوستان کے اخبارات کا معاونہ اس رسالہ سے ہو سکے۔ مگر اکثر صاحبان مطبع اخبارات ارسال فرما کے معاونہ میں رسالہ حسن طلب کرتے ہیں۔ ہم اون حضرات کا معاونہ ہی قبول کرتے ہیں جو صاحبان اخبار میں مابواری لکھا رسالہ حسن کا اشتہار جو عند الضرورت علیحدہ مرسل ہوگا طبع فرمائیں۔

اعلان

بکلیز ہٹرمی آف سویڈر لین کی جلد اول ترجمہ ہو کر تیار ہے۔ یہ وہی عظیم الوجود کتاب ہے جسکا آرکیکل ہمارے رسالہ نمبر ۵ جلد دوم میں درج ہے۔ یہ کتاب غایت شہرت سے مستحق تعریف نہیں اگر خریداری کی سو درخوستیں ہم پہنچ جائیں تو ہم اسکو چھاپ دیں گے۔

اشتہار بیاختان

ہمارے باغ واقع منیر آباد میں الیسا اور یورپ کے مشہور مشہور اور دور و دراز سے آنے والے مختلف قسم کے میوؤں کے پودے موجود ہیں جنکی لطیف شاید تمام ہندوستان میں بہت کم

ہوگی۔ یہاں پر چند پودوں کے نام تعداد و اقسام لکھے جاتے ہیں جو صاحب شوق خواہش کریں طلب فرمائیں جو پودے تیار نہوں تاریخ اطلاع سے دو ماہ کے اندر بھیج کر جائیں گے کرایہ بار برداری ذمہ خریدار ہوگا۔

۱۱) قلمی (پینڈی) آم ۴۴ اقسام فی ۱۲	۱۲) سیب ۳۳ اقسام فی ۱۲
۱۳) شفتالو ۱۶	۱۴) آلو بخارا ۹
۱۵) انار ۵	۱۶) شہتوت ۲
۱۷) پیر انگریزی ٹو ۶	۱۸) زرد آلو ۵
۱۹) جام (امروہ) ۷	۲۰) استرا ۱۲
۲۱) چکوترا ۵	۲۲) انجیر ۵
۲۳) انگور ۵۲	۲۴) وادی (چمک) ۵
۲۵) لکٹ ۵	۲۶) سوساپ (انگریزی میوہ) ۵
۲۷) سینا پیل ۴	۲۸) طرم پیل ۴
۲۹) حوالیوڑی ۴	۳۰) سپوڑیلہ نہایت عمدہ انگریزی ٹوہی ۴
۳۱) زنبور ۴	۳۲) موز مختلف اقسام ۴
۳۳) ٹنگون (انگریزی میوہ) ۴	۳۴) اسٹرابیری ۴
۳۵) پنس ۴	۳۶) برٹریوٹ (روٹی پیل) ۴
۳۷) بکریک ۴	۳۸) نرنگ ۴
۳۹) پیل پیل (آبادی) ۴	۴۰) کاجو ۴

منسلہ

حسن

جلد دوم

۸	۲۲ (۳۲) کوٹ	۲	(۳۱) لیمو
۴	۳۳ (۳۳) گلاب پھل	۳	(۳۳) گلابی جام
۸	۳۴ (۳۶) سید ۳	۵	(۳۵) کھجور

المشقر

منیجر سالہ حسن کاچی گورہ حیدر آباد گورکھ پور

پیشہ اخبار گوجرانوالہ پنجاب کے لایق اڈیٹر نے پبلک کو مختلف مضامین مفیدہ سے وقتاً فوقتاً مطلع کرینے کے لئے ایک نہایت آسان اور کم خرچ ذریعہ قرار دیا ہے۔ یعنی کنہ بون کی حیثیت میں اون مضامین کی سلسلہ وار بحث چھیڑی جائے گی جو ہمارے پوسٹل سوسٹیل اور مارل ضروریات کو ایک حد تک رفع کر سکیں گے۔

ان کنہ بون کی قیمت فی جلد ۲ روپے زائد نہ ہوگی۔ ممکنہ امید ہے کہ اس آسان اور ذریعہ سے مختلف کارآمد اور ضروری باتیں پبلک کو معلوم ہونی رہیں گی۔

اور پبلک لایق اڈیٹر کو الی اور اس سے حوصلہ افزائی کرتی رہے گی۔

اڈیٹر صاحب پیشہ اخبار گوجرانوالہ پنجاب سے یکٹا بن مل سکنگی

المشقر

منیجر سالہ حسن

تجارت اور اسکی لچسپ تاریخ

دنیا میں تو کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو کچھ نہ کچھ تجارت کرتا ہو کیونکہ تجارت صرف سامان
میںشت ہی کے تبادلہ کو نہیں کہتے بلکہ علم و اخلاق و تجربہ و طرز معاشرت یک قوم
کے دوسرے قوم کو ایک شخص کے دوسرے شخص کو اس طرح فائدے کے ساتھ
معلوم ہونے میں کہ تجارت مال و زر سے بدرجہا مفید ہوتا ہے۔ اور اس قسم کی
تجارت جس سے انسانی خیالات میں تبادلہ ہوا ایک ہی شہر بلکہ ایک ہی ملک
کے افراد میں اس قدر آسانی سے ہوتا ہے۔ کہ ایک دوسرے کو خبر نہیں ہوتی۔
مگر دنیا کے ایک حصہ کا حال دوسرے حصہ میں ظاہر کرنے کا آگے ہمیشہ تجارت
ہی رہا ہے۔ اور اس معنی میں ہم اوسے تبادلہ اشیا کا ذکر کریں گے جسکو عرف میں
تجارت کہتے ہیں تجارت کے استعمالی معنی تو کسی شے کا معاوضہ کسی شے
خواہ زر نقد کے بدلے میں لینا یا دینا ہے۔ اس قاعدہ کے لحاظ سے قدیم
زمانہ میں تجارت محض اشیا کے مبادلہ پر منحصر تھی کیونکہ سونا اور چاندی جو زمانہ
کے زرقی کے ساتھ ہر شے کی اصل قیمت ٹھہری بعد کو استعمال ہوئی۔ اس زمانہ
میں جبکہ سونے اور چاندی کے استعمال سے ہم لوگوں کو ہر شے کی ایک
مقرر قیمت دینے میں نہایت درجہ آسانی ہے جب قدم زمانے کے شکلات
کو جو مبادلہ باہمی اشیا سے ہوتی تھی سوچتی ہے تو کس قدر نقصان محسوس
وقت کا حال معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ایک شخص کو جسکے پاس کپڑا ہوتا جو ترکی

ضرورت ہوتی تو وہ اپنا کپڑا بجا و مضہ جوتہ کے دیتا اگر جوتے والے کو کپڑے کی ضرورت نہوتی بلکہ ایک آہنی اوزار کی تو مجبوراً کپڑے والے کو آہنی اوزار کیلئے کسی لوہار کے پاس جانا ہوتا اور کپڑا دیکر وہ مطلوبہ اوزار لیتا بشرطیکہ لوہار کو پارچہ یا مساو مثلاً ضرورت ہوتی ورنہ اس کے حب خواہش کپڑے والے کو کہیں اور سے کوئی شے بدلے میں لا کر فراہم کرنا ہوتا۔ غرض ہزاروں وقتوں سے کوئی ضروری شے حاصل ہوتی ہے۔ اب ترقی یافتہ ملکوں میں مبادک کی رسم موقوف ہو گئی اور زر نقد خرید و فروخت کا اہلرایا گیا۔ مگر کاروبار تجارت اب بھی مہنوز بڑی مقدار میں مبادلہ اسباب ہوتا ہے۔ ہندوستان کی ولایت بصورت اسباب خام و زرقند تمام دنیا میں عموماً اور انگلستان میں خصوصاً بہت زیادتی کے ساتھ جاتی ہے کیونکہ ان اسباب خام کو قابل استول و تکمیل تک پہنچانیکے لئے مہنوز اس نامور گورنمنٹ نے ہی بیان کارخانے قائم بنیں کیئے۔

تجارت کے اس بیان میں تین باتوں کا ذکر ہوگا۔

تاریخ تجارت - اصول تجارت - زمانہ حال میں تجارت کا گہٹاؤ

تاریخ تجارت

سب لائق لوگوں نے اس امر کی تحقیقات کی ہے کہ تجارت کی ابتدا کس قوم میں سب سے پہلے ہوئی۔ مگر چونکہ تجارت کی ابتداء کو کسی مخصوص

قوم سے خصوصیت بہنیں اسلئے وہ سوال یوں اٹھایا گیا کہ چونکہ تجارت کا انحصار
کثرت آبادی پر منحصر ہے اسلئے یہہ دیکھنا چاہیے کہ سب سے پہلے نہایت گنجان
آبادی کہاں ہوئی۔ تحقیق اور قرائن سے معلوم ہوا کہ گرم ملکوں میں آبادی
سب سے پہلے اُن مقاموں پر ہوئی جہاں سیرابی کے کچھ نہ کچھ قدرتی سامان
موجود تھے۔ خواہ وہ دریا کے فصلی سیراب سے ہوئی ہو یا پہاڑوں پر سے
پانی بہنے سے ہو یا کوئی اور ذریعہ سے چنانچہ مصر میں دریا سے نیل۔ شام میں
دریا سے فرات اور ہندوستان میں دریا سے گنگا اس قرائن کے موید ہیں
کہ ان ملکوں میں مذکورہ بالا دریاؤں کے جوار میں آبادی کی کثرت اور تجارت
کا پہلے پھیلنا شروع ہوا گرم ملکوں میں ایسے تراوت بخش مقامات نہایت
فرحت انگیز ہوتے ہیں ان مقاموں کی سبزی انکھوں میں ٹھنڈک پیدا کرتی
ہے اور یہی وجہ ہے کہ دور و دراز کے لوگ جذب مقناطیسی سے ان سرسبز
مقاموں پر انکڑ آباد ہوتے ہیں۔

ہر کجا چشمہ بود شیرین + مردم و مرغ و مور گرد آیند۔
اس قدرتی لہلہا وٹ اور خدائی فرشتے محل اور خوشگوار آب و ہوا سے
بیچارے سرد ملک کے باشندے بالکل ناواقف ہیں کہ ان ملکوں
میں ان اوصاف کے ساتھ کوئی قدرتی یا مصنوعی مقام نہیں۔
تجارت کی ابتدا تو اسی زمانہ سے سمجھنی چاہیے جبکہ انسان کی آبادی کسی
مقام میں کثرت سے ہوئی ہو۔ ہندوستان میں قدیم الزام سے تجارت

ہوتی تھ اور باوجودیکہ قدرتی زرغیزی میان روزاول سے ہر مگر اہل ہند نے زر و تجارت
 بیشہ کینامی حاصل کی ہر حضرت یوسف کا اپنے بیانیوں کے عربوں کے بہتہ فروخت جو ان
 جو اونٹوں پر مصالحہ اور خوشبو اور دیگر اشیا مصر لیجاتے تھے تاریخی شہادت ہے
 عربوں کی تجارت ہی زمانہ قدیم سے مشہور ہے۔ یہ عرب تجارت سے اپنے
 ملک اور شام کے لئے غلہ لایا کرتے تھے۔ جس نسل سے بنی آدم کا استعدا تعلق ہو انہوں
 رفتہ رفتہ ترقی اور تہذیب پیدا نہونی خلاف منشی قدرت ہے۔ شروع میں
 اسباب تجارت جو حسب اقتضای زمانہ کم مقدار میں خرچ ہوتا تھا مگر اپنے پشت
 پر باندھ کر فروخت کیا کرتے تھے جیون جیون ضرورت زیادہ ہونے لگی اور
 انسانی قوت گرا بنا اسباب کی تسلی ہو سکی تو جانور دن سے کام نکالنا شروع
 کیا۔ اور انہیں کے پشت پر اسباب لا کر شیب و فطرانگی کو چون بین و دور
 کرنے لگے مگر جب زمانہ کی رفتار نے تجارت کی وقت زیادہ بڑائی تو اس تبدل
 ترقی سے مجاوز ہو کر زیادہ مہذب طریقہ کی جستجو ہوئی تاکہ کثرت کا راد آسانی
 و قلت وقت سے کام ہو اور سو وقت سکون کی بنیاد پر سے۔ گاڑیوں کی
 رامین نکالی گئیں بعدہ سکون کی کھنگلی اور گاڑیوں میں مفید ترسین ہونے
 لگیں اس سے اور بہت سی ایسی مثالوں سے ظاہر ہے کہ زمانہ اپنے ساتھ اپنی
 روش پر ہموار ہوتا ہے ہم زمانے کو اسٹے اپنے طرف نہیں کہیں سکتے ایک
 مشہور نسل ہے زمانہ باتونہ ساز و نو زمانہ ساز و نو ضرورت و مصداق ایجادات
 ہے۔ اسکا اثر منجملہ اور سور کے تجارت کی روز افزون ترقی میں بخوبی پایا گیا۔

جلد دوم حسن بنسٹ

اور سلسلہ سے معلوم ہوا کہ کیونکہ انسان نے اسباب تجارت کو اپنے پشت سے جانوروں پر اور جانوروں کے پشت سے بیل گاڑیں پر رکھا بعدہ تیز رفتاری کے لئے اس سے لوسھے کی پٹریوں پر بیل گاڑیاں بنائیں۔ ان کے بعد سیٹھم انجن جاری کیا جس سے ہزاروں بیل گاڑیاں باغ و بنہایت تجارت سے نقل و حمل ہوتا ہے اُنہم کہ قابو میں لاسنے اور مشرق و مغرب کو تار تار سلسلہ میں سلسل کر کے کو جہازوں پر دُور و زُوری ترقی ہوئی رہی اور بالآخر وہی خطرناک جہازوں سے تجاوز ہو کر دُعا کر کشکون سے کام لینا شروع کیا۔ ملکوں میں اندرونی تجارت اور ملکی زراعت کی ترقی کیلئے زمینیں بیل سے سیراب کر کے ٹکھون نکالیں۔ غرض زمانہ کی ضرورت سے ہزاروں سال پہلے کے اُس سیرجی عالی کی یہ شخصیں سترہویں صدی کا اُس انجینرین صدی میں زندہ ہوا۔ انہی نے ان کے کی موجودہ حالت کو دیکھا اور اس وقت سے مقابلہ اور موازنہ کر کے تو اس کو معلوم ہو گا کہ گویا وہ اس دنیا میں پہلی ہی نہیں ہوا تھا۔

بہ ہر فرانس میں بات ہے کہ عربوں۔ شامیوں۔ مصریوں۔ ہندیوں نے اپنے آپ کو انجینرین کے ہتھیاروں کے زیادہ کچھ نہیں جانے تجارت ہی سب سے مکمل رہی ہو گی لیکن جو کچھ ہر بحری تجارت میں اس کے بہت ہی کم ترقی کی کہ کہ ہم جہازانی عمل کے طریقے پر ہی نام نہاں سلسلہ انجینرین ہر ملک کے مشہور مشہور لوگوں میں جو سمندر سے قریب واقع ہیں ایک خاصہ بڑی تجارت اور جہازانی عمل کا پایا جاتا ہے اس زمانہ میں مخصوص مشہور

ی نام چند اشخاص اس کام کا بیڑا اٹھاتے تھے کشتیوں کی ساخت ہی ایسی
 تھی جو اس زمانہ ابتدائی کے جہاز راہ کوئی کسی طرح اجازت نہ دیتی کہ وہ ساحل
 سے کچھ آگے بڑھنے کی جرات کریں حالانکہ وہی اصول اس ترقی یافتہ زمانہ میں جہاز
 کیلئے خطرناک خیال کھاتے ہیں کیونکہ اگر ملک کے متصل کشتی بانی ہو تو ہوا کی قلت
 انت سے محض ہاتھ پیر کے بل پر سارے جہاز راہی کا انحصار ہو جائے جو خطرناک اور
 ہوا ہے۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مصر نے سب سے پہلے بحری تجارت کو شہرت
 ما بحرقدم اور جو مصر میں انہیں کے جہازوں کی آمد و رفت راہ کرتی ایک
 ب معلوم نہیں ہوا کہ بحر قزقم کی راہ سے مصر اور ہندوستان کے مابین کب
 تجارت جاری ہے جب یونان پارٹ مصر پر حملہ کی تیاری کر رہا تھا تو اس نے
 رستان اور مصر کو اردی تجارت سلسل کر نیکارادہ کر لیا تھا۔
 جریہ کریٹ سب سے پہلا مقام ہے جہاں مصریوں کی آمد و رفت
 شالیتگی نے اپنا جنم لیا۔ اسکے بعد پہ اور بخار اور سرسفر ہوتے رہے حضرت
 علیہ السلام سے ایک ہزار برس پہلے مصریوں نے یونان اور بخیرہ کریٹ
 ن بود باش اختیار کی اور پانچ سو برس اس شالیتگی کے حاصل کرنے میں
 ان نے صرف کئے جو اسکے پوٹیکل شہرت کا باعث ہوا جبکہ ایران نے
 ی کروفر سے اوپر چڑھائی کی تھی۔

اب ہم چند قدیم شہروں کا کچھ حال تجارتانہ لکھتے ہیں اوسے ضمن میں

بعض الواعزم بادشاہوں کا ذکر بھی آجایگا جس سے معلوم ہوگا کہ اُن لوگوں کو اس غیر ترقی یافتہ زمانہ میں ہی ملکی سرسبزی کے وسائل سے غفلت نہ تھی۔ اور جو سامان ترقی آج میسر میں اور ذرائع ملکی مہبودی کے بتلائے جاتے ہیں حقیقت میں انکی ابتدا ایسے زمانہ میں ہوئی جسکو ہم لوگ تاریک اور غیر تربیت یافتہ کہتے ہیں۔

فائلیں یہ شہر بلحاظ وسعت تو کچھ قابلِ وقعت نہ تھا مگر موقع تجارت کے لحاظ سے وہ ہمیشہ سرسبز اور عمدہ رہا حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے سکندر اعظم کے حملہ تک جسکو سات سو برس کا عرصہ گذرا ہے اس شہر کی تجارت شہرت رہی جب یونانی فوج پہنچی سکندر نے اس شہر پر حملہ کیا اور اہل شہر نے بس طریقہ سے اسکی حفاظت کی تو یونانیوں کے دل میں عموماً در سکندر کے دل میں خصوصاً اسکی وقت بلحاظ موقع تجارت بڑھ گئی سکندر اعظم نے اپنے ہمراہین پر اس امر کا یہی زور دیا کہ مفتوحہ اقوام کے طرز معاشرت اور آداب تجارت سیکھیں جو اسکی حقیقت میں مدبرانہ چال تھی۔

سکندر ریہ کی بنا سکندر اعظم کے اعلیٰ درجہ کی دور بینی اور خدا داد عقل کی شاہد حال ہے جسکو روز اول سے آج تک ترقی ہی ہوتی رہی یہ مقام از روئے تجارت ایسے عمدہ اور مفید موقع پر واقع ہوا ہے کہ یو آوریاشیا اور افریقہ کی منڈی ہو گئی ہے سکندر اعظم اسکے ترقی میں ہمیشہ کوشاں رہا۔

ادھر یونان کے دار الحکومت اہینیہ کی تباہی ہوتی رہی ادھر سکندر ریہ کو ترقی۔

نہشتہ حسن جلد دوم

گمران و دونوں مقاموں سے افضل ترکاڑی بھیج تھا جسکی تباہی کا بد ناداغ سلطنت رومیہ کبریٰ کے تاریخی صفحات پر ہمیشہ رہیگا۔

کارتیج ٹرسے عمدہ تجارتانہ موقع پر آباد تھا۔ محفوظ بناور ستے تجارت مشرق اور مغرب میں ہوتی تھی۔ مصر کے ساتھ دوستانہ تعلق تھا اور فرانس۔ اسپین۔ سیسیلی وغیرہ میں کوی مد مقابل نہ تھا۔

رومیہ اور کارتیج میں بڑا فرق ہی تھا کہ اول الذکر جنگی اور زبردستی کارروائی کرنا رہا اور موخر الذکر عدم ازاری اور سبک روی۔ اہل روم اسلحہ جہاز رانی میں کبھی اعلیٰ غرت حاصل نہیں کی۔ چنانچہ جب رومیوں اور کارتیجیوں سے لڑائی ہوئی تو رومیوں نے اپنے جہازی نا تجربہ کاری سے بہت نقصان اٹھایا۔ مگر بالآخر کامیاب ہوئے اور اس فتح سے انکی دہمت سلطنت ایک جانب افریقہ کے شمالی حصہ اور دوسرے جانب یونان و مقدونیا تک ہو گئی جس سے تجارت کو بہت فروغ ہوا۔ بحری رہنمائی موقوف ہوئے بحیرہ روم۔ بحیرہ ہند۔ بحر قزقم اور خلیج فارس میں رفتہ رفتہ جہاز رومی چھوٹنے لگے اور وقت تک جہازی کمپاس مستعمل نہیں تھا بلکہ ہوا پر سارا دار مدار تھا اور سیکے موافق جہاز رانی ہوتی تھی۔

مسلمانوں نے اپنے زمانہ حکومت میں تجارتانہ مواقع خوب ڈھونڈے تھے جس سے اونکی دانشمندی کا ثبوت ملتا ہے۔ اگر سکندر نے سکندریہ بنایا اور اس خصوص میں یووائے یونانی بلند کیا تو عربوں نے بصرہ۔ بغداد جبرالٹر (اسبل طارق) عدن قسطنطنیہ کارتیج۔ سکندریہ وغیرہ تعمیر کیا یا اپنے

قبضہ میں لائے جو ایک دینا کے مشہور بندر گامون اور تجارتی موقعوں میں ممتاز
جگہ پاتے ہیں۔ اسکے سوائے مسلمانوں نے نہایت عمدہ اور باموقع ممالک جزائر
پر قبضہ کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اون کو پورٹیکل دو برینی کس قدر تھی اور کماتک
تجارتی مواقع ڈبوٹڈ ہنٹے میں جان کھپاتے تھے چنانچہ صقلیہ۔ (سسیلی) صوبہ
(سیسیپری) روڈز۔ کریٹ۔ یونان۔ مصر۔ ٹریپولی۔ طونس وغیرہ جزائر
اور تجارت کے لئے نہایت باوقفت اور ضروری مقامات ہیں ان مشہور اور کثرت
تجارتی موقعوں اور ملکوں میں سے باستثناء۔ جبرالٹر۔ عدن۔ سسیلی۔ اوپونا
کے کل مسلمانوں کے قبضہ میں ایک ہیں۔ عدن کا صرف بندر انگریزوں کو تپ
ہر باقی شہر عدن پر مسلمان قابض ہیں جزیرہ کریٹ تیس برس جنگ کے بعد
مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ جو آجکل ملکی زر مگاہ ہو رہا ہے۔

یون تو دنیا میں کوئی سلطنت قیامت تک کر لئے سند لیکر آتی نہیں ہمارے
اعتقاد کے موافق ہر شے کی ابتدا و انتہا ضرور ہے سلطنت کی بنیاد۔ ترقی کمال
بعده انحطاط زوال اور آخر میں تباہی لازمی ہے۔ پس جو آج کیفیت اعلیٰ درجہ کی
کسی ایک سلطنت کی ہو وہی حالت حسب اقتضای زمانہ کل ہماری تھی۔ ہم دنیا
کے روبرو منجوب نہیں تھے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مدبرانہ کارروائی نہیں کی
اور آسانی سے عمان سلطنت حملہ آوروں کو دیدی بلکہ دنیا کی تاریخ ہمارے ہمت
و دانائی اور پولیٹیکل دو برینی علوم کی اشاعت فنون کی دستگیری کی شاہکار
اور اس پر آشوب زمانہ میں بھی جو مرتبہ آج سطح زمین پر محکوم حاصل ہو وہ کچھ شکر کیے

قابل نہیں گو فخر کو ندامت سے مبادلہ ہو گیا ہے۔ ہماری تجارت میں کساد بازاری
اگر۔ ہمارا راس المال لٹ گیا۔ جس بکالت ناپرسانی بکالت کے تاریک ٹھا
مین پڑی ہے۔

سلطنت رومیہ کبریٰ جسکا بول بالا افریقہ اور یورپ کے بہت بڑے حصہ میں
تھا آج حسرت بھری آنکھوں سے اپنی پچھلی عظمت کو رو رہی ہے۔

جب سے اس سلطنت نے اپنا دارالسلطنت بمقام قسطنطنیہ تبدیل کیا اور کونست
بروز باوجود سخت فکر اور عمدہ جہز لون اور فوجوں کے انخطا رہی ہو تا رہا۔
اور پانچویں صدی میں اس قدر قوت باقی نہ رہی کہ وحشی دشمنوں سے اپنا ملک محفوظ
رکھ سکے۔ چنانچہ۔ اسپین۔ اٹلی۔ اور گال میں ہر دم فتنہ و فساد برپا رہا اور
ملک و مال کی پامالی ہوتی رہی۔ شہر ویران ہوتے گئے۔ طوائف الملوکی پھیل گئی
اور تجارت کا خیال لوگوں کے دلوں سے بالکل جاتا رہا کیونکہ ہر موقعہ پر ملوث کر
کام لیا جاتا تھا۔ جب سلطنت رومیہ کا یہ حال دیکھا تو سودا گروں نے وینس
میں بود و باش اختیار کرنی چاہی۔ یہ مقام عجب پر فضا اور دلکش ہے اور
اپنی مثال دنیا میں ہی کہتا۔ تمام شہر پانی پر آباد ہے۔ شاہراہیں پانی کی بہن
گلی کو چون تن سے کشتیاں چلتی ہیں۔ مکانات نہایت نفیس آبادی پر فضا
آب و ہوا خوشگوار۔ غرض اوس دلکش اور محفوظ مقام میں تاجروں نے
مستقل مقام بنایا کیا۔ اور تجارت کو بہت فروغ ہوا۔ جن شہروں کو
ندیم زمانہ میں تجارت کا فروغ ہوا تھا اومنین وینس کو بہت بڑی شہرت تھی

اور اوسکا دلفرا مقام دور و دراز کے تاجرون اور سیاحون کو کھینچ لانا
 ویس کو بعد پتیا کو تجارتانہ شہرت ہوئی۔ ہمارے ناظرین شہر جزا کے
 نام سے کم سے کم بہت واقف ہونگے کیونکہ وہاں کی اور وہاں کے طرز کی
 گھیریون نے پچھلے زمانہ میں بڑی ناموری پیدا کی۔ جزا کے برابر پتیا کو فروغ
 نہیں ہوا کیونکہ اس شہر سے بیرونی تجارت کا تعلق بہت زیادہ نہ تھا۔
 سنہ یکزار عیسوی سے چودھویں صدی کے نصف ثانی تک جزا نے اپنی
 شہرت اور دے تجارت قائم رکھی اسی زمانہ میں ویس اور جزا کے جنگ
 ہو گئے اور تجارت میں زوال آگیا۔

قسطنطنیہ پندرہویں صدی تک جنگی حملوں سے بچتا چلا آیا تاہم اس اثنا
 میں بہت سے خفیف حملے پھونکے تھے۔ یہ وہ وقت تھا جبکہ مغربی یورپ
 میں تندیب پہلی چمکی تھی اور چھاپہ کی ایجاد سے ایک عظیم تغیر پیدا ہونے
 والا تھا۔ اگرچہ مشرقی یورپ میں بمقابلہ مغربی یورپ کے علم و تندیب
 کا اوس وقت زیادہ چرچا تھا مگر یہ خوش قسمتی کی بات ہے کہ قدیم علوم
 و فنون تجارت و صنعت مشرقی حصہ یورپ میں محفوظ اور قائم تھی۔

قسطنطنیہ کی تجارت ایک جانب سکندریہ سے دوسری جانب ویس
 اور دیگر بنا در اٹلی سے اور تیسری جانب ہندوستان سے تھی۔ جب عربوں
 نے مصر پر قبضہ کر کے ہندوستان کا راستہ بھڑقلزم سے بند کیا تو تجارت
 براہ بحر خضر خلیج فارس اور دریائے فرات جاری تھی۔

تجارتیں ہندوستان

چونکہ ابتدائے زمانہ میں عربوں کی تہذیب و شایستگی ایک تاریخی مستند شہادت ہے اس لئے انھوں نے اپنے اور اندرونی و بیرونی تعلقات کی وسعت کے ساتھ تجارت میں بھی حسب ترقی زمانہ وسعت دی۔ یورپ اور ہندوستان سے ایشیائی ممالک میں ہندوستان کی بیش بہا اور خوشبویات کا چرچا حضرات عرب کی بدولت ہوا۔ عرب سے ہندوستان تک تو وہ لوگ چھوٹے چھوٹے جہازوں کے ذریعہ سے تجارت کرتے تھے مگر اوہ عرب سے ہندوستان ایشیاء اندرونی ممالک کے ذریعہ دست بدست پہنچتی تھیں۔ یورپ میں ہندوستانی اشیاء کی بڑی قدر و منزلت ہوتی تھی اور باوجود منافع و منافع اور دست بدست فروخت ہونے کے یہاں کے مصالحے اور دیگر شیشیہ متبت خوشبویات وغیرہ یورپ میں اڑان معلوم ہوتی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ انھیں یورپ میں کو ہندوستان کی طرف بڑھنے کا شوق ہوا۔

پندرہویں صدی میں منجملہ دیگر فرنگی قوموں کے پرتگالیوں کو سمندر کی راہ کر ہندوستان پہنچنے کی بڑی ہی فکر تھی ان سے زیادہ کوئی اور اس شخص راہ میں نہیں لگا ہوا تھا برسوں کی سرگردانی اور کوشش میں ہندوستان کی راہ افریقہ کے گرد سے بزار وقت و مایوسی دریافت ہوئی۔ جس مقام سے یہ پرتگالی ہندوستان کی طبع میں اپنے اوپر جبر کر کے بخوف طوفان و اسیر جاتے تھے وہی مقام بالآخر انکی امید و نیکو سرسبز کرنیوالا ہوا اور اوس

جلد دوم حسن نمبر

راس خوشن امید نام رکھا۔ اور سٹلک مہنہ دستان کی راہ میں اکی
 قدرت اور انسانی جد و جد کا یہ نتیجہ ہوا کہ جو عرب یہاں یورپین کے آنکے
 محرک ہوئے اون کا اب نام و نشان نہیں اور جن پریکالیوں نے برسوں کی
 لگاتار کوشش و جانفشانی میں مہنہ دستان کی راہ نکالی اور دوسروں کو بتایا
 آج وہ ایک ذلیل ترین گوشہ (گوا) میں خاموش بیٹھے ہیں۔ مگر جنہوں نے دو
 برس کے بعد تجارت کا ڈھنگ مہنہ دستان میں ڈالا جبکہ یہاں مسلمانوں کی
 حکومت اوج کمال پر تھی۔ آج وہ پورے طور سے مالک ہیں "ملک الایام"
 نداء لہما بین الناس میں کسا کلام ہر۔

امریکہ کی دریافت

فتح جہاز رانی اور تجارت کے روز افزون ترقی سے علم جغرافیہ کے منجملہ اور علوم
 و فنون کی بہت بڑی ترقی ہوئی مگر پندرہویں صدی تک اس علم نے ادنیٰ
 ترقی حاصل کی تھی کیونکہ دنیا کا صرف ایک حصہ لوگوں کو معلوم تھا اور زمین
 کو بجائے کرہ گردشی کے بطور موسمی تعلیم کے موافق سطح اور قایم بالذات سمجھے ہوئے
 تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا تھا جیسا کہ اب تک بہت سے نہیں سمجھتے کہ علم جغرافیہ
 کی رُو سے نشیب و فراز کوئی شے نہیں۔ اور ہم بنا بہت دور زمین کبھی نشیب
 میں جلتے ہیں اور کبھی فراز میں۔

کو لمبیس جواٹلی کا ایک مشہور جہاز ران تناسب سے پہلے اس امر کا قائل
 ہوا کہ سمندر پار منور کوئی اور قطع زمین ہوگا۔ جسکے تجسس میں وہ جان پر کھیلنے کو

تو تیار تھا مگر عرصہ دراز تک روپیہ کی امداد نہ ہوئی

اسی روز تو خہ انہی دلکین ابتدا + ستار عیوب نے قاضی الہی جانی
بالآخر ہسپانیہ کے دور بین ملکہ ایزا بلما کے بدولت و دولت ملک و مال نصیب ہوئی
اور امریکہ کا وجود کولمبس کی محنت سے لوگوں کو ظاہر ہوا۔ مگر زمانے کی فائدہ
شناسی کا یہ کافی ثبوت ہے کہ اس قطع ملک کو جسکو آج ہم لوگ امریکہ کہتے ہیں
ایک ایسے شخص کے نام پر موسوم ہوا جس نے کولمبس کو بعد امریکہ میں قدم رکھا۔
تجارت کے لحاظ سے امریکہ مقبوضہ ہسپانیہ کو وہاں کے کان طلائی

بہت شہرت دی۔ مگر خود ہسپانیہ کو فائدہ برائے نام ہوا کیونکہ فرانس و جرمنی
والنگھستان نے وہاں کے طلائی معدنیات سے بہت بلکہ خود مالک معدنیات
کے بدرجہا زیادہ فائدہ حاصل کیا۔ ایک دوسری بلا ہسپانیہ پر یہ نازل ہوئی
کہ اس نے مسلمانوں اور یہودیوں کو جو اس ملک میں صاحب صنعت و حرفت
تھے اور جس سے وہاں کی تجارت کا اعتماد تھا خارج الملک کر دیا اور کلیتہً
تمام ملک غریبہ پھلا و ست اشخاص کا رہ گیا۔

تجارت جو سرسبز سی ملک کے لئے لازمی ہے بیجا فریقہ تعصب سے اکثر ملک
پامال ہو گئے ہیں۔

انگلستان کی تجارت اور بازارانی جیسی کہ اب ہر زمانہ گزشتہ میں
کبھی خیال میں بھی نہ تھی اور یورپ کی تجارت میں کوئی شمار نہ تھا جسکی وجہ
وہی ابتدا و اصول تجارت قرار دیا جاسکتا ہے۔ لیکن ان کے شہر میں

جلد دوم حسن نمبر

مقابلہ دوسرے ممالک کے شہروں کے گنجان آبادی نہ تھی آبادی کی سوت اور چنڈ پولیٹیکل معاملات کی پیچیدگی سے تجارت میں ترقی ہونے لگی۔ جس کی ابتدا سترہویں صدی کے نصف سے ہوئی۔

اتھارہویں صدی کے شروع میں جہازوں کا مجموعی وزن ۲ لاکھ ۷۰ ہزار ٹن اور پچاس برس کے بعد ۶ لاکھ اور سو برس کے بعد ایک کروڑ چھ لاکھ ٹن ہو گیا۔

۱۸۵۲ء میں کل انگریزی بادی جہازوں کی تعداد ۳۱۹۹۳ تھی۔ اور خانہ

جہاز ۱۴۱۳۱ تھے۔ اور ان دونوں کا وزن ۴۰۸۰۳۸۵ اور ۲۲۳۶۱۹۔

ٹن بالترتیب تھا۔ لیکن اس زمانہ میں تو اور بھی ترقی ہوئی۔ خاص کر وہاں جہاں

میں۔ جہاں وزن قریب ۳۴ لاکھ ٹن کے ہر (۲۸۰ ٹن کا ایک ٹن ہوتا ہے)

حال میں جب لارڈس اسبیری وزیر اعظم سلطنت انگلشیہ نے بحری قوت کو اور بڑا

چاہا تھا جس کے متعلق دونوں ہوسوسون سے بل بھی پاس ہو گئے اور سو قوت بیل

کیا تھا کہ انگلستان کو اپنی بحری قوت کے فایم رکھنے کو کم سے کم اس قدر مضبوط رہنا

چاہیے کہ یورپ کی کوئی دو سلطنت متفق ہو کر تنہا انگلستان کا مقابلہ نہ کر سکیں

انگلستان کے بعد از دوسے قوت بحری ممالک متحدہ امریکہ کا ہے جس کے دونوں

قسم کے جہازوں کا مجموعی وزن تقریباً ۳۶ لاکھ ٹن کے ہے۔ اگر انگلستان

امریکہ کی مجموعی بحری قوتوں کا موازنہ کیا جائے تو تقریباً دو چہرہ کا

ہو گا۔

اصول تجارت

تاجرون کے اصول میں چند باتیں قابل لحاظ ہیں

۱۔ مال تجارت کا صدر مقام سے لانا اور جلد فروخت کرنا ازاد و اعانت باکی دلیل ہے۔

۲۔ تھورے نفع پر مال جلد فروخت کرنا بہتر ہے بہت اسکے کہ زیادہ نفع کی امید پر مال عرصہ تک پڑا رہے۔

۳۔ زب سے زیادہ اعانت بار کی ضرورت ہے۔

۴۔ باقاعدہ ادائی اور وقت موعودہ پر قرضوں کا ادا کرنا آئندہ کے کچھ مضبوط کرتا ہے۔

۵۔ توڑے نفع پر مال بچپا شہرت اور کثرت فروخت کا سبب ہے اور قلت منافع سے کمی آمدنی کا گمان ہے وہ زیادتی فروخت سے پورا ہو جاتا ہے۔

۶۔ اشیاء کی مقررہ قیمت سے سودا گردن اور خریداروں کو وقت اور محنت سے بچاؤ ہوتا ہے اور فضول و بے نیاحت سے بچاتا ہے۔

۷۔ ایمان داری جسے فروخت میں قوت ہوتی ہے گو کی بارگی فائدہ نہیں ہوتا برخلاف بے ایمانی کے کہ ایک دو مرتبہ دھوکہ میں کچھ دولت آجاتی ہے مگر پھر ایسا شخص بازار میں مہذب نہیں دکھائی دیتا۔

۸۔ ذاتی محنت سے تجارت میں بڑا تجربہ ہوتا ہے دوسروں پر تکیہ کرنے اور خود آرام کرنے سے بدنامی اور کساد بازاری ہوتی ہے۔ اور تجارت کا

جلد خاتمہ ہو جاتا ہے۔

- ۹۔ زیادہ فائدہ اُن ملکوں میں ہوتا ہے جو زیادہ آباد ہوں اور جہاں قدیم باشندے ہوں کیونکہ یہ لوگ مالدار ہوتے ہیں اور قیمت باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔
- ۱۰۔ نو آباد ملکوں کے لوگ اکثر خالی ہوتے ہیں۔ ایسے ملکوں سے خرید و فروخت کمزور میں ہمیشہ وقت ہوتی ہے۔

- ۱۱۔ جہاں تک ممکن ہو تجارت آسان نہ ہو۔ رکاوٹ ڈالنے سے نقصان ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کا کام یہ ہے کہ وہ رکاوٹوں کو دور کرے تاکہ آسانی پیدا ہو۔
- ۱۲۔ ہونی پولی یعنی حقوق مخصوص عام تجارت کے منافی پائے گئے۔ اس سے صرف دوسروں کے بوجہ حقوق سلب نہیں ہوتے بلکہ اصول تجارت پڑیں کمپنی بہت کم جمع ہوتے ہیں کیونکہ انکو بوجہ محافظت سرکاری کسی قسم کا پیشہ نہیں ہوتا۔

- ۱۳۔ جب اس المال کم ہو تو ہونی پولی یعنی حقوق مخصوص کی قدر ضرورت ہے لیکن اس المال کی زیادتی پر ہرگز قائم نہ کرنا چاہیے۔

- ۱۴۔ کارخانجات صنعت و حرفت میں محنتوں کی تقسیم لازمی ہے۔ کیونکہ ایسے کارخانوں میں ہر ایک کے آدمی ارزانی اور آسانی سے ملے ہیں اور کام کی تکمیل عمدہ طریقہ پر ہوتی ہے۔
- ۱۵۔ تاجر و کو خرید و فروخت میں آزادی ہونی چاہیے اور کو اپنے مال فروخت کرنے یا روک رکھنے سے مالکانہ حق منہ چاہیے۔ بجز غلہ کروہ ہر شے کو مناسبت ہر قسم فروخت کرنے یا روک رکھنے کے لیے ملے ہوئے ہے غلہ کیے جائیں۔

محنتوں کی تقسیم و تقسیم قوت اور کثرت کا رخاۂ تجارت کا اظہار کرتی ہے اور
 کاموں میں آسانی اور تکلیف اور عمدگی ہوتی ہے و بعض محنتوں کے تقسیم و تقسیم سے ہر
 چیز لیکن محنتوں کی تقسیم کثرت آبادی پر منحصر ہے جہاں مختلف صنعتوں اور کاموں
 کے لوگ آسانی سے مل جاتے ہیں۔ اور مختلف ہاتھوں سے ایک شے مکمل طور سے
 تیار ہو جاتی ہے۔ محنت کی تقسیم کی کمی ایک دوسری اور قسم ہے اور وہ ملکی نسبتہ
 ہے یعنی تجارت کی مختلف شاخ مختلف ملکوں میں عمدہ طور سے تیار ہو کر کثرت
 مجموعی بازار کو رونق دیتی ہے۔

بعض مسلمانین کو یہ خیال ہوا کرتا ہے کہ کل اشیاء جو ان کے ملک میں خرچ ہو سکتی
 ہیں وہیں تیار ہوں اور دوسرے ملک کی محتاجی نہ ہو۔ گویا دسی النظر میں یہ
 اصول ملک کی ہمدردی ظاہر کرتا ہے مگر حقیقت میں خلاف عقل ہے۔ جن چیزوں کا
 مصرف کسی ایک ملک میں ہوتا ہے اگر اس کے تیار کرنے کے سامان از ابتدا نہ ہوتا
 اس ملک میں کثرت سے موجود ہیں اور بنانے والے اور دیگر ضروری اوزار
 وغیرہ سب کا ملکیت و جامعیت سے ہیں تو اس کا بنانا مفید و لازمی ہے۔
 لیکن جب ایسا نہیں ہے تو بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔

مثلاً فرانس کو بمقابلہ انگلستان کے دفاعی کارخانوں میں کہیں فائدہ
 نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں کوئلہ کی ایسی کاشتیں کوئلہ جو انگلستان میں سہل و موجود
 علیٰ ہذا ہندوستان میں تیار کرنے کے سامان بہت ہیں مگر اس کے بنانے کا
 اور ضروری سامان وغیرہ عمدہ موجود نہ ہونے سے فائدہ کے بجائے سب کا

نہیں کئے جاسکتے۔ کاغذ کے کارخانے یہاں چار پانچ قائم ہیں۔ مگر جاتنگ
 جھکو تجربہ ہر یورپ کے کاغذات یہاں کے مصنوعی کاغذوں سے ارزان
 پڑتے ہیں جو تعجب کی بات ہے کیونکہ یہاں سب سامان تیار ہی موجود
 کارخانے اور بازار موجود۔ بخلاف یورپین ممالک کے کہ سامان کچھ بھل
 بیرونی اور ہزاروں میل کا سفر کر کے مختلف قسم کے محصولات ادا کرنے کے
 بعد بازار میں ملکی کاغذوں سے ارزان فروخت ہوتے ہیں۔
 غرض ایسی ملکی ہمدردی ملک کے اور اپنے لئے بلائے جان ہے
 ہے۔ ان خود مختار ملکوں میں کچھ رکاوٹ ہو جاتی ہے یعنی اپنے ملک کی
 مصنوعات کی ترقی کے لئے یا کم سے کم اونکی پوری لاگت آنے کے لئے
 بیرونی اسباب درآمد پر ہماری محصول لگاتے ہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا
 ملک کو صدمہ پہنچانا ہے کیونکہ اس سے چند آدمیوں کو فائدہ اور تمام
 کو نقصان پہنچتا ہے۔ چنانچہ فرانس اور امریکہ میں بعض اشیائے ملک
 غیر پر اسفہ محصول لگا دیا ہے کہ وہ ملکی اشیاء سے ارزان فروخت نہیں
 ہو سکتیں اور اگر ایسا گران محصول نہ لگایا جاتا تو ملکی مصنوعات کو کوئی
 پہنچتا بھی نہیں۔

اگر تجارتانہ نظر سے ممالک یورپ کو دیکھا جائے تو سب سے پہلے
 پر نظر پڑتی ہے جسے نکات تجارت کو خوب سمجھا ہے۔ بعدہ فرانس اور برطانیہ
 فرانس اپنی ترقی تجارت میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ ان جملہ تقاضوں سے اپنے

آپ کو بری کر دیا جو تجارت عامہ کے لئے مضر سمجھے گئے ہیں۔

باقی اور مالک یورپ تو اس کو چھٹے محض نابلدہین اور جس چیز سے وہ عام تجارت کا اندازہ کر سکتے ہیں وہ محض انکی مقامی تجارت ہے۔ خود انگلینڈ میں ہنوز وہ غیر قوت کے ساتھ موجود ہے جو عام تجارت آزا دانہ کا لین دین مگر اس میں بھی زوال آتا جاتا ہے۔

تجارت میں گھٹاؤ بڑھاؤ

یہ تو شاید مقبولہ اور عام طور سے تسلیم شدہ مسئلہ ہے کہ جو شہر ایک شہر کے وجود و ترقی کی وجہ ہوتی ہے وہی شہر بہ تبدیل مزاج و قوت اور سکونیت و نابود کی بھی طاقت رکھتی ہے۔ جنگ جو اکثر توسیع ملک و ترقی تجارت کے لئے ہوتی ہے اس کے زوال کا بھی وہی باعث ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں تو بالکل پامال ہو جاتی ہے۔

ایام جنگ میں انسان کے گروہ کے گروہوں سے علیحدہ کر کے جنگ کی طرف مائل کئے جلتے ہیں اور بھٹنے ضروری مصیبت انسان کی زندگی بسر کرنے کے ہوتے ہیں انکی جانب توجہ کم کی جاتی ہے۔ صنعت و حرفت کو کا کاٹا بند یا سست ہو جاتے ہیں اور ساری محنت اسباب حرب و ضرب میں حسیج کی جاتی ہے۔ زر نقد کا چلن کم ہو جاتا ہے کاغذی گھوڑے رفق ضروریات کرتے۔ بنکوں سے روپیہ نہیں ملتا نرخ نقرہ و طلا بڑھ جاتا ہے اور یہی سامان گرانی کہہ ہوتے ہیں بعض اقسام کی تجارت میں فروغ اور اکثر میں زوال ہوتا ہے

اور جب وہی سامان جنگ و جدال مبدل بصلح و امان ہو جاتے ہیں تو گرانی
اشیا بھی مبدل بارزانی ہوتی ہے۔

اسکے سوا ہندوستان کی طرح جن ملکوں میں سکۂ فقر و سی کار و راج ہے اور کونسی
ممالک کے ساتھ معاوضۂ تجارت کرنے میں سخت مالی نقصان ہوتا ہے وہی جہان سکۂ
طلابی کا عام رواج ہے کیونکہ سکۂ فقر و سی کی قیمت روز بروز کم اور طلابی کی
زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہ سامان تجارت کے سستی اور تیزی کے ہیں۔

تجارتِ ہند

اب ہم کچھ اپنے ملک کی تجارت موجودہ کا حال پیش ناظرین کرتے ہیں۔
امید ہے کہ لطف سے خالی نہ ہوگا۔ ہندوستان باوجود اپنی قدرتی زرخیزی
ہمیشہ سے تجارت کرنا رہا۔ لیکن زمانے کی رنگت کے ساتھ اسکی تجارتوں
میں عظیم تغیر واقع ہوا مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح اس ملک
کے بعض مقررہ گروہ ذات کی تقسیم کے لحاظ سے تجارت میں پشت و پشت
لگے رہتے ہیں اور جب تک کام بجز تجارت کے اور کچھ نہیں یہ مثال دنیا کے کسی
حصہ میں نہیں ہے اور اسی لئے یہاں کے لوگوں میں بالعموم حساب و کتاب
کا مذاق زیادہ ہوتا ہے۔

مار واریٹی۔ کہتری۔ کنبی۔ بنیا۔ ہندون میں۔ خوجہ۔ پورے میں
مسلمانوں میں۔ اور پارسی ہندوستان کے اقوام میں تجارتانہ مصروفیت کہتری
ہندوستان کے ہندون کی تعداد تو پانچ چھ ہیں مگر اصل میں کلکتہ

میں بہت خاص تجارتی بہت اور ہیں۔ علی الخصوص میں بہت جو روز بروز ترقی کرتا جاتا ہے۔ ترقی تجارت کے بدولت میں بہت کی آبادی بھی بمقابلہ کلکتہ و مدراس کے نہایت تیزی سے بڑھ رہی ہے اور آج اسکو جلد بلا و ہند پر لحاظ کثرت آبادی فوقیت ہے۔

ہندوستان کی تجارت گزشتہ پچاس برس میں تقریباً دو چاند کے ہو گئی ہے۔ اس کی تجارت کے چار طریقے ہیں۔ اول بحری تجارت ممالک دیگر سے۔ دوسری تجارت بنادر متفرقہ ملکی سے۔ سہری تجارت ممالک متصلہ سے۔ اور دینی تجارت مختلف بلا و ہند سے۔ ہند کی تجارت مجموعی ملانہ و ڈیڑا ربا سے زیادہ ہے۔ اور اس لئے تمام ایشیا کے ملکوں میں اسکا نمبر اول ہے بلکہ بحیثیت مجموعی انگلستان۔ فرانس۔ جرمنی۔ اور ممالک متحدہ امریکہ کے بعد تمام دنیا میں اس کا نمبر آتا ہے۔ گویا تجارت کے لحاظ سے تمام دنیا میں اسکا پانچواں نمبر ہے۔

مال درآمد و برآمد کے اوپر اور اس کے نوعیت کے لحاظ سے ملک کی اسودگی اور لیاقت سمجھی جاتی ہے۔ جس میں ہمارا ہندوستان ناقابل ثبات ہے۔ اگر درآمد مال کی مجموعی قیمت کچھ کم بیش درجہ اوسط ۷۰ کروڑ ہوتی ہے۔ اور برآمد کی زاید از ۸۰ کروڑ۔ مگر لحاظ نوعیت اسباب ہندوستان ذلیل ثبات ہو تا ہے۔ کیونکہ علاوہ ایک بہت بڑی ریشم یعنی زاید از ۵۰ کروڑ سالانہ ریشم وغیرہ کے ہندوستان سے بیش قیمت مال اور پیداوار جو زندگی کا بہت بڑا جز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً گیہوں۔ چاول۔ چائی۔ شکر۔ قہوہ۔ میوہ۔ روئی۔ سن۔ زردغنی۔ چمڑا۔ ساکو۔ اون۔ تیل۔ نیل۔ گندک۔ ریشم۔ افیون۔ سونا۔

چاندی - لوہا - کوئلہ - موتی - وغیرہ - اسکے معاوضہ میں جو کچھ مہکوتا ہے وہ بہت کچھ عطاے توبقائے توجتہم کا مصداق ہوتا ہے - مثلاً روئی سے کپڑا بنکر آگیا - لوہا گیا اوزار و کل وغیرہ لگے - غرض یہاں سے سامان اشیاء ہم پھونچاے جاتے ہیں اور وہاں سے پھر ہمارے لئے تیار شدہ چند گنتی قیمت پر واپس آتے ہیں - اسکے سوا کچھ مصنوعی ہاتھی گڑ بڑے - کھلونے - جہاز فائرس کرسی - میز وغیرہ آرائشی و لفریب چیزیں آتے ہیں - غرض ہندوستان سے سامان حفظ روح و روان اور انگشتان وغیرہ سے اسباب آرائشی جسم و مکان جاتے آتے ہیں - بہین تفاوت رہہ اذکجا ست تاکجا -

ہندوستان کی تجارت بحری میں ساٹھ فیصدی انگلستان کا حصہ ہے - بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ - اس کے بعد چین - امریکہ - فرانس ہیں اور ممالک سے تجارت بحری ایسی نہیں ہے جو قابل ذکر سمجھی جائے -

ہندوستان کی جو تجارت سرحدی ممالک متصلہ سے ہوتی ہے - یعنی افغانستان ایران - بخارا وغیرہ سے اس کا شمار بھی بہت خفیف ہے - کیونکہ راستہ نہایت ٹھکرا گزرا ہے - سرحدی اقوام اکثر فعل آمد و رفت رہتے ہیں - علاوہ براین ان ممالک میں باسٹنمای افغانستان اس کا رعب و اب روز افزون ترقی پر ہے اور اس کے مصنوعات بہ نسبت ہمارے زیادہ فروخت ہوتے ہیں - کابل کی راہ سے جو مصنوعات انگریزی روسی عملہ ارمین پہنچتے ہیں او سپر محصول بہت لگایا جاتا ہے ہندوستان میں مونوپولی سے نقصان رعایا بہت ہے - جس طرح

تجارت کو خود اہالی انگلستان اپنے ملک اور دیگر ممالک میں مذموم قرار دیتے
ہیں افسوس ہے کہ اوس کا عمل درآمد اب تک تیری کے ساتھ گورنمنٹ کر رہی ہے
انیون جو کروڑوں روپیہ کی ہر سال پین وغیرہ جاتی ہے اوس کی کاشت اور فروخت
بدون اجازت خاص گورنمنٹ کے نہیں ہو سکتی۔ علی ہذا ملک وغیرہ۔
ہندوستانی گھوم تمام ویسٹ میں پسند کیا جاتا ہے اور بڑی کثرت اور عت
سے اس کی ترقی گزشتہ پندرہ برس میں ہوئی ہے۔ مگر یہ تعجب کا مقام ہے کہ ۱۲
فیصدی کوڑا کرکٹ نکلتا ہے۔ جس سے تجارت میں سخت نقصان ہوتا ہے۔ سہہ
اگر امریکہ کی طرح صفائی کا لگانا کیا جائے تو خرید و فروخت میں آرام و فائ
ہو۔

مٹا نو نیکے جوش و خروش کی سچی تصویر

راقم مضمون کی صرف ذاتی رائے نہیں ہے کہ عروس ہندوستان کی دل فریب صورت کو بدنام اور قابل نفرت بنانے کی نہایت کارآمد و موثر تدابیر میں ایک یہ امر بھی شامل ہے کہ باشندگان ملک اس فیاضانہ تعلیمی پالیسی کے استفادے سے بے لطیف انجیل رو کے جاہلین جسکا حامی انسان دوست لارڈ بلینٹن سیکلے تھا اس خیال کو عملی اثر پہنچانے کے لیے مختلف صورتیں اختیار کی گئیں۔ کبھی صاف صاف ہائی ایجوکیشنل پالیسی پر نکتہ چینان ہوین کبھی دیگر زبانوں کے ذریعہ سے تحصیل علوم جدیدہ کا خیال دلایا گیا۔ اور بعض اوقات سنسکرت اور عربی زبانوں کی لالچ و لاکر اعلیٰ انگریزی تعلیم سے محروم رکھنے کی فکر ہوئی۔ جب دیکھا گیا کہ ہم اپنی نادانی محسوس کر چلے ہیں تو ایک جداگانہ سطح لایا گیا جو فی الواقع ایشیائی اور مخصوص ہندوستانی طبائع کے مناسب حال تھا۔

یعنی ہمارے علوم مذہبی کی اشاعت کی گئی اور زور دیا گیا کہ انگریزی تعلیم نے تدبیر اور الذہن ہی کی اشاعت کی ہے اور وہ ہندوستانی جو اس طریقہ تعلیم سے جدید زندگی میں درآئے ہیں اپنے مذاہب پر یقین نہیں رکھتے۔

ایک مہربان و خدا ترس بزرگ برادران اہل ہندو کے مقدس شاستروں کے دعوے

اور قدیمی آریا اقوام کی علوم و ترقی کے حامی پیدا ہوئے اور نصیحت خرابی کے زمانہ حال کی تعلیم مکر و گمراہی پھیلائی ہوئی ہے۔ دوسرے صاحب نے مسلمانوں کی اعلیٰ انگریزی تعلیم کے منصوبہ کو اس کاہل و جیلہ جو قوم کو ایک مذہبی یونیورسٹی کا خیال دلا کر سست کرنا چاہا۔ مگر شکر صد شکر کہ عزیز سر زمین ہند کے رہنے والے روز بروز ان دو ستانہ نصاب و تدابیر کی اصلی تہ کو پہنچتے جاتے ہیں۔ اور ان انسانی شائستگی کے مخالف حضرات کی ناکامی ترقی کرتی جاتی ہے۔

ایسی حالت میں کہ ایک مقاصد کو ماترنا کامیابی ہو ہی نہیں سکتی کسی باریک خیال مذہب کی (چاہے فوری اثر نہ دکھلائے) ضرورت تو قیام ہی جو پوری ہو۔

یہ دیکھ کر کہ ہمارے ہندو بہائی ایک یا دو پریسڈنٹس یونین مستعد بہ حیثیت تعلیم کو پہنچ گئے ہیں اس لئے اب تعلیمی معاملات پر بحث و گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے شاید کہین اور ولولہ نہ پیدا ہو جائے۔ اور یہ کہ ہندو ستان کے پوشیل سواد میں روز افزون ترقی ہو رہی ہے پس ضرورت ہے کہ ہندو ستان کی ملکی حالت میں دوا می موافق مطلب تغیر پیدا کیا جاوے ولایت کی ہفتہ وار لوگ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا رہتا ہے کہ ہنگو مالک غیر بین مذہبی و پوشیل ترقی کی کامیابیوں کی جانب متوجہ کیا جاتا ہے اور انہیں مباحث کی دلچسپی پیدا کی جاتی ہے۔ افریقہ میں وسعت مذہب اسلام۔ ترکی کی پوشیل شکل حالت۔ جاپان و تبت کے مسلمانوں کے تجارتی اقتدار۔ اور مصر و خطلوم کی باہمی عید گین کو ہمارے معروض خیال و گفتگو کے اصل مضامین بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

اور صرف اس خوشگوار نتیجہ کا انتظار ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی پویشکل حیثیت بالکل جداگانہ قائم ہو۔ انکے مباحث کچھ اور ہی ہوں۔ وہ اسی ملک میں رہیں۔ یہیں کے قانون تعزیرات سے سزا پائیں۔ یہیں کا غلبہ نوش کریں۔ ٹیکس ادا کریں۔ اور یہیں کے عد کالے آجی، کہلائیں۔ مگر خیالی طور پر اپنے کو کہیں اور کا باشندہ خیال کریں۔ جو اے حب الوطنی ادن کے دلونے دور رہے۔ اور انکے مقاصد مستثنیٰ ہو جائیں تب اس وقت ہندوستان کے ساتھ ان دوستانہ خیالات کا اتمام ہو سکتا ہے۔

اس میں شک نہیں ہے کہ اگر ہم اس دانا دوستی کے راز ہائے پنهان کو عیان کریں تو خوف طوالت مضمون کے علاوہ اس بات کا بھی خیال ہوتا ہے کہ جو لوگ اب تک اس مضر ذہانت سنی آفرینی۔ اور پر پیچ بندش کو نہیں سمجھتے ہیں کتنے چینی میں جلدی کریں گے۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم انہیں دو ٹوٹ کر یونائیٹڈ سروس میگزین کے راقم کو بھی شامل کریں۔ اور جو کچھ اس بیچارے نے غلط تشویش و خفقان میں خاصہ فرسائی کی ہے واقعات و حالات عالم پر متوجہ کر کے اوسکا خوف رفع کریں۔ ٹیک ہادی کے پیرائے میں مذہب اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کوئی نئی بات نہیں ہے۔ مسٹر دلفرڈ

لے اس شخص میں آئندہ ایک سلسلہ شروع کیا جاوے گا۔

لے صاحب مدد و کوسیلون اور ہندوستان کے اکثر خصوصین پاسنامہ مسلمان آبادی کی غرض سے مذکور کئے گئے تھے اور اپنے مدرسۃ العلوم اسلامی علی گڑھ کی تعلیم کو ہماری ضرورتوں کے

اپنی کتاب ”فیوچراف اسلام“ میں گورنمنٹ ہند کو مخصوص دہلی اور پنجاب کے غریب مسلمانوں کی طرف سے ہوشیار کرتے ہیں اور عموماً اوکو خوف ہے کہ ”انہیں بھجنسی پالی جاتی ہے جو کسی دوسری ہندوستانی قوم میں نہیں ہے“ اور یہ لوگ تاج کو جانتے ہیں اور دنیا کے ہر ایک حصہ کے ہم مذہبوں سے سلسلہ پیام و سلام رکھتے ہیں“

یونائٹڈ سروس میگزین“ میں لکھنے والا بھی ”جو بہادری اور پرہیزگاری و نفس کشی سوڈان کے ورثوں نے ظاہر کی“ اور جس سے ”اونکی مذہبی سرگرمی کا اظہار کافی طور سے“ ہوتا ہے۔ نہایت خوف زدہ اور مضطرب ہے اسلئے اوسکی تسکین خاطر کے لئے ”سب علیہ مایوں کو تاکہ لازم ہے کہ متحدہ اور متفقہ کوشش سے کل مسلمان سلطنتوں کو قوت جنگ سے محروم کر دیں“

زمانہ حال کی اسلامی حکومتیں تاریک و ریاسے تنزل میں بلکل غرق ہو گئی ہیں اور عام طور پر اوسکے سراوہار نے کاخیا قابل مضحکہ شاکر کیا جاتا ہے۔ کسی ایک اسلامی ریاست کا ترقی یافتہ عیسائی ریاست سے مقابلہ قریب قریب نہایت مشکل ہے۔ کیونکہ بقول ہمارے لایق ایڈیٹر کے ”کہ اس واجب الرحم قوم کے پاس آلات جنگ ہیں نہ جنگی جہاز۔ نہ علم جنگ سے واقف نہ روپیہ ہے نہ زمانہ موجودہ کے علم و فنر“

۴ لحاظ سے کافی بتا کر ایک مذہبی اسلامی یونیورسٹی کے منصوبہ کی طرف ہماری کوششوں کو جوڑا گیا تھا۔ اور چونکہ یہ کام کوشش و تدبیر و استقلال کا تھا۔ اسلئے پورا ہوا۔ افسوس!۔۔۔

۵ شاید انہیں نیک نیت ہم مل۔ اور انسان و اسلام دوست عیسائی سلطنتیں ملا امتیاز فحاطت کی

سے آگاہ۔ لفظ یہ ہے کہ تعصب و بھالت کسی مفید شے کے حاصل کرانے کے اجازت
 نہیں دیتا۔ اسکے علاوہ ابتدائی ترقی اسلامی کے زمانہ میں تمام مسلمان اتحاد کے ساتھ
 ایک ہی سرزمین سے و فائدہ ملک گیری سکے جوش میں لکھتے تھے۔ کیونکہ حالت جبرافرا
 نے انہیں بجا کر رکھا تھا لیکن اب وہ اتالی جبرانی گمان ہے۔ ہر کو انکی حیثیت بجا
 کشادہ اور وسیع ہو لیکن وہ کشادگی اور وسعت فشر ہے۔ اسکو بڑے بڑے
 مسند و رن اور بیاناتی تقسیم کرنا ہے۔ اگر مسلمانوں کی ابلہ فرمایاں اور تمام
 نیالیاں نظر گرفتہ انگیز سے دیکھتے ہیں۔ اب اسمشبہ وہ تو ہی ہونیکہ ساتھ ہی شہ
 اور دانشور بھی ہیں جو ان میں اسوقت روز افزون ترقی عالم سے ناخود بین و نہ
 نے مسلمانوں کو اپنے جہازوں۔ اپنی تجارت۔ اور سب سے زیادہ اپنی اخبارات
 وغیرہ کے سامنے سبب حیثیت و ناجنیر کر رکھا ہے۔ ترکی خود تباہ ہو گئی۔ ایران اپ
 غرق ہو گیا۔ ٹیونس چل بسا۔ اور مصر کی تلواریں گئی پیکار ابکو ششش ہے۔
 کہ ابو پروم۔ اسے مردہ کا سر کاٹ ڈالا جا سکے۔

ہم نہایت سچائی سے کہتے ہیں کہ ماوہ فدا و بغاوت ہم میں معدوم ہے۔ کیونکہ
 ہمارے تاریخ کے صفحہ غیر طاعت و غلامی سے پاک ہیں۔ ہمارا سوشلزم اور پولیٹیکل
 برتاؤ جو عیسائیوں کے ساتھ ہے وہ مذہبی جواز سے ہر نہ کہ کہنے خوشامد سے
 ہم نہ توار رکھتے ہیں اور نہ مانگتے ہیں کیونکہ دوسروں نے کانگریس کے فیصلہ ایکٹ
 اسلمین ترمیم چاہی اور اس ترمیم کی مخالفت ہمارے سوا اور کسی فرقہ کی
 جس تلواریں چھین لینے کو دول یورپ استغنی کیا تی ہیں وہ بدین گذرین کہ ہیں

اب صرف قبضہ باقی ہیں۔ اور شاید اس "اسلامی جوش و خروش" پر لکھنے والے کی انہوں میں تلوار کی تصویر خیالی ہوگی جسے اسکے دلین اتنی ہیبت پیدا کی۔

ہر ایک سوچنے والے کے اطمینان خاطر کے لیے یہ امر کافی ہے کہ ٹرین کانٹیسٹیشن میں پر جوش و ذاتی نفرت یا عداوت رکھنے والوں کی راکٹیں ایک ملکی معاملے میں نظر انداز کی گئی ہیں۔ چہ جائیکہ راقم "یونائیٹڈ سوس" کی رائے (جو نہ تو ان کہی ہے اور نہ نئی ہے) جسکے عملدرآمد پر تمام دنیا کے یورپین تعلقات کو صدمہ عظیم پہنچے گا۔

یہ یہی یا اور ہے کہ ہر ایک سلطنت کے بیرونی تعلقات نرم دل اور بانگہ برون کے ہاتھوں سپرد ہوا کرتے ہیں جسے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ حشیانہ یا احمقانہ اصول پر کبھی عملی اسٹپ لینگے۔

محمد منیر حسین

بقیہ سفرنامہ نیگلہ

(گزشتہ اشاعت سے آگے)

۲۴ رمضان ۱۳۸۵ شنبہ

آج ساڑھے آٹھ کو بیدار ہوا۔ میر فیاض علی صاحب جنگو اونکے والد کی سخت علالت کی خبر آئی ہے۔ عازم ہیں کہ آج یا کل بلدہ کو واپس جائیں چنانچہ اسی وقت تار کیا گیا ہے کہ میر رضا علی صاحب استاد کی صحت سے اطلاع دین ۱۲ بجے پریوٹ سکرٹری گورنر صاحب مدراس کی ایک چٹھی آئی کہ گورنر صاحب ساڑھے چار بجے بازدید کی ملاقات کریں گے۔ بعد برک فاسٹ تین مکان کی آراستہ میز میں مصروف رہا۔ چار بجے ۳۵ منٹ پر گورنر صاحب نے کچن فوٹ ایڈیکٹنگ آفسر ساتوین ہوزارت شہر ایف فرما ہوئے۔ میں نے گاڑی تک استقبال کیا میر یوسف علی صاحب و میر فیاض علی صاحب و پنورنگم و سعید غلام رسول اسٹاف میں تھے۔ گورنر صاحب نے گاڑی ہی میں سے سلام کیا اور ٹوپی اور مارلی پولس گارڈ نے سلامی دی۔ گورنر صاحب نے فرمایا کہ نواب صاحب معاف فرمائیں مجھے پانچ منٹ کی دیر ہوئی ۵۵ منٹ نشست رہی اور ہر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور بڑے بھائی کی مزاح پر سی کی اور رخصت کی وقت فرمایا کہ میں ضلع گنجام کو تقریب دورہ ایک ماہ کے لئے سب مشنہ کو روانہ ہوتا ہوں وہاں قحط کا اندیشہ ہے اور سکا بند و بست ضروری ہے ایک ماہ کے

نیلگیری کو واپس آؤنگا اگر اس عرصہ میں یعنی میری غیبت میں ذاب
 جنرال الملک بہادر بیان آئیں تو میرا سلام کہنا اور یہ بھی کہدینا کہ تمہارے
 ملاقات کا بہت شوق ہوا آپ سال آئندہ ضرور نیلگیری آئیں۔
 صاحب مدد و نہایت ہی خلیق ہیں۔ گاڑی میں سوار ہوتے وقت
 ڈاکٹر صاحب سے بھی ایک دو باتیں انگریزی میں ہوئیں۔ مکان اور
 مقام کی بہت تعریف کی اور رخصت ہوئے۔ پھر میں نے چائے پکر
 ہوا خوری کا قصد کیا۔ میرے ساتھ سید غلام اور ڈاکٹر صاحب اور دو دیگر
 گاڑی میں اسٹاف کے لوگ پنڈیکم اور میر فیاض علی صاحب تھے۔
 سڑک ہوٹل کو جا کر واپسی کے وقت قلاب اور پو لوگر ونڈ پرست
 ہوتے ہوئے۔ بچے مکان میں داخل ہوا۔ ساڑھے سات کو اندر
 ہوا۔ سید رسول ملازم فیاض علی صاحب نیپے کی بندھی میں اسٹا
 لیکر بچے متاثر کوروانہ ہوا۔ دو بچے استراحت ہوئی۔۔۔
 اس موقع پر گورنر صاحب کی نسبت اس بات کا ذکر کرنا بیجا نہ ہوگا
 کہ یہ اعلیٰ درجہ کے حاکم صرفہ باج منسلک کی تعویذ پر بہت دیر تک
 معذرت و افسوس ظاہر فرماتے رہے۔ پس ہمارے امرا کو بھی وقت
 کر یا بندہ نہایت ضروری ہو اور تمام شایستہ آدمی اپنے اس قسم
 اور پابندیوں سے مہذب گروہ میں داخل ہو سکتے ہیں
 مرمضان ۱۳۱۲ء تک

جلد دوم حسن نمبر

آج آٹھ بجے بیدار ہوا۔ میری فاضلی صاحبہ ٹواک کے ٹانگہ میں مٹیل
روانہ ہوئے۔ اگرچہ ترشح نہیں ہے لیکن ابر محیط آٹھ بجے۔ اس مقام
پر جب ابر آجاتا ہے تو طبیعت بہت گہمراہی ہے اور نہایت ہی تنگ وقت
معلوم ہوتا ہے اور سردی بھی کثرت جو ناگوار اور مزہ ہو جاتی ہے اور
معیاسی الحاروت قریب ۱۱ بجے کے ۶۶ درجہ پر تھا۔ ۵ بجے ہم سو جاہم
ہوئیں گے مگر وہاں فرست ممبر در اس کو نسل فروکش تھے اور کل
ہوٹل گنج (بھڑاوا) تھا لہذا واپس ہو کر سٹک ہوئیں گے اور سٹارٹر
کو واپس آئے۔ ۸ بجے ڈنر ہوا۔ ایک بجے استراحت۔ آج کا تمام دن
نیلگیری کے حالات کے دریافت کرنے میں گزرا۔ بیان کا علاقہ بلکہ کل ضلع
دوسرے اضلاع در اس سے بالکل علیحدہ کیفیت رکھتا ہے کیونکہ اس علاقہ
کا بڑا حصہ پہاڑی ہونے سے پہلے کے انتظام اور کاشتکاری وغیرہ میں عجیب
دیکھپی ہے ہم آگے چلے فصل کیفیت ایک جیسے لکھ دیں گے۔

۲۶ رمضان ۱۳۸۵ و شعبہ

آج ۶ بجے بیدار ہوا۔ بیان کے بہت سے جنگلی لوگ آئے تھے۔ ان لوگوں
کے حالات اور یہ دو باش کی کیفیت دریافت ہوئی اور ان کو صومہ
انعام دیا گیا۔ ۱۲ بجے برگ فاسٹ کمایا۔ بوجہ ترشح جو کل ہوئی تھی
اور آج بھی صبح سے ہر پو پو صبح جو آج مقرر تھا ملتوی ہو گیا۔ لیکن معمولی
پو پو شام کو ہوا۔ ۵ بجے بعد سٹک ہوئیں گے کو جا کر واپس آیا آج

شب کو جنرل ہوز اور مسٹر مری رستورڈ کا ڈنر تھا۔ یہ سب صاحب وقت
تشریف لائے۔ آج کی رات ان معزز مہمانوں کے ساتھ لطف سے کٹی۔
۱۱ بجے رخصت ہوئے۔ یہ جنرل صاحب پشن یافتہ ہیں۔ ۲۶ سال
ہندوستان میں ملازمت کٹر ہیں۔ یہ قدرار دو بولتے ہیں۔ مستر برکا
سن ہر۔ آدمی نہایت خلیق و خوش مزاج ہیں۔ آج کا دن جی نیگیس کے
حالات کے دریافت میں گزرا۔

۲۷ رمضان ۱۳۱۶ شنبہ

آج بجے بیدار ہوا۔ صبح میں کچھ ترشح بھی ہوا۔ تمام دن ابر گھرا ہوا
آفتاب نظر نہ آیا۔ سردی خوب تھی گویا لندن کا سادن تھا۔ برک فاسٹ
پر جنرل ہوز اور مسٹر مری آئے تھے اگرچہ مسٹر وڈ کی بھی دعوت تھی
لیکن صاحب مذکور ایک فوجدار ہی مقدمہ کے جوری (پنجابت) میں
شریک تھے اس لئے نہ آ سکے۔ بعد غذا سے صبح ہم سب لوگ مع دعوتی
اشخاص اوس کارخانے کے دیکھنے کو گئے جہاں بیڑ (شراب) بنتی ہے۔ یہ کارخانہ
ایک وسیع احاطہ میں جسکے اطراف دیوار گھری ہوئی ہے واقع ہے۔

کارخانہ کا مینجرو ایک نوجوان خلیق آدمی ہے اور وار ہی مینجرو
بالکل مداف کرتا ہے۔ گاڑی تک استقبال کیا۔ پہلے ہم کچری میں گئے اور وہاں
سے ایک مشین (کل) دیکھی جو نلی کے ذریعہ سے جس قدر بانی آتا ہے اس کو
صاف کرتی ہے۔ نلی کے ذریعہ سے ایک چکر دایرچ میں سے پانی کی

دہارین باریک باریک مثل خوار کے کرتی ہیں۔ اس کے نیچے چوبی ٹاٹا (کڑا کٹڑہ) دہرا ہوا ہے پانی اس میں جمع ہوتا ہے اور دوسرے مشنوں کو بہا کر جاتا ہے اور پھر کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ مکانات کا رخانہ نہایت وسیع اور عالی شان ہیں ہم بیان سے اس مشین میں کونسا جہان چوکا ہوسے ایک آدمی ہزاروں من اس اکل کے ذریعہ سے صاف کرتا ہے۔ اس مشین میں جو ڈال دی جاتی ہے۔ اندر والے رولر کے ذریعہ سے پوست علیحدہ ہو جاتا ہے رولر کے اطراف آہنی جالی ہے جس میں سے ہوسہ نکل جاتا ہے اور جو صاف ہو جاتی ہے۔ وہاں سے ایک کو ٹھہ میں گئی یہ مکان ایک جھڑنا شکل پر ہے مگر اس قدر طویل ہے کہ چار سو آدمی مقابل یک دگر ڈنر میز پر بیٹھ سکتے ہیں یہ انج کا گودام ہے۔ یہاں جوٹے خریدنے والے ہار کئے ہوئے ہیں۔ پنجاب ممالک مغربی و شمالی اور خاص نیلگیر می وغیرہ ہر ایک ملک کا جو بھرا ہوا ہے ہیکو ہر ایک قسم اور ہر ایک ملک کے جوٹوں کو ملائے گئے۔ یہ مکان ڈونلو ہے یہاں سے ہم پندرہ زینہ اوپر کے درجہ میں گئے۔ یہ بھی اتنی درجہ کا کمرہ ہے۔ اس عمارت کے ستون اور چہت کل آہنی ہیں۔ ایک جانب آہنی حوض ۲۰ گز مربع اور ۵ فٹ ۶ انچ گہرا ہے۔ یہاں جو بھرے جاتے ہیں اور کھنڈ و کچرہ ڈال دیا جاتا ہے۔ ایک جانب ۲۰ گز طول اور دس گز عرض کا ایک چھوٹا سا مکان ہے۔ اس کے تھہ میں تمام آہنی باریک باریک جالی ہے اور سپر جوٹ ڈال دیتے ہیں۔ اس سے تیسرے درجہ میں گئے۔

اندر چولہہ ہے جب اوس میں آگ روشن کرتے ہیں تو یہ تہہ جو اوس چلنی دار تہہ پر
 جھوٹی جاتی ہے اور پھر اوس جال کے روزنوں سے نیچے کے درجہ پر گرتی ہے
 اور یہاں حسب ضرورت بریان ہو کر نکال لی جاتی ہے۔ اس نیچے کے درجہ
 کی جال بہت باریک ہے تاکہ چولہہ میں نہ گر پڑے۔ ہم یہاں سے اوتھر
 چولہہ کے تھہ خٹنے میں لگے۔ زمین کے اندر بذریعہ زینہ کوئی ۵ فٹ
 اوترا ہوتا ہے۔ یہاں آہنی کشتیاں ہیں جس میں آگ روشن کی جاتی
 ہے۔ الغرض یہاں سے نکل کر ہم اب اوس بالا خانہ پر لگے جہاں پیر بنتی
 ہے۔ اس مکان سے اوس مکان کو جانے کو ایک چوبی پل بنا ہوا ہے یہاں
 ایک مشین ہے اور اوس پر ایک چوبی حوض بنا ہوا ہے جس میں بریان شدہ
 ڈالتے ہیں اور جو چرمی خرطوم کے ذریعہ سے اوس مشین پر گرتی ہے یہ
 مشین ایک ایک ہاتھ دو دبیز رولرون سے ملا ہوا بنا ہوا ہے اور اوس
 اوپر ڈھالو ایک گز طول اور آدھا گز عرض باریک باریک تار کی تختی
 سے یہ ہے۔ جو اسی پر سے رولرون پر گرتی ہیں اور تاروں کے گنر
 یہ دونوں رولرون سے اگر اور کچھ کچھ رہ گیا ہو تو وہ بھی صاف ہو جائے
 جو کوب ہو جاتی ہے۔ ایک چکر کھاتے وقت رگڑتے ہیں جن میں
 کسی وجہ سے اس پر ہاتھ رکھا نہ جائے۔ یہ وقت اوسکا انگوٹھا چور چور ہو گیا
 بہر حال یہاں جو نیم کوب ہوتی ہے اور پانچ خرطوم چرمی کے ذریعہ سے

میں جاتی ہے۔ اس کے نیچے کے درجہ میں دو حوض بہت بڑے بڑے تھے
دو فٹ عمیق بنے ہوئے ہیں۔ یہاں یہ جو تر ہوتی ہے اور دھوئی جاتی
ہے۔ اس کے بعد ایک بہت بڑا چوبی برج بنا ہوا ہے جس میں جو کچھ ہر
اور یہ تمام کام بلا زحمت ان ان کلون کے ذریعہ سے نکلتا ہے صرف ایک
آدمی کی ضرورت ہوتی ہے یہاں اوسکا شیرہ نکلتا ہے اور نلیوں کے ذریعہ
سے چوبی صندوق میں جو بطور جھروں کے بنے ہوئے ہیں آتا ہے اور یہ
خمیر ہوتا ہے۔ دو صندوق دیکھے گئے بادی النظر میں معلوم ہوا کہ رُوئی سے
بھرے ہوئے ہیں مگر حقیقت میں کف تھا جو اد سپر آگیا تھا اور بو بھلی دھڑ
سے نکل رہی تھی۔ سیچ کا بیان ہے کہ ایک وقت ایک صندوق جو اسی
وقت شیرہ سے خالی ہوا تھا اوس کے صاف کر کے کئی غرض سے ایک
آدمی اوس میں اترتا تیزی بڑے سے بیہوش ہو گیا اور دو آدمی جو اوس کو
نکلنے گئے تھے وہ بھی بیہوش ہو گئے تھے اور وہ تینوں فوت ہو گئے۔
اس مکان میں ایک چھوٹا سا کمرہ ہے یہاں ہترامیٹر اور بہت پیمائشی کا
کے اوزار میٹر پر رکھے ہوئے تھے اور ایک سلیٹ کی تختی پر دو چھنی
چھوٹے چھوٹے پیالہ میں جس میں شیرہ بھرا ہوا ہے اور صندوقی رنگ کا
کچھ در و آئینہ اوسی سے امتحان درستگی خمیر اور شیرہ کا کیا جاتا ہے سب کے
بیچے کے مکان میں انجن تھا جس کو سبب سے یہ سب اوزار کام کرتے ہیں
ایک آہنی چھوٹا سا حوض ہے جہاں نلیوں کے ذریعہ سے شیر تیار شدہ جمع

ہوتی ہر اور ٹوٹی کے ذریعہ سے سپون میں بھری جاتی ہے۔ یہاں سے ہم لوگ گودام میں گئی پہلے کمرہ میں دو چار آدمی شیشون کو جس میں پیر بند تھی لاکھ کی مہر اور اسپر نفروسی نکڑا اور کارخانہ کے مارک کے چٹپان لگا رہے تھے۔ دوسرے کمرہ میں تمام شیشہ پرال کی گلاس میں تھتہ تھتہ دہرے ہوئے تھے چونکہ یہاں چار قسم کی شراب اور ترقی ہے جو مختلف قسم کے غلہ بنی ہے۔ اس کے ہر ایک قسم کے شیشون کا ذخیرہ علیحدہ علیحدہ لگایا گیا ہے اور ہر ایک قطار پر چوبی چھوٹی سی تختی پر قسم شراب کی لکھی ہوئی ہے سچ میں ایک چھوٹی سی مسند پر پانچ چھ گلاس ایک کشتی میں تھے۔ منیجر نے ہر ایک قسم کا شیشہ کھول کر ایک ایک گلاس بھر کے تو اضع کیا بعضے ہر امیون نے بعض بعض کا ذائقہ دیکھا۔ یہاں کا قاعدہ ہے کہ جو شخص دیکھنے آئے اسکو یہاں کی تیار شدہ شراب کا ذائقہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے پہلو میں ایک دوسرا حجرہ ہے اس میں تمام پیسے ب پیر سے بھرے ہیں ایک ایک مینا قدامت برابر ہے اور تمام لوہے کے پڑے پر رکھے تھے تحفہ نایا سے سو پیسے ہو کر معلوم ہوا کہ بحساب اوسط ہر ماہ کچیس پیسے پیر تیار ہوتی ہے۔

ہم یہاں سے اس مقام پر گئے جہاں بذریعہ کل دفانی پانی بادلی سے نکالا جاتا ہے۔ اس تمام کارخانہ میں پانی کی بہت ضرورت ہے اس کے بعد اس مکان میں گئے جہاں شیشہ صاف کئے جاتے ہیں اور پرال کے خلاف شیشون کے لئے تیار کئے جاتے ہیں یہاں سب عورتیں کام کرتے ہیں ہم یہاں سے ایک

سفاٹنی ڈھالیا میں گھر۔ یہاں پیسے بنائے جاتے ہیں کاریگر تمام اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ لکڑی ایک طرف چھپی جاتی ہے اور ایک طرف خرد ہونے میں اور ایک طرف پیسہ کی معیت بنائی جاتی ہے اور اوسپر لوبے کے کٹ چڑھائے جاتے ہیں یہاں عجیب لطف ہر دو آدمی ہاتھوں میں تھوڑے لئے ہوئے یکے بعد دیگرے گھوم گھوم کر اوس کٹ کو ٹھوکر تھپتھپتے۔ یہ لوگ اتنا گھومتے ہیں کہ اگر دوسرا کوئی شخص ایسا کرے تو پکر کھا کر گر جائے۔ ایک جائے خالی شدہ پیسے دھوئے جاتے ہیں اور کہیں اوزار صاف کئے جاتے ہیں اور کہیں کارک (ڈانٹ) بنائے جاتے ہیں اور کہیں چوبی و بنیر تپتے (جس سے پیوں کے روزن بند کئے جاتے ہیں) بنتے ہیں اس سے تھوڑے فاصلہ پر منیجر کا مکان نہایت خوبصورت وضع دار بنا ہوا ہے جس میں گلکاری بہت ہے۔ دیوار کا پول سنخ رنگ بنا جب تا بڑا دکھایا گیا ایک کمین نیلگیری میں نظر نہیں آیا وہ قریب قریب سوج مکھی کے پھول کے تھا۔ جب ہم گاڑی کی طرف چلے تو کارنانہ کا آدمی ایک کشتی میں کچھ بناتاتی قسم کی ایک شے لایا جس کی شکل سنا کے پتہ کی تھی اور نیم کوفہ تھی۔ یہ جو کے ساتھ بیٹر کی تیار میں شامل کی جاتی ہے اور اوسکا بیان تھا کہ اگر اسکو نکلیے میں بھر لیں اور سر ہانے لگو سو میں تو نیند جلد آ جاتی ہے اسکا چکھ کر ذائقہ بھی دیکھا گیا۔ ہم منیجر سی رخصت ہوئے اور سید ہے سک ہوٹیل گھر بلیر ڈروم عالی تھا میں نے

ڈاکٹر صاحب کے ساتھ دوبار می کھیلا اور ایک بازی جنرل ہوز اور ہیکر ہوئی۔ ۶ بجے بیان سے جنرل رخصت ہوئے اور ہم بیان سے ایک پارٹی کی شاپ کو گھر جہاں چینی کے برتن اور جو اہر وغیرہ اسباب متاقرب ہزار روپیہ کے اسباب خرید اگیا پونے سات کو گھر آئے ۸ بجے ڈنر کھایا جوہر گشت امر دزدہ طبیعت مضحل رہی دس بجے آرام کیا۔ آتشہ اینک کر رہی رہی روشن تھے۔

۲۸ رمضان سن۱۳۱۰ چار شنبہ

آج ۷ بجے بیدار ہوا۔ آسمان نہایت صاف ہوا اور دھوپ بہت تیز سے پڑتی ہر سردی کم ہر معیاس الحارۃ ۶۷ درجہ حر - ۱۲ بجے سر چائیس آرہتہ نٹ کما نڈار نجف مدراس پرسپیڈ لنسی باز دید کو تشریف لائے۔ ہمراہ کپٹن رسل ریڈی کا ٹکٹھے ۱۲ منٹ ملاقات رہی بعد رخصت برک فاسٹ کھایا پونے چار کو مین مع ہمراہی تالاب والی سڑک پرسیر کو گیا جہاں آج شرط اور اسپورٹ تھی۔ سڑک کے کنارے واسلے ٹیلہ پر ایک چوٹا سا میاں لگا تھا جس میں چای و میوہ جات تھے اور بہت سی لیدیاں اور جنٹلمین بھی موجود تھے۔ پہلی شرط پون میں کی تھی جس میں ۵ گولڈر تھے اسکے بعد ٹینٹ پیگنگ (نیزہ بازی) ہوئی اور پھر ڈبل ٹینٹ پیگنگ اور یا بو پر سوار ہو کر ٹینٹ پیگنگ ہوئی بعد اسکے لیدیز سیرس (عمورتون کی گھوڑ دوڑ) اس میں ۵ لیدیز تھے اور شرط ایک میل کی تھی

جب یہ لیڈنیز اپنے گھوڑوں کو تراٹ چھوڑتے تھے تو عجیب لطف معلوم ہوتا تھا۔ بعد اٹھ یا بونکی شرط تھی ہر ایک کو دو دیا ہوتا تھے اس شرط میں یہ سامان تھا کہ نصف میل تک دوڑ جائیں وہاں پر ہر ایک سوار بدلے اور دوسرے گھوڑے پر سوار ہو کر نہایت زور سے وینگ پوسٹ (مقام جیت) تک آئے جو آگے بڑھ گیا وہ انعام پائیگا۔ اخیر شرط ایک میل کی تھی اس میں میرا یاد بھی تھا۔ غرض تمام شرطیں وینگ پوسٹ کا انعام یورپین کی ملائیم شرطیں ختم ہو چکیں تو اس شدت سے گھٹا چھائی کہ پناہ بخدا اس وقت کا تمنا قابل دید تھا لیڈنیز اور جنٹلمین اپنی اپنی سواری کی تلاش میں تعجب انگیز گھبراہٹ کے ساتھ دوا دوش کیے تھے ہم اپنے گاریوں میں سوار ہوئے اور سیدھے مکان چلے راہ میں ابراس قدر بچا جاتا ہوا ملا کہ گویا ہماری گاری میں سے جاتی تھی ہاتھ پاؤں تنخ ہو رہے تھے مکان پہنچے تک پانی نہ برسا سنبھلے تقاطر شروع ہوا۔ اٹھ بجے ٹنر کھایا۔ شب میں دو بجے تک ترشح ہو رہی تھی ساڑھے دس بجے آرام کیا۔

اب میں حالات نیلگیری حسب وعدہ ذیل میں بیان کرنا ہوں اس کے مطالعہ سے غالباً ہمارے ملک کے فوجیوں کو لطف آئیگا اور پھر ملک کے انتظام میں ان حالات سے مدد لین گے۔

نیلگیری
عام کیفیت

تھوڑے دن پیشتر تک ضلع نیلگیری صرف پہاڑی حصہ میں محدود تھا جس کے مختلف مقاموں کی بلند سی چہ ہزار فٹ سے لیکر قریب نو ہزار فٹ تک ہر حال میں انتظامی نظروں سے ظاہر کا کچھ حصہ جو دنیا دکھاتا ہے نیلگیری میں شامل کر دیا گیا۔ اس حصہ کے شامل ہو جانے سے نیلگیری کے رقبہ اور آبادی اور آمدنی اور حدود و اختیارات میں وسعت ہو گئی۔ چنانچہ ۱۹۱۰ء کی مردم شماری سے جو آخری مردم شماری دکھلاتی ہے مجموعی ضلع نیلگیری کا رقبہ ۹۵۰ میل مربع اور آبادی ۹۱۰۳۴ ہے۔

جسٹہ افیہ طبیعی

ضلع کی توسیع کو پہلے یعنی اصل نیلگیری تو کوہستانی دیواروں سے متصل کے گھرا ہوا تھا جو اس کے نام سے مفہوم ہوتا ہے۔ اس سنگین پہاڑی چاروں طرف کے اندر چوٹی چوٹی پہاڑیاں گہاس اور جنگل سے ڈھکی ہوئی ہیں۔ ان چوٹیوں کو جو جابجا دکھلائی دیتے ہیں یہاں کے لوگ شولہ کہتے ہیں۔ سطح پہاڑ نہایت غیبی سطح ہے۔ پہاڑی کا ڈھال بالکل غیر مساوی ہے۔ کمین اکبار کی نشیب اگیا اور کمین رفتہ رفتہ نشیب و فراز واقع ہوا الغرض کل ان نشیب و فراز کی اوسط مقدار چہ ہزار فیٹ بلند ہے۔

نشیب میں ایک جانب میسور اور دوسری جانب وینا کی زمین ہے جو سطح آب سے دو ہزار اور تین ہزار فیٹ تک بلند ہے۔ جس سے نیلگیری کے دو حصہ ہو گئی ہیں اور بیچ میں ایک دریا بہتا ہے جسکو مویار کہتے ہیں۔

جنوب مشرق کے دامن کوہ میں پہلے جنگل تھا مگر اب تھوہ کے باغات روز افزوں ترقی کے ساتھ ہیں۔

اس پہاڑی ضلع میں چھ گھاٹ یعنی راستہ ہیں جن سے قرب و جوار کے شہروں سے آمد و رفت رہتی ہے۔ ان میں سے چار راہیں مکمل ہیں گاڑیاں آتی جاتی ہیں خصوصاً کنور کی سڑک سب پر فوقیت رکھتی ہے۔ موہار کے سوا اور زمینیاں بھی قرب میں واقع ہیں یعنی بھوانی کا لیکٹا۔ ضلع میں تالاب تو چھوٹے بڑے کئی مگر قابل ذکر ایک ہی ہے جو اگٹمنڈ میں تفسیرج و دچپسی کا مرکز ہے۔ اسکے گرد ایک وسیع سڑک گھوڑوں پر سیر و تفریح کے لئے ہے۔ میں نے اسی تالاب میں ایک کشتی خرید کر چوڑا ہے اور اپنے ایام قیام میں شام کے وقت نہایت لطف سے اس میں تفریح و سیر کرتا رہا۔

جنگل تو یہاں بہت ہے مگر بعض نشیبی مقام میں ساگوان وغیرہ شہتیر کر قابل درخت ملتے ہیں۔ گورنمنٹ کے صیغہ جنگلات کو اس سے بچاؤ ہوا روپیہ سالانہ کا فائدہ ہے۔

تفسیرج طبع و سایل حسب مذاق اہل شوق یہاں کثرت سے ہیں منجملہ دیگر جنگلی جانور۔ شیر۔ چیتا۔ ریچھ۔ وغیرہ۔ مگر شکاریوں نے یہاں وہ مسلسل طبع آزمائیاں کیں اور ان جنگلی خوفناک جانوروں کو نیست و نابود کرنے کا اس گرمی سے لگاتار سلسلہ باندھ دیا کہ چند ہی روز میں جانوروں کے سلسلہ کے ساتھ شکاریوں کے آئندہ مشاغل کا تار ہی توٹ گیا۔ مگر گورنمنٹ

نے دیکھا کہ اگر یہی شب و روز رہیں گے تو لوگوں کی تفریح ہی جاتی رہے گی اس لئے دس برس کا عرصہ گزرا کہ جانوروں کے موسمی حفاظت کا اعلان دے دیا۔

تاریخ

ان فن ووق پہاڑیوں کی کوئی ابتدائی تاریخ نہیں ملتی اگرچہ پانچ قسم کے پرانی قوموں کی یہاں آبادی ہے۔ ان جنگلیوں کی کچھ ایسی حالت تھی اور اب تک ہے کہ ان میں کوئی زبانی شہادت قدامت کی ایسی موجود نہیں جو پایہ صداقت کو پہنچے۔ منجملہ ان اقوام کے ایک قوم لوڈا ہے جسکو یہاں کے اصلی باشندے ہونیکا دعویٰ ہے مگر بلا ثبوت۔ اور تحقیق سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اونکا دعویٰ غلط بنیاد پر ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ان میں سے کسی نے کبھی حکومت کی تھی۔ مگر اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نواب حیدر علی بہادر نایک کے زمانہ حکومت میں سور کے سورس پہلے نیل گری پر تین راجہ تین مختلف زمانہ میں گزرے جنکی گڑھیان اب تک پچھلی عظمت کا کچھ نشان تیار ہی ہیں۔

دو سترہویں صدی میں نیلگری میور کے زیر اقتدار ہو گیا۔ اور نواب حیدر علی نے اپنے سلسلہ فتوحات میں عنان غزمت نیلگری کی طرف پیہری تو منجملہ تین گڑھیوں کے ہولی کلدرک اور ملیکوٹا پر قبضہ کر لیا۔ ان دونوں ضروری ناکوں پر قبضہ کر لینے سے کومیتور اور ملایالم پر بھی قبضہ ہو گیا اور اس طرح مضبوط ہو جانے پر پہاڑی اقوام کو بہت کچھ زبردستی حاصل کرنا پڑا

کیا اور جب ٹیپو سلطان نے ادھر نظر اٹھائی تو بقول شخصی کہ اگر بدر نتواند
پہ تمام کند بقیہ میسری گر ہی پر ہی قبضہ کر لیا۔

انگریزوں میں پہلے پہل ۱۷۸۱ء میں محکمہ پیاپیش کے دو افسر سٹر کینز
سٹر میک بنظر تحقیقات آئے۔

پانچ برس کے بعد اور دو انگریز اعلیٰ ملازم متعلقہ سول سروس مدراس چورون
کے تعاقب میں کوٹ گڑھی کو راہ سے پہاڑ پر چڑھ آئے اور وہاں آئے پر
حسب اتفاق ان کو معلوم ہوا کہ یہاں کی آب و ہوا یورپین ممالک کے موافق ہے

خدا کے دیں کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیغمبری ہو جائے

چنانچہ دوسرے ہی سال سٹر سلیون کلکٹر کو متور نے گورنمنٹ مدراس کا خیال
انگنڈ کی جانب ملتفت کیا۔ اور ایک سال کے بعد انہیں نے پہلا انگریزی وضع کا
مکان انگنڈ میں بنایا۔

آثارِ قدیمہ

یہاں کے آثارِ قدیمہ میں قدیم زمانہ کی گڑھیاں اب تک موجود ہیں جو یہاں کے راجاؤ
نے اپنی حفاظت اور حکومت کے لئے تعمیر کی تھیں۔ قوم لٹوڈا کے مقابر بھی
موجودہ وضع کے پاسے جاتے ہیں اور بہت سی قبریں کہو دکھو دکھو نکالے گئیں
جن میں سلمان جنگ۔ ظروف مسی۔ زیورات۔ ظروف گلی وغیرہ پائے جاتے
ہیں۔ ان مدفون یا دفینہ اشیاء کے موجودہ اقوام میں کوئی دعویٰ نہیں ملتا

جس سے اوزکی قدامت بہت معلوم ہوتی ہے۔ حال میں ایسے مقابر چائیس
کھودے گئے ہیں۔

مردم شماری

۱۸۴۸ء میں اس ضلع کی مردم شماری ہوئی۔ جبکہ ۱۷۰۵۷۷ تعداد تھی اسی
وقت ضلع کا رقبہ ۲۵۰ میل مربع تھا۔ ۱۸۸۱ء کی مردم شماری بحیثیت مجموعی
۹۱۰۳۴۲ جوڑی جو ۲۱۵۹۰ مکانوں میں آباد تھے انہوں نے تقسیم مذہب کے
۷۸۹۷۰ عیسائی ۸۴۸۸ مسلمان ۳۵۳۱ دیگر مذاہب ۲۲۰۰ ہندوؤں کی
تعداد میں پٹاری اقوام بھی شریک کر دیے گئے ہیں۔ اس ضلع پر کیا مختصر
تمام مدارس میں عیسائیوں کی کثرت ہے خاص کر فرقہ رومن کتھولک ہیں کچھ بڑا
قن ہر سال میونسپلٹی کے باغوں میں کام کرنے کو آتے ہیں اور اگر چہ
حصہ واپس جاتا ہے مگر تاہم ایک معقول حصہ پیشہ میں کا قیام اختیار کر لیا
اکٹھنڈ کی آبادی ۱۲۳۳۵ ہے۔

پٹاری اقوام

پٹاری قوم کی قومیں نیلگری میں رہتے ہیں جن کے نام ہیں ٹوڈا۔ بڈا
کوٹا۔ گورنمبر۔ اراٹو۔

ٹوڈا۔ دراز قد۔ وجہ۔ اور بہادر ہوتے ہیں۔ وہ فی الحال میان کی نل
نہیں معلوم ہوتی بلکہ سر اور چہرہ کی بناوت سے محققین فہم انسان نے ان کو
یہ دیوں سے نسبت دی ہے۔ پوشاک ایک کپڑے کی ہوتی ہے اور اس کے

ہا ہی لینڈر والون کی طرح گینگہ یا پنتے ہیں۔ عورتوں کا لباس یہ ہے کہ ایک کپڑا سینے سے پیر تک اپٹا رہتا ہے۔ عادات و رسم در واج نہایت خراب و فحش انگیز ہیں یعنی دستور ہے کہ ایک عورت خاندان کے کل بھائیوں کے لئے بنایا جاتی ہے۔ زبان بگڑی ہوئی ٹھیل ہے۔ بہری دیو کی پرستش ہوتی ہے۔

۱۸۱۳ء میں انکا شمار ۶۹۳ تھا۔ بڑا کاکا خیال ہوتا ہے کہ یہ لوگ قحط زدہ ہو کر شمال سے آئے۔ جس کو ۴۰۰ برس گزرے جبکہ دنیا نگر کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی تھی ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ دولت مند ی۔ تندیب اور خوبصورتی میں دوسرے اقوام کو بھی پر فائز ہیں مگر اقوام لوڈا کو خراج دیکر ہیں۔ زبان پرانی قسم کی کٹرٹی ہے۔ رنگا سوامی کی پرستش کرتے ہیں جبکا دیول اسی نام کی پہاڑی پر بیان بنا ہوا ہے۔ ۱۸۱۳ء میں انکی مجموعی تعداد ۲۲۱۳ تھی۔

کوٹما قوی اجسم خوبصورت اور مضبوط ہوتے ہیں۔ بال لمبے رکھتے ہیں عورتیں پستہ قد اور کم خوبصورت ہوتی ہیں۔ زراعت اور کچھ صنعت پیشہ بھی ہوتے ہیں یہ لوگ اول کی دونوں قوموں کی خدمتگاری کرتے ہیں۔ پرستش دیوتاؤں کی تو کرتے ہیں مگر مورت نہیں بناتے۔ زبان پرانی اور بگڑی ہوئی کٹرٹی ہے۔ ۱۸۱۳ء میں انکا شمار ۱۰۶۵ تھا۔

کوریمر تمام اقوام میں یہ لوگ ذلیل اور غیر مہذب ہیں۔ پستہ قد۔ بیضی اور بد شکل ہوتے ہیں۔ عورت و مرد کی پوشاک قریب قریب یکساں ہوتی ہے۔

جلد دوم حسن نسبہ

سب قوموں کی طرح یہ لوگ بھی زیورات آہنی و مسی کے شایق ہیں۔ زبان بگڑی ہوئی ٹامل ہے۔ چند قدرتی اشیاء کی پرستش کرتے ہیں۔ جنگلی جانور نباتات و شہد وغیرہ پہاڑ پر سے لاکر دوسرے شہروں میں غلہ اور کپڑے تبادلہ کرتے ہیں۔ سرکاری باغات سنکونا اور قوہ میں اکثر کام کرتے ہیں
۱۸۸۱ء میں ۳۱۸۵ تھے۔

اڑھو لکر یہ لوگ پہاڑ پر نہیں بلکہ نشیب میں رہتے ہیں یہ لوگ فرقہ کورمبر ملک کو اسے بعض باتوں میں افضل ہیں عورتیں قومی الجنتہ مگر سیاہ ہوتی ہیں۔ مرد گھرمین لنگوٹے اور باہر کچھ زیادہ عورتیں پارچہ کا پتلا نایزافور پہنتی ہیں باقی کل اوپر کا بدن برہنہ رہتا ہے۔ عورت زیور کے ساتھ ہیں اگرچہ نبط ہر مضبوط ہوتی ہیں مگر کاموں میں شست نظر آتی ہیں۔ شکار میں مصارت اچھی ہوتی ہے۔ زبان بگڑی ہوئی ٹامل ہے دس برس تک ان کی تعداد بہت گھٹ گئی پہلے ۱۲۰۰ تھی ۱۸۸۱ء میں ۹۴۶ رہے۔
زلگاسوامی کی پرستش ہوتی ہے اور وہیں اکثر رہتے ہیں۔

یہ قومیں قریب قریب انہیں قوموں کے ہیں جو ہمارے ملک میں بنام خنچے داڑ اور ہیل جو پرگنہ امراباد اور عملداری سپورٹا منڈور میں آباد ہیں معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصہ بنی آدم کا ہنوز جگلوں میں آباد ہے باوجود انگریزی حکومت کے مگر میں ہوتے ہیں ہنوز ان قوموں میں کوئی قابلیت پیدا نہیں ہوئی نہ یہ شایستہ

ہوتے ہیں۔

زراعت

نیلگرمی مین گیہون۔ جو۔ مٹر۔ بھدے۔ پیاز۔ رائی۔ ارنڈ وغیرہ کی کاشت ہوتی ہے۔ سال میں کبھی دو اور کبھی تین مرتبہ آلو کی کاشت ہوتی ہے اور روز افزوں ترقی ہوتی جاتی ہے۔ اسکے سوار پورپ کی کل ترکاریاں اور دیگر یہاں خوب ہوتی ہیں۔

یہاں کی مشہور تجارتانہ پیداوار میں قہوہ۔ سنگونہ۔ چامی ہے۔ قہوہ۔ قہوہ کی کاشت یہاں پہلے پہل سنگونہ میں ہوتی اب کورگ اور زمین بھی ہوتی ہے۔ اسوقت دسیوں کے چھوٹے بڑے باغات کے سوا قہوہ پانکسو باشچہ گورنمنٹ کے ہیں۔ ۲۵ ہزار ایکڑ زمین میں اسکی کاشت ہوتی ہے۔ ۲۳۰ ہزار ایکڑ اراضی جدید ہے اور بیس ہزار ایکڑ میں پہلے آئے موجودہ مالیت ایک کروڑ سے زائد ہے بدرجہ اوسط چار ہزار ٹن ہر سال قہوہ باہر روانہ کی جاتی ہے جس کی ۲۳ لاکھ روپیہ قیسری سکے کی آمدنی ہوتی ہے دس بارہ ہزار آدمی متعین کارخانہ رہتے ہیں ڈیڑھ سو یورپین کاشتکار باغات کی سپرنٹنڈنٹ ہیں باقی اور باغات کے صرف اہل وطن مالک ہیں مگر ان چامی۔۔۔ ۱۸۵۰ میں پہلا باغچہ چامی یہاں تیار ہوا۔ اسوقت اسٹیمٹ باغات ۱۲ ہزار ایکڑ زمین میں ہیں ۲۸۰ ایکڑ جدیدہ اور ۳۳۰۰ ایکڑ زمین تہوتی ہے۔ مجموعی مالیت ان باغات کی ۵ لاکھ ۱۰ لاکھ تخمینہ کی جاتی ہے۔

بدرجہ اوسطہ لاک ۱۰ ہزار رتل سالانہ چای تیار ہوتی ہے۔ نشیب میں چہل گھاس اور گئی ہر وہاں چای کا تجربہ نہیں ہوا تھا جواب ہوا ہے۔ ساٹھ چارہ آدمی سے زیادہ مصروف باغات چائے ہیں۔

سکونا۔ سٹیشن اسے گورنمنٹ مدراس نے سکونا کا تجربہ شروع کیا۔ اس میں سرکار کو شروع میں نقصان زیادہ آیا اسوقت ۹۰۰ ایکڑ زمین میں ۱۳ لاک سے زیادہ درخت ہیں۔ پنج سٹیشن تک کل سرکاری خرچ ساٹھ پچیس لاک سے کچھ زیادہ ہوا اور آمدنی ۳۴ لاک۔ اب آئندہ اور زیادہ منفعہ کی امید ہے کیونکہ اخراجات کثیرہ کا وقت گزر گیا یہ خوشی کی بات ہے کہ گورنمنٹ کے قدم بہت کم چند الوالغرم اہل ملک نے سکونا کے باغات لگائے ہیں جو کثرت سے موجود ہیں

جنگل

نیگری کے جنگلون کی چار تقسیم ہیں۔ (۱) وہ جنگل جو مشرق اور جنوبی ڈھال میں ہے (۲) وہ جو شمالی ڈھال اور مویار وادی میں ہے (۳) وہ جو جنوب مشرق میں

میں ہے (۴) وہ جو میدان اور پہاڑی میں ہے جنگو شولہ کہتے ہیں۔

اول میں ساگوں وغیرہ۔ دوسرے میں مندل کے درخت۔ تیسرے میں بھی شہتیر کے قابل درخت ہیں اور آبنوس ملتا ہے۔ چوتھے میں مختلف الاقسام درخت ہیں جنگلی بلندیاں ۳۰ فٹ۔ ۴۰ فٹ تک پہنچتی ہیں اس جنگل کے درخت بہت جلد بڑھتے ہیں خاص کر بھوگم کے کہ ہر دس برس کے بعد کاٹ ڈالنے کے قابل ہو جاتا ہیں اور اس وقت ادھکی بھندی سو فٹ کی ہو جاتی ہے ۱۲ ٹن سالانہ ترنی گونڈ

مین ہوتی ہے۔

تجارت

ابھی تک یہاں عمدہ اور کثرت سے مشرکین نہیں ہیں کہ تجارت کی گرمی ہو۔ پیٹا پر گاڑیوں کو چڑھنا بہت کچھ تجارت میں دقت ڈالتا ہے۔ مگر پیٹا پر گاڑی ریل کے جاری کرنے کی پختہ تجویز ہو گئی ہے۔ یہاں کوئی مخصوص صنعت تو ہوتی نہیں۔ صرف قوم بڑا کا موٹے کپڑے بن لیتے ہیں۔ بہت سے یونین کارخانے قائم ہیں شراب کشی کی دو ہیٹھیاں جاری ہیں۔ یہاں سے سکونا چای۔ اور قحود۔ جاتا ہے۔ اور یورپ سے کچھ اسباب آرائشی اور غذائی آتا ہے ہر محل کو انکمڈ مین ایک بڑا میلہ ہوتا ہے۔ ٹوڈا اور بڈا کا قومیں اپنے مردوں کا سالانہ جشن کرتے ہیں اور ناچنے کے سوا بھینس وغیرہ کی قربانی کرتے ہیں۔

قحط
اس صنل میں کہی قحط نہیں پڑا یہاں کچھ قریع کی نشیبی ملکوں میں گرانی ہونے لگی
یہاں بھی اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ شہہ کرنہ بردست قحط میں یہاں بھی علی العموم
کل باشندوں کو تکلیف ہوئی تھی۔

موسم و صحت

اس موقع کی بلند آبادی۔ صفائی۔ قدرتی آب و ہوا۔ فضا۔ دو طرفہ سہولت
کا مساوی قرب اور اس سے مساوی بلندی وغیرہ اس قسم کے لوازمات قدرتی
ہیں جنہیں جنوبی مہندستان کے اور مقامات میں میسر نہیں۔ گرمی اپریل در

میں میں ہوتی ہے۔

عام انتظام

۱۸۳۱ء تک نیلگری میں ضلع کو میبٹور بھی داخل تھا بعد بہت بڑا حصہ ملا بائیں ملگیا۔ بعد پھر کئی بار تغیر تبدیل ہوتا رہا۔

۱۸۴۲ء میں اس ضلع کا از سر نو انتظام کیا گیا۔ اور بجائے کٹنری کے صرف کلکٹری رکھی گئی۔ جبکہ اختیارات شش منجی کے بھی ہیں انکے ماتحتی میں ایک پڑا سٹنٹ کلکٹر۔ اور ایک ڈپٹی کلکٹر رہتا ہے۔ انکمٹڈ میں ماتحت جج رہتا ہے

جبکہ مجسٹریٹ درجہ اول اور جسٹس آف دی پیس کے اختیارات ہیں۔

انکمٹڈ کی روز افزون ترقی رہی۔ پہلے ملٹری اسٹیشن ہوا بعد سول اسٹیشن بنا اور اب مرکز حکومت ہے اور کل اعلیٰ درجہ کے دفاتر موسم گرما میں ہیں اور

عدالتہائے فوجداری کی تعداد ۹ اور دیوانی ۴ ہے۔ پولیس میں ۱۲۱

آدمی بھرتی ہیں جسکا سالانہ خرچ ۳۵۶۱۶ روپیہ ہے۔ انکمٹڈ میں دو مجلس

ہیں ایک مخصوص اہل یورپ کے لئے ہے جس میں اکثر سامان راحت موجود ہے

دوسرا ہندوستانیوں کے لئے معمولی مجلس ہے۔

ان مجلسوں کے علاوہ اور بھی دو جینی نے جوار میں واقع ہیں۔ کل نیلگری کے

آبادی میں سات فیصدی علم جانتے ہیں۔ دو قابل الذکر مدرسے ہیں

لارنس اسالیم واقع تو ڈیل اور مسوریل اسکول واقع انکمٹڈ۔

بیان ایک کتب خانہ بھی ہے جسکا نام نیلگری لائبریری ہے جو ۳۸ ہزار کی

عربوں کے سویلریشن کی تاریخ

القاهرہ کی یونیورسٹی ازہر نامی سے تعلیم یاکر جو زبردست صاحب تصنیف فاضل تھے ہیں اون میں سے ایک مصری کا نام الفرند الطیاس ہے جو الفیوم (دریا نیل کے عربی ساحل پر واقع ہے) کا رہنے والا ہے اور اسکندریہ کے کالج میں تاریخ کا پروفیسر رہا ہے۔ اس مصنف نے عربوں کی سویلریشن کی نہایت دلچسپ تاریخ لکھی ہے۔ اس کتاب کا نام تاریخ التہذیب المعروب ہے۔ الفرند نے ۲۵ لیکچروں میں اس وسیع مضمون کو تمام کر دیا ہے۔ ان میں سے آخری لیکچر نہایت دلچسپ اور ساری کتاب کا خلاصہ ہے جس کا ترجمہ ذیل میں درج کر کے شائع کیا جاتا ہے۔

دائرہ منصفہ بارہ شمالی جن ملکوں میں گزرتا ہے وہ کرہ زمین کے نصف کرہ شمالی میں غایت درجہ اوپر کو واقع ہیں۔ یہ خط امریکہ میں جہلی بیڑا (گریٹ لیٹ) اور جزیرہ اخضر (گرین لینڈ) اور امریکائے برٹنی (برٹش امریکہ) سے گزرتا ہے اور مملکت روسیہ اور اسبج زریج (سویڈن ناروی) کو عبور کرتا ہے اور خط استوا جو طرقات اور اعتدال کا پیش خمیہ ہے بحر اظمیٰ فریقہ سے ہوتا ہوا مدینہ دہ سے کچھ اوپر دریائے نیل اور ملک مصر کو قطع کرتا ہے اور پھر داوڑے حجاز اور نجد مسقط سے عبور کر کے ہندوستان اور کوشنشین (کوچن چائنا) اور چین کے جنوب سے گزر کر مدینہ مکہ تک (مکہ کیلئے) پہنچتا ہے اور ان دونوں خطوط کے درمیان جس قدر ولایتیں ہیں سویلریشن کی تاریخ میں ایک خاص حالت

جلد دوم صن نمبر

کے لحاظ سے ممالک شتویہ (سرد ملک) کہلاتے ہیں اور اکثر یہی ممالک تگی اور ترقی علم و ہنر کے معدن ہیں۔ دائرہ سرطان عرب کے جزیرہ نما کے درمیان سے گزرتا ہے اس لئے وہ تقریباً نصف منطقہ بارہ میں اور نصف منطقہ معتدلہ شمالیہ میں واقع ہے۔ لیکن یہ عجیب معلوم ہوتا ہے کہ منطقہ معتدلہ کی خوشگوار آب و ہوا کا نشان تک اس خطہ میں نہیں ہے۔ بلکہ محققین جغرافیہ کے نزدیک دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ گرم ملک یہی ہے۔ کناروں کے قریب پست اور ریتی زمین کا حلقہ ہے جس میں درختوں اور سبزہ کا نام تک نہیں ہے۔ جو سمندر کے آبی بخارات کے جذب کرنے اور بارش ہونے میں بڑا حائل رکھتے ہیں۔ دریا خود ریت میں جذب ہو جاتے ہیں اور صحرائے عظیم افریقہ اور فارس کے جنوبی میدانوں اور ریوٹنہ (راچوٹانہ) کی ریاستوں کا حال بھی یہی ایسا ہی ہے۔ اور اس کا باعث یہ ہے کہ جغرافیہ طبعی اور علم طبقات الارض کے علماء کے نزدیک یہ بے آب و گیاہ اور ریتی میدان اور صحرا اس بڑے موجزن سمندر کے خشک ہو جانے سے پیدا ہوئے ہیں جس کے حصے بحیرہ فلج بحیرہ عرب اور بحیرہ روم میں اس تمام زمین کے معدنی کتلون اور حیوانی (سیکا کی بنی ہوئی) چٹانوں کو بے شمار برسوں تک پانی گستا اور پستار ہے۔ جس سے یہ ریگستان انجھڑے ہیں۔ ریتی زمین جب قدر جلد اور زیادہ حرارت کو جذب کرتے ہیں اور قدر تیزی سے منتشر کر دیتے ہیں۔ اس لئے عموماً گرم اور ریگزار میدانوں میں جاڑے کی راتیں نہایت ٹھنڈی اور گرمی کے دن نہایت گستا

جلد دوم حسن نمبر

ہوتے ہیں۔ سرد اور گرم ملکوں میں عموماً دن کو کام کرتے ہیں اور رات کا وقت آنا
 واستراحت کے لئے مقرر کیا ہے۔ گرم ملکوں میں تو خون کی حرکت دینے کے لئے
 قدر کافی نئے نئے جوارات موجود ہوتی ہیں۔ اگر محنت کے کام کئے جائیں تو خون غایت
 درجہ کی حرارت سے جلیتا ہے اور باشندہ کا رنگ سیاہ ہو جاتا ہے۔ بدن کے
 اجزاء میں تفرقہ اور سوزش کا اثر بہت تکلیف پیدا کرتا ہے اس لئے اکثر گرم
 ملکوں میں محنتی آدمیوں کی تعداد بہت ہی کم ہوتی ہے۔ سرد ملکوں میں انسان
 کی رگوں میں خون جسم جاتا ہے۔ اور اسکو حرکت میں لانے کے لئے محنت سے
 حرارت پیدا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان ملکوں میں بخیر اور دیران پسندین
 مزرع اور آباد ہو جاتی ہیں۔ محنت کے سامنے زمین خود بخود اپنے معذیات
 اگل دیتی ہے۔ اور صنعت و حرفت کے راہیں آسان ہو جاتی ہیں۔ علم اور نیکی
 تمدن اور تجارت خود بخود قومی جوش یا سلطانی طاقت کے متوازی آگے
 بڑھتے جاتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ بحرِ عظیم افریقہ اور جنوبی امریکہ کے باشندے
 اب تک جامہ تہذیب سے متبر ہیں اور یورپ کے دول متمدنہ اور امریکہ شمالی
 کی جمہوری سلطنتیں سرسبز اور ترقی یافتہ ہو گئیں ہیں۔ لیکن یہاں ایک بڑا
 سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اصول صحیح ہیں تو عرب کے باشندے کیا ایک خوا
 غفلت سے بیدار ہو کر کیوں اس قدر ترقی یافتہ ہو گئے کہ دنیا کی ان کمون میں بہت
 سے پتلیاں ساکن ہو گئیں چہ اور پھر کیوں اس قدر جلد زوال میں نہ آ گئے خاموش
 ہو گئے۔ کہ عرب کی سنسان گھاٹیاں اور سنگلاخ میدان اور جزیرہ نما کے سال



پر قلازم کی لہریں ان کی موجودہ حالت ویکٹر سکوت کے عالم میں ہیں جہاں اس کا
محمل جواب یہ ہے کہ جزیرہ نما میں زرخیز زمین صرف سمندر کے کناروں کے قریب
ہے اور وہ استقر کم اور غیر کافی ہے کہ آبادی کے بڑھنے اور زمین کا فونی حق پیدا
ہونے کے آغاز سے زراعت اور سکونت پر کشت و خون ہونے کی تاریخ زراعت
پر غماص اس حالت میں جبکہ اس روز افزون قتل و غارت کے لئے اور بھی
ملک اسباب پیدا ہو گئے تھے جیسا کہ ابن حاشر کی روایت ایام جانب جلد ۳
سے ظاہر ہے کہ اہل عرب کے ولوں میں کئی صدی تک یہ خیال جاگزین رہا کہ ہمارے
اُس پاس کا سمندر تمام عالم پر چایا ہوا ہے۔ اور آباد زمین عرب کے سوا اور کوئی
بھی نہیں ہے۔ مزدوعہ زمین کی کمی کے پورا کرنے کے لئے اکثر اونٹوں کے دوہ
اور کچھ روں کی قدرتی پیداوار پر گزارہ ہونے لگا۔ بلکہ مویشی پر لفظ مال کا
اطلاق ہونے لگا۔ چنانچہ عربی زبان میں مال اونٹ کو اور فہم چارہ یا یہ کہ
(جس سے لفظ نعمت نکلا ہے) اور غنم بکری کو (جس سے لفظ غنیمت نکلا ہے) کہتے ہیں
اور یہی تبادلہ کا پیمانہ ٹھہرا۔ چونکہ مویشی بھی محدود تھی اس لئے آبادی کے بڑھنے
پر حبط سکونت اور زراعت کے لئے زمینوں پر جھگڑے ہوتے رہے اس طرح مویشی
کی چوری اور اس پر ہنگامہ کرائی گئی ہوئی گرم ملکوں میں چونکہ محنت کم اور بیماریاں زیادہ
ہوتی ہیں اس لئے بیکاری میں فاسد خیالات کی حرکت میں آئیکا باعث ہوئی۔ اور
بیکاری بھی افلاس کا باعث تھی جواب تک اہل عرب کو مالک غیر کے حجاج قتل
و تاراج کا پانی بہانے پر مائل کرتی ہے اور چونکہ تمام دنیا کو معدوم سمجھتے تھے اس لئے

دنیا کی جماعت تہذیبی میں داخل نہ ہونے سے شاید تکی اور علم سے محروم ہے۔ پس جمالت ہی نے انکے عرق شجاعت کو استخراج کیا۔ اور شراب کی مستی اور توکا ستھواتیہ کی تیزی نے اس آگ پر تیل اور روغن چھڑکا اور آخر کار ہزاروں برس کی کشت و خون اور تاحوت و تاراج اور باہمی عداوتوں اور ٹرائیوں کے سبب انکے قواسم جسمانی ایسے مستحکم ہو گئے تھے کہ ممالک معتدلہ کے عظیم الشان اور متحول سلطنتوں پر تاسانی غالب آگئے جس طرح انکے جسمانی اعضا شہزور اور قومی بڑا ہو چکے تھے اس طرح انکی خاموش رو میں ایک تہذیبی آواز کی منتظر تھیں۔ جو انکے اخلاقی طاقتوں کو بھی بد فطرت نے انکے قابضوں میں ودیعت کر دی تھیں کر مادی اور اپنے اپنے کام پر لگا دئے کہ یکا یک اون کی تاریک عالم تمدن پر فاذان اور ملسنا سے نوز چکا یعنی ایک روشن منیر بادسی کی للکارنے جسکی حکمت آمیز نصیحت کا ۲۴۰ ملین آبادی نے تہذیب سے اقرار کیا۔ حسن اخلاق کے کربائے داودی تہذیبوں کے رگون میں دھڑا دی۔ اس ملکہ خدا داد (نبت) کے چل سالہ تفکر نے آخر کار حمد نامی جمعیت سے قوم کے رفرمیشن (اصلاح) پر کمر باندھ ہی اور وحشیوں کے لئے ایک آسان راستہ تیار کیا۔ جو تمام مصلحتی سلف کے تجربوں کا پچوڑ اور عرب کے انقلاب پسند طبیب عتو کے قابل تھا اسلام کے وسیع ملت اور آزاد مشرب نے سیرج الفہم سائل سے شجاعان عرب کے اب استخراج کیا کہ انکی اخلاقی دنیا بدل گئی اور اب وہ اس قابل ہو گئے کہ اسلام کے امن گستر سلطنت میں بحیثیت و خطر اور ملکوں میں بحری و بری تجارت کی

راہین کھولین اور اسلامی تہذیب کے علم کے سایہ میں تمام دنیا کو لین چنانچہ سفر کے عادی ہونے اور اسکے باعث غیر لکڑیوں کے واقف ہونے کے سبب اپنی قدیم شجاعت سے اکاسرہ اور قیاسرہ کی زبردست سلطنتوں پر شمشیر آزمایہ کر غالب آئے یہاں تک آئے کہ اسے ایسا سے کاپ صان و فنان (راس سینٹ وین سینٹ) کتب اور جبال الطای کے مشرقی بازو سے زرنہ بار تک پھیل گئے۔ ہندوستان میں اور تاتاریں طر لانی (تمیوری) خاندان کے مقبول ترین شہنشاہوں کی سلطنت وسیع ہو گئی اور دجلہ و فرات کے وادیوں میں خلافت عباسیہ کی شان و شوکت علم اور ثروت شاہینگی اور عدل کے ساتھ سرسبز ہوئی۔ مصر اور فارس۔ تونس اور الجزائر کے اسلامی حکومتمیں بھی پیدا ہو گئیں۔ افغانانہ بنی عمیہ نے طرابلس اور مصرکش سے آگے بڑھ کر جزیرہ نما اٹلیس اور جنوبی فرانس اور العرب (پرتگال) میں بڑی عظمت سے ظہور کیا۔ مسلمانوں کی بحری قوت اس قدر غالب تھی کہ جزائر سرانیہ (سارونیا) اور صقلیہ (سسیلی) کے کنارے پر ۱۵۰ اساطیل (جہازات) کا بیڑا گشت کرتا تھا۔ قرطبہ (گارٹولا) غناطہ (گرینیڈا) بغداد۔ بصرہ۔ دمشق۔ اصفہان۔ سمندریہ۔ قیروان میں بیت العلوم (یونیورسٹیاں) اور صدر گاہیں اور کتب خانے اور عالیشان عمارتیں بن گئیں جسکے پرانے کھنڈروں پر یورپ کے سیاح آج تک آنسو بہا کرتے ہیں۔ گھڑیوں اور رنگین شیشوں کی قناد (لمب) اور جہازات اور ہوائی جہازات۔

شارل میں شاہ فرانس کو جو گہری مامون رشیدی تھی پھر ایک پرکھ میوزیم میں موجود ہے۔

نیل اور بیل بوٹے عمارتی نمونوں کی صفت اور نقیشتیں کپڑوں کی ایجاد اور علوم
ریاضی اور فلسفہ کی شاخوں کو ترقی دینے کے سبب یورپ میں نامور اور اہل یورپ
کے استاد ہو گئے۔ قریب کے شاہی کتب خانہ کی فہرست ۴۴ موٹی موٹی
جلدوں میں مرتب ہوئی اور مصنفوں کی تعداد یہاں تک بڑھی کہ انکے حالات
کی تاریخیں بن گئیں۔ اور مصنفوں کے معلومات یہاں تک بڑھے کہ ضخیم جلدیں
میں بھی نہ سما سکے (اللہ اکبر!) چنانچہ خطیب کی تاریخ بغداد ۲۷ جلدوں میں
اور ابن عساکر کی تاریخ دمشق ۵۲ جلدوں میں اور محمد زاہد کی تفسیر ۱۰۰ جلدوں
میں اور ابوالوفاء ابن عقیل کی انس کلوچنڈیا (قاموس العلوم) ۸۰ جلدوں
میں مرتب ہوئیں۔ (اللہ اکبر!!!) ان حیرت انگیز امور پر جب کو یقین نہ آئے
وہ ابن خلکان اور تاریخ عقیری کے کشف الطنون اور دائرۃ المعارف مطالعہ
کریں۔

پھر عدل اور انصاف کے سبب تمام سلطنت باسے اسلامیہ کی ترغیر اور
سیر حاصل ولایتوں کا محصل ایک پدم چالبیس کروڑ فرنگا تک پہنچ گیا جس میں
سے مصر کی آمدنی ۷۰ کروڑ فرنگا خیال کی گئی ہے۔ پھر ایشیاء میں جن سلطنتوں
میں زوال شروع ہوا اور خجفون نے اسلام کے جمہوری اصول کو چھوڑ کر عیش
طلبی اور تنول میں غفلت شعاری اختیار کی ان کے تزلزل اور بربادی کی اسباب

دہوپ چاؤن اور گٹر قسم کے کپڑے مسلمانوں نے ایجاد کئے ہیں۔

انگریزی سکھ و جہند کہ موجب مصر کی آمدنی ۲۸ کروڑ اور کلیہ اسلامیہ کی کل آمدنی ۴۰۰ ملین پونے

جلد دوم

حصہ

منسلہ

امام فخر الدین رازی کی تاریخ الاول و آثار الاول کے مدلل بیانات کا اشارہ کر دینا کافی ہے اور یورپ میں انکا اقتدار اور عظمت کے بخفاظ اور زوال کر اسباب پر مطلع ہونے کے لئے حقیر نے اور رفاہ مصری کے خطابات و لکچر دیکھ کر چاہئین جن سے شایستگی کی شمار تو ان کو صدیدہ چنا۔ مجمل طور پر یہ ہیں کہ جب عرب سرسبز و شاداب ملکوں پر حکمران ہو چکے اور انکا مقول امن فراغت کے زمانہ میں از حد بڑھ گیا تو انہوں نے اپنی شاہانہ شوکت اور دولت اور ہواسے نفسانی اور ذاتی اغراض کے سامنے اسلام کی آرا سی اور مجبوری اصول کو شکست کھوا جن کی بنیاد خلفائے راشدین کے وقت پر جمی تھی اور بیرونی حدود سے غافل ہو کر عیش طلبی اور فراغت اور راحت میں نہایت مشغول و غافل و غیور و غشی کے مرتکب ہو گئے۔ اور موقوف خدا کی داد رسی اور شجاعت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت سے ہاتھ کوتاہ کر دیئے اور بیک اس میں بیخ اٹھ گئی گاہی مستوجب عتاب و عتاب کے جفاکش باشندوں کا میل جنرل زرنیز ملکوں کے عیاشی اور کاہن سوسائٹی میں حد سے زیادہ بڑھ گیا اور سیط جہنم کی قبضہ پیدا ہوئے انکا اشارہ تیرہ کے رفیقوں اور بہادر سپاہیوں کی اس گفتگو میں پایا جاتا ہے جس میں انھوں نے ہندوستان پر حملہ کرنے اور وہاں قیام کرنے کے خلاف رائے دی تھی آخر کار سلطانی قوت کے ٹوٹ جانے سے امراء کے زمرے میں جوہر کے وقت ایک دوسرے پر طاقت ور ہونے کی تمنا رکھتے تھے بیرونی حملہ آوروں کی مدد کی خواہش اور ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے باہم کشیدگیوں

کرنے کی دہشتیانہ پیدا ہون جس سے بلاد اسلامیہ کو بیرونی طاقتوں کے ٹکڑے بننے
پیس ٹالا اور اسلام کے پولیٹیکل فریقوں کا جوتا ٹوٹ گیا۔ بیشمار اہل عرب
تہ تیغ ہوئے۔ اور بڑا ہتھیار فتح قوم کے مذاہب میں داخل ہو گئے۔ آخر کار خدائے
اپنی دولت واپس کی۔ اور عجیب تربیہ ہر کہ سلطنت کے ساتھ علم اور تمدن بجا
غائب ہو گیا اور سولے دست افسوس منے کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ فصَدَقَ
مَنْ قَالَ - کَلَّ مَنْ عَلَيْهِمْ فَانْ وَ يَبْقَى وَجْهٌ سَرَبَلٌ ذُو الْجَلَالِ وَ
الاکرام ط

اب اخیر میں ہم اس خطاب (لیکچر) کو جزیرہ نما سے عرب کی ان لقیہ
نسلوں کے موجودہ تمدن پر ختم کرتے ہیں جن کی تعداد اب اس اصول کے مطابق
کہ گرم اور ریتیلی ملکوں میں سویلریشن (تہذیب) پسینے کے اسباب موجود نہیں
ہوتے ہیں۔ جزیرہ نما میں گہر کر کچھ ترقی نہ کر سکے اور اگر کچھ کی تو ایک عجیب شہزادہ
مگر باریک اور طبعی تشبیہ کے مطابق بالکل ریتیلی زمینوں کی طرح تہذیب کی گرمی
کو جذبہ زیادہ اور جلد جذب کر سکے اس قدر جلد انہوں نے اس کو منتشر بھی کر دیا
یہاں تک کہ اخلاق حسنہ بھی ان میں سے غائب ہو گئے اور اب بیرونی مسافروں
کی آمد و رفت کے سبب صرف بحیرہ قلم کی مشرقی کنارہ پر کچھ کچھ تہذیب کے نشان
باقی رہ گئے ہیں۔ در نہ وسطی جزیرہ نما کے بد دسی اور اسباب ہر ہر کر دو بار
اسیے مرکز پر آگئے ہیں جیسا کہ دولت عثمانیہ کے بادشاہوں کی رپورٹوں اور
سیاحوں کے سفر ناموں و اخبارات اور تعلیم الوقایع کے عم (کالموں) سے ظاہر ہے۔

شام کی مسجد

آج ہم دمشق کی جامع مسجد کا ذکر کرنے ہیں۔ جو امیر المؤمنین خلیفہ ولید بن عبد بن مروان خاندان بنی امیہ کی مشہور یادگار ہے۔

اس مسجد عظیم الشان کی تعمیر کے لئے بارہ ہزار صنعت و کارگیر ملک روم اور اطراف و اکناف سے طلب کئے گئے تھے۔ اور ۸۹ ہجری سے ۹۶ ہجری تک سلسلہ تعمیر جاری رہا۔ مختلف قسم کے نقش و نگار اور رنگ رنگ کے پتھر لگائے گئے۔

اس مسجد کے تعمیری مصادر میں ڈرامائی لاک ایرہ عثمانیہ یعنی پچیس لاک سکے

قیصر جی سنج ہوئے۔ مشرق سے مغرب تک دو

مشرق سے مغرب تک دو سو سو گز۔ اور شمال سے جنوب تک ڈیڑھ سو گز (۱۵۰) اند چاروں طرف چار رواق چار کھنبہ و پیر قایم ہیں۔ چار دیواری وغیرہ اب تک زمانہ کے ماہر بنجار ہاتھوں سے محفوظ ہیں۔

فرش مسجد رنگ رخام کا ہے۔ محراب میں پانی کا حوض لہراتا ہے۔

مسجد کے اوپر جابجا قبة ہیں۔ حرم مسجد سبیل شرق سے خوب تک نصفی کے برابر چلا گیا ہے۔ سقف حرم ایسے بلند ستون پر قائم ہے کہ پچھلے جبروت کا اثر گزشتہ شان و شوکت کا نمونہ ظاہر کرتا ہے۔ ستونوں کے بیچ بیچ میں بلند میز ایک قبة ہے جو صرف تمام عمارات شہر سے بلند ہی نہیں ہے بلکہ اپنے نفاست معمار کی دانائی سے جو اس میں خرچ کی گئی ہے۔ سیاحوں کی دلچسپی کا باعث

ہوتا ہے۔ اس قبة سے بھی زیادہ وہ منارے بلند ہیں جس میں پانچ وقت صدقہ اللہ اکبر بلند ہوتی ہے۔ فن انجینیئر ہی کو اس موقع پر لطافت کے ساتھ دکھانا ہے۔ منارہ مؤذن کے سر پر بلند ہلال بنا ہے جسکو قبة النسر کہتے ہیں۔ ہلال میں دو واقعین گرگس کے پر کی طرح بنی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا گرگس ہوا میں بلند پرواز ہے۔

وسط حرم میں ایک نہایت خوبصورت قبة ہے جو قبة نبی یحییٰ کہلاتا ہے۔ چار خوبصورت قابل دیدیہ کتب بنی پر ایسا بنا دیا ہے۔ ان کتبوں میں اعلیٰ صنعت خچ لکھ کر مسجد کے چار محراب چار صلی کے لئے جدا جدا مشنہ میں تیار ہوئے۔ علاوہ برائین مقدس و مطہر بزرگان دین کی یادگارین شہر کا دیشٹ اس مسجد میں محفوظ رکھے گئے ہیں۔ مثلاً یادگار حضرت علی کرم اللہ وجہہ و حضرت امام حسین علیہ السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وغیرہ۔

اذان دینے کے لئے تین منارے ہیں اول موسومہ عیسیٰ واقع شرق مسجد جو مسجد کے صدر قبة سے سو گز بلند ہے۔ اس منارہ سے تمام شہر دمشق مع قرب جوار کے دیہات مد نظر ہوتے ہیں۔ اور عجیب پر لطف فصاحتا شاہ ہوتا ہے۔ دوم منارہ موسومہ نوحیہ منارہ اول کے مقابل میں مغرب کی جانب واقع ہے۔ یہ اول منارہ سے کچھ چھوٹا ہے۔ منارہ اول و ثانی کی نسبت بونہو کا بیان ہے کہ انکو زمانہ قدیم میں بنانا اور روسیہ قوموں نے رصہ کے لئے

جلد دوم حسن نمبر

تعمیر کیا تھا۔ انکے علاوہ اور قدیم منارے جو شمال و جنوب میں واقع تھے انکو زمانے کے ہاتھوں نے زندہ نہیں چھوڑا۔

تیسرا منارہ جبکو خلیفہ ولید نے تعمیر کیا ہر اوسکو نازنہ العروس کہتے ہیں۔ یہ منارہ اول کے دو مناروں سے بلندی میں کچھ کم ہر مگر آرایش و استحکام اور خوبصورتی میں سب سے افضل ہے۔ شعراے زمانہ اور مابعد نے اس منارہ کی بہت تعریف کی۔ مسجد کے اندر چار رواق اور باہر سات دروازے ہیں۔ ہر رواق ایک چہت میں واقع ہے جو قابل دید اور لائق تعریف ہیں۔

منجملہ ان بیرونی دروازوں کے جو قبلہ کی جانب ہیں اوسکے مختلف نام ہیں۔ باب العبرانیہ۔ باب الساعات۔ باب الزیادہ وغیرہ۔ مغرب کی جانب باب البرید۔ اور مشرق کی جانب باب البحران ہے یہ دروازہ تمام دروازوں سے بڑا ہے۔ شمال کی جانب چار دروازے ہیں جنکے نام بھی لکھے ہیں۔

اس مقدس اور مشہور مسجد میں بہت سے قدیم تحائف اور نادر روزگار جملہ قرآن شریف ہیں۔ منجملہ ان کے ایک قرآن شریف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جامع القرآن کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ یہاں قدیم زمانہ کی صنعت کا ایک عمدہ نمونہ بھی موجود ہے۔ یعنی گھڑی جس سے ہر موسم میں آفتاب کی روش کا صحیح انداز معلوم ہوتا ہے۔

اس مسجد میں علماء اور فضلاء اور مدین اور قاریوں کا ہر روز اجتماع کثیر ہوتا ہے اور ہر شب ہزاروں چراغ روشن کئے جاتے ہیں۔

جلد دوم حسن منسلہ

اس مسجد کی بنیاد کے وقت حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کے وقت کی ایک لوح سنگی یونانی عرت و زبان میں لکھی ہوئی برآمد ہوئی جس کی عبارت ترجمہ یہ ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اس بنی آدم اگر تجھ کو اپنی تھوڑی سی بقیہ عمر کا حال معلوم ہو جاتا تو تو تنہا لمبی امید و ن کو چھوڑ دیتا۔ مرغوبات کم کر دیتا۔ تدابیر سے دست کش ہو جاتا۔ جب تیرا قدم پہنچے گا (یعنی موت آئیگی) تیرے اہل تجھ کو چھوٹے تیرے دوست تجھ سے پر جائیں گے۔ تیرے اقربا رخصت کرین گے۔ تو کیسے قدم جا سکیگا۔ پر تو ایسی حالت میں پہنچ جائیگا کہ تجھ کو لوگ پکارنے اور جواب نہ دے سکیگا۔ نہ اپنے بال بچوں کی طرف پلٹ سکیگا۔ اور نہ اپنے اعمال میں کچھ زیادتی کر سکے گا۔ پس موت کے قبل نہ کی کو غنیمت جان اور اس سے پہلے کہ تجھ سے مواخذہ کیا جائے۔ اور کسی کا رخصت کر کے پر تجھ کو قدرت نہ ہو۔ اپنی قوتوں سے کام لے۔

اور جب مسجد کی بنیاد تمام ہوئی تو ولید نے حکم دیا کہ لاجورد پر سنوئیکے حرفوں میں مسجد کی دیوار پر یہ لکھا جائے :- ”اے ہمارے اللہ ہم سوائے تیرے کی کسی عبادت نہیں کریں گے“۔ جہاں آج اس خانہ خدا کی عظیم شان عمارت کھڑی ہے وہاں زمانہ قدیم میں ایک بڑی صورت تھی جس کو آرمین اپنا خدا تصور کرتے تھے۔ ایک مذہبی تدبیر تھی تھا۔ اوس کے نور نے پر یہی سلیمان دان

ایلیفینڈس میں ایک یہودی بادشاہ کے حکم سے مذبح بنایا گیا تھا۔

اس مسجد کے ملحق یوحنا کے نام سے ایک عیسائی گرجا ہے۔ اس اجتماعِ صدیقین کی عجیب تاریخی حکایت ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہان اسلام نے پابندیِ مٹا اور شفقتِ شعاری سے واجبی شہرت حاصل کی تھی اور قوت و قابو حاصل کر چکے تھے۔

بھی اپنے زیر دست غیر مذہب کے معاہدون کو قومی الاثر رکھتے تھے۔ جس وقت شہر دمشق کا محاصرہ تھا۔ اور ایک طرف مشہور آفاق سپہ سالار عرب خالد بن ولید اور دوسری طرف تجربہ کار نبی و آزادنا ابو عبید بن جراح کی افواج نصاریٰ سے مقابل تھیں۔ دشمن کے کل سردار مجبور ہو کر باب الحجاب پر حاض ہوئے۔ اور درمیان سپہ سالار فوج عرب یعنی ابن جراح سے صلح کی گفتگو کی اور کل شہر اپنا پیش کردہ سپہ سالار کو صحت کو تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد جراح سو آدمیوں کو اپنے ہمراہ لے کر داخل شہر دمشق ہوئے جس میں ۳۵۰۰۰ تھے۔ دوسری جانب خالد بن ولید سپہ سالار فوج عرب نے اسی شب باب المشرق کی طرف سے دیوار حصار میں لقب لگا کر بڑے شمشیر سے فوج و غلہ دمشق ہوئے اور خون آشام تلوار سے دشمنوں کو مزا چکھاتے ہوئے کہنے لگے کہ جبکہ اب کنیسہ یوحنا کہتے ہیں پوچھئے ان دونوں سپہ سالاروں کو ملاقات اسی کنیسہ کے قریب ہوئی۔ ابو عبید بن جراح نے خالد بن ولید کو کہا کہ صلح ہو گئی اور شہر فتح ہو گیا۔ اب زیادہ کشت و خون کی ضرورت نہیں خالد نے جواباً کہا کہ ہماری فوج ظفرِ موج نے محض تلوار کے زور سے ملک

کیا۔ صلح کانہ کوئی موقع تھا۔ اور نہ اتمام جنگ مصالحت پر ہو سکتا ہے۔ لب
شمشیر منہ ز خون آشنا ہے اور شام کے دل بادل میں برق نما ٹکڑا رہے تو کوئٹہ
رہی ہے۔ دو دن سپہ سالار دن تین گفتگو رہی مگر سلسلہ قتال و جدال
منقطع نہ ہوا۔ ابو عبیدہؓ نے برعایت مصالحت فوج کو حکم دیا کہ تا وقتیکہ دون
الوالعزم سپہ سالار دن تین زیر بحث مسئلہ فیصلہ نہ ہو جسے تلوار میان سے
باہر نہ نکلے۔ چنانچہ امرائے عرب کا شور مہو کر ابو عبیدہؓ کی رائے مقبول ہوئی
اور صلح پر خاتمہ ہوا۔ اور یہاں کی کل کیفیت سے خلیفہ وقت حضرت
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اطلاع دیکر۔ اتفاق سے
حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا اوسی فخر و مشق کی شب کو انتقال ہوا گو یا فتح
کے منتظر تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ دوم نے مجلس شہر کے
فیصلہ کو منظور فرمایا۔ جسند حصہ شہر زبہ و ریشیر ہا در خالہ نے بوجہ عدم اطلاع
مصالحت فیما بین فتح کیا تھا وہاں کے معاہدہ و کلیسہ منہدم کئے گئے اور اقبیہ حصہ
جسیر ابو عبیدہؓ نے صلح کے ساتھ فیصلہ کیا تھا وہاں کے گرجے وغیرہ محفوظ رکھے
گئے۔ اور اب تک کامل آزادی کے ساتھ ہیں۔

پس دمشق کی جامع مسجد امویہ ایسے موقع پر بنائی گئی ہے جہاں فتح اور
صلح کے سرحدات ملتے ہیں اور دونوں کے نمایاں اثرات ایک موجود ہیں۔
کہ دیر و حرم پہلو بہ پہلو اس طرح آباد ہیں جس طرح خانہ چشم بین سیاہی سفیدی
اس مسجد کے بنا کے وقت ملے تو خلیفہ ولید نے عیسائیوں کو سمجھایا

کنیسہ کی ملحقہ زمین مسجد امویہ کے لئے دیدین جس کے عوض میں خلیفہ نے بہت مال و زر دینے کا وعدہ کیا مگر قسبیین نے زمین دینے اور روپیہ لینے سے انکار کیا اور باوجود بہت گفت و شنود کے برابر انکار کرتے رہے۔

عبداللہ الولید نے جوش حکومت سے کنیسہ کا ایک حصہ مسجد میں جبراً لایا اور جب اس واقعہ کے بعد قسبیین نے معاوضہ کار و پیہ طلب کیا تو چونکہ فہمائش کے وقت انہوں نے مطلق توجہ نہ کی تھی اس لئے معاوضہ دینے بھی انکار کر دیا۔

عمر بن عبد العزیز کے عہد خلافت میں عیسائیوں نے اپنے کنیسہ ملحقہ کا پھر دعویٰ کیا کیونکہ پوری امید تھی کہ سلاطین اسلامیہ اپنے عہد نامہ کی عزت کرتے ہیں چنانچہ خلیفہ وقت نے بیابندی احکام شریعت کے تحت وہ حصہ شہر جو مصلحت قبضہ میں آیا تھا واپس کر دیا اور مسجد امویہ کے ملحقہ سے کنیسہ خارج کر دیا۔ چنانچہ اس وقت تک اسی معاہدہ کی تکمیل بدستور

جاری ہے۔

امرا انصاف اور پابندی عہود کی مجسم تصویر! کیا تیرے دل لہجہ والی مبارک شکل ہمارے زمانہ میں غنقا ہو گئی۔

حسن

جرمن کے دو جعلی پیغمبر

نیرٹھین ایک پارچہ فروش نیرٹولنگ نامی رہتا تھا جسے لوہر کے مسائل اور تعلیم بہت حصہ لیا تھا اور نہایت سرگرمی دکھلایا تھا۔ اوس نے اپنے بہت لوگوں کو جمع کیا۔ بشپ اور کلر جی اور یورپ کی مخالفت میں بہت سخت کلامی کی۔ اوس وقت وہاں کا بشپ فرانسس ساکن والڈیک تھا۔ یہ شخص خود تعلیمات لوہر کی جانب بہت رجحان رکھتا تھا۔ فی الحقیقت بعد چندے اوس کا غم مصمم ہوا کہ مذہب کیتھولک کا قلع و قمع کرے کیونکہ اوس کا پورا ارادہ تھا کہ کسی صورت سے یہ موقع حکومت خاص اوس کے قبضہ اقتدار میں آجائے اور آئندہ اپنے خاندان میں محدود کر دے۔

نیرٹھین اسی میں کیتھولک کی مخالفت میں جو پریٹسٹنٹ شہزادوں اور امرار کا گروہ تھا اوس گروہ میں یہ بھی مل گیا لیکن اوس کی خواہش تھی کہ یہ کارروائی آہستہ آہستہ کی جائے کیونکہ اوس کو خوف تھا کہ تعجیلی کارروائی سے ممکن ہو کہ وہ اوس زرخیز مقام پر ذاتی قبضہ کر سکے۔ نیرٹولنگ نو ایک نوجوان پرست یعنی مذہبی پیشوا اسمیٹین کو اپنے مطلب کے لئے گانتھا تا کہ کسی خاص گرجے میں مذہب کیتھولک کی غلط کار پونپ و عطا کرے۔ یہ داغ دیا آتش زبان اور فصیح البیان تھا کہ فوراً براگمختگی پیدا کر دی اور تمام شہر میں بلوہ ہو گیا۔ اور گرجے توڑ دے گئے۔ یہ اندوہام اور بلوہ بیان روز افزون خطرناک ترقی کرتا رہا۔ آخر بلوہ

نے وہاں کے کل پریسٹون کو شہر بدر کر دیا۔ شہر کے متمول لوگ بغیر انعام
بینی کے گہوار چوڑ کر فرار ہو گئے۔

۱۵۳۲ء عیسوی میں رات تین نے اسطیغ طفلی کی مخالفت میں
وعظ کرنا شروع کیا۔ اور جس کی مخالفت میں لوگوں نے بھی شکایت لکھنے لگی
مگر شنوائی نہ ہوئی۔

شہر نیٹھ کی اس موجودہ حالت کی خبر تمام ملک میں بہت جلد پکڑ
اور جوق جوق لوگ آنا شروع ہوئے۔ ان نو دار و تماشہ بینوں میں شہر
لندن کا ایک درزی جان بوٹکن نامی تھا۔ رات میں نے اس وقت قتل
لوہر سے صاف انکار کیا اور اپنے تئیں ان مسائل کا چیر لوہر اور سوت
تک قائم تھا سخت مخالف بیان کیا۔ منجملہ اُن مسائل کے ایک اسطیغ
طفلی تھا۔ اس نثر شکل سے تمام شہر میں تھلکہ چڑ گیا اور از سر نو اضطراب
اور بلوہ عام ہو گیا۔

بلوہ بینوں نے کیتھڈرل پر جو کیتھولک مذہب کی عبادت گاہ
قبضہ کر لیا اور اہل کیتھولک کو خارج کر دیا اور اسے نماز و پرستش کی
اون کو اجازت نہ دی پھر انھوں نے پیروان لوہر کے گرجن پر حملہ
کیا اور سخت اضطراب پہلایا۔ ۲۸ جنوری ۱۵۳۴ء عیسوی کو قوت
شام ان لوگوں (مخالفتان اسطیغ طفلی) نے گلیوں اور راستوں کو بند
کر دیا اور خود مسلح ہو کر مجتمع ہوئے پہاٹک بند کر دئے اور ہر جانب محافظ

جلد دوم حسن نمبر

(سنتری) متعین کر دیئے۔ اس اثنا میں علی الصباح ناگہانی دو شخص آ موجود ہوئے جنکی پوشاک مثل پیغیرون کے تھی اور اونکی بڑی بڑی داڑھی تھی اور لمبی چادرین اوڑھے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں عصا تھا اور ہنوں نے تپا احتیاط اور سبک رفتاری سے بلوائی مجمع کے ساتھ گلیوں میں قدم کھٹکا ان بلوائیوں نے اون میں سے ایک کو حنوق پیغیر اور دوسرے کو الیا پیغیر قرار دیا۔ حال آنکہ یہ دونوں شخص حقیقت میں جان بولکل اور جان مٹھیلن سے کردہ مخالفان اسطباغ طفلی ساکن بلاند تھے پیر دولنگ اون لوگوں سے بے تحلف یکبارگی جا کر مل گیا اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد سخت ہنگامہ پرواز یاں شروع ہو گئیں۔ عورت اور مرد تمام گلیوں میں اوجھلتے کودتے اور چلاتے ہوئے دوڑا کرتے تھے اور یہ کہتے کہ ہم لوگوں نے عالم رویا میں فرشتے دیکھے جو توار کھینچے ہوئے ہم لوگوں سے پیروان نو تھم اور اہالیان مذہب کہتہ ولک کو خارج کراتے ہیں چنانچہ بہت سے نو تھم اور کہتہ ولک خوف زدہ ہو کر اور قتل عام کے خوف سے باہر شہر کے بھاگ گئے۔ مٹھیلن منبر پر چڑھ کر یوں بیان کرنے لگا کہ خدا اپنے معبد گاہ (گرجا) کی تقدیس چاہتا ہے اور جو شخص راہ راست پر چلتا ہو انہو گاہ قتل کیا جائیگا چنانچہ قتل ہونے میں تو توقف نہ تھا لیکن پیر دولنگ نے پھر فریم پیش کی کہ ایسے گراہوں کو قتل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر پھر سے اسطباغ کا انکار کریں تو شہر بدر کئے جائیں پس بہت سے اہالیان شہر اس جرم

میں ایسے سخت ایام میں جب کہ زمین تلخ سے ڈھکی ہوئی تھی نکالے لگو جو جلد جلد نہ بھاگ سکتے تھے اونکی سزا ہوئی اور جو بیمار تھے اون کو رات میں دوبارہ اسطباغ دیتا۔ ایک شخص لکھتا ہے کہ ایسے ایام مصیبت دیکھنے میں نہیں آکر ان اپنے گودوں میں برہنہ بچوں کو لئے ہمارے تین اور اون کا بدن ہار کے لئے بے قاعدہ چھٹھڑے ڈھونڈتے تھے اور نہیں ملتا تھا۔ غریب چھوٹے چھوٹے بچے اپنے باپوں کے کوٹوں کو تھامے ہوئے دلریش آواز سے جلاتے تھے۔ بوڑھے آدمی ضعف پیری سے کمر شکستہ ہو گئے تھے اور بیمار عورتیں لرکھڑا کر برف پر گر پڑتے تھے۔

یہ حالت ناقابل برداشت ہو رہی تھی اس اثنا میں وہاں کا پٹ نے فوج مہیا کی ان پیغمبروں کی فوج پر جو شہر میں تھے دہاوا کر دیا سولہ منٹ تک شہر کا محاصرہ رہا۔ اہل شہر کا ماتر بیت یافتہ گروہ زیر حکم فوج درزی کے تھا اور ادھر شب کی فوج خوب مسلح اور تعداد میں بیشمار تھی۔ اس ایام میں حکومت شہر الہامی ذریعہ سے ہوتی تھی یعنی جو کہ ان فرمنی پیغمبروں سے صادر ہوتا تھا اوسی پر عمل درآمد ہوتا تھا۔ ایک دن ان جعلی پیغمبروں نے یہ بیان کیا کہ شہر کے کل حکام اور مجسٹریٹ اپنے خدمتوں سے علیحدہ کر دئے جائیں اور ان کے عوض دن (پیغمبروں) کے نام نہاد آفر متعین ہوں۔ دوسرے دن مشائخ نے یوں بیان کیا کہ محکوم دانت ہوئی ہے کہ باسنت نامی انجیل کل کتابین جو شہر میں دستیاب

ہو سکیں منایع کر دیجائیں چنانچہ کل سرکاری دفاتر اور کتب خانہ کی کتابیں جمع کر کے سر بازار بلا دی گئیں۔ بعدہ اوسیکو یہ جی منکشف ہوا کہ گرجون کے منارے توڑ کر چیوٹے ستون کے برابر کر دئے جائیں تاکہ اوسپر سے دشمنوں کی نقل و حرکت کی اچھی طرح نگہداشت ہو اور بوقت جنگ اوسپر سے گولی مارین چنانچہ وہ منارے توڑ دئے گئے۔ پھر اکین اوسنے بیان کیا کہ جبکہ حکم ہوا کہ کس فتح کرنے کے لئے اہل محاصرہ سے آگے بڑھ کر مقابلہ کروں چنانچہ بہت سے اکٹھا کر کے دہاوا کیا لیکن مخالفوں نے گھیر لیا اور مع اونکی فوج کے قتل کیا گیا۔

مٹیلین کے مرنے سے اس گروہ منکرا سطلین طفلی میں اضطراب اور ضعف واقع ہوا۔ مگر جان بوکلن نے موقع پا کر اپنے آپ کو سرغنہ قرار دیا اوس نے بیان کیا کہ جبکہ الہام ہوا کہ مٹیلین کے مارے جانے کی وجہ خدا کی نافرمانی احکام ہر کیونکہ اوسنے بہت تھوڑے آدمیوں سے مقابلہ کیا تھا حالانکہ بہت سے آدمی ایسے موقع پر درکار تھے۔ بوکلن نے یہ بھی بیان کیا کہ اوس کو عالم رویا میں ہوتا ہوئی ہر کہ مٹیلین کی بیوہ جو روستہ شادی کر لے اور بجائے اوس کے خود نکاح ہو۔ چند روز کے بعد یہ الہامی مضمون پیش کیا کہ یہ مقام (نیٹر) آسمانی معبد گاہ قرار دیا گیا ہر اور یہی مقام تمام دنیا کا دارالسلطنت ہوگا اور میں بادشاہ ہو گا بعدہ اوسنے حکم دیا کہ جتنے لوگ یہاں ہیں سب اپنے بھائی بھائی مثل سوما۔ چاندی۔ جواہرات اور کل جنس جو انکے پاس ہوں لا کر اکٹھا کریں اور یہ بندہ و بست کیا کہ سب لوگ ملکر ایک ہی مقام اور ایک ہی دسترخوان

پر خور و نوش کریں اوس کے بعد پھر یون الہام کا زور ہوا کہ ہر ایک شخص حسبہ چاہے شادی کرے چنانچہ اوسنے خود سولہ عورتیں اپنے حصہ میں رکھیں بعض دن کو اوس کی یہ حرکت بہت ناگوار ہوئی اور مخالفت میں ایک سازش کی گئی جس میں ایک زرگراور دوسو مغرز آدمی تھے مگر کارگر نہ ہوئی بلکہ غلام ہو جائے پر بہت سے اہل سازش گرفتار ہوئے اور بہت سے ہلاک کئے گئے یعنی ۲۵ آدمی گولی سے اڑا دیئے گئے۔ ۶۶ آدمیوں کے سر قلم کر دیئے گئے۔ قاتل اس حجم غصہ کا نپیر دولنگ تھا جو جان بوکلن کا جلا و مقرر کیا ہوا تھا ان لوگوں کے خاتمہ سے مخالفت کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

اب یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ باوجود اس قدر تباہی کے اوس مقام میں پھر بھی اس قدر آدمی کہاٹنے آئے اس کی وجہ یہ تھی کہ محاصرہ کے قبل مسکن اسطیع طفلی مالک بالینڈ اور شمالی جرمنی سے کثیر تعداد میں جمع ہو گئے تھے کیونکہ اسکو متبرک اور خدا کا پسندیدہ شہر سمجھتے تھے۔

اسکے بعد بوکلن نے بارہ دیوک بنائے اور ہر ایک کے خطاب جرمن کے معنی بونپر رکھے گئے۔ یہ سب کے سب در ترمی جو تہ ساز چپہ گر اور روئی والے تھے۔ اوسنے ۲۷ شاگرد بھی مقرر کئے تاکہ تمام یورپ میں گھوم کے لوگوں کو سادی کرے اور اس معبد کی جانب رجوع لائے۔

ایک با موقع حکم میں ایک ممبر اور ایک تخت بنا کر رکھا گیا جان

جلد دوم حسن نمبر

بوکلن بخت میں تین مرتبہ جا کر عدالت عامہ میں سرگرمی دکھلاتا تھا وہ تختہ شاہی لباس میں جلوہ افروز ہوتا اور اس کے گرد ڈیوک اور ملازمین شان و شوکت سے دست بستہ حاضر رہتے۔ کاروبار عدالت کے ختم ہونے خود ممبر پر پہونچ کر غلط کرتا اسکے بعد پادشاہ مع اپنے سوطہ واعظم عورتوں اور امرا وغیرہ کے ٹکرائل مینڈ کے گیتوں پر ناچتا اور گاتا۔

ایک دفع اوس کی ایک عورت نے اس بیدین اور اپنے دل سے بیزار ہو کر شہر کے باہر چلے جانے کی درخواست کی نہ صرف اوس کی درخواست ہی نامنظور ہوئی بلکہ پادشاہ (جان بوکلن) نے اپنی تلوار سے اوس کا سر لوگوں کے روبرو قلم کر ڈالا۔ اور نیز شپ کا ایک سپاہی گرفتار ہو گیا تھا اوسکو مجبور کیا کہ منکران اسطبلخ طفلی کی تعلیم قبول کر لے۔ اوس بہادر نے بیجا جرات سے جواب دیا کہ منہارسی تعلیم کچھ ہی کیون نہ ہو مگر اعمال سب شیطانی ہیں جس پر جان بوکلن نہایت پریشان اور ناراض ہو کر اپنے ہی ہاتھ سے قتل کیا آخر کار نصف ایام گرامین بوقت شب ۳۱ ایلوی میں بعد محاصرہ سولہ مہینے کے شہر پر فتح کیا اور شب کے ہاتھ آیا۔ بہت سے اہل شہر جو عورتیں پیغمبر کے ظلم۔ بیرحمی۔ اور حرکات ناشائستہ دیکھتے دیکھتے تھک گئے تھے اور اپنے کی قوت برداشت باقی نہ رہی تھی دیواروں پر چڑھنے اور دروازہ کھول دینے اور شہر میں ہنگامہ برپا کر دینے میں شمشب کی فوج کی پوری مدد کی اور نہایت شدید دست بدست لڑائی شروع ہوئی۔ خون کی ندیاں بھگائیں۔ جان بوکلن

جائے ہمارے بیون کے سربراہی کرنے کے کسی گوشہ میں چپ رہا لیکن بڑی تہمت کے بعد اسکا پتہ لگ گیا اور گرفتار ہوا۔ اور یہی حال پیرڈولنگ کا ہوا۔

جب شہر لٹب کے قبضہ میں آگیا تو لٹب صاحب بڑی شان و شوکت سے

شہر میں داخل ہوئے۔ جان بوکلن اور پیرڈولنگ بڑی سختی سے

مارے گئے۔ اون کے بدن کا گوشت سیخ کر مکے ہوئے چٹوٹن کالایا اور بعد

ایک خنجر ہر دو کا سینہ چاک کیا گیا۔ آخر میں اون کی نشین آہنی پنجرون

میں رکھ کر سنٹر کر ایک گرجا کے منارہ میں آویزان کر دی گئیں۔

پس اس طرح سے یہ عجیب و غریب جعلی پیغمبروں کا جسے تمام جرمن

کو تمککہ میں ڈالا تھا خاتمہ ہو گیا۔

اس تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یورپ کی حالت

اور وہاں کے اعتقادات بھی ہمارے ہندوستان کے اعتقادات سے بہت

کچھ بڑے ہوئے تھے۔



ضمیمہ سالہ حسن

ہم ذیل میں اجرتی امیتا بجنہ دج کرتے ہیں۔ مینجور سالہ حسن

تدبیب یو جوائی یعنی

پیر کو کرنا ہر یہ روعن جوان

یہ روعن قوت بہا کے لئے حکم اکسیر کا کہتا ہے جس سے ہر سال ہفتہ سال تک بچان نفع بہا
اسکے استعمال میں کسی قسم کے پرہیز کی ضرورت ہے بلکہ وغیرہ کا کچھ غلطہ رنگ چھہ کو جو ہر بچہ بچکا
بخشتا ہے اور ہر قسم کے امراض مرید کو خواہ وہ کسی صحت ہوں بچہ خلقی اور ماہ و ماہ دی کر اپنی
تاثیر سے دفع کرتا ہے اور صرف ایک ہفتہ کو استعمال سے فائدہ کامل ہوتا ہے۔ ترکیب کا غذا ہر
تیل کو کہتا ہے قیمت فی شیشی صدر محصول ۴۔ اور ہر ایک شیشی میں ایک لہ روعن ہوتا ہے

دوائے عجیب یعنی کشتہ زمرہ

زمرہ کا کشتہ جو باخراہ مناسب تیار کیا گیا ہے چار حصہ لؤل کو برابر خوراک ہوتی ہے قیمت ہر
پانچ روز یا گیارہ روز کی خوراک میں بفضلہ فائدہ کلی ہوتا ہے خواص ان برائے قوت باہ و قوت
امراض متعلقہ او کو خواہ وہ کسی قسم کے ہوں اور ہونا کہ نہ ہو خواہ جلد و دفع جریان۔ مقوی دماغ و اعصاب
رغیہ و ارج و ضیق النفس و سرور کہ نہ خواہ جدید شک ہو یا تر۔ اور لاغری میں اور دفع و باقی
میں حکم اکسیر کہتا ہے یعنی کسی ہی نفس کی حالت دی ہو کہ خراب ہو کہ نہ ہو بفضلہ صحت ہوگی۔
اکسیر حیات۔ یعنی عرق بخارہ امراض ضعف بصر و لؤل و صفات خون و لؤل و قوت
تب۔ بخار۔ چوتھا۔ پتہ ق۔ ہتھا قحال آتشک۔ ہوناک۔ جریان۔ سفید لؤل۔ نامیہ۔ باخراہ
و بادوی۔ اور شمر بخاری اور چاند و نوشی سے جو خشکی لاغری و ضعف جگر وغیرہ لاحق ہو تو ہر سب کو
بغیر پرہیز دفع کرتا ہے ایک تل ایماہ کو کافی ہے قیمت فی بوتل صدر محصول ۴۔

عجیب چمیر۔ تحلیل و بادوی و کلیں و دروشتہ کر لے عجیب چمیر چمیر ہی و کلیا

ضمیمہ رسالہ حسن

کے استعمال سے درود و جہان خون نہ بنے ہوتا ہے اور تین ہفتہ میں بغیر فصل درود سے بالکل دفع ہو جاتا ہے اور پھر کہیں عود نہیں کرتے وزن عرق ۶ ماشہ قیمت ۴۰ درمختول ۴۰ —
جہان نما۔ اس عرق کے لگانے سے آنکھوں کی روشنی تیز ہوتی ہے۔ پولی۔ درد۔ و غیرہ
 چشم جلد بجا یون کو دفع کرتا ہے۔ قیمت ۴۰ درمختول ۴۰ وزن عرق ۶ ماشہ۔

خضاب نایاب

بیشکل رنگ و ہنگ ہے اور خضاب ہے گویا کہ آمد آمد فصل شباب ہے جیسی کہ عام میں خضاب سے دس تین دن قے ہوتی ہیں ہر شخص پر پانی ہر مین یعنی چوتھے اٹھوے دن و نہ ہندی لگا کر باندھنا اور بعد دس گنٹہ کے پھر دسمہ لگا کر باندھنا اس میں قریب ۱۰ گنٹہ کو وقت ضایع ہوتا ہے اور بال سیاہ ہونیکے ہوا اور کوئی فائدہ نہیں اور نقصان بہت۔ ظاہر ہے کہ ہند اور دسمہ کلانی خضاب میں جذب ہوگا تو اس سے سودا نقصان کے اور کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ ایام سول میں مثل سردی وغیرہ کہ جس قدر کہیں بجا ہے۔ انہیں قوت کے سبب یہ خضاب نایاب بن گیا گیا جس قدر تعریف کی جا رہی ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ قیمت پہنچ کر طلب کے ہر اسمین کے فی وبال غنہ نہیں۔ تھوری تعریف اسکے اجزاء کی ظاہر کرتا ہوں۔

حاصل بال نحوہ خارش سر ضعف بلغم۔ علاوہ برین خوشبو میں بڑی نظیر مثل کیوڑہ باعث راجی مضج و بلغم ہے بالون میں سختی نہیں آتی بلکہ ملائم رہتا ہے سیاہی میں بالون کو قابل اصل بالون کے کرتا ہے دوسرے روز بطور دس چوبیلی لگانا ہوتا ہے کسی چیز سے باندھنے ضرورت نہیں دوسرے تیسرے روز لگا کر قابل اصل بالون کے سیاہ ہونے کو تمیز نہ کر سکیگا کہ یہ خضاب ہے۔ ایک بوتل میں ۳۰ روپے بھر یعنی ڈیڑھ پاؤ ہوتا ہے قیمت ۱۰ روپے
 عید۔ علاوہ محصول نصف شیشی مکا چارم شیشی ۱۰ روپے اس سے کم غیر ممکن ہے۔

ضمیمہ رسالہ حسن

میرے شفا خانہ میں علاوہ اس کے ہر قسم کا علاج ہوتا ہے۔

اطلاع ضروری واضح ہو کہ بہت سی سندی خطوط یعنی شریفیٹ جمہا جان یو پین ہارڈان نے میرے عمدہ علاج کو ثبوت میں عطا فرمایا ہیں اور نیز ہندوستانی خطوط بہت قریب ہزار بارہ سو کروڑ ہیں جو شاید اور کارخانوں میں نہ ہونگے۔ چاہیے کہ طلب فرم کر ملاحظہ ہوں میری ادویہ سے ہزاروں نے صحت پائی ہے اور بغیر سفارش بہت ملکوں کے سارٹیفکیٹ موجود ہیں آدھ آنہ مکش بھی کہ طلب کریں کیونکہ بعض حکیموں کو اپنی شہرت کے لیے سے خوشامد کر کے شریفیٹ بنائے ہیں پس میرے شریفیٹ اور ان حکیموں کے شریفیٹوں میں بڑا فرق ہے لازم ہے کہ پہلے سارٹیفکیٹ منگوا کر ملاحظہ فرمائیں تاکہ دھوکا نہ ہو۔

ایک طویل فہرست ادویہ کی جو اخبار میں گنجائش طبع نہیں کہتی اور جس سے لطف زندگی تا دم مرگ انسان قائم رہتا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے جو صاحب چاہیں گناہ نہ کر

کریں مفصل کیفیت ادویہ کی فہرست سے ظاہر ہوگی۔
المشہر حکیم ابوالحسن شفا خانہ حکیم صفحہ حسین جب بریس محلہ

مغرب آزمودہ شرطیہ و امین

امراض ذیل کی ادویہ شفا خانہ زندہ اکھاڑا کر محلہ انبی اڈیٹر رسالہ حافظ صحت ہوتی ہے
 ۱۷۷۷ء سے جاری ہوتی ہیں مفصل فہرست و سارٹیفکیٹ منگوا دے یہ سہل سکتی ہیں۔

طیلا جو استعمال بچہ پن کو نقص گون کی طوبات و بگاڑ دور کرتا ہے فینولہ للہ۔

سرب دافع نامردی و رقت منی۔ جو بایں۔ سرعت انزال۔ جملہ امراض تھیں صنف
 اعصابی و رقبہ و معدہ۔ تاریکی چشم۔ درد سر و غیرہ جو کثرت مسکات و قسام فاعش کو مٹاتی ہے

جگر و سستی لاحق ہو و دور کرتا ہے فی بوتل ۳۰۰۔

سٹوآک و قرحہ نہایت بیا پرانہ علی العموم ۲۰ گہٹہ میں اپنا اثر طریک ہم وغیرہ کو دیکھ کر ہی فرماتے ہیں۔
ہیریل خوشبو آگ۔ بانو کو سیار کرتا ہے۔ نزلہ کا کام۔ ریش و پوسر ضعف بلوغ و کوئی بیماری میں
حب آتشک۔ پلاٹنم آگے و فرودست دور کرتا ہے پھر پٹیا میں دھونے والی
کحل الجواہر۔ سرسہ مقوی بصر حافظہ میں فی دماغ نزول و مہجہ لاشعش فی جاشعہ ۷
عجیب الاثر سنون۔ دانت کا ہلکا کر لگنا بوسیلہ خون جانباٹھو و کلی خرابیان ۳۰۰ تولہ
حب بوسیر۔ بادی خونی و مسوکی ٹھین قبض کو مفید و دھونے والی
حب فربا بیطس۔ بار بار آنا پیشاب کا و پیاس و کمزوری لاغری کو دافع ہے ۷ تولہ

حب قائم مقام۔ ایون چاٹو و بلا ضرر و مرج نشہ چھوٹا ہے فی تولہ ۳۰۰۔
عرف مار اللہ انگوری۔ متفرج موآد خون۔ مقوی دماغ ضعف جگر و دل و دماغ
و معدہ و در دسر تا پک تلی وجع مفاصل لاغری ضیق النفس سرزد کہ نہ بیقہ
ایام حیض لغوہ فلج رعشہ فی بوتل ۳۰۰ سفال ۳۰۰ سے کم۔

رہ و عن اعجاز۔ ناسور بگندر تالو کا سولخ خنازیر بدکڑے زخموں کے
کالی کہانی تو ایام حمل خسر و چیک کو دفع کرتا ہے ۲ تولہ سفال۔
رسالہ واقع آتشک سٹوآک رسالہ ضمیمہ رسالہ بوسیر مضرت مکررات رسالہ صاحب اللہ

سفال
۱۲

۰۰۹

الْمَشَقَّةُ

۰۰۹

و بدہ احکما، ڈاکٹر غلام نبی ایڈیٹر لیاقت صاحب لاہور

